جلد 8

الخیر الشذی

شرح اردو

جامع الترمذی

ابواب المناقب، شمائل الترمذی

بحمد اللہ
ممتاز انفرادی خصوصیات
کے پیشِ نظر دیگر شروحات
سے بے نیاز کر دینے والی
حضرات اکابر علمائے کرام
کی پسندیدہ شرح

افادات
مولانا مفتی عبد الرشید
فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان
استاذ الحدیث جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان

ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
061-4514929
0300-7301239
0322-6748121

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الخیر الشذی

شرح اردو

جامع الترمذی

جلد ہشتم

آبوابُ المَناقِبِ، شمائل ترمذی مع اردو ترجمہ و شرح خصائل نبوی

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

از

مولانا مفتی عبد الرشید صاحب

فاضل جامعہ خیر المدارس ملتان استاذ الحدیث جامعہ نعمانیہ نظامیہ ملتان

ناشر

قرآن مجید ○ دینی کتب ○ اسلامی رسائل کا مرکز

إدارہ اشاعت الخیر

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

061-4514929,0322-6748121

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الخیر الساری

جلد ہشتم

شرح اردو

جامع الترمذی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ النَّبِیِّ

الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

الخیرُ الشذی

تالیف — مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ
تاریخ اشاعت — ذوالحجہ ۱۴۴۱ھ
ناشر — ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

ضروری گزارش ◀ اس کتاب کی تصحیح کی علماء کی زیرنگرانی حتی الوسع کوشش کی گئی ہے اگر اس کے باوجود کہیں اغلاط نظر آئیں تو برائے مہربانی مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کی تصحیح کی جا سکے۔ شکر الکمم واجرکم علی اللہ (ادارہ)

فہرست الخیر الشذی

جلد ہشتم

اَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ، شمائل ترمذی مع اُردو ترجمہ خصائل نبوی

شمائل ترجمہ مع اُردو ترجمہ خصائل نبوی

أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ

عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

''مناقب'' منقبة کی جمع ہے جس کے اصطلاحی معنی شرف اور فضیلت کے ہیں اور یہ اس فضیلت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ انسان اللہ پاک کے ہاں فضیلت والا بن جاتا ہے اور جو اللہ کے ہاں فضیلت والا ہو جائے تو مخلوق کے ہاں بھی فضیلت والا بن جاتا ہے لیکن مخلوق کے ہاں ظاہری عزت والا ہونے سے اللہ پاک کے ہاں معزز و مقبول ہونا لازم نہیں آتا بلکہ اعتبار اللہ کے ہاں فضیلت کا ہے کما فی القرآن ''ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم''

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آپ ﷺ کے فضائل و مناقب اور اوصاف حمیدہ بہت زیادہ ہیں جن کا شمار نہیں۔ باقی اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ آپ ﷺ تمام اولاد آدم حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام میں سب سے افضل اور سب کے سردار و امام ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ افضل ہیں پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ۔ رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کس کا درجہ ہے اس بارے میں صراحت کے ساتھ علماء سے کچھ منقول نہیں اسلئے خاموشی بہتر ہے البتہ بعض علماء نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ کو اور ان کے بعد حضرت نوح علیہ السلام کو افضل و اشرف کہا ہے۔ بہر حال ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام کی طویل فہرست میں مذکورہ پانچ نبی اولو العزم سمجھے جاتے ہیں اور ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار و امام ہیں۔

حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُصْعَبٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ عَنْ أَبِي عَمَّارٍ عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ إِسْمٰعِيلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ بَنِي كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِي كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِي هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ هٰذَا حَدِيثٌ (حَسَنٌ) صَحِيحٌ

خلاد بن اسلم، محمد بن مصعب، اوزاعی، ابو عمار، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کو چنا اور بنو کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنو ہاشم کو چنا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ اولاد بنی اسماعیل میں بہت سارے قبیلے تھے ان میں مشہور عدنان قبیلہ تھا پھر آگے عدنان کے بیٹے معد اور معد کے بیٹے نزار تھے۔ پھر نزار کے چار بیٹے مشہور ہیں۔ ان میں دو بیٹے ربیعہ اور مضر، یہ جزیرہ عرب کے بڑے

قبائل ہیں مضر کی اولاد سے آگے چل کر ایک شخص کنانہ ہوئے جو مضر کے قبائل میں سے مشہور ہوئے پھر کنانہ کے بیٹے نضر کے بیٹے مالک اور مالک کے بیٹے فہر تھے یہی وہ فہر ہیں جن کا لقب قریش تھا پھر آگے فہر کی اولاد میں بہت سارے قبائل ہوئے وہ سب قریشی کہلاتے ہیں پھر ان میں باہم کوئی ربط پیدا نہیں ہوا کہ اس میں ایک شخص قصیٰ بن کلاب پیدا ہوئے انہوں نے تمام قریش کو مجتمع کیا جسکی وجہ سے انہوں نے تمام مکہ پر غلبہ حاصل کرلیا پھر اسی وجہ سے بعض حضرات کہتے ہیں کہ قریش اصل میں قصی بن کلاب کا لقب ہے پھر قریش کی شاخوں میں جو شاخ زیادہ مشہور اور غالب تھی وہ بنو ہاشم ہے اور آپ ﷺ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے گویا آپ ﷺ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں عدنان سے اوپر کا نسب زیادہ وثوق کے ساتھ نہیں بتلایا جاسکتا۔

قُرَیْشٌ: قریش قرشی سے ہے بمعنی جمع کرنا اور منظم کرنا نیز لغت میں قریش سمندر کی اس بڑی طاقتور مچھلی کو کہتے ہیں جو دوسری مچھلیوں کو کھائے اور اُسے کوئی نہ کھا سکے پھر اسکے معنی غالب کے ہو گئے یعنی جو کسی سے مغلوب نہ ہو پھر یہ قریش نام ہو گیا (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۴)

مِنْ وَلَدِ إِبْرَاهِيمَ: ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے ایک سارہ بیوی سے ان کا نام اسحاق تھا جن سے بنی اسرائیل کے انبیاء کا سلسلہ چلا۔ دوسرے ہاجرہ بیوی سے جن سے اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ انہی سے قریش کی اولاد کا نسب ملتا ہے۔ کما مر

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ قُرَيْشًا جَلَسُوا فَتَذَاكَرُوا أَحْسَابَهُمْ بَيْنَهُمْ فَجَعَلُوا مَثَلَكَ مَثَلَ نَخْلَةٍ فِي كَبْوَةٍ مِنَ الْأَرْضِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيقَيْنِ ثُمَّ خَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ الْقَبِيلَةِ ثُمَّ خَيَّرَ الْبُيُوتَ فَجَعَلَنِي مِنْ خَيْرِ بُيُوتِهِمْ فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ الْحَارِثِ هُوَ ابْنُ نَوْفَلٍ

یوسف بن موسیٰ قطان بغدادی، عبیداللہ بن موسیٰ، اسماعیل بن ابی خالد، یزید بن ابی زیاد، عبداللہ بن حارث، حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ قریش نے ایک مجلس میں اپنے حسب ونسب کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کھجور کے ایسے درخت سے دی جو کسی ٹیلہ پر ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو پیدا فرمایا اور مجھے ان میں سے بہترین جماعت میں پیدا فرمایا۔ پھر دو فریقوں کو پسند فرمایا۔ پھر تمام قبیلوں کو پسندیدہ بنایا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ پھر گھروں کو چنا اور مجھے ان میں سے بہترین گھر میں پیدا کیا۔ چنانچہ میں ان سے ذات میں بھی بہتر ہوں۔ اور گھرانے میں بھی۔ یہ حدیث حسن ہے اور عبداللہ بن حارث سے ابن نوفل مراد ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ

محمود بن غیلان، ابواحمد، سفیان، یزید بن ابی زیاد، عبداللہ بن

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ قَالَ جَاءَ الْعَبَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَأَنَّهُ سَمِعَ شَيْئًا فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ مَنْ أَنَا فَقَالُوا أَنْتَ رَسُولُ اللهِ عَلَيْكَ السَّلَامُ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنَّ اللهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ ثُمَّ جَعَلَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ فِرْقَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ قَبِيلَةً ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوتًا فَجَعَلَنِي فِي خَيْرِهِمْ بَيْتًا وَخَيْرِهِمْ نَفْسًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ نَحْوَ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

حارث، حضرت مطلب بن ابی وداعہ فرماتے ہیں کہ عباس بن عبدالمطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے گویا کہ وہ (قریش وغیرہ سے) کچھ سن کر آئے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر کھڑے ہوئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میں کون ہوں؟ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ پر سلامتی ہو۔ پھر فرمایا کہ میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ان میں سے بہترین لوگوں سے مجھے پیدا فرمایا۔ پھر دو گروہ کئے اور مجھے ان دونوں میں سے بہتر گروہ میں سے پیدا کیا پھر ان کے کئی قبیلے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں پیدا کیا۔ پھر ان میں سے کئی گھرانے بنائے اور مجھے ان میں سے بہترین گھرانے میں پیدا فرمایا اور سب سے اچھی شخصیت بنایا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ سفیان ثوری بھی یزید بن ابی زیاد سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔ یعنی اسماعیل بن ابی خالد کی حدیث انہوں نے عباس بن عبدالمطلب سے نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الدِّمَشْقِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا الْأَوْزَاعِيُّ حَدَّثَنِي شَدَّادٌ أَبُو عَمَّارٍ حَدَّثَنِي وَاثِلَةُ بْنُ الْأَسْقَعِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ اصْطَفَى كِنَانَةَ مِنْ وَلَدِ إِسْمٰعِيلَ وَاصْطَفَى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفَى هَاشِمًا مِنْ قُرَيْشٍ وَاصْطَفَانِي مِنْ بَنِي هَاشِمٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

محمد بن اسماعیل، سلیمان بن عبدالرحمن دمشقی، ولید بن مسلم، اوزاعی، شداد ابوعمار، حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے بنو کنانہ کو منتخب کیا، بنو کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنو ہاشم کو منتخب کیا اور بنو ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ: اس سے عرب کے چھے قبائل کا ذکر کیا گیا ہے وہ چھے طبقات یہ ہیں۔ شعب، قبیلہ، عمارہ، بطن، فخذ، فصیلہ۔ شعب کو شعب اس لئے کہتے ہیں کہ تمام قبائل کی شاخیں اسی سے نکلتی ہیں لہٰذا شعب تمام قبائل کا مجموعہ ہے اور عمارہ بطون کا مجموعہ، بطن افخاذ کا مجموعہ اور فخذ فصائل کا مجموعہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں خزیمہ شعب ہے کنانہ قبیلہ ہے قریش

عمارہ ہے قصی بطن ہے ہاشم فخذ ہے اور عباس فصیلہ ہے (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۵۸)۔

حدیث الباب میں ہے کہ انبیاء ﷺ کی ذات کے اعتبار سے حسب ونسب کی عظمت و برتری کا لازم ہونا کوئی بنیادی چیز نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق محض ان لوگوں کے خلاف اتمام حجت سے ہے جو حسب ونسب کی بڑائی اور خاندانی وجاہت کوزیادہ اہمیت دیتے ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت جاہل اور بے وقوف کفار کہا کرتے تھے کہ اگر خدا کی آخری کتاب کونازل کیا جانا تھا اور نبوت ورسالت قائم کی جانی تھی تو اس کیلئے عرب کے بڑے بڑے سرداروں میں سے کسی کا انتخاب کیا جاتا۔ بہر حال نبوت ایسا شرف ہے کہ اس کے مقابلے میں بڑی سے بڑی دنیاوی وجاہت وعظمت بے حیثیت چیز ہے نبوت کے حصول کا دارومدار حسب ونسب پر ہے اور نہ کسی اور ذریعہ پر بلکہ اس کا دارومدار محض خدا کے فضل پر ہے کما فی القرآن "واللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ"۔

حَدَّثَنَا أَبُو هَمَّامٍ الْوَلِيدُ بْنُ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ مَتَى وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوحِ وَالْجَسَدِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابو ہمام ولید بن شجاع بن ولید بغدادی، ولید بن مسلم، اوزاعی، یحیی بن ابی کثیر، ابوسلمہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ پر نبوت کب واجب ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کی روح اور جسم تیار ہو رہا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: سوال: دنیا میں ظہور کے اعتبار سے آپ ﷺ سب سے آخر میں آئے اور نبوت کا منصب جب انبیاء ﷺ کو عطا ہو رہا تھا تو اس وقت عالم ارواح میں تمام انبیاء ﷺ کو ایک ساتھ نبی بنایا گیا تھا جبکہ اس حدیث میں ہے "وجبت لك النبوة قال و ادم بين الروح والجسد" تو اسکا کیا مطلب ہوا کہ میں نبی تھا اور آدم روح اور جسد کے درمیان یعنی پیدائش کے مراحل میں تھے۔

جواب: عالم ارواح میں نبوت تو سب کو ایک ساتھ ملی لیکن نبوت کے انوارات اور اس کی برکات وتجلیات کا سلسلہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عالم ارواح میں اس وقت شروع ہوا جب حضرت آدم علیہ السلام پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اسلئے آپ ﷺ برکات نبوت میں سب سے اول نبی ہیں اور ظہور کے اعتبار سے آخری نبی ہیں جیسا کہ ایک مرفوع روایت میں بھی ہے کہ "کنت اول النبی فی الخلق واخرھم فی البعث" کہ میں پیدائش میں سب انبیاء سے پہلے ہوں اور بعث میں سب کے بعد۔

الحاصل آپ ﷺ کی نبوت حضرت آدم علیہ السلام کے وجود میں آنے سے بھی پہلے متعین ومقرر ہو چکی تھی۔

باب

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ لَيْثٍ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں (قبر سے نکلنے کے اعتبار سے) لوگوں

أَنَسٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ خُرُوجًا إِذَا بُعِثُوا وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا وَفَدُوا وَأَنَا مُبَشِّرُهُمْ إِذَا أَيِسُوا لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي وَأَنَا أَكْرَمُ وُلْدِ آدَمَ عَلَى رَبِّي وَلَا فَخْرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

میں پہلا شخص ہوں جب وہ قبروں سے اٹھائے جائیں گے اور میں ان کا خطیب (مقرر) ہوں جب وہ قاصد بن کر جائیں گے اور میں ان کو خوشخبری سنانے والا ہوں جب وہ مایوس ہونگے اور اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ کے نزدیک اولاد آدم میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور اس پر مجھے کوئی فخر نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: **وَأَنَا خَطِيبُهُمْ إِذَا وَفَدُوا**: اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میدان محشر میں دہشت و ہولناکیوں کی وجہ سے سارے لوگوں پر خاموشی چھائی ہوئی ہوگی۔ کسی کو بات کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔ عام آدمی تو درکنار انبیاء علیہم السلام بھی سفارش کرنے سے قاصر ہوں گے آپ ﷺ بارگاہ رب العزت میں سجدہ ریز ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثناء بیان کریں گے کہ ایسی حمد وثناء کسی نے آج تک نہ بیان کی ہوگی اس دن آپ ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بولنے کی اجازت نہیں ہوگی یا ابتدا میں تو کسی کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی بعد میں آپ ﷺ کو بولنے کی اجازت دی جائے گی یا اس کا تعلق مومنوں سے نہیں بلکہ کفار کے ساتھ ہے کہ کفار میں سے کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

إِذَا أَيِسُوا لِوَاءُ الْحَمْدِ: یعنی ایک طرف تو لوگوں کو خوف و دہشت چھائی ہوگی اور دوسری طرف وہ بڑے بڑے انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس سفارش کرنے کیلئے جائیں گے اور کوئی نبی اللہ کے سامنے بولنے کی طاقت نہیں رکھ سکے گا تو ان لوگوں پر رحمت اور ناامیدی چھا جائیگی۔ تب آنحضرت ﷺ بارگاہ رب العزت میں حساب شروع کرنے کی شفاعت کریں گے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ فَأُكْسَى الْحُلَّةَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ أَقُومُ عَنْ يَمِينِ الْعَرْشِ لَيْسَ أَحَدٌ مِنَ الْخَلَائِقِ يَقُومُ ذٰلِكَ الْمَقَامَ غَيْرِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

حسین بن یزید، عبدالسلام بن حرب، یزید بن ابی خالد، منہال بن عمرو، عبداللہ بن حارث، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں پہلا شخص ہوں گا جس کی قبر کی زمین سب سے پہلے پھٹے گی پھر مجھے جنت کے کپڑوں میں سے ایک جوڑا پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد میں عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا۔ اس جگہ تمام مخلوقات میں سے میرے علاوہ کوئی نہیں کھڑا ہو سکے گا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: **أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ**: سب سے پہلے نفخہ ثانیہ پر میری قبر کھلے گی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھایا جاؤں گا پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر عمر رضی اللہ عنہ پھر اہل بقیع اٹھائے جائیں گے پھر مکہ میں مدفون لوگوں کا انتظار کیا جائے گا۔ اس حدیث کی بقیہ تشریح ماقبل ابواب التفسیر سورۃ بنی اسرائیل کی آخری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ وَهُوَ الثَّوْرِيُّ عَنْ لَيْثٍ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سُلَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنِي كَعْبٌ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ وَمَا الْوَسِيلَةُ قَالَ أَعْلَى دَرَجَةٍ فِي الْجَنَّةِ لَا يَنَالُهَا إِلَّا رَجُلٌ وَاحِدٌ أَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَكَعْبٌ لَيْسَ هُوَ بِمَعْرُوفٍ وَلَا نَعْلَمُ أَحَدًا رَوَى عَنْهُ غَيْرَ لَيْثِ بْنِ أَبِي سُلَيْمٍ

محمد بن بشار، ابوعاصم، سفیان ثوری، لیث ابن ابی سلیم، کعب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگا کرو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یارسول اللہ وسیلہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔ وہ صرف ایک ہی شخص کو عطا کیا جائے گا۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ میں ہی ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند میں مذکورہ کعب مشہور شخص نہیں۔ ہمیں علم نہیں کہ لیث بن ابی سلیم کے علاوہ کسی اور نے ان سے روایت کی ہو۔

تشریح: حدیث الباب کے مختلف مطلب ہیں:۔ اوّل کہ میری امت کے لوگ اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ کی دعا کریں گے تو اس دعا کی وجہ سے ان ہی لوگوں کو فائدہ اور ثواب حاصل ہوگا۔ ثانی کہ رسول کریم ﷺ کا اپنی امت کے لوگوں سے اپنے لئے وسیلے کی دعا منگوانا اللہ تعالیٰ کے حضور میں بیچارگی ومحتاجگی کے اظہار کیلئے اور کسر نفسی کے طور پر ہے۔ ثالث کہ اس حکم کے ذریعے اپنی امت کے لوگوں کیلئے باہمی الفت وتعلق کے اظہار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے عزیز و دوست کی آخرت میں ترقی کیلئے دعا کی درخواست کرے (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۶۴)

اس حدیث کو امام ترمذی نے ابواب المناقب میں اسلئے ذکر کیا کر وسیلہ، مقام محمود آپ ﷺ کا مقام ہے اسلئے اسکو مناقب میں لائے

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَثَلِي فِي النَّبِيِّينَ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنَى دَارًا فَأَحْسَنَهَا وَأَكْمَلَهَا وَأَجْمَلَهَا وَتَرَكَ مِنْهَا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوفُونَ بِالْبِنَاءِ وَيَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَقُولُونَ لَوْ تَمَّ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَأَنَا فِي النَّبِيِّينَ مَوْضِعُ تِلْكَ اللَّبِنَةِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

محمد بن بشار، ابوعامر عقدی، زہیر بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عقیل، طفیل بن ابی بن کعب، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور تمام انبیاء کی مثال اسطرح ہے کہ ایک شخص نے ایک بہت خوبصورت گھر بنایا، اسے مکمل اور خوبصورت کرنے کے بعد ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ لوگوں نے اس کے گرد گھومنا شروع کیا اور وہ اس عمارت پر تعجب کرتے ہوئے کہنے لگے کاش اس اینٹ کی جگہ پوری کر دی جاتی اور میں نبیوں میں اس اینٹ کی جگہ ہوں۔ اسی سند سے یہ بھی منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ غَيْرُ فَخْرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کا امام اور خطیب ہوں گا اور میں شفاعت کروں گا اور اس پر مجھے فخر نہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی نبوت کے اختتام کو ایک مثال کے ساتھ بیان کیا ہے گویا نبوت نورانی محل ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اس محل کی نورانی اینٹیں ہیں اور رسول کریم ﷺ اس نورانی محل کی آخری اینٹ ہیں جن پر عمارت کی تکمیل حسن اور نبوت کے اعتبار سے ہوگئی یہ حدیث ختم نبوت پر واضح دلیل ہے کہ آپ کے زمانہ میں یا آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ماقبل کے تمام انبیاء و رسولوں کو ایک ایسی شاندار اور مضبوط عمارت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جس کی دیوار میں ایک اینٹ کے برابر جگہ خالی چھوڑ دی گئی تھی اس جگہ کو ہمارے نبی کریم ﷺ نے آ کر پُر فرمایا، پھر نبوت کا دروازہ ہمیشہ کیلئے بند ہو گیا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ جُدْعَانَ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ بِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَبِيٍّ يَوْمَئِذٍ آدَمُ فَمَنْ سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لِوَائِي وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ وَلَا فَخْرَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میں اولاد آدم علیہ السلام کا سردار ہوں گا اور میں یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا اور میرے ہی ہاتھ میں حمد الٰہی کا جھنڈا ہوگا۔ یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا اس دن آدم علیہ السلام سمیت تمام نبی میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ میں ہی وہ شخص ہوں جسکی قبر کی زمین سب سے پہلے پھٹے گی اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہتا۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ: ''اى ولا اقوله تفاخرا بل اعتدادًا'' کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں یہ بطور فخر نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ کے فضل کو شمار کرتے ہوئے اور تحدیث بالنعمۃ اور مامور بہ کی تبلیغ کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ آپ ﷺ کا ''انا سید ولد آدم'' ارشاد فرمانے کی دو وجوہات ہیں:

اوّل: اللہ تبارک وتعالیٰ کے ارشاد ''واما بنعمة ربك فحدث'' کے حکم کی بجا آوری کے لئے فرمایا

ثانی: اس حکم کا اظہار کرنے کے لئے فرمایا جس کی ترغیب و تبلیغ امت میں واجب تھی تاکہ امت اس پر اعتقاد رکھے اور اللہ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ کی تعظیم و تکریم کرے۔

وَبِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ لواء الحمد سے مراد شہرت ہے کہ اس دن رسول کریم ﷺ کی امتیازی شان کی شہرت ہوگی اگر اس جھنڈے سے مراد حقیقتاً جھنڈا ہو تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اس دن تمام انبیاء میرے جھنڈے تلے جمع ہو کر اللہ کی حمد کریں گے اور میں ان کا امام ہوں گا اور اگر جھنڈے سے مراد حمد الٰہی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ اس دن تمام انبیاء میرے حمد بتانے اور سکھلانے سے حمد الٰہی کریں گے یعنی جب یہ جھنڈا میرے ہاتھ میں آئے گا تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کا دل ایسا کھول دے گا اور

آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کرینگے کہ کوئی اور ایسی تعریف نہیں کر سکے گا اس وجہ سے آپ ﷺ کا اسم شریف ''محمد'' اور ''احمد'' ہے۔آپ ﷺ صاحب مقام محمود ہیں اور آپ ﷺ کی امت حمادین کہلاتی ہے۔آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ذریعے ہی شفاعت کا دروازہ کھلوائیں گے۔

وَمَا مِنْ نَبِيٍّ: آپ ﷺ کے پرچم تلے صرف عام لوگ ہی نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایک کر کے تمام نبی اور رسول بھی آپ ﷺ کے پرچم تلے جمع ہونگے آپ ﷺ کی شفاعت کے طلب گار اور آپ ﷺ کے تابع ہوں گے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا حَيْوَةُ أَخْبَرَنَا كَعْبُ بْنُ عَلْقَمَةَ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ جُبَيْرٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا لِيَ الْوَسِيلَةَ فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ وَمَنْ سَأَلَ لِيَ الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّفَاعَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَالَ مُحَمَّدٌ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرٍ هٰذَا قُرَشِيٌّ وَهُوَ مِصْرِيٌّ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ نُفَيْرٍ شَامِيٌّ

محمد بن اسماعیل، عبداللہ بن یزید مقری، حیوۃ کعب بن علقمہ، عبدالرحمن بن جبیر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اذان سنو تو وہی کلمات دہراؤ جو مؤذن کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود بھیجو۔ اس لئے کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتے ہیں۔ پھر میرے لئے وسیلہ مانگو وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے۔ جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کیلئے ہی مناسب ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں اور جو میرے لئے وسیلہ مانگے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن بن جبیر قریشی ہیں۔ اور مصر کے رہنے والے ہیں۔ جبکہ نفیر کے پوتے عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر شامی ہیں۔

تشریح: إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ: اجابت مؤذن کی دو قسمیں ہیں۔

اجابت فعلی: آذان سن کر جماعت کی طرف جانا۔ **اجابت قولی:** یعنی آذان کے الفاظ کا ساتھ ساتھ جواب دینا۔

یہاں بحث دوسری قسم میں ہے۔سوال کیا اجابت قولی واجب ہے کہ نہیں اس بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔

قول اول: اہل ظواہر کے نزدیک اجابت قولی واجب ہے۔ **دلیل:** ''فقولوا'' امر کا صیغہ ہے۔ اور امر وجوب کیلئے آتا ہے۔

قول ثانی: ائمہ ثلاثہ اور اکثر احناف کے نزدیک اجابت قولی مستحب ہے۔

دلیل: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے مؤذن کی تکبیر سن کر ''علی الفطرۃ'' فرمایا مؤذن کے الفاظ کی طرح نہیں دہرایا اس سے معلوم ہوا کہ اجابت قولی واجب نہیں۔ باقی حدیث مذکورہ میں امر استحباب کیلئے ہے۔ دلیل آپ ﷺ کا فعل ہے۔

فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ: اجابت قولی میں پوری آذان کا جواب کس طرح ہونا چاہیے اس میں اختلاف ہے۔

قول اوّل: امام شافعیؒ اور اہلِ ظواہر کے نزدیک پوری آذان کا جواب مؤذن کی آذان کے مطابق ہونا چاہیے حتی کہ "حیعلتین" کے جواب میں بھی حیعلتین کے علاوہ کچھ نہیں کہا جائیگا۔

قول ثانی: امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک "حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح" کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" اور "الصلوٰۃ خیر من النوم" کی جگہ "صدقت وبررت وبالحق نطقت" اور اقامت میں "قد قامت الصلوٰۃ" کی جگہ "اقامها الله وأدامها" کہا جائے گا۔

فریق اوّل کی پہلی دلیل: حدیث الباب ہے اس میں ہے کہ "فقولوا مثل ما يقول المؤذن" اس میں کسی چیز کا استثناء نہیں ہے۔ **دوسری دلیل:** امام طحاویؒ اپنی کتاب میں یہ روایت کرتے ہیں "عن ام حبيبة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا سمع المؤذن يقول مثل ما يقول حتى يسكت"۔

تیسری دلیل: حضرت علقمہ سے روایت ہے "قال كنا عند معاوية فاذن المؤذن فقال معاوية سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول اذا سمعت المؤذن يوذن فقولوا مثل مقالته"۔

فریق ثانی کی دلیل: مسلم شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حی علی الصلوۃ' حی علی الفلاح" کے جواب میں "لا حول ولا قوۃ الا باللہ" کہا۔

دوسری دلیل: مؤذن "حی علی الصلوۃ" کہہ کر لوگوں کو نماز کی طرف بلاتا ہے اگر لوگ بھی یہی الفاظ کہیں گے تو یہ استہزاء بن جائے گا چونکہ اس وقت شیطان دھوکہ دیتا ہے اسلئے لاحول کہنا چاہیے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ نَصْرِ بْنِ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَلَسَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْتَظِرُونَهُ قَالَ فَخَرَجَ حَتَّى إِذَا دَنَا مِنْهُمْ سَمِعَهُمْ يَتَذَاكَرُونَ فَسَمِعَ حَدِيثَهُمْ فَقَالَ بَعْضُهُمْ عَجَبًا إِنَّ اللهَ اتَّخَذَ مِنْ خَلْقِهِ خَلِيلًا اتَّخَذَ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا وَقَالَ آخَرُ مَاذَا بِأَعْجَبَ مِنْ كَلَامِ مُوسَى كَلَّمَهُ تَكْلِيمًا وَقَالَ آخَرُ فَعِيسَى كَلِمَةُ اللهِ وَرُوحُهُ وَقَالَ آخَرُ آدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ فَخَرَجَ عَلَيْهِمْ فَسَلَّمَ وَقَالَ قَدْ سَمِعْتُ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ چند صحابہؓ (مسجد نبوی میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور جب آپؐ ان کے قریب پہنچے تو ان کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے سنا اسی میں آپ نے ان کی باتیں سن لیں ان صحابہ میں سے ایک نے کہا کہ حیرت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں حضرت ابراہیمؑ کو دوست بنا لیا۔ دوسرے نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا موسیٰؑ سے کلام کرنا اس سے بھی تعجب خیز ہے۔ تیسرے نے کہا کہ عیسیٰؑ روح اللہ ہیں۔ اور کن سے پیدا ہوئے ہیں۔ چوتھا کہنے لگا کہ اللہ نے آدمؑ کو چن لیا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور سلام کرنے کے بعد فرمایا کہ میں نے تم لوگوں کی باتیں اور تمہارا تعجب کرنا سن لیا ہے۔ کہ ابراہیمؑ اللہ کے دوست ہیں اور وہ اسی طرح ہیں۔ موسیٰؑ اللہ کے چنے ہوئے

كَلَامَكُمْ وَعَجَبَكُمْ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلُ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَمُوسَى نَجِيُّ اللهِ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَعِيسَى رُوحُهُ وَكَلِمَتُهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ وَآدَمُ اصْطَفَاهُ اللهُ وَهُوَ كَذٰلِكَ أَلَا وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا حَامِلُ لِوَاءِ الْحَمْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يُحَرِّكُ حِلَقَ الْجَنَّةِ فَيَفْتَحُ اللهُ لِي فَيُدْخِلُنِيهَا وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ وَلَا فَخْرَ وَأَنَا أَكْرَمُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ وَلَا فَخْرَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

ہیں وہ بھی اسی طرح ہیں۔ عیسیٰ روح اللہ ہیں اور اس کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں یہ بھی اسی طرح ہیں۔ آدم کو اللہ نے منتخب کیا ہے وہ بھی اسی طرح ہیں۔ جان لو کہ میں اللہ کا محبوب ہوں اور یہ بات میں بطور فخر کے نہیں کہہ رہا۔ میں ہی حمد کے جھنڈے کو قیامت کے دن اٹھاؤں گا۔ یہ فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا، میں ہی سب سے پہلے جنت کی زنجیر کھٹکھٹاؤں گا اور اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھولیں گے۔ پھر میں اس میں مومن فقراء کے ساتھ داخل ہوں گا۔ یہ بھی میں بطور فخر نہیں کہہ رہا اور میں گزشتہ اور آنے والے تمام لوگوں میں سب سے بہتر ہوں۔ یہ بھی میں بطور فخر نہیں کہہ رہا۔ (بلکہ بتانے کیلئے کہہ رہا ہوں) یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: وَأَنَا حَبِيبُ اللهِ وَلَا فَخْرَ: شارحین نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں ملا علی قاریؒ نے مرقات میں خلیل اور حبیب میں کئی فرق ہیں۔ **اول:** خلیل خلت سے بنا ہے بمعنی حاجت جبکہ حبیب حب سے بنا ہے بمعنی محبت یعنی خلیل وہ جو کسی حاجت کی وجہ سے رب سے محبت کرے اور حبیب وہ جو کسی حاجت اور غرض کے بغیر رب سے محبت کرے۔ **ثانی:** خلیل بمنزلہ مرید کے ہے حبیب بمنزلہ مراد کے ہے۔ **ثالث:** خلیل وہ جو رب کی رضا کا طالب ہو حبیب وہ کہ رب اسکی رضا کا طالب ہو کما فی القرآن ''ولسوف يعطيك ربك فترضى، فلنولينك قبلة ترضها''

رابع: خلیل وہ جسکو رب کی رحمت و مغفرت کی امید ہو جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ''والذى اطمع ان يغفرلى خطيئتى يوم الدين'' جبکہ حبیب کو مغفرت کا یقین ہوتا ہے کما فی القرآن ''ليغفرلك الله ماتقدم من ذنبك'' **خامس:** خلیل وہ جو اپنا ذکر خیر باقی رکھنے کی درخواست کرے کما فی القرآن ''واجعل لى لسان صدق فى الآخرين'' حبیب وہ جس کا ذکر خیر اللہ پاک خود بلند کرے کما فی القرآن ''ورفعنا لك ذكرك''۔

سادس: خلیل وہ جو اللہ سے جنت مانگے کمافی القرآن ''واجعلنى من ورثة جنت النعيم'' حبیب وہ جسے رب تعالیٰ خود اپنے فضل و کرم سے کوثر دے دے اور فرمائے ''انا اعطيناك الكوثر''۔

حِلَقَ الْجَنَّةِ: یہاں اس سے مراد جنت کے دروازے کا حلقہ ہے۔

وَمَعِي فُقَرَاءُ الْمُؤْمِنِينَ: میرے ساتھ فقراء مومن ہونگے حدیث الباب میں ''فقراء المؤمنين'' سے مراد مہاجر وانصار و دیگر حضرات ہیں جو اپنے اپنے درجات و مراتب کے اعتبار سے آگے پیچھے جنت میں جائیں گے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ صبر و استقامت کی راہ اختیار کرنے والا فقیر شکر گزار غنی سے بہتر ہے۔ صوفیاء حضرات کے نزدیک فقر اس چیز کا نام نہیں کہ فقر و فاقہ و احتیاجیت ہو بلکہ ان کے ہاں صرف اللہ

کا محتاج ہونے اور رضامندی کے علاوہ اللہ پاک سے کچھ نہ مانگنے کا نام فقر ہے۔

امام ثوریؒ نے کہا کہ فقر یہ ہے کہ مال واسباب نہ ہونے پر تسکین خاطر حاصل ہو اور جب مال آئے تو اس کو خرچ کر دے اسی وجہ سے آپ ﷺ نے نفس کے فقر سے پناہ مانگی ہے اور غناء نفس کی تعریف کی ہے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو مَوْدُودٍ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ الضَّحَّاكِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ مَكْتُوبٌ فِي التَّوْرَاةِ صِفَةُ مُحَمَّدٍ وَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ يُدْفَنُ مَعَهُ قَالَ فَقَالَ أَبُو مَوْدُودٍ وَقَدْ بَقِيَ فِي الْبَيْتِ مَوْضِعُ قَبْرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ هٰكَذَا قَالَ عُثْمَانُ بْنُ الضَّحَّاكِ الْمَعْرُوفُ وَالضَّحَّاكُ بْنُ عُثْمَانَ الْمَدِينِيُّ

زید بن اخزم طائی بصری، ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ، ابومودود مدنی، عثمان بن ضحاک، محمد بن یوسف بن عبداللہ بن سلام، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو صفات مذکور ہیں ان میں سے یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ دفن ہوں گے۔ ابومودود کہتے ہیں کہ حجرہ مبارک میں ایک قبر کی جگہ باقی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ عثمان بن ضحاک بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ انکا معروف نام ضحاک بن عثمان مدینی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ کا تذکرہ ہے اس جگہ تدفین کیلئے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے خواہش ظاہر کی لیکن کسی کو دفن نہیں کیا گیا کیونکہ وہ بقیہ جگہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تدفین کے لئے مقرر ہے۔

شیخ جندیؒ فرماتے ہیں کہ حجرۂ مبارک میں داخل ہونے والے افراد نے یہ خبر دی کہ سب سے آگے آپ ﷺ کی قبر مبارک ہے اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر ہے۔ قبور کا نقشہ کچھ یوں ہے کہ آپ ﷺ کی قبر مبارک کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبر اس طرح ہے کہ جہاں آپ ﷺ کا سینہ مبارک ہے اس کے برابر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے اور جہاں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ مبارک ہے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی عمر کے آخری ایام میں پہنچیں گے تو حج بیت اللہ کیلئے مکہ معظمہ تشریف لے جائیں گے وہاں سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان انتقال فرما جائیں گے پھر ان کو مدینہ لایا جائے گا اور روضہ اقدس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیے جائیں گے۔ اسی طرح یہ دونوں شیخین صحابی دو انتہائی عظیم المرتبہ نبیوں حبیب اللہ اور روح اللہ کے درمیان تا قیامت رفاقت کا شرف حاصل کریں گے۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۶۸)

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بشر بن ہلال صواف بصری، جعفر بن سلیمان ضبعی، ثابت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں داخل ہوئے تھے اس دن ہر چیز روشن ہوگئی تھی اور جس دن آپ صلی اللہ علیہ

الْمَدِينَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَلَمَّا نَفَضْنَا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَيْدِي وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

وآلہ وسلم کا انتقال ہوا اس دن ہر چیز تاریک ہوگئی۔ ہم نے ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کرنے کے بعد ہاتھوں سے خاک بھی نہیں جھاڑی تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کو اجنبی پایا (یعنی دلوں میں ایمان کا وہ نور نہ رہا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں تھا۔) یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ کی مدینہ میں آمد کا دن نہایت حسین بھی تھا اور وہ عشاق جمال نبوت کے لئے قرب کا دن تھا ان کی تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل کا دن تھا لیکن جب وہ دن آیا کہ آفتاب نبوت اس دنیا سے رخصت ہوا تو مدینہ والوں کی دنیا اندھیری ہوگئی اور عشاق نبوت کے لئے فراق کا دن تھا ان کی مسرتوں اور شادمانیوں کی جدائی کا دن تھا۔

أَنْكَرْنَا قُلُوبَنَا: مطلب یہ ہے کہ ہمارے درمیان سے آنحضرت ﷺ کے اٹھ جانے اور اس دنیا سے آفتاب نبوت کے رخصت ہو جانے کے سبب ہم پر جو تاریکی چھائی اس سے ہمیں واضح معلوم ہوا کہ ہمارے دلوں کی وہ پاکیزگی ونورانیت جو ذات رسالت کے مشاہدہ وصحبت کے نتیجہ میں حاصل ہوتی رہتی تھی اس کا سلسلہ منقطع ہوگیا جس کی وجہ سے ہمارے دلوں میں صدق واخلاص والی پہلی کیفیت باقی نہ رہی کیونکہ وحی کا آنا بند ہوگیا لہٰذا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ رسول کریم ﷺ کے وصال کی وجہ سے صحابہ کے قلوب سے ایمانی کیفیت نکل گئی بلکہ آپ ﷺ کی زندگی اور موجودگی والا جو خاص اثر تھا وہ وفات کے وقت ختم ہوگیا تھا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيلَادِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْحٰقَ يُحَدِّثُ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ وُلِدْتُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيلِ وَسَأَلَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ قُبَاثَ بْنَ أَشْيَمَ أَخَا بَنِي يَعْمَرَ بْنِ لَيْثٍ أَأَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ قَالَ وَرَأَيْتُ خَذْقَ الطَّيْرِ أَخْضَرَ مُحِيلًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ

حضرت قیس بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام الفیل (ہاتھیوں والے سال) میں پیدا ہوئے۔ قیس بن مخرمہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنو یعمر بن لیث کے ایک شخص قباث بن اشیم سے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے (مرتبہ میں) بڑے ہیں۔ اور میں پیدائش کے لحاظ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مقدم پیدا ہوا۔ قباث کہتے ہیں کہ میں نے ان سبز پرندوں کی بیٹ دیکھی ہے۔ (جنہوں نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو مارا تھا) اس کا رنگ سبز اور متغیر ہوگیا تھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف محمد بن

إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ

اسحاق کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: عام الفیل کے پچاس یا پچپن سال کے بعد ربیع الاول کے مہینے میں بروز پیر مکۃ المکرمہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش ابوطالب کے گھر میں ہوئی ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی اس بارے میں مختلف اقوال ہیں ۲، ۸، ۹، ۱۰، ۱۲ مشہور قول ۱۲ کا ہے۔ البتہ جمہور محدثین کے ہاں راجح قول آٹھ یا نو ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہے اگر حساب لگایا جائے کہ ربیع الاول کا مہینہ ہو اور پیر کا دن ہو تو اس صورت میں ۸، ۹ ربیع الاول کی تاریخ آتی ہے محققین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي بَدْءِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ أَبُو الْعَبَّاسِ الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ غَزْوَانَ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ خَرَجَ أَبُو طَالِبٍ إِلَى الشَّامِ وَخَرَجَ مَعَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي أَشْيَاخٍ مِنْ قُرَيْشٍ فَلَمَّا أَشْرَفُوا عَلَى الرَّاهِبِ هَبَطُوا فَحَلُّوا رِحَالَهُمْ فَخَرَجَ إِلَيْهِمُ الرَّاهِبُ وَكَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ يَمُرُّونَ بِهِ فَلَا يَخْرُجُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَلْتَفِتُ قَالَ فَهُمْ يَحُلُّونَ رِحَالَهُمْ فَجَعَلَ يَتَخَلَّلُهُمُ الرَّاهِبُ حَتّٰى جَاءَ فَأَخَذَ بِيَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِينَ هٰذَا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ فَقَالَ لَهُ أَشْيَاخٌ مِنْ قُرَيْشٍ مَا عِلْمُكَ فَقَالَ إِنَّكُمْ حِينَ أَشْرَفْتُمْ مِنَ الْعَقَبَةِ لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا وَلَا يَسْجُدَانِ إِلَّا لِنَبِيٍّ وَإِنِّي أَعْرِفُهُ بِخَاتَمِ النُّبُوَّةِ أَسْفَلَ مِنْ غُضْرُوفِ كَتِفِهِ مِثْلَ التُّفَّاحَةِ ثُمَّ رَجَعَ فَصَنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَلَمَّا أَتَاهُمْ بِهِ وَكَانَ هُوَ فِي رِعْيَةِ الْإِبِلِ قَالَ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ابوطالب (تجارت کیلئے) شام کی طرف گئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ چل دیئے۔ قریش کے شیوخ بھی ساتھ تھے۔ جب وہ لوگ راہب کے پاس پہنچے تو ابوطالب اس جگہ اترے، پھر تمام قافلے والوں نے بھی اپنے کجاوے کھول دیئے۔ اتنے میں وہ پادری راہب ان کے پاس خود آ گیا۔ یہ لوگ ہمیشہ وہاں سے گزرا کرتے تھے لیکن وہ پادری نہ ان لوگوں کے پاس آتا اور نہ ہی ان کی طرف توجہ کرتا تھا۔ حضرت ابوموسیٰ فرماتے ہیں کہ لوگ ابھی کجاوے کھول ہی رہے تھے کہ راہب نے ان کے درمیان گھومنا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا کہ یہ تمام جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ تمام جہانوں کے پروردگار کے رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجیں گے۔ قریش کے مشائخ اس پادری سے کہنے لگے کہ تمہیں یہ کس طرح معلوم ہوا؟ اس نے کہا کہ جب تم لوگ اس گھاٹی کے سامنے ہوئے ہو تو کوئی پتھر یا درخت ایسا نہیں رہا جو سجدہ میں نہ گر گیا ہو اور یہ نبی کے علاوہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ میں انہیں نبوت کی مہر سے بھی پہچانتا ہوں جو ان کے شانے کی اوپر والی ہڈی پر سیب کی طرح ثبت ہے۔ پھر پادری واپس گیا اور ان کے لئے کھانا تیار کیا جب وہ کھانا لے کر ان کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ چرانے کیلئے گئے ہوئے تھے۔ راہب کہنے لگا کہ تم لوگ ان کو بلانے کیلئے کوئی بندہ بھیجو۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو بدلی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے

أَرْسِلُوا إِلَيْهِ فَأَقْبَلَ وَعَلَيْهِ غَمَامَةٌ تُظِلُّهُ فَلَمَّا دَنَا مِنَ الْقَوْمِ وَجَدَهُمْ قَدْ سَبَقُوهُ إِلَى فَيْئِ الشَّجَرَةِ فَلَمَّا جَلَسَ مَالَ فَيْئُ الشَّجَرَةِ عَلَيْهِ فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى فَيْئِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ قَالَ فَبَيْنَمَا هُوَ قَائِمٌ عَلَيْهِمْ وَهُوَ يُنَاشِدُهُمْ أَنْ لَا يَذْهَبُوا بِهِ إِلَى الرُّومِ فَإِنَّ الرُّومَ اِنْ رَأَوْهُ عَرَفُوهُ بِالصِّفَةِ فَيَقْتُلُونَهُ فَالْتَفَتَ فَإِذَا بِسَبْعَةٍ قَدْ أَقْبَلُوا مِنَ الرُّومِ فَاسْتَقْبَلَهُمْ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكُمْ قَالُوا جِئْنَا إِنَّ هٰذَا النَّبِيَّ خَارِجٌ فِي هٰذَا الشَّهْرِ فَلَمْ يَبْقَ طَرِيقٌ إِلَّا بُعِثَ إِلَيْهِ بِأُنَاسٍ وَإِنَّا قَدْ أُخْبِرْنَا خَبَرَهُ بُعِثْنَا إِلَى طَرِيقِكَ هٰذَا فَقَالَ هَلْ خَلْفَكُمْ أَحَدٌ هُوَ خَيْرٌ مِنْكُمْ قَالُوا إِنَّمَا أُخْبِرْنَا خَبَرَهُ بِطَرِيقِكَ هٰذَا قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ أَمْرًا أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَقْضِيَهُ هَلْ يَسْتَطِيعُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ رَدَّهُ قَالُوا لَا قَالَ فَبَايَعُوهُ وَأَقَامُوا مَعَهُ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ أَيُّكُمْ وَلِيُّهُ قَالُوا أَبُو طَالِبٍ فَلَمْ يَزَلْ يُنَاشِدُهُ حَتّٰى رَدَّهُ أَبُو طَالِبٍ وَبَعَثَ مَعَهُ أَبُو بَكْرٍ بِلَالًا وَزَوَّدَهُ الرَّاهِبُ مِنَ الْكَعْكِ وَالزَّيْتِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ہوئے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر جب آپ لوگوں کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ لوگ درخت کی سایہ دار جگہ پر آپ سے سبقت کر چکے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھے تو درخت جھک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ ہو گیا۔ راہب کہنے لگا دیکھو درخت کے سائے کی طرف آپ پر جھک گیا ہے راوی کہتے ہیں کہ پھر وہ وہیں کھڑا انہیں قسم دے کر کہنے لگا کہ انہیں روم نہ لے جاؤ۔ کیونکہ رومی لوگ انہیں دیکھ کر ان کے اوصاف سے پہچان لیں گے اور قتل کر دیں گے۔ پھر راہب متوجہ ہوا تو دیکھا کہ سات رومی آئے ہیں راہب نے ان کا استقبال کیا اور ان سے پوچھنے لگے کہ کیوں آئے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اس لئے آئے ہیں کہ یہ نبی اس مہینے میں (گھر سے) ظاہر ہونے والے ہیں۔ چنانچہ کوئی راستہ باقی نہیں رہا مگر یہ کہ اس پر کچھ لوگوں کو بھیج دیا گیا ہے اور ہمیں اس نبی کے بارے میں بتایا گیا اس لئے ہمیں آپ کے راستے کی طرف بھیجا گیا راہب نے پوچھا کہ کیا تمہارے پیچھے بھی کوئی ہے جو تم سے بہتر ہو؟ کہنے لگے کہ ہمیں بتایا گیا ہے کہ وہ (نبی) تمہارے راستے میں ہے۔ راہب کہنے لگا تم بتاؤ کہ وہ امر جسے کرنے کا اللہ جل شانہ ارادہ کر لیں تو کیا لوگوں میں سے کوئی اسے رد کر سکتا ہے وہ کہنے لگے نہیں۔ راوی نے کہا کہ پھر وہ آدمی راہب کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے اور ان کے پاس ہی ٹھہر گئے۔ پھر وہ (راہب) اہل مکہ والوں سے مخاطب ہوا اور قسم دے کر پوچھا کہ ان کا سرپرست کون ہے۔ قافلہ والوں نے کہا ابوطالب۔ چنانچہ وہ پادری ابوطالب کو مسلسل قسمیں دیتا رہا یہاں تک کہ ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا اور ابوبکرؓ نے بلالؓ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس راہب کے پاس بھیجا اور راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زادِ راہ کے طور پر زیتون اور روٹیاں دیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: أَشْيَاخ: یہ "شیوخ" کی جمع ہے اس سے مراد بڑی عمر والے ہیں۔

الرَّاهِب: اس کا نام بحیراء ہے اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جوابات دیئے اس نے وہ جوابات پڑھی ہوئی سابقہ کتابوں کے عین مطابق پائے۔

لَمْ يَبْقَ شَجَرٌ وَلَا حَجَرٌ إِلَّا خَرَّ سَاجِدًا: اس کے تحت شارحین نے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے سر پر ابر کے ٹکڑے کے سایہ کرنے کے باوجود درخت نے بھی سایہ کیا امتیازی حیثیت کو اجاگر کرنے کے لئے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ درخت نے اس وقت سایہ کیا جب بادل کا سایہ ہٹ گیا تھا اس لئے درخت نے جھک کر سلام کر دیا اور آپ ﷺ کے معجزے کا ظہور ہوا۔

فَقَالَ انْظُرُوا إِلَى فَيْئِ الشَّجَرَةِ مَالَ عَلَيْهِ: یعنی درخت کے اس سایہ کو دیکھو جو سایہ کر رہا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ اگر تم (آسمان میں) بادل کے سایہ کو نہیں دیکھ سکتے تو زمین میں درخت کے سایہ کو دیکھ لو۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ راہب اپنی بات سے اہل قافلہ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھنے کی طرف متوجہ کرتا تھا کیونکہ سر کی آنکھوں سے زیادہ تو وہ لوگ خود ہی دیکھ رہے تھے کما اخبر بقوله تعالىٰ "وتراهم ينظرون اليك وهم لا يبصرون ... الخ" (مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۲۰۸)

حَتَّى رَدَّهُ أَبُو طَالِبٍ: پھر اس راہب نے ابوطالب کو خدا کا واسطہ دے کر زور دیا کہ وہ رسول کریم ﷺ کو واپس مکہ بھیج دیں کیونکہ اس کو خوف تھا کہ اگر رومی گماشتوں کو پتہ چل گیا تو ان کو گرفتار کر کے مار دیں گے چنانچہ حاکم کی روایت بھی نقل کی گئی ہے کہ ادھر تو ابوطالب کے تجارتی قافلہ کے ساتھ ان کا سفر شروع ہوا ادھر رومی جن کی تعداد سات تک بنتی ہے آپ ﷺ کی ٹوہ میں لگ گئے اسی ٹوہ میں وہ راہب تک پہنچ گئے۔ بحیرا راہب نے ان کو دیکھ کر کہا کہ تم یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ انہوں نے اپنا کام بتلایا اس پر بحیرا راہب نے ان سے پوچھا کہ مجھے تم بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو مقدر کر دیا ہے تو کیا کوئی شخص اس کو بدل سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ کوئی بھی اس کو نہیں بدل سکتا تب اس راہب نے کہا کہ جس شخص کی تم تلاش میں ہو وہ یقیناً اللہ کا سب سے بڑا پیغمبر بننے والا ہے دنیا کی کوئی طاقت اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی لہٰذا تم اس کی مخالفت سے باز آجاؤ اور تمہارے لئے اسی میں بہتری ہے کہ تم اس کی اطاعت قبول کر کے اسکے دین میں داخل ہو جاؤ پھر راہب کے کہنے پر ابوطالب نے آپ ﷺ کو واپس مکہ بھیج دیا۔ اس سفر میں کعک اور روغن زیت کا توشہ آپ ﷺ کے ہمراہ کیا۔ کعک موٹی روٹی کو کہتے ہیں اور زیت کا تیل اس کے ساتھ بطور سالن اور کھانے میں کام آتا ہے۔

باقی اس حدیث میں حضرت ابوبکر اور حضرت بلال کا جو ذکر ہے وہ غیر محفوظ ہے (یعنی یہ اصل روایت کا جزو نہیں ہے) بلکہ کسی راوی سے سہو ہو گیا کیونکہ اس وقت خود آنحضرت ﷺ کی عمر بارہ سال تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے دو یا اڑھائی سال چھوٹے تھے۔ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھے امام ذہبیؒ نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے اور بعض حضرات نے امام ذہبیؒ کے اس قول کو مسترد کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ اسکے راوی ثقات ہیں اور اس میں کوئی منکر نہیں ہے علاوہ اس جزء کے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے۔ (التعلیق الصبیح ج ۷، ص ۲۰۰)

بَابُ مَا جَاءَ فِي مَبْعَثِ النَّبِيِّ ﷺ وَابْنِ كَمْ كَانَ حِينَ بُعِثَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُنْزِلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ

محمد بن اسماعیل، محمد بن بشار، ابن ابی عدی، ہشام بن حسان، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں وحی

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ أَرْبَعِينَ فَأَقَامَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

نازل ہوئی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ سال اور مدینہ منورہ میں دس سال رہے پھر تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ هِشَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ سَنَةً هٰكَذَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَرَوَى عَنْهُ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ مِثْلَ ذٰلِكَ

محمد بن بشار، ابن ابی عدی، ہشام، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پینسٹھ برس کی عمر میں ہوئی۔ محمد بن بشار بھی اسی طرح کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ بھی ان سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح و حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَيْسَ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ بَعَثَهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ بہت لمبے تھے اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد بہت پست تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ نہ بالکل سفید تھا اور نہ بالکل گندم گوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال نہ بالکل گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے اور جب اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرہ سال مکہ مکرمہ میں رہے، پھر دس سال مدینہ منورہ میں اور تریسٹھ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر اور داڑھی مبارک میں بیس بال سفید نہیں تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نبوت سے قبل چالیس سال مکہ میں ٹھہرے پھر تیرہ سال آپ ﷺ پر وحی آتی رہی پھر دس سال ہجرت کر کے مدینہ میں رہے۔ اس حساب سے آپ ﷺ کی عمر تریسٹھ برس بنتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے مطابق پینسٹھ سال کی عمر میں وفات نبوی کا ذکر ہے اور آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی آنے والی روایت میں ساٹھ سال کی عمر کا ذکر ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ساٹھ سال کے قول میں اکائیوں کو چھوڑ کر دہائیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور پینسٹھ والے قول میں ولادت اور ہجرت والے سال کو الگ الگ شمار کیا گیا ہے لہٰذا تریسٹھ سال والا قول راجح ہے حضرات خلفاء ثلثہ حضرت ابوبکر، عمر، علی رضی اللہ عنہم کی عمریں بھی تریسٹھ سال ہوئی ہیں جیسا کہ آگے روایت آرہی ہے جبکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت بیاسی سال کی عمر میں ہوئی۔

اوپر والی روایت میں تیرہ سال کا ذکر ہے جبکہ اس روایت میں پندرہ سال کا ذکر ہے اس کی توجیہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے

اس روایت میں سن ولادت اور سن ہجرت کو پورا پورا سال شمار کیا ہے۔اسلئے پندرہ کا ذکر کیا ہے۔

الْبَائِنِ: نمایاں اور واضح ہونا **الطَّوِيلِ الْبَائِنِ:** بہت لمبے **الْأَمْهَقِ:** بہت سفید ہونا **بِالْجَعْدِ:** گھنگھریالا

الْقَطَطِ: چھوٹے گھنگھریالے بال **بِالسَّبِطِ:** سیدھے بال۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي آيَاتِ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَ مَا قَدْ خَصَّهُ اللَّهُ بِهِ

آیات النبوۃ سے معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں معجزات کی تفصیل ملاحظہ ہو۔معجزات معجزہ کی جمع ہے جو قدرت کی ضد ہے لہٰذا عجز کے معنی ہیں ناتواں ہونا عاجز ہونا معجزہ کو بھی معجزہ بھی اسلئے کہتے ہیں کہ خلق اسکی مثل مقابل لانے سے عاجز آجاتی ہے جبکہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعجاز سے مشتق ہے بمعنی عاجز کر دینا یعنی وہ کام جس کے مقابلے سے بلکہ اسکی سمجھ سے مخلوق عاجز آجائے اس کو معجزہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لوگوں کو اپنی مثل لانے سے عاجز کر دیتا ہے۔معجزہ کا اصطلاحی معنی ہے کہ وہ خرق عادت امر نبی کے ہاتھ پر نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد ظاہر ہو اور نبی کے ہاتھ پر جو دعویٰ نبوت سے پہلے خرق عادت امر ظاہر ہو جیسے نبوت سے پہلے پتھروں کا سلام کرنا، بادل کا سایہ کرنا اس کو ''ارہاص'' کہتے ہیں ''ارہاص'' کا معنی ہے عمارت کو پختہ مضبوط کرنا، بنیاد کو مستحکم کرنا۔دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہونے والے خرق عادت امر کو اسلئے ''ارہاص'' کہتے ہیں کہ اسکے ذریعہ نبوت کی عمارت کو پختہ کیا جاتا ہے پھر یہ خرق عادت امر کسی ولی کے ہاتھ سے ظاہر ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں اگر عام مومن کے ہاتھ پر خرق عادت امر ظاہر ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں اور اگر کسی فاسق، فاجر سے اسکے مقصود کے مطابق خرق عادت امر ظاہر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

باقی رہے سحر اور شعبدہ بازی ان کو خوارق عادت نہیں کہا جا سکتا۔کیونکہ ان کا صدور اسباب ظاہریہ کے تابع ہوتا ہے اسلئے کوئی بھی شخص ان اسباب پر مہارت اختیار کر کے شعبدہ اور سحر ظاہر کرتا ہے جبکہ معجزہ کا ظہور اسباب ظاہریہ سے ہٹ کر ہوتا ہے۔نیز معجزہ نبی کے ارادہ کے تابع نہیں ہوتا جبکہ سحر ساحر کے ارادہ کے تابع ہوتا ہے جب چاہے لوگوں کو دکھا سکتا ہے لہٰذا جو چیز ظاہری اسباب کے طور پر ہو وہ خرق عادت میں شامل نہیں۔اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی سچائی کو ثابت کرنے کیلئے ان کی نبوت و رسالت کی دلیل پر ظاہر ہونے والی خرق عادت نشانیوں کا مقابلہ اس کی امت میں سے کوئی نہیں کر سکتا اسلئے وہ لوگ اس کا مثل لانے سے عاجز ہوتے ہیں اسلئے اسکو معجزہ کہا جاتا ہے۔

معجزات کی دو اقسام: **اول:** حسیہ **ثانی:** عقلیہ۔پھر حسیہ کی تین اقسام ہیں

اول: وہ امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے خارج ہیں **ثانی:** وہ امور جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہے

ثالث: وہ امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے ساتھ متعلق ہیں۔

قسم اول کی وضاحت: وہ امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے خارج ہیں جیسے انشقاق قمر اور درخت کا چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آجانا، کنکریوں کا بولنا، انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا، بہت سارے لوگوں کو تھوڑا سا کھانا کافی ہو جانا، اونٹنی کا شکایت کرنا، بھونی ہوئی بکری کا شہادت دینا اور بادلوں کا نبوت ملنے سے پہلے آپ پر سایہ کرنا۔یہ وہ معجزات ہیں جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں۔

قسم ثانی کی وضاحت: وہ احوال جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کی طرف عائد ہوتے ہیں جیسا کہ نور کا انتقال اور مہر نبوت کا ہونا اور

آپ ﷺ کی ذات مبارک کو دیکھ کر لوگوں کا اسلام قبول کرنا۔

قسم ثالث کی وضاحت: وہ امور جن کا تعلق آپ ﷺ کی صفات سے ہو اسکی کئی اقسام ہیں۔

اول: دین کے کاموں میں سے ہو یا دنیاوی کاموں میں سے کسی ایک نے بھی رسول کریم ﷺ سے جھوٹ نہیں سنا۔ اگر ایک مرتبہ بھی رسول کریم ﷺ سے کذب صادر ہو جاتا تو آپ کے دشمن اس کی تشہیر اور پھیلانے میں خوب کوشش کرتے۔

ثانی: فعل قبیح پر نہ نبوت سے پہلے اقدام کیا اور نہ نبوت کے بعد۔

ثالث: رسول کریم ﷺ کسی دشمن سے ڈر کر نہیں بھاگے نہ نبوت سے پہلے نہ بعد، اگرچہ خوف کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جیسے یوم اُحد اور یوم احزاب اور غزوہ حنین کے دن۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا دل قوی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''واللہ یعصمك من الناس'' (المائدہ:٦٧) رابع: رسول کریم ﷺ اپنی امت پر عظیم الشفقۃ والرحمۃ ہوتے ہیں ''فلاتذھب نفسك علیھم حسرات'' (فاطر:٨) خامس: آپ ﷺ سخاوت کے بڑے درجات پر فائز تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس طرح متنبہ فرمایا ''ولاتبسطھا کل البسط''۔

سادس: جو خواہشات دنیاوی لوگوں کے دلوں میں ہوتی ہیں وہ خواہش انبیاء میں نہیں ہوتیں جیسا کہ قریش نے آپ ﷺ پر مال پیش کیا اور اس طرح عرب کی عورتیں، ریاست وغیرہ پیش کیں لیکن آپ ﷺ نے ان سب کو ٹھکرا دیا اور ان چیزوں کی طرف التفات بھی نہیں کیا۔ سابع: آپ ﷺ فصاحت کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھے جیسے کہ کہا گیا ''اوتیت جوامع الکلم''

ثامن: آپ ﷺ جس طریقے مرضیہ پر اول عمر میں تھے اسی پر آخری عمر تک باقی رہے

تاسع: آپ ﷺ اہل دنیا اور اہل ثروت لوگوں کیساتھ غایۃ ترفع کے ساتھ پیش آتے اور فقراء و مساکین کیساتھ غایۃ تواضع کیساتھ پیش آتے۔

عاشر: جن صفات کے ساتھ آپ ﷺ متصف تھے ان صفات کیساتھ مخلوق میں سے کوئی متصف نہیں تھا۔

معجزات عقلیہ کی اقسام: ان کی چھ اقسام ہیں۔ قسم اول: یہ بات ظاہر ہے کہ عرب کے قبائل میں دور دور تک کوئی اہل علم نہیں تھا بلکہ جہالت ہی جہالت تھی یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ علم سیکھو اس حکیم سے لیکن جب اس قبیلہ سے یا اس شہر سے ایک انسان ایسا ظاہر ہوا کہ جس نے کسی سے علم حاصل کرنے کے لئے تلمذ اختیار نہیں کیا اور نہ ہی کسی عالم سے پڑھا پھر وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ایسا آگے بڑھا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکا یہاں تک کہ بڑے بڑے اذکیاء، فصحاء، بلغاء ان کے سامنے عاجز آ گئے یہاں تک کہ دلائل قرآنی اور اعجاز قرآنی کا وہ مثل لانے سے عاجز آ گئے پھر اس میں پہلوں کا قصہ اور متقدمین کی تاریخ کو اس طرح بیان کیا کہ دشمنوں نے بھی کہا کہ یہ ایسا کلام ہے جس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہیں۔ قسم ثانی: نبوت اور رسالت کے دعویٰ سے پہلے ان مسائل میں بحث نہیں کی اور نہ ان مسائل کا زبان پر جریان ہوا نہ نبوت کے متعلق اور نہ ہی رسالت کے متعلق اور جو ان دونوں کی صحت پر دلالت کرتی ہیں۔ قسم ثالث: آپ ﷺ کو اداء رسالت میں بہت سے مصائب اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑا اسکے باوجود بھی آپ نے کسی سے مدد کا مطالبہ نہیں کیا اور نہ ہی کسی سے مال کا طمع رکھا بلکہ ان مشقتوں اور مصائب پر صبر کیا اس دوران نہ تو آپ ﷺ کے ارادہ میں کچھ کمی آئی اور نہ ہی صبر میں کچھ قصور ہوا بلکہ جب دشمنان اسلام نے جنگ کرنا چاہی تو آپ ﷺ ان سے مقابلہ کیلئے تیار

ہوئے اور دنیاوی زندگی کو اُخروی زندگی پر ترجیح دی۔ **قسم رابع: معجزات عقلیہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ مستجاب الدعوۃ** تھے جب قریش نے آپ ﷺ پر ظلم وستم کی انتہاء کردی تو آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی ''اللھم اشد وطأتك علی مضر واجعلھا علیھم سنین کسنی یوسف فوقع کما دعا'' اور اسی طرح غارِ حرا میں جب کافر غار کے قریب پہنچ گئے تھے تو آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی ''وجعلنا من بین ایدیھم سدًا ومن خلفھم سدًا فاغشینھم فھم لایبصرون'' کفار غار میں دیکھتے تھے لیکن ان کو کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ **قسم خامس:** نبوت کے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی بشارت تورات، انجیل اور ماقبل انبیاء سابقین کی کتابوں میں مذکور ہیں کمافی قولہ تعالیٰ ''الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل''۔ (الاعراف:۱۵۷)

قسم سادس: آپ ﷺ کے معجزات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے مغیبات ماضیہ کی اخبار دی ہیں بغیر کتاب اللہ کے پڑھنے کے اور بغیر کسی سے استفادہ کے اس طرح کے کئی مقامات ہیں

اول: یوم بدر کے موقع پر ارشاد فرمایا جس کی طرف قرآن میں اشارہ فرمایا گیا ''سیھزم الجمع ویولون الدبر''

ثانی: ارشاد ہے ''واذیعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم'' (الانفال:۷) **ثالث:** رشاد ہے ''الم غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون'' (الروم:۱تا۳)۔

اور اسی طرح بہت ساری آیات اس پر دال ہیں کہ آپ ﷺ نے کسی کام کی پہلے خبر دے دی اور بعینہٖ وہی کام بعد میں ہوا۔

(فائدہ) ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں اور غیر انبیاء کی نشانیوں میں بہت فرق ہے جن کو کوئی شمار نہیں کرسکتا۔

اول: کہ نبی اپنی کتاب سے خبر دینے میں سچا ہوتا ہے وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتا اور اس کے برخلاف جو ساحر اور کاہن ہوتے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

ثانی: نبی اسی کام کا حکم کرتے ہیں جو وہ خود کرتے ہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کسی کام کا حکم بھی عدل سے کرتے ہیں اور عدل سے اس کام کو بجالاتے ہیں اور اس کے برخلاف دوسرے لوگ سراسر ظلم ہی کرتے ہیں۔

ثالث: کہانت سحر وغیرہ یہ انسان کو سیکھنے پڑتے ہیں برخلاف نبوت کے اس کو سیکھنے کی ضرورت نہیں **رابع:** اگر نبوت کسب سے حاصل ہوتی تو اس کو ہر شخص اعمال صالحہ اور عدل وانصاف کیساتھ حاصل کرلیتا جب نبوت کسب سے نہیں حاصل ہوتی تو جھوٹ اور دوسرے ذرائع سے تو بطریق اولیٰ حاصل نہیں ہوسکتی۔

اور وجوہات بھی ہیں ان میں سے کچھ کو اختصار کے ساتھ یہاں نقل کر دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھیں (التعلیق الصبیح ج ۷ ص ۱۵۹ تا ۱۶۱)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُعَاذٍ الضَّبِّيُّ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن بشار ومحمود بن غیلان، ابوداؤد طیالسی، سلیمان بن معاذ ضبی، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک پتھر تھا جو مجھے ان راتوں میں سلام کیا کرتا تھا

إِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ لَيَالِيَ بُعِثْتُ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

جن دنوں میں مبعوث ہوا۔ میں اسے اب بھی پہچانتا ہوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: إِنَّ بِمَكَّةَ حَجَرًا: اس حجر سے مراد حجر اسود ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے وہ پتھر مراد ہے جو زقاق الحجر کے نام سے مشہور ہے اور یہ زقاق الحجر مکہ مکرمہ کے ایک محلہ کا نام ہے جو کعبہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے درمیان واقع ہے اور اب تک وہ پتھر مکہ میں موجود ہے اور اس پتھر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہنی مبارک کے نشانات موجود ہیں اہل مکہ اب بھی اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس رسالت لیکر آئے اسکے بعد میں جب بھی کسی درخت یا پتھر کے سامنے سے گزرتا تو وہ ''السلام علیك یا رسول الله'' کہتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَتَدَاوَلُ فِي قَصْعَةٍ مِنْ غَدْوَةٍ حَتَّى اللَّيْلِ يَقُومُ عَشَرَةٌ وَيَقْعُدُ عَشَرَةٌ قُلْنَا فَمَا كَانَتْ تُمَدُّ قَالَ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ تَعْجَبُ مَا كَانَتْ تُمَدُّ إِلَّا مِنْ هَاهُنَا وَأَشَارَ بِيَدِهِ إِلَى السَّمَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو الْعَلَاءِ اسْمُهُ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الشِّخِّيرِ

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک پیالے میں صبح سے شام تک کھایا کرتے تھے۔ وہ اس طرح کہ دس آدمی کھا کر اٹھتے اور دس بیٹھ جاتے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بطور تعجب کے پوچھا تو پھر اس پیالے میں کہاں سے اضافہ کیا جاتا تھا حضرت سمرہ نے فرمایا کہ تم کس بات پر تعجب کر رہے ہو اس میں اسی طرف سے بڑھایا جا رہا تھا۔ اور ہاتھ سے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابو علاء کا نام یزید بن عبداللہ الشخیر ہے۔

تشریح: سوال: حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی طرف تو سب تابعین کی طرف سے سوال تھا لیکن جواب میں صرف انہوں نے حضرت ابوالعلاء ہی کو کیوں مخاطب کیا؟ جواب: یا تو تابعین میں سب سے زیادہ جلیل القدر ابوالعلاء ہی تھے اس لئے ان کو مخاطب کیا یا سوال کرنے والوں میں سے ایک ابوالعلاء بھی تھے یا حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ نے کسی ایک آدمی کو مخاطب نہیں کیا بلکہ مجلس میں موجود تمام لوگوں کو مخاطب کیا۔ گویا خطاب عمومی تھا کہ جو اس حدیث کو سنے یا پڑھے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي ثَوْرٍ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ أَبِي يَزِيدَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

عباد بن یعقوب کوفی، ولید ابو ثور، سدی، عباد بن ابی یزید، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا

وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِي بَعْضِ نَوَاحِيهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ يَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي ثَوْرٍ وَقَالُوا عَنْ عَبَّادٍ أَبِي يَزِيدَ مِنْهُمْ فَرْوَةُ بْنُ أَبِي الْمَغْرَاءِ

چنانچہ ہم مکہ کی بعض جانب نکلے تو جو بھی پہاڑ اور درخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتا تو وہ سلام کرتا کہ اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ کئی حضرات اس حدیث کو ولید بن ابی ثور سے اور وہ عباد بن ابی زید سے نقل کرتے ہیں۔ فروہ بھی انہی میں ہیں۔

تشریح: زیادہ صحیح تو یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پتھر اور درخت کے سلام کی آواز کو سنتے تھے اس اعتبار سے یہ واقعہ معجزہ اور کرامت دونوں کو ظاہر کرتا ہے۔ معجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے ہے اور کرامت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود آواز نہیں سنی تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا ہوگا۔ (التعلیق الصبیح ج ۷، ص ۲۰۱)

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ يُونُسَ عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ عَمَّارٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ إِلَى لِزْقِ جِذْعٍ وَاتَّخَذُوا لَهُ مِنْبَرًا فَخَطَبَ عَلَيْهِ فَحَنَّ الْجِذْعُ حَنِينَ النَّاقَةِ فَنَزَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَسَّهُ فَسَكَتَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُبَيٍّ وَجَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَأُمِّ سَلَمَةَ حَدِيثُ أَنَسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کھجور کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے منبر بنادیا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر خطبہ دینے لگے تو وہ تنا اس طرح رونے لگا جیسے اونٹنی روتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو وہ چپ ہوگیا۔ اس باب میں حضرت ابی، جابر رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سہل بن سعد، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ پہلے مسجد نبوی کے ستون کھجور کے سوکھے تنوں کے تھے جب شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرماتے تو انہی ستونوں میں سے ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے جب مسجد نبوی میں منبر تیار ہوا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ستون کے بجائے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو یہ ستون جدائی کے سبب بلک بلک کر رونے لگا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو جو میرا قرب حاصل تھا اور نہایت قریب سے وہ ذکر الٰہی سنتا تھا اس قرب سے محرومی نے اس کو رونے پر مجبور کردیا اس وجہ سے اس ستون کو اسطوانہ حنانہ کہا جاتا ہے۔ ''حنانہ'' حنین سے بنا ہے بمعنی باریک آواز سے رونا یہ ستون رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محراب کے بائیں طرف بالکل متصل ہے اب اس جگہ پر اینٹوں کا ستون بنادیا گیا ہے اور ستون اس کے اندر

دفن ہے۔ اس ستون کے رونے کی آواز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی سنی تھی۔ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہے حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ جب وہ اس حدیث کو بیان کرتے تو بے اختیار رونے لگتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ لوگو کھجور کی سوکھی لکڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق و محبت میں روتی تھی تمہیں تو اس سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور شوق میں بے قرار ہونا چاہیے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بِمَ أَعْرِفُ أَنَّكَ نَبِيٌّ؟ قَالَ: إِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ تَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللهِ؟ فَدَعَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتَّى سَقَطَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَعَادَ فَأَسْلَمَ الْأَعْرَابِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا، اور کہنے لگا کہ میں کس طرح یقین کروں کہ آپ واقعی اللہ کے نبی ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں اس کھجور کے اس گچھے کو بلاؤں، تو کیا تو اس بات کی گواہی دے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گچھے کو بلایا، وہ (فوراً) اس درخت سے (الگ ہوکر) اترنے لگا، یہاں تک کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب (زمین پر آ) گرا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشے سے فرمایا تو واپس چلا جا، چنانچہ وہ واپس لوٹ گیا (یہ منظر دیکھ کر) وہ دیہاتی مسلمان ہوگیا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: بِمَ أَعْرِفُ: ''ای من المعجزات'' اس سے مراد معجزات ہیں۔

هٰذَا الْعِذْقَ: ''وهو العرجون'' یعنی کھجور کا خوشہ۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ قَالَ عَرَضْتُ عَلَى مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لِأُمِّ سُلَيْمٍ لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعِيفًا أَعْرِفُ فِيهِ الْجُوعَ فَهَلْ عِنْدَكِ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَتْ نَعَمْ فَأَخْرَجَتْ أَقْرَاصًا مِنْ شَعِيرٍ ثُمَّ أَخْرَجَتْ خِمَارًا لَهَا فَلَفَّتِ الْخُبْزَ بِبَعْضِهِ ثُمَّ دَسَّتْهُ فِي يَدِي

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوطلحہؓ نے ام سلیم سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز میں ضعف (کمزوری) محسوس کی ہے میں آپؐ کی آواز میں بھوک محسوس کر رہا ہوں کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کیلئے ہے۔ وہ کہنے لگیں ہاں چنانچہ انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں پھر اپنی ایک اوڑھنی نکالی اور اس کے ایک حصہ سے روٹی کو لپیٹ دیا پھر اس اوڑھنی کو میرے ہاتھ (بغل) میں چھپا دیا اور باقی اوڑھنی مجھے اوڑھا دی پھر اس نے مجھے رسول اللہؐ کے پاس بھیج دیا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں میں روٹی لیکر وہاں پہنچا تو نبی

وَرَدَّتْنِي بِبَعْضِهِ ثُمَّ أَرْسَلَتْنِي إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَذَهَبْتُ بِهِ إِلَيْهِ فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ وَمَعَهُ النَّاسُ قَالَ فَقُمْتُ عَلَيْهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ بِطَعَامٍ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَنْ مَعَهُ قُومُوا قَالَ فَانْطَلَقُوا فَانْطَلَقْتُ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ حَتَّى جِئْتُ أَبَا طَلْحَةَ فَأَخْبَرْتُهُ فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ قَدْ جَاءَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ مَعَهُ وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ قَالَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ اللهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَانْطَلَقَ أَبُو طَلْحَةَ حَتَّى لَقِيَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو طَلْحَةَ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلُمِّي يَا أُمَّ سُلَيْمٍ مَا عِنْدَكِ فَأَتَتْهُ بِذَلِكَ الْخُبْزِ فَأَمَرَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُتَّ وَعَصَرَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ بِعُكَّةٍ لَهَا فَأَدَمَتْهُ ثُمَّ قَالَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَقُولَ ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا ثُمَّ قَالَ ائْذَنْ لِعَشَرَةٍ فَأَذِنَ لَهُمْ فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ثُمَّ خَرَجُوا فَأَكَلَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ وَشَبِعُوا وَالْقَوْمُ سَبْعُونَ أَوْ ثَمَانُونَ رَجُلًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اکرمؐ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا آپؐ کے ساتھ لوگ بھی تھے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں وہاں کھڑا ہو گیا تو آپؐ نے پوچھا کہ کیا تمہیں ابوطلحہؓ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے پوچھا کھانا دے کر؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپؐ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ کھانے کیلئے اٹھو۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں وہ لوگ چل پڑے اور میں ان کے آگے آگے تھا یہاں تک کہ میں ابوطلحہؓ کے پاس آیا اور انہیں ماجرا سنایا۔ حضرت ابوطلحہؓ فرمانے لگے اے ام سلیمؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس تو اتنا کچھ کھلانے کیلئے نہیں ہے۔ وہ کہنے لگیں اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ باہر نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ابوطلحہؓ بھی ساتھ تھے یہاں تک کہ دونوں ام سلیم کے پاس تشریف لے آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ام سلیمؓ تمہارے پاس کھانے کا جو کچھ ہے میرے پاس لے آؤ۔ ام سلیمؓ وہی روٹیاں آپؐ کے پاس لے آئیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں توڑنے کا حکم دیا چنانچہ اسے توڑ دیا گیا اور ام سلیمؓ نے ان کے لئے اپنی کپی سے گھی نچوڑا اور اسے سالن کے طور پر رکھا۔ اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جو اللہ نے چاہا پڑھا پھر آپؐ نے حکم دیا کہ دس آدمیوں کو اجازت دو (یعنی دس کو بلاؤ) چنانچہ انہیں اجازت دے دی گئی، انہوں نے کھایا اور پیٹ بھر کر کھایا پھر یہ چلے گئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا دس کو بلاؤ چنانچہ دس کو بلایا گیا وہ بھی کھا کر سیر ہوئے اور چلے گئے پھر دس کو بلایا۔ اور اس طرح سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے اور وہ ستر یا اسی آدمی تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: فَوَجَدْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ : ''قال العسقلانی المراد بالمسجد هو الموضع الذی اعده النبی صلی الله علیه وسلم للصلوة فیه حین محاصرة الاحزاب للمدینة فی غزوة للخندق ومعه الناس ای الکثیر وهم ثمانون رجلا'' یعنی امام عسقلانی ''فرماتے ہیں کہ مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جہاں پر آپ ﷺ نے خندق والوں کو خندق کے قریب دوران محاصرہ نماز پڑھائی تھی (اس سے مراد وہ مسجد نہیں جو عرف عام میں بولی جاتی ہے) اور اس وقت آپ ﷺ کے پاس اسی کے قریب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔

أَرْسَلَكَ أَبُو طَلْحَةَ: آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے معلوم ہو گیا تھا کہ انس رضی اللہ عنہ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا۔

سوال: حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی دونوں بھیجنے والے تھے؟ تو آپ ﷺ نے دونوں کا ذکر کیوں نہ کیا؟

جواب: آپ ﷺ نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا نام توقیراً لیا یا کھانا بھیجنے کا باعث اوّل وہی بنے اس وجہ سے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا اور

سوال: آپ ﷺ نے اس جگہ پر کھانا نہیں کھایا بلکہ ام سلیم کے گھر چلنے کا حکم دیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: رسول کریم ﷺ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر جانے کا حکم اس وجہ سے دیا کہ رسول کریم ﷺ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ اتنے مجمع میں خود تنہا یا چند آدمیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھائیں اور باقی لوگ بھوکے رہیں نیز اس کے ساتھ آپ ﷺ کا ارادہ اس معجزہ کے اظہار کا بھی ہوا جس کے نتیجے میں چند روٹیوں سے ایک بڑی جماعت سیر ہوئی اور اس کے ضمن میں معجزہ کا ابوطلحہ کے گھر میں گھی کی کمی کے اندر خیر و برکت کا حاصل ہونا بھی ظاہر ہے۔

وَلَيْسَ عِنْدَنَا مَا نُطْعِمُهُمْ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ بات اپنی بیوی ام سلیم سے شکایت یا ناراضگی کے طور پر نہ کہی بلکہ فکر کے طور پر کہی کہ اب کیا کریں کھانا کم ہے مجمع زیادہ ہے؟ تو ام سلیم نے بڑی سمجھداری سے جواب دیا کہ رسول کریم ﷺ کسی مصلحت سے اپنے ساتھ اتنے افراد کو لائے ہیں تم کو فکر کی ضرورت نہیں۔ بہر حال رسول کریم ﷺ کی دعا اور معجزہ کی برکت سے وہ مختصر کھانا تقریباً اسی افراد کو پورا ہو گیا رسول کریم ﷺ نے مکان میں تنگی کی وجہ سے کھانے کے لئے دس، دس افراد کی جماعت بنائی یا برتن چھوٹا تھا سب کے ہاتھ اس برتن میں نہ پہنچتے تھے اس لئے رسول کریم ﷺ نے دس، دس افراد کی ترتیب بنائی تاکہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم خوب سیر ہو کر کھائیں، کھانا کم دیکھ کر ایثار کے جذبہ کی وجہ سے کم نہ کھائیں۔ گھر پہنچنے پر آپ ﷺ نے کھانے پر برکت کی دعا کی بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ کلمات ارشاد فرمائے ''بسم الله اللهم اعظم فیها البرکة''۔ صحابہ کرام کی یہ تعداد کتنی تھی بعض نے ستر اور بعض نے اسی افراد کا ذکر کیا ہے تاہم ان دونوں روایات میں کوئی منافات نہیں کیونکہ بعض نے کسر کو حذف کر کے ستر کا ذکر کیا اور بعض نے اسی ذکر کر کے کسر کو بھی شمار کیا ہے۔ لیکن ایک روایت بخاری میں ہے اس میں چالیس افراد کا ذکر ہے تو پھر تطبیق یوں ہوگی کہ یہ الگ الگ واقعات ہیں لیکن زیادہ تحقیقی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ ایک ہی ہے متعدد نہیں لہٰذا اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ اسی آدمیوں نے دو مرحلوں میں کھانا کھایا ایک مرحلہ میں چالیس افراد نے اور دوسرے مرحلہ میں بھی چالیس افراد نے تو جس نے ایک ہی مرحلہ کو شمار کیا تو اس نے چالیس کا ذکر کیا اور جس نے دونوں مرحلوں کو شمار کیا تو اس نے اسی کا ذکر کیا۔

باب

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَانَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ وَالْتَمَسَ النَّاسُ الْوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ وَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِوَضُوءٍ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ فِي ذٰلِكَ الْإِنَاءِ وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوا مِنْهُ قَالَ فَرَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ فَتَوَضَّأَ النَّاسُ حَتّٰى تَوَضَّئُوا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ وَفِي الْبَابِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَجَابِرٍ حَدِيثُ أَنَسٍ حَسَنٌ صَحِيحٌ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، معن، مالک بن انس، اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا لوگوں نے وضو کیلئے پانی تلاش کیا لیکن انہوں نے پانی نہ پایا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے وضو کا پانی لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ برتن میں رکھ دیا اور لوگوں کو اس سے وضو کرنے کو حکم دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے نیچے سے پانی کو پھوٹتے ہوئے دیکھا اور تمام لوگوں نے اس سے وضو کیا یہاں تک کہ آخری آدمی نے بھی وضو کر لیا۔ اس باب میں عمران بن حصینؓ، ابن مسعودؓ اور جابرؓ سے بھی روایت ہے۔ حضرت انسؓ کی حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ مبارک کی انگلیوں سے پانی نکلنے کا معجزہ بیان کیا گیا ہے۔ اس معجزہ کے متعلق دو قول ہیں:

اول: خود انگلیوں ہی سے پانی نکلنے لگا تھا یہی قول امام مزنیؒ کا ہے اور اکثر علماء کا رجحان بھی اسی طرف ہے نیز اس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "فرأیت الماء من اصابعہ" یعنی میں نے آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی ابلتے دیکھا اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں ہے اور آپ ﷺ کے اس معجزہ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے افضل ہونا بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انکے اعصا کی ضرب سے پتھر سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے جبکہ یہاں رسول کریم ﷺ کی انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا۔

ثانی: اس برتن میں جو پانی موجود تھا اس کو دست مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اتنا زیادہ کر دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیان سے پانی فوارے کی طرح ابلنے لگا جس کی تائید آنے والی روایت سے بھی ہو رہی ہے۔

باب

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ قَالَ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ نبوت کی سب سے پہلی چیز، جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا ابْتُدِيَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النُّبُوَّةِ حِينَ أَرَادَ اللهُ كَرَامَةً وَرَحْمَةَ الْعِبَادِ بِهِ أَنْ لَا يَرَى شَيْئًا إِلَّا جَائَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ فَمَكَثَ عَلَى ذٰلِكَ مَا شَاءَ اللهُ أَنْ يَمْكُثَ وَحُبِّبَ إِلَيْهِ الْخَلْوَةُ فَلَمْ يَكُنْ شَيْئٌ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَنْ يَخْلُوَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

وسلم پر شروع کیا گیا جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو عزت بخشنے اور آپ کے ذریعے بندوں پر مہربانی کرنے کا ارادہ فرمایا وہ یہ کہ آپ کوئی خواب نہیں دیکھتے تھے مگر یہ کہ وہ خواب (اس کی تعبیر) صبح کے اجالے کی طرح روشن ہو کر سامنے آجاتی۔ چنانچہ آپ اسی حالت پر ٹھہرے رہے جتنا اللہ نے چاہا کہ آپ اسی حالت میں ٹھہرے رہیں۔ ان دنوں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلوت (تنہائی) کو ہر چیز سے زیادہ پسند کیا کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: أَوَّلُ مَا ابْتُدِيَ: نزول وحی سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب آنا شروع ہو گئے اور یہ سلسلہ چھ ماہ تک رہا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا رات جو خواب دیکھتے تو اس کی تعبیر روز روشن کی طرح صبح سامنے ہو کر آجاتی جیسے صبح کا اجالا روشن ہوتا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدگی محبوب ہونے لگی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو علیحدگی محبوب بنا دی گئی چونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈال دی گئی تھی اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت سے محبت ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یکسوئی حاصل کرنے کیلئے چند دن کی خلوت اختیار کرنا جائز ہے۔

سوال: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلوت کیلئے غار حرا کو منتخب کیوں کیا اور کوئی جگہ انتخاب کر لیتے۔

جواب اول: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلوت نشینی کے ساتھ ساتھ بیت اللہ کے ساتھ محبت تھی اور غار حرا سے بیت اللہ پر نظر پڑتی تھی اسلئے آپ نے غارِ حرا کو خلوت کیلئے اختیار فرمایا تا کہ بیت اللہ پر بھی نظر رکھنے کی خواہش پوری ہو جائے

جواب ثانی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد بھی یہاں پر خلوت اختیار کیا کرتے تھے اسلئے آپ کو یہ جگہ پسند تھی۔

جواب ثالث: یہ غار کھلی تھی اس میں کھڑے ہو کر عبادت کی جا سکتی تھی جبکہ غار ثور میں کھڑے ہو کر عبادت نہیں کی جا سکتی تھی۔

باب

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ إِنَّكُمْ تَعُدُّونَ الْآيَاتِ عَذَابًا وَإِنَّا كُنَّا نَعُدُّهَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةً لَقَدْ كُنَّا نَأْكُلُ الطَّعَامَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

محمد بن بشار، ابو احمد زبیری، اسرائیل، منصور، ابراہیم، علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ آج کل تم لوگ قدرت کی نشانیوں کو عذاب سمجھتے ہو اور ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ان آیات کو باعث برکت سمجھا کرتے تھے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتے اور کھانے کی تسبیح سنتے۔ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ایک

وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَسْمَعُ تَسْبِيحَ الطَّعَامِ قَالَ وَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِإِنَاءٍ فَوَضَعَ يَدَهُ فِيهِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَّ عَلَى الْوَضُوءِ الْمُبَارَكِ وَالْبَرَكَةُ مِنَ السَّمَاءِ حَتَّى تَوَضَّأْنَا كُلُّنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک برتن لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے بہنے لگا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کے مبارک پانی اور آسمان سے نازل ہونے والی برکت کی طرف آؤ یہاں تک کہ ہم سب نے اس پانی سے وضو کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: إِنَّكُمْ تَعُدُّونَ الْآيَاتِ: ''ای المعجزات'' آیات سے مراد معجزات ہیں تو اس صورت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ معجزات اگرچہ کافروں اور منکروں کو ڈرانے کے لئے ہیں مگر اہل ایمان چونکہ ان معجزات کے محب و معتقد ہیں اسلئے ان کے لئے یہ معجزات بشارت و برکت اور زیادتی ایمان کا موجب ہیں اس لئے وہ ان کا شمار برکت کے لئے کرتے تھے جبکہ ملا علی قاریؒ نے آیات سے مراد معجزات اور کرامات دونوں لیے ہیں۔ (مرقات جلد ۱۱ص ۱۹)

سوال: معجزہ کا اظہار تو خالی برتن سے بھی ہوسکتا تھا تو پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا برتن میں پانی منگوانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: عند البعض اس میں کوئی حکمت و مصلحت ہوگی جس کی بناء پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا تھا۔ محدثین نے اس بارے میں خاموشی کا حکم دیا ہے لہٰذا اس کا علم اللہ کے سپرد کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرنا بہتر ہے نیز یہاں مقصود برکت کا معجزہ دکھانا تھا اس لئے پانی منگوایا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک اور معجزے کا ذکر کیا ہے کہ کھانے سے تسبیح کا ذکر سنا گیا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں مٹھی میں رکھیں اور وہ بول پڑیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کنکریوں کی تسبیح خود اپنے کانوں سے سنی۔

بَابُ مَا جَاءَ كَيْفَ كَانَ يَنْزِلُ الْوَحْيُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ الْحَارِثَ بْنَ هِشَامٍ سَأَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ يَأْتِيكَ الْوَحْيُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فِي مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ وَهُوَ أَشَدُّهُ عَلَيَّ وَأَحْيَانًا يَتَمَثَّلُ لِيَ الْمَلَكُ رَجُلًا فَيُكَلِّمُنِي فَأَعِي مَا يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَلَيْهِ

اسحاق بن موسیٰ انصاری، معن بن عیسی، مالک، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو وحی مجھ پر یوں آتی ہے جیسے گھنٹی کی آواز اور گونج ہو، وحی نازل ہونے کی یہ کیفیت مجھ پر سخت ہوتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ آدمی کی صورت میں آجاتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے پھر میں اسے یاد کر لیتا ہوں۔ جو وہ مجھ سے کہتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سخت سردی کے

الْوَحْيُ فِي الْيَوْمِ ذِي الشَّدِيدِ الْبَرْدِ فَيَفْصِمُ عَنْهُ وَإِنَّ جَبِينَهُ لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

موسم میں بھی میں نے دیکھا کہ جب وحی نازل ہوئی اور یہ کیفیت ختم ہوجاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماتھے پر پسینہ آجایا کرتا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں وحی کے آنے کی مختلف صورتوں کو بیان فرمایا گیا ہے۔

مِثْلِ صَلْصَلَةِ الْجَرَسِ: "صلصله" اس آواز کو کہتے ہیں جو مضبوط چٹان پر لوہے کی زنجیر کھینچنے سے پیدا ہوتی ہے "جرس" گھنٹی کو کہتے ہیں۔ جانور کے گلے میں گھنگھرو کی آواز کو بھی "صلصلة الجرس" کہتے ہیں یا وہ آواز مراد ہے جو اول وہلہ میں سمجھ نہ آئے جیسے شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ یہ آواز کس چیز کی تھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔

اول: اللہ پاک کے کلام نفسی کی آواز تھی۔ **ثانی** تیزی سے فرشتہ جب سفر کرتا ہے تو یہ آواز پیدا ہوتی ہے

ثالث: حضرت جبرائیل علیہ السلام کے پروں کی آواز ہوتی تھی **رابع:** جب اللہ تعالیٰ وحی نازل فرماتے ہیں تو فرشتے عظمت کی وجہ سے پر مارتے تھے یہ فرشتوں کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ کی آواز تھی۔

خامس: حواس کے تعطل کے بعد جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ مراد ہے جیسے کانوں کے بند کرنے سے اندر ایک آواز پیدا ہوتی ہے۔ بہر حال حدیث الباب کا مطلب یہ ہے کہ وحی ایک باریک اور مسلسل آواز ہوتی ہے جو غور کرنے کے بغیر سمجھ نہیں آتی کہ کیا کہا جارہا ہے۔

أَشَدُّهُ عَلَيَّ: کہ وہ مجھ پر بہت گراں ہوتی ہے کیونکہ اسے سمجھنا اس میں غور کرنا پھر اس کو یاد رکھنا بیک وقت تین کام کرنا پڑتے ہیں جو ایک مشکل کام ہے یا پھر وحی الٰہی ہونے کی ہیبت اور رُعب مراد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وحی کی صورت میں فرشتہ نہیں آتا تھا بلکہ کان میں گھنگھرو کی جھنکار کی طرح ایک غیبی آواز آتی تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہوتا تھا کہ یہ وحی ہے۔

لَيَتَفَصَّدُ عَرَقًا: **سوال:** "تفصید" عرق کا تقاضا یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرمی محسوس ہوتی تھی اور زملونی کا تقاضا یہ تھا کہ سردی محسوس ہوتی تھی اس لئے کہ جب کسی کو سردی لگتی ہے تو لحاف اوڑھاتے ہیں۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عین نزولِ وحی کے وقت رعب اور ہیبت کی وجہ سے گرمی معلوم ہوتی تھی جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہورہی تھی تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ ٹپک رہا ہوتا تھا اس کے بعد جب وحی کے آثار ختم ہوجاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسینہ صاف کرلیتے اس کے بعد سردی لگتی تھی تو پھر کمبل اوڑھنے کا فرماتے تھے جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ پسینہ آنے کے بعد جب ہوا لگتی ہے تو سردی محسوس ہوتی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، ابواسحاق، حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی لمبے بالوں والے شخص کو سرخ جوڑے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین وجمیل نہیں

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعْرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کندھوں سے لگتے تھے اور کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد نہ بہت لمبا تھا نہ بہت چھوٹا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: رسول کریم ﷺ کا قد مبارک میانہ سے کچھ طویل تھا۔ رسول کریم ﷺ کے بال مبارک تین قسم پر تھے۔ اول: کانوں کی لو تک۔ ثانی: کانوں اور کندھوں کے درمیان تک ثالث کندھوں تک۔ اوّل قسم کو ''وفرہ'' ثانی کو ''لمہ'' اور ثالث کو ''جمہ'' کہا جاتا ہے ان کا مجموعہ ''ولج'' ہے۔ رسول کریم ﷺ کی زلفوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ جب آپ ﷺ اپنے بالوں کو تیل اور کنگھی کرتے اس وقت آپ ﷺ کے بال لمبے ہو جاتے اور کندھوں تک پہنچ جاتے اور اگر کنگھی یا تیل وغیرہ نہ لگاتے تو وہ سکڑ جاتے اور کانوں کی لو یا اس سے کچھ نیچے تک پہنچ جاتے یا آپ ﷺ کو جہادی مصروفیات کی وجہ سے بال درست کرانے کا موقع نہ ملتا تو بال لمبے ہو کر کندھوں تک پہنچ جاتے پھر جب آپ ﷺ بال درست کراتے تو چھوٹے ہو جاتے۔ بہر حال ان روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

باب

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ كَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا مِثْلَ الْقَمَرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سفیان بن وکیع، حمید بن عبدالرحمن، زہیر، حضرت ابو اسحاق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت براءؓ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح تھا؟ حضرت براءؓ نے فرمایا نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مِثْلَ السَّيْفِ: ایک شخص نے آپ ﷺ کے چہرے مبارک کو تلوار کے ساتھ مشابہہ قرار دیا اس شخص نے یہ مشابہت چمک دمک میں دی ہے نہ کہ لمبا ہونے میں مگر چونکہ اس سے لمبا ہونے کا تشبہ ہو گیا تھا اسی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لا بل كان مثل الشمس والقمر'' کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک قوت ضیاء اور کثرت نور کی وجہ سے شمس وقمر کی طرح روشن ومنور تھا یعنی آپ ﷺ کا چہرہ مبارک نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لمبا بلکہ مائل بہ گولائی تھا۔ باقی حدیث مبارک میں مہر کا ذکر ہے یہ مہر آپ ﷺ کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ایک جگہ بیضوی شکل میں جسم مبارک سے کچھ ابھری ہوئی تھی یہی مخصوص ابھار خاتم نبوت کہلاتا ہے۔ باقی اس کی رنگت اور گھٹنا بڑھنا مختلف ہوتا رہتا تھا اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اس مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اس پر ''وحده لا شريك له توجه حيث كنت فانك منصور'' لکھا ہوا تھا آپ ﷺ کی نبوت کی یہ نشانی ماقبل آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھی۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ شَثْنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمَ الرَّأْسِ ضَخْمَ الْكَرَادِيسِ طَوِيلَ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّيًا كَأَنَّمَا انْحَطَّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْمَسْعُودِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لمبے تھے نہ چھوٹے قد کے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلیاں اور پاؤں پُر گوشت ہوتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تو آگے کی طرف بلندی سے پستی کی طرف اتر رہے ہیں۔ (حضرت علیؓ فرماتے ہیں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان بن وکیع اس حدیث کو ابی سے اور وہ مسعود سے اسی سند کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: شَثْنَ الْكَفَّيْنِ: موٹا پُر گوشت ہونا شثن اگر مرفوع ہو تو اس کی مبتدا ہوگی اور اگر شثن کو منصوب مانیں تو اس صورت میں یہ کان محذوف کی خبر ہوگی۔ الْكَرَادِيسِ: ہر ہڈی کا جوڑ، جیسے مونڈھے، گھٹنے، کولہے وغیرہ۔
الْمَسْرُبَةِ: سینہ سے ناف تک باریک بال۔ صَبَبٍ: ڈھلوان اس حدیث کی مکمل وضاحت شمائل میں دیکھیے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ أَبِي حَلِيمَةَ مِنْ قَصْرِ الْأَحْنَفِ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً

ابوجعفر محمد بن حسین بن ابی حلیمہ واحمد بن عبدۃ ضبی وعلی بن حجر، عیسیٰ بن یونس، عمر بن عبداللہ مولیٰ غفرۃ، حضرت ابراہیم بن محمد، جو حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے تو فرماتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ لمبے تھے نہ بہت پست قد تھے بلکہ میانہ قد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال نہ بہت گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑے تھوڑے گھنگریالے تھے۔ بہت موٹے بھی نہیں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ بالکل گول تھا بلکہ

مِنَ الْقَوْمِ وَلَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِي الْوَجْهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَمْشِي فِي صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عِشْرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ لَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ سَمِعْتُ الْأَصْمَعِيَّ يَقُولُ فِي تَفْسِيرِهِ صِفَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُمَّغِطُ الذَّاهِبُ طُولًا قَالَ وَسَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ تَمَغَّطَ فِي نُشَّابَتِهِ أَيْ مَدَّهَا مَدًّا شَدِيدًا وَأَمَّا الْمُتَرَدِّدُ فَالدَّاخِلُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ قِصَرًا وَأَمَّا الْقَطَطُ فَالشَّدِيدُ الْجُعُودَةِ وَالرَّجِلُ الَّذِي فِي شَعْرِهِ حُجُونَةٌ أَيْ يَنْحَنِي قَلِيلًا وَأَمَّا الْمُطَهَّمُ فَالْبَادِنُ الْكَثِيرُ اللَّحْمِ وَأَمَّا الْمُكَلْثَمُ فَالْمُدَوَّرُ الْوَجْهِ وَأَمَّا الْمُشْرَبُ فَهُوَ الَّذِي فِي بَيَاضِهِ حُمْرَةٌ وَالْأَدْعَجُ الشَّدِيدُ سَوَادِ الْعَيْنِ وَالْأَهْدَبُ الطَّوِيلُ الْأَشْفَارِ وَالْكَتَدُ مُجْتَمَعُ الْكَتِفَيْنِ وَهُوَ الْكَاهِلُ وَالْمَسْرُبَةُ هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيقُ الَّذِي هُوَ كَأَنَّهُ قَضِيبٌ مِنَ

چہرے میں قدرے گولائی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ سرخ وسفید، آنکھیں سیاہ، پلکیں لمبی، جوڑ بڑے اور شانہ چوڑا تھا اور دونوں شانوں کے درمیان پُر گوشت تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر بال نہیں تھے۔ بس سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر سی تھی۔ ہتھیلیاں اور تلوے بھرے بھرے تھے۔ جب چلتے تو پیروں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ آپ نیچے (ڈھلوان کی طرف) اتر رہے ہوں۔ اگر کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے بدن سے متوجہ ہوتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی آپ سلسلہ نبوت کو مکمل کرنیوالے تھے۔ آپ سب لوگوں سے سخی دل تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے تھے، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے اور بہترین معاشرت والے تھے۔ جو اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتا وہ ڈر جاتا اور جو آپ کو پہچان کر ملتا وہ آپؐ سے محبت کرنے لگتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا کوئی نہیں دیکھا۔ اس حدیث کی سند متصل نہیں۔ ابوجعفر کہتے ہیں کہ میں نے اصمعی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ ممغط دراز قد ہے اور کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تَمَغَّطَ فِي نُشَّابَتِهٖ اپنا تیر بہت کھینچا مُتَرَدِّدٌ۔ جس کا بدن کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھسا ہوا ہو قَطَطٌ بہت گھنگریالے اور رجل ہلکے گھنگریالے بالوں والا۔ مُطَهَّمٌ نہایت فربہ اور زیادہ گوشت والا۔ مُكَلْثَمٌ گول چہرے والا۔ مشرب سرخی مائل گورے رنگ والا۔ أَدْعَجُ سخت سیاہ آنکھ کی پتلی والا۔ أَهْدَبُ جسکی پلکیں لمبی ہوں۔ كَتَدٌ دونوں شانوں کے درمیان جگہ اسے

الصَّدْرِ إِلَى السُّرَّةِ وَالشَّثْنُ الْغَلِيظُ الْأَصَابِعِ مِنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالتَّقَلُّعُ أَنْ يَمْشِيَ بِقُوَّةٍ وَالصَّبَبُ الْحُدُورُ تَقُولُ انْحَدَرْنَا مِنْ صَبُوبٍ وَصَبَبٍ وَقَوْلُهُ جَلِيلُ الْمُشَاشِ يُرِيدُ رُءُوسَ الْمَنَاكِبِ وَالْعِشْرَةُ الصُّحْبَةُ وَالْعَشِيرُ الصَّاحِبُ وَالْبَدِيهَةُ الْمُفَاجَأَةُ يُقَالُ بَدَهْتُهُ بِأَمْرٍ أَيْ فَجِئْتُهُ

کاہل بھی کہتے ہیں۔مسربہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر۔الشَّثْنُ جس کے ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے ہوں۔تَقَلُّعٌ آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلنا۔الصَّبَبُ بلندی سے اترنا۔جَلِيلُ الْمُشَاشِ مونڈھوں کے سرے موٹے تھے۔مراد شانوں کے اوپر کا حصہ ہے۔عشیر اس سے مراد صحبت ہے اس لئے کہ عشیر صاحب کو کہتے ہیں۔بَدَهْتُهُ اچانک پیش آنے والا۔

تشریح: وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ: ''أی الفاحش السمین''یعنی بہت زیادہ موٹا ہونا۔

بِالْمُكَلْثَمِ: ''ای المدور وجهه غاية التدوير بل كان وجهه مائلاً الى التدوير كمافى المرقاة''۔

وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا: پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہونا یعنی آپ ﷺ کو اگر کہیں دائیں بائیں دیکھنا ہوتا تو صرف چہرے کو دائیں بائیں نہیں پھیرتے تھے بلکہ پورے جسم کے ساتھ گھوم کر اسکی طرف دیکھتے کامل توجہ ظاہر کرنے کیلئے تاکہ وہ خوش ہو جائے۔

اجود النَّاسِ صَدْرًا: یعنی آپ ﷺ دل وجان سے سخی تھے۔ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ دو معنوں سے ماخوذ ہوتا ہے اگر اجود کو جودت سے ماخوذ مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ دل کے فراخ اور دلیر تھے اسی وجہ سے آپ ﷺ اپنی امت کی طرف سے خلاف طبیعت باتوں سے تنگ نہ ہوتے تھے اور اگر اسکو جود سے ماخوذ مانا جائے جس کے معنی عطاو بخشش کے ہیں تو اسکا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کوئی بھی چیز دینے اور عطا کرنے میں ذرا سا بھی بخل نہیں کرتے تھے۔

مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً: چونکہ رسول کریم ﷺ کے چہرہ انور میں وقار، رعب، دبدبہ ہیبت تھی کہ جو اچانک دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا مگر جب وہ کچھ دیر رسول کریم ﷺ کے پاس رہتا تو آپ ﷺ کے اخلاق کریمانہ سے متاثر ہو کر مانوس ہو جاتا اور آپ ﷺ سے والہانہ محبت کرنے لگتا۔

اس حدیث کے مشکل الفاظ کی وضاحت ترجمہ سے واضح ہے۔اور مزید الفاظ کی وضاحت شمائل باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں آئے گی۔

باب

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هَذَا وَلَكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ

حمید بن مسعدة، حمید بن اسود، اسامہ بن زید، زہری، عروہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (بعض لوگوں کی طرح) تیز تیز باتیں نہیں کیا کرتے تھے بلکہ خوب ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے

بِكَلَامٍ يُبَيِّنُهُ فَصْلٌ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ وَقَدْ رَوَاهُ يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ

تاکہ آپ کے پاس بیٹھنے والا اچھی طرح سے بات محفوظ کر لے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف زہری کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں گفتگو کے آداب کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی گفتگو تصنع اور تکلف سے پاک بغیر سجع بندی کے ہوتی تھی کہ ہر آدمی سمجھ جاتا تھا اور یاد کر لیتا تھا نہ تو الفاظ کٹتے تھے جو سمجھ نہ آئیں اور نہ چبا چبا کر بناوٹ کا انداز تھا بلکہ آپ ﷺ خوب سادہ جامع مانع خوبصورت گفتگو فرماتے تھے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنَّى

محمد بن یحییٰ، ابوقتیبہ سلم بن قتیبہ، عبداللہ بن مثنیٰ، ثمامہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک کلمے کو تین مرتبہ دہراتے تھے تاکہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اچھی طرح سمجھ سکیں۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عبداللہ بن مثنیٰ کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: آپ ﷺ کبھی ایک بات کو تین مرتبہ دہراتے تاکہ کوئی بات فہم وتدبر میں مشکل ہو یا مجمع کثیر ہو یا کسی بات کو پختہ کرنا ہوتا یا اس کی اہمیت زیادہ ظاہر کرنی ہوتی تو آپ ﷺ تمام انسانوں کے پیش نظر مضمون بیان فرماتے تاکہ سب کو بات اچھی طرح سمجھ آجائے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ مِثْلُ هٰذَا

قتیبہ، ابن لہیعہ، عبداللہ بن مغیرہ، حضرت عبداللہ بن حارث ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہ حدیث غریب ہے اور یزید بن حبیب سے بھی منقول ہے۔ وہ عبداللہ بن حارث سے اسی کے مثل نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا

احمد بن خالد الخلال، یحییٰ بن اسحاق، لیث بن سعد، یزید بن

يَحْيَى بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ قَالَ مَا كَانَ ضَحِكُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابی حبیب، وہ عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہنسی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسکراہٹ تھی۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو لیث بن سعد کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی قہقہ نہیں لگایا۔ آپ اکثر و بیشتر تبسم فرمایا کرتے تھے اس سے پہلے والی حدیث ضعیف ہے اس میں ایک راوی عبداللہ بن لہیعہ ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ بِرَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ فَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ وَفِي الْبَاب عَنْ سَلْمَانَ وَقُرَّةَ بْنِ إِيَاسٍ الْمُزَنِيِّ وَجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ وَأَبِي رِمْثَةَ وَبُرَيْدَةَ الْأَسْلَمِيِّ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَرْجِسَ وَعَمْرِو بْنِ أَخْطَبَ وَأَبِي سَعِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قتیبہ، حاتم بن اسماعیل، جعد بن عبدالرحمن، حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں کہ میری خالہ مجھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ میرا بھانجا ہے اور بیمار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا ہوا پانی پیا۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے، جیسے چھپر کٹ کی گھنڈی ہوتی ہے۔ اس باب میں حضرت سلمان قرہ بن ایاس مزنی جابر بن سمرہ ابورمثہ بریدہ اسلمی عبداللہ بن سرجس عمرو بن اخطب اور ابوسعید سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالَقَانِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ غُدَّةً حَمْرَاءَ

سعید بن یعقوب طالقانی، ایوب بن جابر، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانوں کے درمیان والی مہر ایک سرخ غدود تھی جیسے کبوتری کا انڈا

مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں مہر مبارک کا تذکرہ ہے۔ مہر نبوی علامات نبوی میں سے تھی اور یہ مہر ولادت سے ہی تھی اور وفات کے وقت غائب ہوگئی تھی اس مہر پراوپر والی سطر میں اللہ پھر دوسری سطر میں رسول تیسری سطر میں محمد لکھا ہوا تھا۔ حضرت سائب کے پیٹ میں درد تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وضو کا پانی پلایا ان کی تکلیف ختم ہوگئی۔

باب

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ هُوَ ابْنُ أَرْطَاةٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا وَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

احمد بن منیع، عباد بن عوام، حجاج بن ارطاۃ، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں باریک تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے نہیں تھے بلکہ مسکراتے تھے۔ جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھوں میں سرمہ لگایا ہوا ہے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرمہ نہیں لگایا ہوا تھا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حُمُوشَةٌ: ٹانگوں کا پتلا ہونا أَكْحَلُ: سرمگیں آنکھوں والا ہونا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں قدرتی طور پر سرمگیں ہونے کے ساتھ ساتھ بہت حسین اور خوبصورت معلوم ہوتی تھیں۔

باب

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو قَطَنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوسَ الْعَقِبِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، ابوقطن، شعبہ، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک کشادہ تھا، آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی تھی اور ایڑیوں پر گوشت بہت کم تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ

ابوموسی محمد بن مثنی، محمد بن جعفر، شعبہ، سماک بن حرب، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رو تھے آنکھوں کے کنارے لمبے اور ایڑیوں میں کم گوشت تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ضحاک

الْعَيْنَيْنِ مَنْهُوسَ الْعَقِبِ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيعُ الْفَمِ قَالَ وَاسِعُ الْفَمِ قُلْتُ مَا أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ قَالَ طَوِيلُ شَقِّ الْعَيْنِ قُلْتُ مَا مَنْهُوسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيلُ اللَّحْمِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

بن حرب سے پوچھا کہ ضَلِيعُ الْفَمِ کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ کشادہ دہن۔ میں نے پوچھا کہ أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا بڑی آنکھ والے۔ میں نے پوچھا مَنْهُوسُ الْعَقِبِ سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا کم گوشت والے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَشْكَلُ: وہ شخص جس کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہو۔ أَشْكَلُ الْعَيْنَيْنِ: آنکھ کی سفیدی میں سرخی کا مل جانا۔ مَنْهُوسٌ: دبلا آدمی۔ الْعَقِبِ: ایڑیوں کا گوشت کم ہونا

ضَلِيعُ الْفَمِ: کشادہ دہن، منہ کی بہت زیادہ کشادگی عیب سمجھا جاتا ہے اور اسی طرح منہ کا چھوٹا ہونا بھی عیب ہے جبکہ منہ کا مناسب حد تک کشادہ ہونا حسن ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منہ مبارک بھی مناسب حد تک کشادہ تھا اور یہ عرب میں مردوں کے لئے قابل تعریف سمجھا جاتا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کشادہ دہن سے مراد فصاحت و بلاغت ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔ گویا کہ سورج آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں گھوم رہا ہو۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تیز چلنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ گویا کہ زمین آپ کے لئے لپیٹی جارہی ہو۔ ہم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے ہوئے) اپنی جانوں کو مشقت میں ڈالتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے پروا چلتے جاتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي: اس کی وضاحت شاعر نے کی ہے ۔

یزیدك وجهه حسنا	اذا مازدته نظرًا
هی الشمس مسکنها السماء	فعز الفؤاد عزاء جیلا
جمیل کان الشمس تجری بوجهه	اغرض البدر المنیر واجمل

اس شعر کا دوسرا مصرعہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ''فاذا هو احسن عندی من القمر'' سے مقتبس ہے۔

أَسْرَعَ فِي مَشْيِهِ: مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے تو اپنی طاقت سے بڑھ کر رفتار کو بڑھا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے کی کوشش کرتے مگر نہ پہنچ پاتے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالکل معمول کے مطابق چلتے لیکن تھکتے نہیں تھے اور ہم بہت تھک جاتے۔

باب

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوءَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقْرَبُ النَّاسِ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جِبْرَائِيلَ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، لیث، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شب معراج میں) انبیاء کرام علیہم السلام میرے سامنے آئے تو میں نے دیکھا کہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام چھریرے بدن کے جوان تھے (ہلکے پھلکے) جیسے قبیلہ شنوءۃ کے لوگ ہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے ان سے زیادہ مشابہ عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے ساتھی (یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشابہت رکھتے تھے۔ اور جرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے شب معراج کے واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ شب معراج میں مسجد اقصیٰ کے اندر یا آسانوں پر آپ ﷺ کو ان انبیاء علیہم السلام کی اصلی صورت کے ساتھ ملاقات کروائی گئی تو آپ ﷺ نے ان انبیاء کرام کو اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شکل و صورت کے خاکہ پر پرکھا تو اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہلکے بدن والا قبیلہ شنوءہ کے لوگوں کی طرح قرار دیا یہ قبیلہ یمن کی سرزمین سے تعلق رکھتا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے صحابی عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرح بتلایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مشابہت کیلئے خود اپنی ذات مبارکہ کو پیش کیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ ﷺ کی آپس میں خوب مشابہت تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے بارے میں بتلایا کہ یہ دحیہ ابن خلیفہ رضی اللہ عنہ کی طرح تھے اور بعض روایات میں دحیہ کلبی کا ذکر ہے دونوں نام ایک صحابی کے ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي سِنِّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَابْنُ كَمْ كَانَ حِينَ مَاتَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدِ الْحَذَّاءِ قَالَ حَدَّثَنِي عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ

احمد بن منیع ویعقوب بن ابراہیم دورقی کہتے ہیں کہ ہم کو بیان کیا اسماعیل بن علیہ، خالد حذاء، عمار مولیٰ بنی ہاشم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ حَدَّثَنَا عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنُ الْإِسْنَادِ صَحِيحٌ

نصر بن علی، بشر بن مفضل، خالد حذاء، عمار، ابن عباسؓ ہم سے روایت کی نصر بن علی نے وہ بشر بن مفضل سے وہ خالد حذاء سے وہ عمار سے اور وہ ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پینسٹھ سال کی عمر میں ہوئی۔ یہ حدیث سند کے اعتبار سے حسن صحیح ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحٰقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يَعْنِي يُوحَى إِلَيْهِ وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَدَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ وَلَا يَصِحُّ لِدَغْفَلٍ سَمَاعٌ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ ابْنِ عَبَّاسٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ

احمد بن منیع، روح بن عبادۃ، زکریا بن اسحاق، عمرو بن دینار، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں تیرہ سال قیام فرمایا۔ یعنی جس دوران آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آتی رہی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ کی عمر تریسٹھ سال تھی۔ اس باب میں حضرت عائشہ، انس بن مالک، اور دغفل بن حنظلہ سے بھی روایت ہے۔ دغفل کا نبی اکرم سے سماع صحیح نہیں۔ یہ حدیث عمرو بن دینار کی روایت سے حسن غریب ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ أَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُهُ يَخْطُبُ يَقُولُ مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، ابواسحاق، عمار بن سعد، حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تریسٹھ برس کی عمر میں ہوئی اور میں بھی تریسٹھ برس کا ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ وَالْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أُخْبِرْتُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ فِي حَدِيثِهِ ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ ابْنُ أَخِي الزُّهْرِيِّ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ مِثْلَ هَذَا

عباس عنبری وحسین بن مہدی بصری، عبدالرزاق، ابن جریج کہا کہ میں نے خبر دی ابن شہاب زہری سے اور وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور حسین بن مہدی ابن جریج کی حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ زھری سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے، اس حدیث کو زہری کے بھتیجے نے زہری سے انہوں نے عروہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی کے مثل نقل کیا ہے۔

مَنَاقِبُ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَاسْمُهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ وَلَقَبُهُ عَتِيقٌ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام ونسب: آپ کا نام عبداللہ ہے، لقب صدیق اور عتیق ہے دونوں لقب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائے تھے جن کی وضاحت آگے آرہی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوبکر ہے۔

صدیق کہنے کی وجہ تسمیہ: **اول:** انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بغیر کسی دلیل کے تسلیم کیا۔

ثانی: نبوت کے گیارہویں سال رجب کی ستائیسویں رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی جس میں ساتوں آسمان، جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی صبح کے وقت جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا یہ عجیب وغریب سفر بیان کیا تو کفار نے خوب مذاق بنایا جس وجہ سے بعض مسلمان بھی اس زد میں آ گئے تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی ایسی تصدیق کی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے صدیق کا لقب پایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب و تاریخ ولادت: آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے سوا دو سال بعد ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی تھی اس حساب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ولادت ۱۶ اگست ۵۷۳ء کو ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ۶۳ سال میں ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی عورتوں میں سے اول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں زید بن حارثہ ہیں جبکہ آزاد، بالغ، عاقل، صاحب رائے، مالدار، شوکت و مرتبت والوں میں سے سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تھے ان حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک ایسی ہستی ہیں جن

کے دعویٰ نبوت سے پہلے ایمان لانے کی روایت کتب وحدیث میں پائی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کانوں میں دعویٰ نبوت پہنچا تو آپ نے کوئی انکار نہیں کیا بلکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا ''ماکلمت احدًا فی الاسلام الا ابی علی وراجعنی فی الکلام الا ابن ابی قحافة فانی لم اُقُلْه فی شیئ الا قبله واستقام علیه''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبداللہ بن عثمان ابی قحافہ ابن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ پھر ساتویں پشت میں جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے وہ مرد ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ کا رنگ سفید ہلکا جسم بھری ہوئی پیشانی خفیف رخسار اور خوبصورت آنکھیں آپ کے ماں باپ بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی اور اولاد کی اولاد بھی صحابی یہ عظیم خصوصیت آپ ہی کو حاصل ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واقعہ فیل کے دوسال چار ماہ اور کچھ روز بعد مکہ شریف میں پیدا ہوئے اور جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو بائیسویں تاریخ یا ایک قول کے مطابق آٹھویں تاریخ کو منگل کے دن مغرب وعشاء کے درمیان بعمر ۶۳ سال مدینہ منورہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی آپ نے وصیت کی تھی کہ میری میت کو میری بیوی اسماء بنت عمیس غسل دیں چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دیا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی دوسال چار ماہ آپ کی خلافت رہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کی بڑی جماعت نے آپ رضی اللہ عنہ سے روایت حدیث کا شرف حاصل کیا چونکہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت رسالت مآب کی وفات کے بعد تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور آپ میں احتیاط کا پہلو غالب تھا اس وجہ سے آپ کی روایات کردہ احادیث بہت کم ہیں۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۸۸)

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْرَأُ إِلَى كُلِّ خَلِيلٍ مِنْ خِلِّهِ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ لَخَلِيلُ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ

محمود بن غیلان، عبدالرزاق، ثوری، ابوالاحوص، حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر دوست کی دوستی سے براءت کا اظہار کرتا ہوں۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابن ابی قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کو دوست بناتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ تمہارے ساتھی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے دوست ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابوسعید ابوہریرہ ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا: ''خلیل'' کو اگر ''خُلة'' بضم الخاء سے مشتق مانا جائے تو اس کے معنی ایسے دوست کے ہیں کہ جس کی محبت دل کی گہرائی تک سرایت کر جائے اور وہ دوست قلب کے خیالات واحساسات پر قابض ہو جائے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا محبوب صرف اللہ پاک ہی ہے تو اس صورت میں معنیٰ یہ ہوں گے کہ اگر میرے لئے روا ہوتا کہ میں مخلوق میں سے کسی کو اس صفت کے ساتھ اپنا سچا جانی دوست بناؤں تو یقینا میں ابوبکر کو اپنا دوست بناتا کیونکہ وہ دوستی کی اس صفت واستعداد اور اہلیت رکھتے ہیں لیکن اس درجہ و وصف کی محبت کا میرا تعلق صرف خدا کے ساتھ ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۸۱)

اگر ''خلیل'' خلة بالفتح مشتق مانا جائے تو اس کے معنیٰ احتیاج وحاجت کے ہیں یعنی ایسا دوست جس پر اعتماد کیا جائے اور بوقت ضرورت اس پر بھروسہ کیا جائے تو اس صورت میں اس کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اگر میں کسی کو اپنا ایسا دوست بناتا کہ جس کی طرف میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کے وقت رجوع کروں اور اپنے معاملات ومہمات میں اس پر اعتماد واعتبار کروں تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایسا دوست بناتا لیکن ایسے تمام امور ومعاملات میں میرا رجوع اللہ واحد کی طرف ہے اور تمام احوال ومہمات میں میرا واحد سہارا اور ملجاء اللہ کی ذات ہے۔ یہ دوسرے معنیٰ اگر چہ سیاق حدیث کے زیادہ مناسب ہیں لیکن محدثین نے پہلے ہی معنیٰ کو راجح اور اولیٰ قرار دیا ہے۔ (ایضا)

ولکن اخوة الاسلام: یہ ماقبل جملہ سے استدراک ہے گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ''کانہ قال یس بینی وبینہ خلة ولکن بیننا فی الاسلام اخوة'' (مرقاۃ ج۱۱ص۲۸۲)

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي أُوَيْسٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ أَبُو بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابراہیم بن سعید جوہری، اسماعیل بن ابی اویس، سلیمان بن بلال، ہشام بن عروہ، عروہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے سردار ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب میں بہتر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَيُّ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ قَالَتْ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ عُمَرُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَ فَسَكَتَتْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت عبداللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں سے کس سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے؟ فرمانے لگیں کہ ابوبکر سے، میں نے پوچھا کہ ان کے بعد، انہوں نے فرمایا عمر سے، میں نے پوچھا پھر، انہوں نے فرمایا ابوعبیدہ بن جراح سے۔ حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا ان کے بعد؟ لیکن اس مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاموش رہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ: ''ای الموجودین فی زمنك'' یعنی میرا سوال ان مردوں کے متعلق تھا جو اس زمانہ میں موجود ہیں یا اس لشکر کے لوگ مراد ہیں جن کا امیر ان کو بنایا گیا ہے۔ اس سوال کا سبب دراصل یہ تھا کہ جب عمرو بن عاص کو غزوہ ذات السلاسل میں لشکر کا امیر بنا کر بھیجا گیا اور ان کی مدد کے لئے دو سو مجاہدین اسلام کا ایک لشکر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا گیا جس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لشکر کی قیادت حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس تھی چنانچہ اہل اسلام کو فتح ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے طبقۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اپنا مقام ومرتبہ جاننے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مذکورہ سوال کیا لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی اور دوسری بار حضرت

ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تو یہ خاموش ہوگئے کہ کہیں میرا نام آخر میں نہ آ جائے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اگر بڑے آدمی کو چھوٹے آدمی کی نگرانی میں کوئی کام سپرد کر دیا جائے تو اس کو پورا کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہئے جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی امارت میں جہاد کیا۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسی صورت میں چھوٹے کو بھی اپنے آپ کو عالی مرتبت نہیں سمجھنا چاہیے۔ (مرقاۃ ایضاً)

ان دونوں احادیث میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام کا ذکر ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھے۔ محبوب ہونے کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

کبھی محبت کی وجہ انسان کی جزئیت کے ساتھ تعلق ہوتا ہے جیسے والدین کی محبت اولاد کے ساتھ۔

کبھی محبت کی وجہ رشتہ ازدواج اور دین کی فقاہت اور سمجھ سے ہوتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

کبھی محبت کی وجہ قدیمۃ الاسلام ہونا ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات اسلام میں قربانیاں بھی ہوتی ہیں۔ بہر حال ابوبکر صدیقؓ سے محبت کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ وَالْأَعْمَشِ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ صُهْبَانَ وَابْنِ أَبِي لَيْلَى وَكَثِيرٍ النَّوَّاءِ كُلِّهِمْ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى لَيَرَاهُمْ مَنْ تَحْتَهُمْ كَمَا تَرَوْنَ النَّجْمَ الطَّالِعَ فِي أُفُقِ السَّمَاءِ وَإِنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ مِنْهُمْ وَأَنْعَمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

قتیبہ، محمد بن فضیل، سالم بن ابی حفصہ واعمش وعبداللہ بن صہبان وابن ابی لیلی وکثیر النواء، عطیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں اعلیٰ درجات والوں کو ادنیٰ درجات والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم لوگ آسمان کے کنارے پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہی بلند درجات والوں میں سے ہیں اور کیا خوب ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور یہ حدیث عطیہ عن ابی سعید سے بھی مروی ہے۔

تشریح: ''ای مقامھم ومنزلتھم فی غایۃ من العلو والارتفاع'' یعنی وہ مقام ومنزل جو انتہاء درجہ کی بلندی پر واقع ہے جہاں نیک بندوں کی ارواح ہوتی ہیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ علیین ایک دفتر کا نام ہے جہاں نیک لوگوں کے اعمال پہنچائے جاتے ہیں نیز ''علیین'' جنت کے درجوں سے ایسا اونچا درجہ ہے جیسے آسمان زمین سے اونچا ہے اور علیین والے دوسرے جنتیوں کو ایسے نظر آئیں گے جیسے زمین والوں کو تارے نظر آتے ہیں اور وہ جنت والے آپس میں ایک دوسرے کو دکھائیں گے کہ دیکھو وہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں چونکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تمام علیین والے مومنوں سے افضل ہوں گے جب یہ جنت کے نچلے درجات کی طرف جھانکیں گے تو نیچے کے درجات میں ایسی چاندنی پھیل جائے گی جیسے زمین پر چودھویں رات کے چاند سے پھیلتی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي الشَّوَارِبِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي الْمُعَلَّى عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ يَوْمًا فَقَالَ إِنَّ رَجُلًا خَيَّرَهُ رَبُّهُ بَيْنَ أَنْ يَعِيشَ فِي الدُّنْيَا مَا شَاءَ أَنْ يَعِيشَ وَيَأْكُلَ فِي الدُّنْيَا مَا شَاءَ أَنْ يَأْكُلَ وَبَيْنَ لِقَاءِ رَبِّهِ فَاخْتَارَ لِقَاءَ رَبِّهِ قَالَ فَبَكَى أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَعْجَبُونَ مِنْ هَذَا الشَّيْخِ إِذْ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا صَالِحًا خَيَّرَهُ رَبُّهُ بَيْنَ الدُّنْيَا وَلِقَاءِ رَبِّهِ فَاخْتَارَ لِقَاءَ رَبِّهِ قَالَ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَهُمْ بِمَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بَلْ نَفْدِيكَ بِآبَائِنَا وَأَمْوَالِنَا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنَ النَّاسِ أَحَدٌ أَمَنَّ إِلَيْنَا فِي صُحْبَتِهِ وَذَاتِ يَدِهِ مِنْ ابْنِ أَبِي قُحَافَةَ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ ابْنَ أَبِي قُحَافَةَ خَلِيلًا وَلَكِنْ وُدٌّ وَإِخَاءُ إِيمَانٍ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ هَذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِإِسْنَادٍ غَيْرِ هَذَا وَمَعْنَى قَوْلِهِ أَمَنَّ إِلَيْنَا يَعْنِي أَمَنَّ عَلَيْنَا

حضرت ابن ابی معلیٰ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو اختیار دیا کہ جتنی مدت اس کا دل چاہے دنیا میں رہے اور جو جی چاہے کھائے پیئے یا پھر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کو اختیار کرلے۔ چنانچہ اس نے اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو اختیار کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے۔ صحابہ کرامؓ کہنے لگے کہ اس شیخ (یعنی ابوبکرؓ) پر تعجب ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک نیک آدمی کا قصہ بیان کررہے ہیں اسے اس کے رب نے دنیا میں رہنے اور اپنے رب سے ملاقات کے درمیان اختیار دیا تو اس نے اپنے پروردگار سے ملنے کو اختیار کرلیا راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ اس بات کو جانتے اور سمجھتے تھے جو بات نبی کریمؐ ارشاد فرماتے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر اپنے اباء واجداد اور اپنے اموال قربان کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابن ابی قحافہ (یعنی ابوبکرؓ) سے زیادہ ہم پر احسان کرنے والا، مال خرچ کرنے والا اور بخوبی دوستی کے حقوق ادا کرنے والا کوئی نہیں۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) اگر میں کسی کو دوست بناتا تو اسی (یعنی ابوبکرؓ) کو دوست بناتا لیکن بڑی دوستی اور برادری ایمان کی ہے۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمائی۔ پھر فرمایا کہ جان لو کہ تمہارا دوست (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اس باب میں حضرت ابوسعیدؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے اور ابوعوانہ سے بھی منقول ہے۔ عبد الملک بن عمیر سے اسی سند سے نقل کرتے ہیں۔ أَمَنَّ إِلَيْنَا سے مراد یہ ہے کہ بہت احسان کرنے والے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَسَ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ إِنَّ عَبْدًا خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَهُ فَاخْتَارَ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَدَيْنَاكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا قَالَ فَعَجِبْنَا فَقَالَ النَّاسُ انْظُرُوا إِلَى هَذَا الشَّيْخِ يُخْبِرُ رَسُولُ اللَّهِ عَنْ عَبْدٍ خَيَّرَهُ اللَّهُ بَيْنَ أَنْ يُؤْتِيَهُ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا مَا شَاءَ وَبَيْنَ مَا عِنْدَ اللَّهِ وَهُوَ يَقُولُ فَدَيْنَاكَ بِآبَائِنَا وَأُمَّهَاتِنَا قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ هُوَ الْمُخَيَّرُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ هُوَ أَعْلَمَنَا بِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ لَا تُبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةٌ إِلَّا خَوْخَةُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ منبر پر تشریف فرما ہونے کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو ختیار دیا کہ چاہے تو دنیاوی زندگی کی زینت کو اختیار کر لے اور اگر چاہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہونے والی چیزوں کو ختیار کر لے۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ ہم اپنے آباء اور امہات کو آپ ﷺ پر قربان کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم ان کی اس بات پر تعجب کرنے لگے اور لوگ کہنے لگے کہ اس شیخ کو دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ ایک آدمی کے متعلق بتا رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے دنیاوی اور اخروی زندگی میں سے ایک چیز اختیار کرنے کے لئے کہا اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان۔ چنانچہ (حقیقت) میں اختیار رسول اللہ ﷺ ہی کو دیا گیا تھا اور حضرت ابوبکرؓ ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ دوستی کا حق ادا کرنے والے اور سب سے زیادہ مال خرچ کرنے والے ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا تو یقیناً ابوبکرؓ اس کے مستحق تھے لیکن اسلام کی اخوت ہی کافی ہے۔ (سنو) مسجد میں ابوبکرؓ کی کھڑکی کے علاوہ کوئی کھڑکی نہ رہے۔ (اسے مراد وہ کھڑکیاں ہیں جو لوگوں نے مسجد میں آنے جانے کیلئے بنائی ہوئی تھیں یہ مسجد میں کھلتی تھیں۔) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مسجد نبوی کے ساتھ جو دروازے تھے شروع میں ان کی کھڑکی یا چھوٹا سا دروازہ جو بھی مسجد نبوی کی طرف کھلتا تھا نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے یہ اعلان فرمایا کہ مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے تمام خوخے بند کر دیے جائیں البتہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خوخہ باقی رکھا جائے۔ تا کہ وہ مسجد میں آسکیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں اس بات میں حضرت ابوبکر صدیق کی عظمت و بزرگی اور بلند مقام کا اظہار تو ہے ہی اس سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ میرے بعد زمامِ خلافت صدیق اکبرؓ کے پاس ہوگی۔ یہی میرے خلیفہ اول اور پہلے جانشین ہوں گے ان کی اس خلافت پر گویا کسی کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے جب ان خوخات کی بندش کا حکم دیا گیا تو بعض محترم صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ ہمیں بھی مسجد نبوی میں ایک کھڑکی کھولنے کی اجازت عنایت فرمائیں نبی کریم ﷺ نے انہیں ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ حکم اپنی طرف سے نہیں دیا ہے اللہ جل

جلالہ۔نے یہ حکم دیا ہے جسے میں نے آپ حضرات تک پہنچا دیا ہے اس لئے اس حکم میں ذرا برابر بھی تبدیلی اور ردو بدل نہیں ہو سکتا اس پر صحابہ کرامؓ نے اصرار کرنا چھوڑ دیا۔

روایات میں تعارض: ایک روایت حضرت جابر بن سمرةؓ کی ہے کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا سوائے حضرت علیؓ کے گھر کے دروازے کے اسے کھلا رہنے دیا یہ بات صحیح روایات سے ثابت ہے۔جبکہ اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں آیا اور اس حدیث میں حضرت علیؓ کا ذکر نہیں آیا تو بظاہر دونوں روایات میں تعارض ہے۔

جواب: ابن جوزیؒ نے حضرت علیؓ سے متعلق حدیث کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ روافض نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلاف یہ حدیثیں گھڑی ہیں اس لئے یہ موضوع روایات ہیں ان کا کوئی اعتبار نہیں۔لیکن ابن جوزیؒ کی بات ٹھیک نہیں کیونکہ حضرت علیؓ کے دروازے کو مسجد نبوی میں کھلا رہنے دیا گیا یہ روایات حافظ ابن حجرؒ نے بھی نقل کی ہیں اور انہوں نے بہترین تطبیق بھی دی ہے

اول: دروازے بند کرنے کا حکم دو مرتبہ دیا گیا۔ابتدا میں جب مسجد نئی نئی بنی تھی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ میرے دروازے کے علاوہ مسجد نبوی میں کھلنے والے تمام دروازے بند کر دیے جائیں صرف حضرت علیؓ کا دروازہ برقرار رہے کیونکہ ان کا صرف ایک ہی دروازہ ہے جو مسجد نبوی کے اندر کھلتا ہے چنانچہ اس حکم کے بعد تمام دروازے،حضرت علیؓ کے دروازے کے علاوہ بند کر دیے گئے اس کے بعد صحابہ کرامؓ نے چھوٹی کھڑکیاں کھول دیں ان کے ذریعے سے وہ مسجد میں آتے تھے اور ان کھڑکیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں موجود ہیں یا نہیں۔

ثانی: پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات سے چند دن قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کھڑکی کے سوا سب کو بند کرنے کا حکم دیا جس کا ذکر حدیث الباب میں موجود ہے لہٰذا حضرت علیؓ کا واقعہ پہلے کا ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ والا واقعہ اخیر زمانہ کا ہے۔اس تفصیل سے ان دونوں روایات میں تعارض نہیں ہوگا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مَحْبُوبُ بْنُ مُحْرِزٍ الْقَوَارِيرِيُّ عَنْ دَاوُدَ بْنِ يَزِيدَ الْأَوْدِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا يَدٌ إِلَّا وَقَدْ كَافَيْنَاهُ مَا خَلَا أَبَا بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا يَدًا يُكَافِيهِ اللهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ أَبِي بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا لَاتَّخَذْتُ

علی بن حسن کوفی، محبوب بن محرز قواریری، داؤد بن یزید اودی، یزید اودی، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں مگر یہ کہ ہم نے اس کا بدلہ دے دیا ہے ابوبکرؓ کے علاوہ کہ ان کا ہم پر احسان ہے اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن اس کو اس احسان کا بدلہ دیں گے۔مجھے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مال کے علاوہ کسی کے مال نے اتنا فائدہ نہیں پہنچایا۔اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو بناتا۔

أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا أَلَا وَإِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيلُ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

جان لو کہ تمہارا ساتھی (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے دوست ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: قولہ یَدٌ: ''ای عطاء وانعام'' ید سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جا سکے اس اعتبار سے یہ لفظ مال و دولت جان اور آل اولاد سب کو شامل ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ اور رسول کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تن من دھن سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا تھا نیز اسی وجہ سے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے دنیا میں سب کے احسانات کا بدلہ چکا دیا سوائے ابوبکر کے، ابوبکر کے احسانات کا بدلہ قیامت میں اللہ ہی چکائیں گے۔ اس ارشاد گرامی کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس عظیم سلوک کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جو انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کافروں سے خرید کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کی راہ میں آزاد کر دینے کی صورت میں کیا تھا۔

وَمَا نَفَعَنِي مَالُ أَحَدٍ قَطُّ: مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع پہنچایا۔ اس کی سب سے بڑی دلیل وہ واقعہ بھی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مالی امداد و تعاون کیلئے کہا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا اثاثہ و سامان سمیٹ کر لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور گھر والوں کے لئے صرف اللہ اور رسول کا نام چھوڑا اسی طرح حضرت ابوبکر کی محبوب خواہشات میں سے ایک خواہش یہ بھی تھی انفاق مالی علی رسول اللہ کہ مال میرا ہو ضروریات نبی کی ہوں خرچ کرتا رہوں۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيٍّ وَهُوَ ابْنُ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتَدُوا بِالَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ ابْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَوْلًى لِرِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حسن ابن صباح بزاز، سفیان بن عیینہ، زائدہ، عبدالملک بن عمیر، ربعی بن حراش، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرو۔ اس باب میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ سفیان ثوری اسے عبدالملک بن عمیر وہ ربعی کے مولیٰ وہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ نَحْوَهُ وَكَانَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ يُدَلِّسُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَرُبَّمَا ذَكَرَهُ عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ

پھر احمد بن منیع اور کئی حضرات بھی سفیان بن عیینہ اور وہ عبدالملک بن عمیر سے یہ حدیث اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ سفیان بن عیینہ اس حدیث میں کبھی تدلیس بھی کرتے تھے۔ چنانچہ کبھی زائدہ کے واسطے سے عبدالملک بن عمیر

الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ وَرُبَّمَا لَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ زَائِدَةَ وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلَى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ أَيْضًا عَنْ رِبْعِيٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَاهُ سَالِمٌ الْأَنْعُمِيُّ كُوفِيٌّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ

سے اور کبھی زائدہ کا ذکر کیے بغیر ان سے نقل کرتے تھے۔ اور یہ حدیث ابراہیم بن سعد بھی سفیان ثوری وہ عبدالملک بن عمیر سے وہ ربعی کے مولیٰ ہلال وہ ربعی وہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ اور یہ حدیث حضرت ربعی سے اور وہ حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں اور یہی حدیث سالم انعمی کوفی سے اور وہ ربعی بن حراش سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سَالِمٍ أَبِي الْعَلَاءِ الْمُرَادِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ هَرِمٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَا بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ

سعید بن یحییٰ بن سعید اموی، وکیع، سالم ابوالعلاء مرادی، عمرو بن ہرم، ربعی بن حراش، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے نہیں معلوم کہ کب تک میں تم لوگوں میں ہوں۔ لہٰذا تم لوگ میرے بعد ان دو شخصوں کی پیروی کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر (رضی اللہ عنہ) اور عمر (رضی اللہ عنہ) کی طرف اشارہ فرمایا۔

تشریح: سند پر کلام: یہاں دو سندیں ہیں ایک سفیان بن عیینہ کی اور دوسری سفیان ثوری کی۔ ان دونوں سندوں میں فرق یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ عبدالملک اور ربعی کے درمیان واسطہ ہلال کا بیان نہیں کرتے جبکہ سفیان ثوری اس واسطہ کو ذکر کرتے ہیں۔

اور ابن عیینہ جس طرح حسن بن صباح سے روایت کرتے ہیں اسی طرح احمد بن منیع سے روایت کرتے ہیں یعنی زائدہ کا ذکر کرتے ہیں مگر ابن عیینہ اس سند میں تدلیس کیا کرتے تھے یعنی استاد کا نام چھوڑ دیا کرتے تھے کبھی زائدہ کا ذکر کرتے تھے اور کبھی نہیں کرتے تھے۔ پھر آگے ثوری کی سند بیان کی ان سے روایت کرنے والے ابراہیم بن سعد ہیں اور وہ ہلال کا واسطہ بڑھاتے ہیں

باب

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقَّرِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ

علی بن حجر، ولید بن محمد موقری، زہری، علی بن حسین، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ابوبکر اور عمر رضی

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَالْوَلِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْمُوَقَّرِيُّ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَلِيٍّ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ الْعَبْدِيُّ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ ذَكَرَ دَاوُدُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ لَا تُخْبِرْهُمَا يَا عَلِيُّ

اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے ادھیڑ عمر لوگوں کے سردار ہیں۔ پچھلے لوگ ہوں یا آنے والے (یعنی تمام لوگوں کے) البتہ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ۔ اے علی! ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ ولید بن محمد موقری ضعیف ہیں، لیکن یہ حدیث اور سند سے بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔ اس باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

حسن بن صباح بزار، محمد بن کثیر، اوزاعی، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق فرمایا کہ یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے علاوہ جنت کے تمام ادھیڑ عمر پچھلے اور اگلے لوگوں کے سردار ہیں۔ اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم انہیں اس کی خبر نہ دینا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

یعقوب بن ابراہیم دورقی، سفیان بن عیینہ، داؤد، شعبی، حارث، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہوں گے۔ اے علی! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم انہیں مت بتانا۔

تشریح: **كُهُولِ:** "الکہل" کی جمع ہے۔ "الکہل" جوانی اور بڑھاپے کے اس درمیانی زمانے کو کہا جاتا ہے جو تیس سال سے پچاس سال تک ہو چونکہ جنت میں کوئی بوڑھا نہیں ہوگا بلکہ سارے تیس یا تینتیس سالہ جوان ہوں گے اس لئے اَدھیڑ عمر سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس عمر میں اس دنیا سے فوت ہوئے اور وہ جنتی تھے ان سب کے سردار حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہوں گے۔

الْأَوَّلِينَ: سے مراد گزشتہ امتوں کے لوگ ہیں جن میں اصحاب کہف اور فرعون کے زمانے میں ایمان لانے والے شامل ہیں۔

وَالْآخِرِينَ: اس سے مراد امت محمدیہ کے لوگ ہیں جن میں تمام اولیاء اللہ اور شہداء بھی شامل ہیں۔

النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ: سوائے انبیاء اور رسولوں کے اس قید سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے نبیوں، رسولوں کا بھی استثناء ہو گیا کیونکہ غیر نبی، نبی ورسول سے افضل نہیں ہوسکتا۔

باب

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَلَسْتُ أَوَّلَ مَنْ أَسْلَمَ أَلَسْتُ صَاحِبَ كَذَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ قَد[رَوَاهُ بَعْضُهُمْ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَهٰذَا أَصَحُّ حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ فَذَكَرَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَهٰذَا أَصَحُّ

ابوسعید اشج، عقبہ بن خالد، شعبہ، جریری، ابونضر ہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا میں لوگوں سے زیادہ اس کا مستحق نہیں (یعنی خلافت)، کیا میں پہلا اسلام لانے والا نہیں۔ کیا مجھے فلاں فلاں فضیلتیں حاصل نہیں۔ یہ حدیث بعض حضرات شعبہ سے وہ جریری سے اور وہ ابونضر ہ سے نقل کرتے ہیں اور یہ زیادہ صحیح ہے۔ محمد بن بشار اس حدیث کو عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ شعبہ سے وہ جریری سے اور وہ ابونضر ہ سے اسی کے معنی حدیث نقل کرتے ہیں۔ ابوبکر فرماتے ہیں کہ اس طرح ان کو ذکر کیا گیا اور انہوں نے ابوسعید کا ذکر نہیں کیا۔ اور یہی اصح ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی چند خصوصیات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں ہی لوگوں میں سب سے زیادہ خلافت کا اہل اور مستحق ہوں میں نے مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور میں ہی آپ ﷺ کا ہجرت کا ساتھی ہوں۔ غار ثور کا ساتھی ہوں یہ یہ فضیلتیں مجھے حاصل ہیں لہٰذا خلافت کا استحقاق بھی مجھ ہی کو ہونا چاہیے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی دو سندیں ہیں ایک امام شعبہؒ کے شاگرد عقبہ بن خالد انہوں نے سند کے آخیر میں حضرت ابوسعید خدریؓ کا ذکر کیا ہے۔ دوسری سند امام شعبہ کے شاگرد عبدالرحمن بن مہدی کی ہے اور یہ اپنی سند مالک بن قطعہ تک روک دیتے ہیں ان کا حضرت ابوبکر سے لقاء وسماع نہیں پس یہ سند مرسل ہے۔ اور اسی سند کو امام ترمذیؒ نے اصح کہا ہے۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔

باب

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَطِيَّةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ

محمود بن غیلان، ابوداود، حکم بن عطیہ، ثابت، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب انصار ومہاجرین صحابہ کی طرف تشریف لاتے اور وہ بشمول ابوبکر وعمر بیٹھے ہوئے

يَخْرُجُ عَلَى أَصْحَابِهِ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَهُمْ جُلُوسٌ وَ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَلَا يَرْفَعُ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنْهُمْ بَصَرَهُ إِلَّا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَنْظُرَانِ إِلَيْهِ وَيَنْظُرُ إِلَيْهِمَا وَيَتَبَسَّمَانِ إِلَيْهِ وَيَتَبَسَّمُ إِلَيْهِمَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي الْحَكَمِ بْنِ عَطِيَّةَ

ہوتے تو کسی کو (آپ کی عظمت و رعب کی وجہ سے) ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے۔ ہاں البتہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں آپ کی طرف دیکھتے اور مسکراتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں دیکھ کر مسکرایا کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حکم بن عطیہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ بعض محدثین نے حکم بن عطیہ کے بارے میں کلام کیا ہے

تشریح: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرامؓ کی جماعت میں تشریف لے جاتے تو ان صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ بھی موجود ہوتے کوئی صحابی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لگاتار نہ دیکھ سکتا لیکن حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو دیکھتے اور تبسم فرماتے۔ یہ حدیث حضرات شیخین کی ایک اہم خصوصیت پر محمول ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ بْنِ مُجَالِدٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أُمَيَّةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ ذَاتَ يَوْمٍ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ أَحَدُهُمَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ وَهُوَ آخِذٌ بِأَيْدِيهِمَا وَقَالَ هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَسَعِيدُ بْنُ مَسْلَمَةَ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِالْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

عمر بن اسماعیل بن مجالد بن سعید، سعید بن مسلمہ، اسماعیل بن امیہ، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں اس طرح داخل ہوئے کہ آپ کی دائیں طرف ابوبکر تھے اور بائیں طرف عمر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ سعید بن مسلمہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں۔ یہ اس کے علاوہ اور سند بھی منقول ہے۔ اس میں نافع ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی ایک اور خصوصیت کا ذکر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت ابوبکر صدیق و عمرؓ میرے ساتھ قبروں سے اس طرح اٹھیں گے کہ میری دائیں جانب حضرت ابوبکر صدیق اور بائیں جانب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ

یوسف بن موسیٰ قطعان بغدادی، مالک بن اسماعیل، منصور بن

حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ مَنْصُورِ بْنِ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ حَدَّثَنِي كَثِيرٌ أَبُو إِسْمَعِيلَ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأَبِي بَكْرٍ أَنْتَ صَاحِبِي عَلَى الْحَوْضِ وَصَاحِبِي فِي الْغَارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

ابی اسود، کثیر ابواسماعیل، جمیع بن عمیر تیمی، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے ساتھ غار میں بھی ساتھی تھے لہٰذا تم حوض کوثر پر بھی میرے ساتھ ہی ہوں گے۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں صرف حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خصوصیت کا بیان ہے کہ حضرت صدیق اکبر ؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سفر ہجرت میں غار ثور میں ساتھی بنے تھے۔ اس سفر میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ اسی وجہ سے ''ثانی اثنین اذھما فی الغار اذیقول لصاحبہ'' میں لصاحبہ سے مراد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ آیت حضرت صدیق اکبر ؓ کی رفاقت اور صحابیت پر نص قطعی ہے لہٰذا جو شخص صدیق اکبر ؓ کی صحابیت کا انکار کرے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ اور ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن صدیق اکبر حوض کوثر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ہوں گے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ الْمُطَّلِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ حَنْطَبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ حَنْطَبٍ لَمْ يُدْرِكِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، ابن ابی فدیک، عبدالعزیز بن المطلب، ان کے والد، ان کے دادا، حضرت عبداللہ بن حنطب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ یہ دونوں سمع و بصر ہیں۔ اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ عبداللہ بن حنطب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔

تشریح: هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ: اس کے کئی مطلب ہیں

اول: جس طرح انسانی اعضاء میں سے کان اور آنکھ سب سے عمدہ عضو سمجھے جاتے ہیں اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ ملت اسلامیہ میں سب سے زیادہ شرف وفضیلت رکھتے ہیں گویا دین میں ان کی حیثیت جسم میں آنکھ، کان کی طرح ہے

ثانی: یہ دونوں میرے لئے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں جیسے ہر شخص کو آنکھ، کان پیارے ہوتے ہیں کہ ہر ایک آنکھ، کان کی ہر طرح سے حفاظت کرتا ہے ایسے ہی یہ دونوں مجھے بہت پیارے ہیں گویا یہ میرے مطیع فرمانبردار وزیر اور میرے نائب یا میرے وکیل و مشیر ہیں

ثالث: کائنات میں غور کر کے حق کا مشاہدہ کرنے اور حق بات سننے میں یہ دونوں حریص ہیں رابع: یہ دونوں مسلمانوں کے کان

وآنکھیں ہیں جیسے انسان کان وآنکھ کے بغیر نہ کچھ دیکھ سکتا ہے نہ سن سکتا ہے ایسے ہی مسلمان ان دونوں کا دامن چھوڑ کر نہ راہِ ہدایت دیکھ سکتے ہیں نہ قرآن وحدیث کی بات سن سکتے ہیں **خامس:** یہ دونوں دین اسلام کی آنکھیں اور کان ہیں جیسے جسم کی تکمیل کان، آنکھ سے ہوتی ہے ایسے ہی دین کی تکمیل ان دونوں حضرات سے ہے لہٰذا قرآن وحدیث ان (ابوبکر وعمر) کے ذریعہ سے سمجھو **سادس:** یہ دونوں سراپا آنکھ وکان ہیں جیسے آنکھ دیکھنے سے اور کان سننے سے سیر نہیں ہوتے ایسے ہی یہ دونوں مجھے دیکھنے، مجھے سننے سے کبھی سیر نہیں ہوتے۔ (مرقاۃ اشعۃ اللمعات)

رہی یہ بات کہ سماعت افضل ہے یا بصارت۔ قرآنی آیات سماعت کی افضلیت پر دال ہیں کیونکہ قرآنی آیات میں سماعت کو بصارت پر مقدم کیا گیا ہے کما فی القرآن ''وجعل لکم السمع والبصر، الفضل للمتقدم'' کے پیش نظر سماعت بصارت سے افضل ہے کیونکہ بصارت کے بغیر علم حاصل کیا جا سکتا ہے جبکہ سماعت کے بغیر علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔
حدیث الباب میں بھی سماعت کو بصارت پر مقدم کیا گیا ہے لہٰذا حدیث الباب بھی سماعت کے بصارت پر افضل ہونے پر دال ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا اَبُوْ مُوْسٰى إِسْحٰقُ بْنُ مُوْسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ هُوَ ابْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَأْمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ لِحَفْصَةَ قُولِي لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ إِذَا قَامَ مَقَامَكَ لَمْ يُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُكَاءِ فَأْمُرْ عُمَرَ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَفَعَلَتْ حَفْصَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبُ يُوسُفَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ حَفْصَةُ لِعَائِشَةَ مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَأَبِي مُوسٰى

ابوموسیٰ اسحاق بن موسیٰ انصاری، معن بن عیسیٰ، مالک بن انس، ہشام بن عروہ، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ لوگوں کی نماز کی امامت کریں، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو رونے کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا سکیں گے۔ لہٰذا عمر کو حکم دیدیجئے کہ امامت کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ اس مرتبہ حضرت عائشہؓ نے حفصہؓ سے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ ابوبکر لوگوں کو رونے کے علاوہ اور کچھ نہیں سنا سکیں گے۔ حفصہؓ نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عورتوں نے یوسف علیہ السلام (کو قید خانہ جانے پر مجبور کر دیا) اور ابوبکر کو حکم دو کہ نماز پڑھائیں۔ پھر حفصہ عائشہؓ سے کہنے لگیں کہ تم سے مجھے کبھی خیر نہیں پہنچی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔
اور اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود ابوموسیٰ ابن عباس

وَابْنِ عَبَّاسٍ وَسَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ اور سالم بن عبید سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ کی وفات والی بیماری اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۲۹ صفر ۱۱ ہجری بروز دوشنبہ آپ ﷺ بقیع میں تشریف لے گئے واپسی پر راستے میں دردسر شروع ہوا اسی درد میں آپ ﷺ کی مرض وفات کا آغاز ہوا آپ ﷺ نے اسی حالت میں گیارہ دن نماز پڑھائی مرض کی کل مدت ۱۳ یا ۱۴ دن تھی وفات سے چار دن پہلے تک آپ ہی نماز پڑھاتے رہے آخری دن مغرب کی نماز پڑھائی عشاء کی نماز کے لئے تین مرتبہ لگن میں غسل کے بعد بھی افاقہ نہ ہوا غشی طاری ہوگئی جب افاقہ ہوا تو دریافت کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ بہرحال جب ہر مرتبہ اٹھنے کا ارادہ فرماتے تو غشی طاری ہو جاتی بالآخر آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو کہلوایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں چنانچہ ان ایام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

اس مقام پر حضرت عائشہؓ نے تین چار مرتبہ گفتگو کی کہ امامت کا کام حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بجائے حضرت عمرؓ کو سونپا جائے اس کی مزید وضاحت سے پہلے حدیث کے جملوں کی وضاحت دیکھ لیں۔

إِنَّكُنَّ لَأَنْتُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ: اس میں خطاب کی ضمیر جمع کی ہے۔ لیکن اس سے مراد صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ صواحب کا لفظ جمع ہے اور مراد اس سے زلیخا ہیں اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے حضرت عائشہ صدیقہ و حضرت رضی اللہ عنہما کو حضرت یوسف علیہ السلام کی عورتوں یعنی زلیخا کے ساتھ تشبیہ دی۔

سوال: تشبیہ کس چیز میں ہے؟

جواب: تشبیہ اس چیز میں ہے کہ بظاہر کہا کچھ جارہا ہے اور دل میں کچھ اور ہے جیسے دیکھیے کہ زلیخا نے بظاہر عورتوں کو کھانے کی دعوت دی اور ان کی مہمان نوازی کی لیکن ان کے دل میں یہ بات تھی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھیں اور مجھے اس کے ساتھ محبت کرنے میں معذور قرار دیں اسی طرح یہاں پر حضرت عائشہؓ کے ذہن میں کچھ اور بات تھی اور ظاہر میں انہوں نے دوسری بات کہی۔ بظاہر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے امام نہ بنانے کا کہہ رہی ہیں کہ ان کی نماز میں قرات نمازیوں تک نہیں پہنچے گی کیونکہ وہ نماز میں روتے بہت ہیں اور دل میں یہ بات تھی کہ اگر آپ ﷺ اسی بیماری میں وفات پا گئے جس میں صدیق اکبر آپ ﷺ کی جگہ پر امامت کرائیں تو لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں بدفالی لیں گے اس لئے حضرت عائشہؓ نے زبان سے دوسری بات کہی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہی بات حضرت حفصہؓ کے ذریعے سے وہاں پہنچائی آپ ﷺ اس جملہ کے ذریعے سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو ڈانٹ رہے ہیں کہ تم مجھے اپنے مقصد میں اس طرح پھسلا رہی ہو جس طرح زلیخا اور اس کی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو پھسلانے کی کوشش کی وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو سمجھانے لگیں کہ تم اپنی مالکہ کی بات مان لو ان کے مقصد کو پورا کرو بظاہر وہ بھی یہ بات کر رہی تھیں لیکن ان کے دل میں بھی حضرت یوسف سما چکے تھے اسی طرح اے عائشہؓ تم لوگ بھی مجھے بظاہر ایک بات کہہ رہی ہو جبکہ تمہارے دل میں بھی بات دوسری ہے۔

انکن، انتن، صواحب یہ تینوں صیغے جمع کے ہیں لیکن بسا اوقات جمع کا صیغہ دو پر بولا جاتا ہے بظاہر انکن اور انتن میں مخاطب حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ ہیں لیکن مراد اس سے حضرت عائشہؓ ہی ہیں۔ اور کبھی جمع کا صیغہ تعظیم کی وجہ سے بھی بولا جاتا ہے لہٰذا

صواحب سے زلیخا مراد ہو تو تعظیما جمع کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا ہے اور اگر زلیخا کے ساتھ عورتیں بھی ہوں تو اس صورت میں جمع کا لفظ اپنے حقیقی معنی میں ہوگا۔

مَا كُنْتُ لِأُصِيبَ مِنْكِ خَيْرًا: حضرت حفصہؓ کو جب آپ ﷺ نے فرمایا انکن لا نتن صواحب یوسف تو پھر حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ مجھے تم سے کوئی خیر نہیں پہنچی ایک بار شہد والے معاملہ میں ڈانٹ پڑی اور دوسری بار اسی معاملے میں جس پر اس لئے حضرت حفصہ یوں فرما رہی ہیں۔ کہ مجھے تم سے خیر کی امید نہیں۔

حافظ ابن جوزؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تین بار کے بعد جواب نہیں دیتے تھے یہاں پر حضرت حفصہؓ نے تیسری مرتبہ آپ ﷺ سے امامت کے متعلق جب بات کی تو آپ نے ان پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرمایا ''انکن لا نتن صواحب یوسف'' اس پر حضرت حفصہؓ کو حضرت عائشہؓ پر غصہ آیا تو یہ کہنے لگیں مجھے تم سے کوئی خیر نہیں ملی۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ عِيسَى بْنِ مَيْمُونٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَنْبَغِي لِقَوْمٍ فِيهِمْ أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّهُمْ غَيْرُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

نصر بن عبدالرحمن کوفی، احمد بن بشیر، عیسیٰ بن میمون انصاری قاسم بن محمد، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی قوم میں ابوبکر ہوں تو ان کے علاوہ امامت کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں اس بات کے لئے واضح دلیل ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے افضل ہیں جب یہ بات ثابت ہوگئی تو یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت کے اصل مستحق بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی تھے کیونکہ یہ بات مناسب نہیں کہ افضل کی موجودگی میں مفضول کو خلیفہ بنایا جائے۔ (مرقاۃ)

بَابٌ

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ فِي سَبِيلِ اللهِ نُودِيَ فِي الْجَنَّةِ يَا عَبْدَ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کی راہ میں کسی چیز کا جوڑا (یعنی دو درہم یا دو روپے وغیرہ) خرچ کرے گا تو اس کے لئے جنت میں پکارا جائے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ جنت تیرے لئے تیار کی گئی ہے۔ چنانچہ جو شخص نماز بحسن وخوبی خشوع وخضوع کے

اللهِ هٰذَا خَيْرٌ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي مَا عَلَى مَنْ دُعِيَ مِنْ هٰذِهِ الْأَبْوَابِ مِنْ ضَرُورَةٍ فَهَلْ يُدْعَى أَحَدٌ مِنْ تِلْكَ الْأَبْوَابِ كُلِّهَا قَالَ نَعَمْ وَأَرْجُو أَنْ تَكُونَ مِنْهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ساتھ پڑھتا ہے اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا، جہاد کرنے والوں کو جہاد کے دروازے سے صدقہ کرنے والوں کو صدقہ کے دروازے اور روزہ داروں کو روزہ کے دروازے سے پکارا جائے گا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان کسی شخص کا تمام دروازوں سے بلایا جانا ضروری تو نہیں (کیوں کہ ایک دروازے سے بلایا جانا کافی ہے) لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا۔ جسے (بطور اعزاز و اکرام کے) تمام دروازوں سے بلایا جائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں امید کرتا ہوں کہ تم انہی میں ہوگے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مَنْ أَنْفَقَ زَوْجَيْنِ: یہاں زوجین سے مشہور معنی میاں بیوی والا مراد نہیں بلکہ یہاں ایک جنس کی دو چیزیں مراد ہیں مثلاً دو درہم، دو کلو آٹا، دو گائے یا دو بکرے وغیرہ، الگ الگ نوع یعنی ایک درہم اور دوسری کھانے کی چیز یا ایک گائے دوسرا اونٹ مراد نہیں بلکہ ایک نوع مراد ہے۔ ملا علی قاریؒ نے فرمایا زوجین سے مراد بار بار صدقہ یا دن رات میں صدقہ یا علانیہ اور خفیہ صدقہ کرنا ہے۔ جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جانا جنتی کے اعزاز و اکرام کی وجہ سے ہوگا۔ جنت کے مختلف ناموں کے ساتھ مختلف دروازے ہیں۔ یعنی ہر اعمال کے بدلے میں اس کے نام کی مناسبت سے دروازے کا نام ہوگا۔ مثلاً چاشت کی نماز پڑھنے والوں کیلئے باب الضحٰی اور توبہ کرنے والوں کیلئے باب التوبہ ہے۔ باب الریان، ریان کے معنی سیراب کے ہیں چونکہ روزہ دار بھی سیرابی کو شوق سے چاہتا ہے اس لئے اسکے داخل ہونے والے دروازے کا نام ہی ریان رکھ دیا گیا یہ ریان ایسا دروازہ ہے کہ اس میں روزہ دار کو جنت میں پہنچنے سے پہلے شراب طہور پلائی جائیگی تا کہ اسکی پیاس جاتی رہے وغیرہ۔ (مرقاۃ ج ۱ ص ۳۰۱)

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْبَزَّازُ الْبَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ أَمَرَنَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَتَصَدَّقَ فَوَافَقَ ذٰلِكَ عِنْدِي مَالًا فَقُلْتُ الْيَوْمَ أَسْبِقُ أَبَا بَكْرٍ إِنْ سَبَقْتُهُ يَوْمًا قَالَ فَجِئْتُ بِنِصْفِ مَالِي فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ قُلْتُ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا۔ اتفاق سے ان دنوں میرے پاس مال بھی تھا۔ میں سوچنے لگا کہ میں اگر ابوبکر پر سبقت لے سکتا ہوں تو آج لے جاؤں گا حضرت عمر فرماتے ہیں چنانچہ میں اپنا آدھا مال لے کر حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا اتنا ہی جتنا ساتھ لایا ہوں۔ پھر ابوبکر صدیقؓ آئے تو سب کچھ لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

مِثْلَهُ وَأَتَى أَبُو بَكْرٍ بِكُلِّ مَا عِنْدَهُ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا أَبْقَيْتَ لِأَهْلِكَ فَقَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ قُلْتُ لَا أَسْبِقُهُ إِلَى شَيْءٍ أَبَدًا قَالَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

نے پوچھا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول (حضرت عمر کہتے ہیں) اس پر میں نے کہا میں کبھی ان (ابوبکر) پر سبقت حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خیر کے کاموں میں دیگر تمام صحابہ کرامؓ سے بڑھ جانے کا ذکر ہے۔ مذکورہ حدیث شریف میں ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے مدد کرنے کا اعلان فرمایا تو اس میں بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ آگے بڑھ گئے مشہور واقعہ ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا ''لا اسبقه الی شیئ ابدا''۔

حدیث الباب میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی کل مالیت کا آدھا حصہ لے آئے شاید وہ مالیت مقدار کے لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مال واسباب سے زیادہ تھا لیکن اس اعتبار سے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا آدھا مال تو گھر والوں کے لئے چھوڑ آئے تھے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر والوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑ آئے تھے تو اللہ کے نبی نے سوال کا انداز بھی عجیب اختیار فرمایا کہ یہ نہیں پوچھا کتنا لائے ہو بلکہ یہ پوچھا گھر کیا چھوڑ آئے ہو تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا سب کچھ لایا ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر کا آدھا لے آئے اس بات کے پیش نظر افضلیت کا مقام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہوا۔

قَالَ أَبْقَيْتُ لَهُمُ اللهَ وَرَسُولَهُ: گویا اس جواب کے ذریعے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اس یقین کا اظہار کیا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا و خوشنودی ہی میرے اور میرے اہل و عیال کے لئے بڑا سرمایہ ہے اور اس کے مقابلے میں دنیا کی جمع پونجی کچھ حیثیت نہیں رکھتی اس لئے میں سارا کچھ لے آیا ہوں یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب لے آیا ہوں گھر میں اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان اس کی رزاقیت اور اس کے رسول کی مدد و اعانت چھوڑ آیا ہوں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جب اس ایثار کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ میں کبھی بھی ان سے سبقت حاصل نہیں کر سکا اور نہ کر سکتا ہوں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ أَنَّ أَبَا جُبَيْرِ بْنَ مُطْعِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ امْرَأَةً أَتَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَلَّمَتْهُ فِي شَيْءٍ وَأَمَرَهَا بِأَمْرٍ فَقَالَتْ أَرَأَيْتَ يَا رَسُولَ

عبد بن حمید، یعقوب بن ابراہیم بن سعد، ان کے والد، محمد بن جبیر بن مطعم، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کسی چیز کے بارے میں (تعاون کی) بات کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے (کوئی چیز دینے کا) حکم دیا۔ وہ کہنے لگی یا رسول اللہ! اگر میں دوبارہ حاضر ہونے پر

اللّٰهِ إِنْ لَمْ أَجِدْكَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدِينِي فَأْتِي أَبَا بَكْرٍ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایسا ہو تو تم ابوبکر کے پاس جانا یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا ثبوت ہے۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس عورت کیلئے (کوئی وعدہ کیا تو اس عورت نے پوچھا اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر کے پاس آ جانا۔ حدیث الباب بھی گویا صریح نص ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے۔

ملا علی قاریؒ نے حضرت سہل ابن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اونٹ اس وعدے پر بیچے کہ ان کی قیمت بعد میں لے لے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس اعرابی سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر پوچھو کہ اونٹوں کی قیمت لینے کے لئے اگر میں اس وقت آیا کہ آپ اس دنیا میں موجود نہ ہوں تو پھر قیمت کی ادائیگی کون کریگا؟ اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر تمہیں قیمت ادا کریں گے تو وہ اعرابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت علی نے اسی طرح پھر بھیجا کہ جاؤ اور پوچھو کہ ابوبکر نہ ہوئے تو کون دے گا؟ اس اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ دے گا پھر وہ اعرابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ پوچھو عمر نہ ہوئے تو کون دے گا؟؟ اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر پھر پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ دے گا اور پھر وہ اعرابی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاں آیا انہوں نے اس شخص کو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اگر حضرت عثمان موجود نہ ہوں تو پھر۔ اس شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابوبکر فوت ہو جائیں گے عمر فوت ہو جائیں گے عثمان فوت ہو جائیں گے تو پھر تم ہی زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۸۴) اس حدیث سے خلافت کی ترتیب کی طرف اشارہ ہو گیا خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے "من انکر خلافة الصدیق فھو کافر" کما مر۔ بہر حال عام امت کے علماء کا یہ فتویٰ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع ہے چونکہ اجماع کا منکر کافر ہے اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا منکر کافر ہے۔

باب

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ رَاشِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ أَبِي بَكْرٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن حمید، ابراہیم بن مختار، اسحاق بن راشد، زہری، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے سوا تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ اس باب میں حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اسی سند سے غریب ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ يَحْيَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ إِسْحَقَ بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ فَيَوْمَئِذٍ سُمِّيَ عَتِيقًا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَرَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَعْنٍ وَقَالَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی طرف سے دوزخ کی آگ سے آزاد کئے ہو۔ یعنی (عتیق ہو)۔ چنانچہ اس دن سے ان کا نام عتیق پڑ گیا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ بعض حضرات اس حدیث کو معن سے اور وہ موسیٰ بن طلحہ سے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہؓ سے یہ حدیث اسحاق بن طلحہ روایت کرتا ہے یا موسیٰ بن طلحہ اول صرف مقبول راوی ہے اور دوسرا ثقہ راوی ہے۔

عتیق کی ایک وجہ تسمیہ تو حدیث الباب سے واضح ہے دوسری وجہ بعض نے یہ لکھی ہے کہ عتیق چونکہ حسن و جمال شرافت اور صاحب خیر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ اور یہ تمام خوبیاں حضرت ابوبکر صدیقؓ میں موجود تھیں اس وجہ سے ان کو عتیق کہا جاتا تھا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا تَلِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي الْجَحَّافِ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَلَهُ وَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيلُ وَمِيكَائِيلُ وَأَمَّا وَزِيرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو الْجَحَّافِ اسْمُهُ دَاوُدُ بْنُ أَبِي عَوْفٍ وَيُرْوَى عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْجَحَّافِ وَكَانَ مَرْضِيًّا

ابوسعید اشج، تلید بن سلیمان، ابوجحاف، عطیہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے دو وزیر آسمان سے اور دو وزیر زمین والوں سے ہوتے ہیں۔ پس میرے آسمانی وزیر جبرائیل و میکائیل علیہما السلام ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے وزیر ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوجحاف کا نام داؤد بن ابی عوف ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ابوجحاف پسندیدہ شخص ہیں۔

تشریح: مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ: آسمان والوں سے مراد فرشتے ہیں ان دو فرشتوں میں سے ایک جبرائیلؑ اور دوسرے میکائیلؑ

ہیں یہ دونوں ہر نبی اور رسول کے آسمانی وزیر مقرر ہوتے ہیں انکا کام عالم ملکوت سے اس نبی اور رسول کی امداد و اعانت کرنا ہوتا ہے۔

وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ: دنیا میں رسول کریم ﷺ کے دو وزیر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں ان کا کام بھی اپنے رسول اور نبی کی مدد و نصرت کرنا ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا رَجُلٌ رَاكِبٌ بَقَرَةً إِذْ قَالَتْ لَمْ أُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنْتُ بِذٰلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَمَا هُمَا فِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ

محمود بن غیلان، ابوداود، شعبہ، سعد بن ابراہیم، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک شخص گائے پر سوار ہوا تو وہ کہنے لگی کہ میں سواری کے لئے پیدا نہیں کی گئی مجھے تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابوبکر اور عمر اس بات پر ایمان لائے۔ حضرت ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ وہ دونوں حضرات اس دن وہاں موجود نہیں تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار بھی محمد بن جعفر سے اور وہ شعبہ سے اسی سند سے اسی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو جانور جس کام کے لئے مقرر ہیں ان سے وہی کام لیے جائیں جو جانور جس کام کے لئے موزوں نہیں ان سے غیر موزوں کام نہ لیے جائیں جیسا کہ حدیث الباب میں ایک شخص نے گائے پر سواری کی اور گائے بول پڑی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گائے سواری کے لئے نہیں بلکہ دودھ اور گوشت اور کاشتکاری کے لئے ہے۔

آمَنْتُ بِذٰلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ: مطلب یہ ہے کہ لوگ گائے اور بھیڑیئے کے بولنے پر تعجب کرتے ہیں تو کرنے دو میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ معجزہ ظاہر ہو گیا نیز رسول کریم ﷺ کا اپنے یقین کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے یقین کو جوڑنا یہ انتہائی قرب، قوت ایمانی، اعتماد و اطمینان کی طرف اشارہ ہے اس سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

مَنَاقِبُ أَبِي حَفْصٍ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل میں بہت ساری احادیث منقول ہیں۔ اس باب میں حضرت عمر بن خطاب کے متعلق احادیث بیان کی جائیں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام عمر لقب فاروق اور کنیت ابوحفص، لقب اور کنیت دونوں آپ ﷺ کی طرف سے عطاء کی گئی ہیں۔ نویں پشت میں جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نسب آپ ﷺ سے جا ملتا ہے کعب کے دو بیٹے تھے ایک مرۃ اور ایک عدی۔ آپ رضی اللہ عنہ مرۃ کی اولاد میں سے تھے ان احادیث کے آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش اور وفات ذکر کی جاتی ہے احادیث میں صراحتاً ذکر تو نہیں کی گئی۔

امام نوویؒ کی تحقیق کے مطابق آپ کی ولادت واقعہ فیل سے تیرہ سال بعد ہوئی جیسا کہ علامہ ذہبی نے لکھا ہے بعمر ۱۷ سال اور ۶ نبوی میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض حضرات کے نزدیک عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۵ نبوی میں اسلام لائے اس وقت چالیس مردوں اور گیارہ عورتوں نے اسلام قبول کیا تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِي جَهْلٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ

محمد بن بشار و محمد بن رافع، ابو عامر عقدی، خارجہ بن عبداللہ انصاری، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ ابوجہل اور عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو تقویت پہنچا۔ راوی فرماتے ہیں چنانچہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی اللہ کے نزدیک محبوب نکلے۔ یہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ هُوَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ وقَالَ ابْنُ عُمَرَ مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوا فِيهِ وَقَالَ فِيهِ عُمَرُ أَوْ قَالَ ابْنُ الْخَطَّابِ فِيهِ شَكَّ خَارِجَةُ إِلَّا نَزَلَ فِيهِ الْقُرْآنُ عَلَى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ وَفِي الْبَاب عَنِ الْفَضْلِ بْنِ الْعَبَّاسِ وَأَبِي ذَرٍّ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار، ابو عامر عقدی، خربہ بن عبداللہ انصاری، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل اور زبان پر حق جاری کر دیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ کوئی واقعہ ایسا نہیں جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں نے کوئی رائے دی ہو اور قرآن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی موافقت میں نہ اترا ہو۔ (یعنی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا) ۔ اس باب میں فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابوذر اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: جَعَلَ الْحَقَّ: مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں جو خیالات آتے ہیں شیطانی نہیں ہوتے بلکہ رحمانی ہوتے ہیں اور حق ہوتے ہیں اسی وجہ سے انکی زبان سے حق کا صدور ہوتا ہے گویا اس میں نبوت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان اور دل کی

صداقت اور حقانیت کی تصدیق کی ہے نیز "جعل" اور "وضع" سے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ انکی زبان سے حق کا صدور ہونا ان کی کوشش سے نہیں بلکہ قدرتی وفطرتی امر ہے جو اللہ پاک کی طرف سے ہے جو کبھی زائل نہیں ہوسکتا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنِ النَّضْرِ أَبِي عُمَرَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَبِي جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ فَأَصْبَحَ فَغَدَا عُمَرُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَسْلَمَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُهُمْ فِي النَّضْرِ أَبِي عُمَرَ وَهُوَ يَرْوِي مَنَاكِيرَ

ابوکریب، یونس بن بکیر، نضر ابی عمر، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ اسلام کو ابوجہل ابن ھشام یا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ اسلام کو تقویت پہنچا۔ چنانچہ حضرت عمر دوسری صبح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ بعض محدثین نے نضر ابوعمر کے بارے میں کلام کیا ہے۔ کہ وہ منکر روایت ذکر کرتے ہیں۔

تشریح: اللَّهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ: اے اللہ اسلام کو ابی جہل بن ہشام کے ذریعے یا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے قوت اور نصرت سے عزت دے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ الْوَاسِطِيُّ أَبُو مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمٰنِ ابْنُ أَخِي مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِأَبِي بَكْرٍ يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَمَا إِنَّكَ إِنْ قُلْتَ ذَاكَ فَلَقَدْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ مِنْ عُمَرَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن مثنی، عبداللہ بن داؤد واسطی ابومحمد، عبدالرحمن بن محمد بن منکدر، محمد بن منکدر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام انسانوں سے بہتر! انہوں نے فرمایا تم اس طرح کہہ رہے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر کسی شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور یہ سند قوی نہیں اس باب میں حضرت

وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِذَالِكَ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي الدَّرْدَاء

ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ فضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ہے یا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد عدالت وسیاست میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں جو ایک جزوی فضیلت ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی عبداللہ ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا فیه نظر امام بخاری یہ بات متھم بالکذب کے بارے میں ایسا فرماتے ہیں۔

مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٍ: اس جملہ کی شروحات میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ عدالت اور امور سیاست میں حضرت عمرؓ سے بہتر کوئی نہیں۔

۲۔ یہ حضرت عمرؓ کی جزوی فضیلت ہے جو حضرت ابوبکر کی کلی فضیلت کے منافی نہیں۔

۳۔ بعض نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ سورج کسی ایسے شخص پر طلوع نہیں ہوا جو ابوبکر صدیقؓ کے بعد عمرؓ سے بہتر ہو۔

۴۔ بعض نے کہا کہ اس ارشاد کا مطلب ہے کہ زمانہ مستقبل میں حضرت عمرؓ کو یہ فضیلت حاصل ہوگی کہ ان سے بہتر کوئی نہیں ہوگا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ قَالَ مَا أَظُنُّ رَجُلًا يَنْتَقِصُ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ يُحِبُّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ

محمد بن مثنی، عبداللہ بن داؤد، حماد بن زید، ایوب، حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ میرے خیال میں کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرنے والا شخص ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں تنقیص نہیں کرسکتا یہ حدیث غریب حسن ہے۔

تشریح: محمد ابن سیرین اس حدیث میں حضرت ابوبکر وعمرؓ کی ایک بڑی خصوصیت کا ذکر فرمارہے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت عمرؓ کی شان میں گستاخی نہیں کرسکتا جو سچے دل وایمان سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا ہوگا۔ لہٰذا جو شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے خلاف زبان درازی کرے گا وہ حقیقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں کرتا۔ اور نہ ہی وہ ایمان والا ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا الْمُقْرِئُ عَنْ حَيْوَةَ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

سلمہ بن شبیب، مقری، حیوۃ بن شریح، بکر بن عمرو، مشرح بن ہاعان، حضرت عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتے یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف مشرح بن ہاعان

لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: یعنی بالفرض والمحال اگر میرے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے کیونکہ ان کے دل میں اللہ پاک کی طرف سے بہت زیادہ الہام والقاء ہوتا ہے اس وجہ سے ان کو وحی سے بہت مناسبت ہے چنانچہ قرآن پاک کی تقریباً بائیس یا اٹھائیس آیات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں نازل ہوئی ہیں جیسے پردہ، حرمت شراب، بدر کے قیدیوں کے متعلق وغیرہ وغیرہ۔

باب

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ كَأَنِّي أُتِيتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ فَأَعْطَيْتُ فَضْلِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالُوا فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْعِلْمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، لیث، عقیل، زہری، حمزہ بن عبداللہ بن عمر، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب دیکھا کہ میرے پاس ایک دودھ کا پیالہ لایا گیا میں نے اس میں سے پیا اور باقی عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے دیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر علم ہے یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: أُتِيتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ: "وفی روایۃ اذ رأیت قدحًا اتیت بہ فیہ لبن"۔

قَالَ الْعِلْمَ: علم سے مراد علم دین ہے علماء نے لکھا ہے علم کی صورت مثالیہ عالم بالا میں دودھ ہے اسی لئے اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ وہ دودھ پی رہا ہے تو اسکی تعبیر یہ قرار پائی کہ اس کو علم نافع ملے گا۔ علم اور دودھ کے درمیان وجہ مشابہت یہ بیان کی گئی ہے کہ جس طرح دودھ انسان کی پہلی غذا اور بدن کی اصلاح وتقویت کا بنیادی ذریعہ ہے اس طرح علم الٰہی انسانی روح کی پہلی غذا اور اسکی اصلاح وتقویت کا بنیادی ذریعہ ہے (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۹۷)

اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ علمی خواب چار صورتوں میں واقع ہوتا ہے "الماء واللبن والخمر والعسل" جس نے خواب میں پانی پیا اس کو علم لدنی عطا کیا جاتا ہے اور جس نے خواب میں دودھ پیا اس کو اسرار شریعت کا علم عطا کیا جاتا ہے اور جس شخص نے خواب میں شراب پی اس کو کمالِ علم عطا ہوتا ہے اور جس شخص نے خواب میں شہد پیا تو اس کو بطریق وحی علم عطاء ہوگا۔

اور بعض عارفین نے یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ جنت کی چار نہریں درحقیقت چاروں خلفاء سے عبارت ہیں اور اس اعتبار سے حدیث الباب میں دودھ کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف ہونا زیادہ موزوں ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ فَإِذَا أَنَا بِقَصْرٍ مِنْ

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، حمید، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک سونے کا محل دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کس کے

ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِشَابٍّ مِنْ قُرَيْشٍ فَظَنَنْتُ أَنِّي أَنَا هُوَ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ فَقَالُوا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

لئے ہے؟ کہنے لگے قریش کے ایک نوجوان کے لئے ہے میں سمجھا کہ وہ میں ہی ہوں پس میں نے پوچھا کہ وہ کون ہیں؟ کہنے لگے وہ عمر بن خطابؓ ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عمرؓ کی ایک خصوصیت کا بیان ہے کہ شب معراج میں نبی کریم ﷺ نے جنت میں سونے کا ایک محل دیکھا جو حضرت عمرؓ کے لئے اللہ جل شانہ نے تیار کر رکھا ہے۔

باب

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَبُو عَمَّارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي بُرَيْدَةَ قَالَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَعَا بِلَالًا فَقَالَ يَا بِلَالُ بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ إِلَّا سَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ فَسَمِعْتُ خَشْخَشَتَكَ أَمَامِي فَأَتَيْتُ عَلَى قَصْرٍ مُرَبَّعٍ مُشْرِفٍ مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ فَقَالُوا لِرَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ فَقُلْتُ أَنَا عَرَبِيٌّ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ قُرَيْشٍ قُلْتُ أَنَا قُرَشِيٌّ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِرَجُلٍ مِنْ أُمَّةِ مُحَمَّدٍ قُلْتُ أَنَا مُحَمَّدٌ لِمَنْ هٰذَا الْقَصْرُ قَالُوا لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ بِلَالٌ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا أَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّأْتُ عِنْدَهَا وَرَأَيْتُ أَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِمَا وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَمُعَاذٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ

حضرت بریدہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ نے بلالؓ کو بلایا اور پوچھا کہ اے بلال کیا وجہ ہے کہ تم جنت میں داخل ہونے میں مجھ سے سبقت لے گئے؟ کیونکہ میں جب بھی جنت میں گیا تو اپنے سامنے تمہارے چلنے کی آہٹ محسوس کی۔ آج رات بھی جب میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں تمہارے چلنے کی آہٹ پہلے سے موجود تھی پھر میں ایک سونے سے بنے ہوئے چوکور اور اونچے محل کے پاس سے گزرا تو پوچھا کہ یہ محل کس کے لئے ہے؟ کہنے لگے کہ ایک عربی کا؟ میں نے کہا عربی تو میں بھی ہوں کہنے لگے قریش میں سے ایک شخص کا؟ میں نے کہا قریشی تو میں بھی ہوں کہنے لگے محمد (ﷺ) کی امت میں سے ایک شخص کا میں نے کہا میں محمد ہوں یہ محل کس کا ہے؟ کہنے لگے عمر بن خطابؓ کا۔ پھر بلالؓ نے (اپنی آہٹ جنت میں سنے جانے کے متعلق جواب دیتے ہوئے) عرض کیا یا رسول اللہ میں جب بھی اذان دیتا ہوں اس سے پہلے دو رکعت پڑھتا ہوں اور جب بھی میں بے وضو ہو جاتا ہوں تو فوراً وضو کر لیتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ اللہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھنا اس کا حق ہے (لہذا دو رکعت ادا کرتا ہوں) آپؐ نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ تم جنت میں مجھ سے پہلے ہوتے ہو اس باب میں جابرؓ، معاذؓ، انسؓ اور ابو ہریرہؓ سے بھی روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْجَنَّةِ قَصْرًا مِنْ ذَهَبٍ فَقُلْتُ لِمَنْ هٰذَا فَقِيلَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ وَمَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ أَنِّي دَخَلْتُ الْبَارِحَةَ الْجَنَّةَ يَعْنِي رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنِّي دَخَلْتُ الْجَنَّةَ هٰكَذَا رُوِيَ فِي بَعْضِ الْحَدِيثِ وَيُرْوَى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ قَالَ رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ

فرمایا میں نے جنت میں سونے کا ایک محل دیکھا تو میں نے پوچھا کہ یہ کس کے لئے ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ یہ عمر بن خطابؓ کے لئے ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے حدیث میں جو یہ فرمایا کہ میں گزشتہ رات جنت میں داخل ہوا اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا گویا کہ میں جنت میں داخل ہوا ہوں۔ بعض احادیث میں اسی طرح منقول ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی حضرت عمرؓ کی فضیلت کا بیان ہے کہ یہ مخصوص محل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔

مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَطُّ: سوال: اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ بلال مجھ سے آگے آگے جنت میں چل رہے ہیں سوال یہ ہے کہ ایک امتی اپنے نبی سے جنت میں آگے کیسے بڑھ گیا؟

جواب: حضرت بلال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم تھے اور خادم مخدوم سے آگے چلتا ہے لہٰذا یہ امتی کا نبی سے آگے ہونا نہیں ہے بلکہ خادم کا مخدوم سے آگے چلنا ہے۔

بہر حال حضرت بلال سے اس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انہوں نے دو عمل بیان کیے (۱) باوضو رہنا، (۲) دو رکعت تحیۃ الوضوء پڑھنا۔ بعض حضرات نے اس کا مصداق اذان کے بعد کی دو رکعات اور وضو کے بعد کی دو رکعات قرار دی ہیں۔ بعض حضرات نے ایک عمل ہمیں باوضو رہنا اور دوسرا وضو کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا یعنی تحیۃ الوضوء۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا خواب حضرت بلال کو اس لئے سنایا تا کہ وہ خوش ہو کر مزید ان اعمال پر مداومت اختیار کریں۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو جنت کو دیکھا ہے وہ خواب میں جنت دیکھنا مراد ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار جنت کو خواب میں دیکھا اور کئی بار بیداری کی حالت میں بھی جنت دیکھی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کا خواب بھی وحی کے حکم میں ہوتا ہے اس سے بھی وہی احکام ہوتے ہیں جو ایک وحی سے ثابت ہوتے ہیں۔

باب

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ بُرَيْدَةَ يَقُولُ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَلَمَّا انْصَرَفَ جَاءَتْ جَارِيَةٌ

حسین بن حریث، علی بن حسین بن واقد، ان کے والد، عبداللہ بن بریدۃ، حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ کسی جہاد سے واپس تشریف لائے تو ایک سیاہ فام باندی حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ

سَوْدَاءُ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي كُنْتُ نَذَرْتُ إِنْ رَدَّكَ اللهُ سَالِمًا أَنْ أَضْرِبَ بَيْنَ يَدَيْكَ بِالدُّفِّ وَأَتَغَنَّى فَقَالَ لَهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كُنْتِ نَذَرْتِ فَاضْرِبِي وَإِلَّا فَلَا فَجَعَلَتْ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُمَرُ فَأَلْقَتِ الدُّفَّ تَحْتَ اسْتِهَا ثُمَّ قَعَدَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ إِنِّي كُنْتُ جَالِسًا وَهِيَ تَضْرِبُ فَدَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عَلِيٌّ وَهِيَ تَضْرِبُ ثُمَّ دَخَلَ عُثْمَانُ وَهِيَ تَضْرِبُ فَلَمَّا دَخَلْتَ أَنْتَ يَا عُمَرُ أَلْقَتِ الدُّفَّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ بُرَيْدَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ وَعَائِشَةَ

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو صحیح سلامت واپس لائے تو میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے دف بجاؤں گی اور گاؤں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے فرمایا اگر تم نے نذر مانی تھی؟ تو بجالو ورنہ نہیں اس نے دف بجانا شروع کیا تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے وہ بجاتی رہی پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آنے پر بھی وہ دف بجاتی رہی لیکن اس کے بعد عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ داخل ہوئے تو وہ دف نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تم سے شیطان بھی ڈرتا ہے کیونکہ میں موجود تھا اور یہ دف بجا رہی تھی پھر ابوبکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)، اور عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (یکے بعد دیگرے) آئے تب بھی یہ بجاتی رہی لیکن جب تم آئے تو اس نے دف بجانا بند کر دیا۔ یہ حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔ اس باب میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: بِالدُّفِّ: دال کے ضمہ اور تشدید کے ساتھ ہے اور یہی زیادہ راجح ہے اگرچہ اس کو دال کے فتحہ کے ساتھ بھی پڑھا جا سکتا ہے "والمراد به الدف الذی کان فی زمن المتقدمین" دف سے مراد وہ ہے جو متقدمین کے زمانہ میں مشہور تھا نہ کہ موجودہ دور کے بین باجے۔ موجودہ دور کے ڈھول ڈھماکے دف نہیں اسلئے یہ بالاتفاق حرام ہیں نیز آپ ﷺ کے سامنے اس عورت کا دف بجانا اس بات کی دلیل ہے کہ نذر کو پورا کرنا واجب ہے اور اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دف بجانے کی اجازت دی تھی۔ سوال: دف بجانا عبادت تو نہیں جبکہ نذر تو اس کام کی مانی جاتی ہے جس کی نظیر عبادات و مامورات میں موجود ہو تو پھر یہ نذر کیسے واجب ہوگی؟ جواب: چونکہ یہ جہاد پر جانا، فتح حاصل کرنا، دشمن کو شکست دینا، اعلائے کلمۃ اللہ کو بلند کرنا سب عبادات ہیں اسلئے اس عورت کی نذر درست قرار دی گئی۔

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَيَخَافُ مِنْكَ يَا عُمَرُ: اس جملہ میں شیطان سے مراد یا تو وہ لڑکی تھی جس نے شیطانی کام کر کے شیطان الانس کا مصداق بن گئی تھی یا اس شیطان سے وہ مراد ہے جو اس لڑکی پر مسلط ہوا اور اس لڑکی سے غیر مناسب کام کروایا اور وہ غیر مناسب کام مکروہ دف بجانے اور گانے میں وہ حد سے زیادہ انہماک تھا جس نے اس عورت کو دف بجانے تک پہنچا دیا تھا۔

سوال: یہ ہوتا ہے کہ اس لڑکی نے آپ ﷺ سے اجازت طلب کی اور آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور پھر اس نے دف بجانا شروع کیا اس پر آپ ﷺ نے نہ پسندیدگی کا اظہار کیا اور نہ ہی ناگواری کا اظہار کیا گویا اُس عورت کے دف بجانے کو تقریر نبوی حاصل ہوگئی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے لیکن اس لڑکی نے دف بجانا بند نہ کیا لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو پھر اس لڑکی نے دف بجانا بند کر دیا تو پھر آپ ﷺ نے اس کو شیطان سے تعبیر کیا آخر ایسا کیوں ہوا۔

جواب: امام توریشتیؒ نے اس سوال کا بہترین جواب دیا ہے جس کو ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے ''وانما مکنها صلى الله عليه وسلم من ضرب الدف بين يديه'' اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو آنحضرت ﷺ نے نذر پوری کرنے کی اجازت دی تو یہ لہو کے حکم سے نکل کر حقانیت کے حکم میں داخل ہو گیا اور کراہیت کی صورت سے نکل کر استحباب کی صورت میں داخل ہو گیا لیکن ایسا ہونا اس بات پر منحصر تھا کہ یہ دف کا عمل محدود وقت کے لئے رہتا جس سے اس عورت کی نذر پوری ہو جاتی مگر ایسا ہوا کہ وہ عورت اس حد سے متجاوز ہوگئی اور جب اس کا یہ عمل کراہیت کے دائرے میں داخل ہوا اور وہ عورت حد سے متجاوز بھی ہوئی تو عین اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے پس آپ ﷺ نے مذکورہ الفاظ ارشاد فرمائے جن میں اس طرف اشارہ کیا کہ یہ کام بس اتنا ہی جائز ہے جتنے کی اجازت دی گئی ہے اس سے زیادہ ممنوع ہے اور یہی حکم دف بجانے کی ممانعت کا قیامت تک کے لئے ہے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۴۰۳)

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَسَمِعْنَا لَغَطًا وَصَوْتَ صِبْيَانٍ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا حَبَشِيَّةٌ تَزْفِنُ وَالصِّبْيَانُ حَوْلَهَا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ تَعَالَيْ فَانْظُرِي فَجِئْتُ فَوَضَعْتُ لَحْيَيَّ عَلَى مَنْكِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهَا مَا بَيْنَ الْمَنْكِبِ إِلَى رَأْسِهِ فَقَالَ لِي أَمَا شَبِعْتِ أَمَا شَبِعْتِ قَالَتْ فَجَعَلْتُ أَقُولُ لَا لِأَنْظُرَ مَنْزِلَتِي عِنْدَهُ إِذْ طَلَعَ عُمَرُ قَالَتْ فَارْفَضَّ النَّاسُ عَنْهَا قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

حسن صباح بزاز، زید بن حباب، خارجہ بن عبداللہ بن سلیمان بن زید بن ثابت، یزید بن رومان، عروہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے شور وغل اور بچوں کی آواز سنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور بچے اس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ! آؤ دیکھو میں گئی اور ٹھوڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے پر رکھ کر اس عورت کو دیکھنے لگی میری ٹھوڑی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھے اور سر کے درمیان تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا جی نہیں بھرا؟ میں دیکھنا چاہتی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک میری کیا قدر و منزلت ہے لہذا میں نے کہا نہیں اتنے میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور انہیں دیکھتے ہی سب بھاگ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں شیاطین جن و انس

قَدْ فَرُّوا مِنْ عُمَرَ قَالَتْ فَرَجَعْتُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے پھر میں لوٹ آئی یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: لَا أَنْظُرُ إِلَى شَيَاطِينِ الْإِنْسِ: ایک روایت میں یہ آتا ہے "الی شیاطین الانس والجن" شیطان سے مراد وہ بچے تھے جو اس حبشی عورت کی اچھل کود کا تماشا دیکھ رہے تھے ان بچوں کی طرف شیطان کی نسبت کرنا مجازاً ہے جس کا سبب ان بچوں کی شرارتوں اور شوروغل تھا۔

اسی طرح کی ایک روایت بخاری و مسلم شریف میں بھی منقول ہے کہ جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دن کچھ حبشی لوگ مسجد نبوی میں نیزہ بازی کے کرتب کے مظاہر دکھا رہے تھے اور آنحضرت ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نیزہ بازی کے کرتب کے مناظر دکھا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حبشیوں کو اس مظاہرے سے روکنا چاہا بلکہ ان کی طرف کچھ پتھر اچھالے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عمر ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ آج خوشی کا دن ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نَافِعٍ الصَّائِغُ حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الْأَرْضُ ثُمَّ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ آتِي أَهْلَ الْبَقِيعِ فَيُحْشَرُونَ مَعِي ثُمَّ أَنْتَظِرُ أَهْلَ مَكَّةَ حَتَّى أُحْشَرَ بَيْنَ الْحَرَمَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَعَاصِمُ بْنُ عُمَرَ الْعُمَرِيّ لَيْسَ عِنْدِيْ بِالْحَافِظِ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ

سلمہ بن شبیب، عبداللہ بن نافع صائغ، عاصم بن عمر عمری، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے میری قبر کی زمین پھٹے گی پھر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پھر میں بقیع والوں کے پاس آؤں گا اور اس کے بعد اہل مکہ کا انتظار کروں گا یہاں تک کہ حرمین (مکہ اور مدینہ) کے درمیان لوگوں کے ساتھ جمع کر لیا جاؤں گا یہ حدیث حسن غریب ہے عاصم بن عمر العمری محدثین کے نزدیک حافظ نہیں ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ سب سے پہلے آنحضرت ﷺ اپنی قبر مبارک سے اٹھیں گے آپ ﷺ کے بعد سب سے پہلے اٹھنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوں گے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور پھر آپ ﷺ جنت البقیع پہنچیں گے وہاں اہل بقیع آپ ﷺ کے سامنے اپنی اپنی قبروں سے باہر آ کر جمع ہو جائیں گے۔ اسی طرح باقی اہل مکہ کا رسول کریم ﷺ انتظار فرمائیں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام قبر سے اٹھیں گے اس کے متعلق بحث ماقبل میں سوال و جواب کے تحت گزر چکی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ يَكُونُ فِي الْأُمَمِ مُحَدَّثُونَ فَإِنْ يَكُ فِي أُمَّتِي أَحَدٌ فَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ أَخْبَرَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ مُحَدَّثُونَ يَعْنِي مُفَهَّمُونَ

قتیبہ،لیث، ابن عجلان،سعد بن ابراہیم،ابوسلمہ،حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پچھلی امتوں میں بھی محدثین ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی محدث ہے تو وہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے مجھے بعض اصحاب سفیان بن عینیہ نے خبر دی کہ ابن عینیہ فرماتے ہیں کہ محدثین سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو دین کی سمجھ عطا کی گئی ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہو رہی ہے کہ گزشتہ امتوں میں محدثین ہوا کرتے تھے اگر میری امت میں کوئی شخص محدث ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

محدث کے معنی میں مختلف اقوال ہیں:

محدث اسم مفعوم کا صیغہ ہے کلام کیا ہوا اصطلاح شرع میں محدث وہ ہے جس کا نفس عالم ملکوت کے بعض علمی خزانوں کی طرف سبقت کرے اور مُفَہَّم اسم مفعول بمعنی سمجھایا ہوا پڑھایا ہوا اصطلاح شرع میں مُفَہَّم وہ شخص ہے جو کسب واکتساب، تعلیم وتعلم کے بغیر نوع انسانی کی حالت کو سمجھتا ہو ان کے دینی ودنیوی مصالح کو جانتا ہو۔

بعض حضرات نے کہا محدث وہ جس کی زبان سے بغیر ارادے کے حق بات جاری ہو۔

بعض نے کہا کہ محدث وہ جس کی زبان پر فرشتے باتیں کرتے ہوں حالانکہ وہ اللہ کا نبی اور رسول نہیں ہوتا۔

مسئلہ: محدث کسی معاملے میں کوئی رائے قائم کرے تو اسے فوراً قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اسے قرآن وسنت کی تعلیمات کی رو سے دیکھا جائے گا۔ اگر شرعی اصولوں کے مطابق ہوگی تو اس کو لیا جائے گا وگرنہ اس کو چھوڑ دیا جائے گا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْقُدُّوسِ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ عَبِيدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ

محمد بن حمید رازی، عبداللہ بن عبدالقدوس، اعمش، عمرو بن مرۃ، عبداللہ بن سلمہ، عبیدۃ سلمانی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ایک شخص داخل ہوگا وہ جنتی ہے

النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ يَطَّلِعُ عَلَيْكُمْ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَاطَّلَعَ عُمَرُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي مُوسَى وَجَابِرٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ

چنانچہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا کہ تم پر ایک شخص داخل ہوگا وہ جنتی ہے اس مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اس باب میں حضرت ابوموسیٰ اور جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے یہ حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے غریب ہے۔

تشریح: سند پر کلام: اس حدیث کی شرح آسان ہے البتہ سند اس کی ضعیف ہے اس میں ایک راوی حمید رازی ضعیف ہیں۔ اور عبداللہ بن سلمہ مرادی کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَيْنَمَا رَجُلٌ يَرْعَى غَنَمًا لَهُ إِذْ جَاءَ الذِّئْبُ فَأَخَذَ شَاةً فَجَاءَ صَاحِبُهَا فَانْتَزَعَهَا مِنْهُ فَقَالَ الذِّئْبُ كَيْفَ تَصْنَعُ بِهَا يَوْمَ السَّبُعِ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنْتُ بِذٰلِكَ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَمَا هُمَا فِي الْقَوْمِ يَوْمَئِذٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَعْدٍ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابوداؤد طیالسی، شعبہ، سعد بن ابراہیم، ابوسلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا آیا اور اس کی ایک بکری پکڑ لی چرواہے نے اس سے بکری چھین لی بھیڑیا کہنے لگا کہ تم اس دن کیا کرو گے جس دن صرف درندے رہ جائیں گے اور میرے علاوہ کوئی چرواہا نہ ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابوبکرؓ و عمرؓ اس پر ایمان لائے اسلمہؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات فرمائی اس وقت دونوں حضرات مجلس میں موجود نہیں تھے محمد بن بشار بھی محمد جعفر سے وہ شعبہ سے اور وہ سعد سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ: مطلب یہ ہے کہ لوگ گائے اور بھیڑیئے کے بولنے پر تعجب کرتے ہیں تو کرنے دو میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ان باتوں پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ معجزہ ظاہر ہو گیا نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے یقین کے ساتھ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے یقین کو جوڑنا یہ انتہائی قرب، قوت ایمانی، اعتماد و اطمینان کی طرف اشارہ ہے اس سے شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

يَوْمَ السَّبُعِ: ''سبع'' کی وضاحت میں مختلف اقوال ہیں۔

اول: بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ''سبع'' اور ''سباء'' کے معنی اچک لینے کے ہیں تو اس صورت میں ''سبع'' (ب کے سکون کیساتھ) ہوگا تو مراد اس سے فتنہ و فساد ہے یعنی جب لوگوں میں اختلاف و انتشار پھیل جائے گا اور لوگ آپس میں جنگ و جدال کرنے لگ جائینگے تو کسی کو نہ اپنے مویشیوں کا دھیان رہے گا اور نہ اپنی بکریوں کا اس وقت بکریاں ادھر ادھر پھریں گی انکا کوئی والی

وارث نہیں ہوگا پھر بھیریئے اپنی مرضی سے بغیر کسی روک ٹوک کے ان بکریوں کو چیر پھاڑ کر کھائیں گے۔اب قادر مطلق کے حکم سے بھیڑیے انسانوں کی زبان میں چرواہے کو ان مصائب اور فتنوں سے آگاہ کیا جو آنیوالے زمانوں میں وقوع پذیر ہونیوالے تھے اس وقت بھیڑیئے نے طنزاً یہ کہا کہ میں اس وقت دیکھوں گا کہ تم میں سے اپنی بکریوں کی حفاظت کون کرے گا جبکہ کہنے والا مخصوص بھیڑیا اس زمانے تک زندہ تو نہیں رہا گویا کہ اس سے جنس بھیڑیئے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ثانی: ''یوم السبع'' سے مراد خاص تہوار کا دن ہے جو عرب میں ایک میلہ کے طور پر لگتا تھا اور تمام لوگ اس میلہ میں آ کر اس طرح بے غم و بے فکر ہو جاتے تھے کہ پیچھے گھر کی کوئی فکر نہ رہتی۔مویشیوں کو یوں ہی کھلا بیابانوں میں چھوڑ کر چلے جاتے۔اب بھیڑیا اس دن کی طرف اشارہ کر رہا ہے گویا اس صورت میں بھیڑیئے نے زمانہ جاہلیت کے اسی تہوار کے دن کی یاد چرواہے کو دلائی کہ اس دن رکھوالی کون کرتا تھا کہ اب تم بڑے رکھوالی کرنے والے بن رہے ہو۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَعِدَ أُحُدًا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِهِمْ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ أُحُدُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ احد پہاڑ پر چڑھے تو وہ لرز نے لگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے احد ٹھہر جا تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید موجود ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت عمرؓ کی شہادت کا بیان ہے کہ ایک فارسی غلام جس کا نام فیروز اور کنیت ابولؤلو مجوسی تھا یہ مغیرہ بن شعبہ کا غلام تھا اس غلام نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ میرے آقا سے میرا ٹیکس کم کرا دیں حضرت عمرؓ نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ تم اپنے آقا کی اطاعت کرو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور انہوں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ مغیرہؓ بن شعبہ سے بات کروں گا لیکن اس غلام کو غصہ آ گیا اور کہنے لگا کہ حضرت عمرؓ کا انصاف لوگوں کے لئے ہے لیکن میرے لئے نہیں اسے اتنا غصہ آیا کہ حضرت عمرؓ کی زندگی ختم کرنے کا پروگرام بنالیا۔بالآخر ایک صبح وہ زہر آلود خنجر لے کر حضرت عمرؓ پر صبح کی نماز میں حملہ کر دیا حملہ کے تین روز بعد حضرت عمر یکم محرم الحرام ۲۴ ہجری کو جان بحق ہو گئے اور انہیں روضہ مبارک میں دفن کیا گیا۔اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔

مَنَاقِبُ عُثْمَانَ بْنُ عَفَّانَ وَلَهُ كُنْيَتَانِ يُقَالُ اَبُوعَمْرٍو وَاَبُوعَبْدِ اللهِ

نام حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نسبت اموی، قریشی ان کی دو کنیت ہیں ابوعمرو اور ابوعبداللہ لقب ذوالنورین کیونکہ آپؓ کے نکاح میں یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں تھیں ان کی ولادت مکہ میں ہجرت سے ۴۷ سال پہلے اور شہادت مدینہ میں ۳۵ ہجری میں ہوئی تیسرے خلیفہ راشد اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ ۲۳ ہجری میں حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد خلیفہ بنائے

گئے ان کی مدت خلافت ہے ۱۲ سال آپ کے زمانے میں ارمینیہ، تو قاز، خراسان، کرمان، بحستان، افریقہ اور قبرص فتح ہوئے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى حِرَاءٍ هُوَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فَتَحَرَّكَتْ الصَّخْرَةُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اهْدَأْ إِنَّمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَبُرَيْدَةَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (مکہ کے ایک پہاڑ) حراء پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ اور زبیر بھی تھے۔ چنانچہ اس پہاڑ پر حرکت ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رک جا تجھ پر نبی، صدیق اور شہداء کے علاوہ کوئی نہیں۔ اس باب میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس، اور بریدہ اسلمی سے بھی روایت ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم پیشین گوئی ارشاد فرمائی ہے جس کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ باقی دونوں حضرات شہادت کے رتبہ پر فائز ہوئے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ الْيَمَانِ عَنْ شَيْخٍ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ عَنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي ذُبَابٍ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ عُثْمَانُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ وَهُوَ مُنْقَطِعٌ

ابوہشام رفاعی، یحییٰ بن یمان، شیخ من زہرہ، حارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب، حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یعنی جنت میں یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند قوی نہیں اور یہ منقطع حدیث ہے۔

تشریح: يَعْنِي فِي الْجَنَّةِ: یہ جملہ معترضہ ہے جو مبتدا اور خبر کے درمیان میں واقع ہوا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یا تو خود حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے یا کسی اور راوی نے کسی قرینہ کی بنیاد پر ان الفاظ کے ذریعے یہاں وضاحت کی۔

رفیقی عُثْمَانُ: کہ جنت میں میرے رفیق حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ یہ جملہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر دلیل ہے۔ بہر حال حدیث سے یہ بات ہرگز معلوم نہیں ہوتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ دنیا میں کسی اور کو رفیق نہیں بنایا اسی

لئے اس حدیث کو اس روایت کے منافی نہیں کہا گیا جو طبرانی میں منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی اپنے اصحاب میں سے کسی کو اپنا مقرب اور مخصوص دوست بنالیتا ہے میرے اصحاب میں سے میرے مقرب اور مخصوص دوست ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ہر نبی دنیا میں ایک ہی رفیق رکھتا تھا جبکہ آپ ﷺ کے دنیا کے رفیق بہت زیادہ تھے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِّيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَيْدٍ هُوَ ابْنُ أَبِي أُنَيْسَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ قَالَ لَمَّا حُصِرَ عُثْمَانُ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَوْقَ دَارِهِ ثُمَّ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ حِرَاءَ حِينَ انْتَفَضَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَلَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيقٌ أَوْ شَهِيدٌ قَالُوا نَعَمْ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فِي جَيْشِ الْعُسْرَةِ مَنْ يُنْفِقُ نَفَقَةً مُتَقَبَّلَةً وَالنَّاسُ مُجْهَدُونَ مُعْسِرُونَ فَجَهَّزْتُ ذٰلِكَ الْجَيْشَ قَالُوا نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ بِئْرَ رُومَةَ لَمْ يَكُنْ يَشْرَبُ مِنْهَا أَحَدٌ إِلَّا بِثَمَنٍ فَابْتَعْتُهَا فَجَعَلْتُهَا لِلْغَنِيِّ وَالْفَقِيرِ وَابْنِ السَّبِيلِ قَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَأَشْيَاءَ عَدَّهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ السُّلَمِيِّ عَنْ عُثْمَانَ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عبداللہ بن جعفر رقی، عبیداللہ بن عمرو، زید بن ابی انیسہ، ابواسحاق، حضرت ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ محصور ہوئے تو اپنے گھر کی چھت پر چڑھ کر لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر یاد دلاتا ہوں کہ وہ وقت یاد کرو جب پہاڑ حرا ہلا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے حکم دیا کہ رک جاؤ تم پر نبی، صدیق اور شہداء کے علاوہ کوئی نہیں۔ (باغی) کہنے لگے ہاں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں یاد دلاتا ہوں کیا تم لوگ جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا کون ہے جو خرچ کرے جسے اللہ کے ہاں قبول کیا جائے گا جبکہ لوگ محنت و مشقت اور تنگی کی حالت میں ہیں چنانچہ میں نے اس لشکر کو تیار کرایا لوگ کہنے لگے ہاں، پھر حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کے واسطے سے یاد دلاتا ہوں کہ کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رومہ کے کنویں سے کوئی شخص بغیر قیمت ادا کیے پانی نہیں پی سکتا تھا اور میں نے اسے خرید کر امیر و غریب اور مسافروں کے لئے وقف کر دیا تھا لوگ کہنے لگے بخدا ہم جانتے ہیں پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سی باتیں گنوائیں یہ حدیث اس سند یعنی ابوعبدالرحمن سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ فَوْقَ دَارِهِ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اوپر سے دیکھا فوق دارہ اپنے گھر کے

اور پرے اُذَكِّرُكُمْ بِاللهِ: یہ تذکیر سے ہے میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر یاد دلاتا ہوں۔

أَنَّ حِرَاءَ حِينَ انْتَفَضَ: جب حرا پہاڑ ملنے لگا، حرکت کرنے لگا۔

اُثْبُتْ حِرَاءُ: تو ثابت رہ ٹھہر رک جا۔ نَفَقَةٌ مُتَقَبَّلَةٌ: مقبول صدقہ، ایسا خرچ جسے اللہ کے ہاں قبول کیا جائے گا۔

مُجْهَدُونَ: لوگوں کا محنت و مشقت میں پڑنا۔ مُعْسِرُونَ: لوگ فقر و فاقہ اور تنگ دستی میں ہیں۔

فَجَهَّزْتُ: سامان تیار کرنا لشکر کو سامان سے لیس کرنا۔ أَنَّ بِئْرَ رُومَةَ: یہ ایک کنواں ہے۔ جو وادی عقیق کے مقام پر مسجد القبلتین کے قریب شمالی جانب، ایک بہت بڑا کنواں تھا اس کا پانی بہت میٹھا، صاف اور خوشگوار تھا۔ یہ ایک یہودی کا کنواں تھا وہ بغیر اجرت کے پانی بھرنے نہیں دیتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ کوئی اسے خرید کر مسلمانوں میں وقف کر دے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خرید کر وقف کر دیا۔ اس کنویں کو میں نے غنی، فقیر، ابن السبیل سب کے لئے خریدا۔ اس حدیث کی بقیہ تشریح اگلی حدیث کے ذیل میں آجائے گی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا السَّكَنُ بْنُ الْمُغِيرَةِ وَيُكْنَى أَبَا مُحَمَّدٍ مَوْلًى لِآلِ عُثْمَانَ قَالَ أَخْبَرَنَا الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي هِشَامٍ عَنْ فَرْقَدٍ أَبِي طَلْحَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ خَبَّابٍ قَالَ شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحُثُّ عَلَى جَيْشِ الْعُسْرَةِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ عَلَيَّ مِائَةُ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ عَلَيَّ مِائَتَا بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللهِ ثُمَّ حَضَّ عَلَى الْجَيْشِ فَقَامَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَقَالَ عَلَيَّ ثَلَاثُ مِائَةِ بَعِيرٍ بِأَحْلَاسِهَا وَأَقْتَابِهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَأَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عَلَى الْمِنْبَرِ وَهُوَ يَقُولُ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ مَا عَلَى عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ هٰذِهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي

حضرت عبدالرحمن بن خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا جب آپ تنگی کے لشکر یعنی غزوہ تبوک کی تیاری کی ترغیب دے رہے تھے اس موقع حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ سو اونٹ، پالان اور کجاوے وغیرہ سمیت میرے ذمے ہے جو اللہ کی راہ کے لئے وقف ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کیلئے (مالی امداد) ترغیب دی تو عثمان رضی اللہ عنہ دوبارہ کھڑے ہوئے عرض کیا میں دو سو اونٹ پالان اور کجاوے وغیرہ سمیت اپنے ذمے لیتا ہوں جو اللہ کے راستے میں وقف ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر لشکر کیلئے (مالی امداد) ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تیسری مرتبہ کھڑے ہوئے اور تین سو اونٹ اپنے ٹاٹ کجاوے اور پالان کے ساتھ اپنے ذمے لیے جو اللہ کے راستے میں وقف ہیں حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے یہ کہتے ہوئے نیچے تشریف لے آئے کہ آج کے بعد عثمان کچھ بھی کرے اس کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ آج کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ کے کسی عمل پر اس کی پکڑ نہیں ہوگی۔ یہ حدیث اس سند سے غریب

الْبَاب عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا ضَمْرَةُ عَنِ ابْنِ شَوْذَبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ كَثِيرٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ جَاءَ عُثْمَانُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَلْفِ دِينَارٍ قَالَ الْحَسَنُ بْنُ وَاقِعٍ وَفِي مَوْضِعٍ آخَرَ مِنْ كِتَابِي فِي كُمِّهِ حِينَ جَهَّزَ جَيْشَ الْعُسْرَةِ فَنَثَرَهَا فِي حِجْرِهِ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَلِّبُهَا فِي حِجْرِهِ وَيَقُولُ مَا ضَرَّ عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ مَرَّتَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ہے اس باب میں عبدالرحمن بن سمرہؓ سے بھی روایت ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ہزار دینار لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ راوی حدیث حسن بن واقع کہتے ہیں کہ میری کتاب میں ایک جگہ اس طرح مذکور ہے کہ حضرت عثمان وہ دینار اپنی آستین میں رکھ کر اس وقت لائے جب آپ تنگی کے لشکر یعنی غزوہ تبوک میں جانے کی تیاری کر رہے تھے حضرت عثمان نے وہ دینار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں ڈال دیئے عبدالرحمن کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دیناروں کو اپنی گود میں ہی الٹ پلٹ رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج کے بعد عثمانؓ کو کوئی گناہ ضرر نہیں پہنچا سکے گا یہ بات دو مرتبہ ارشاد فرمائی یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: **جَيْشَ الْعُسْرَةِ:** ''ای علی ترتیب غزوۃ تبوك'' یعنی جو ساز و سامان جنگ تبوک کے لئے تیار کیا گیا تھا اس کو جیش العسرۃ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ گرمی اور مسلمانوں پر شدید تنگی و بدحالی کا وقت بھی تھا ایک طرف تو خشک سالی اور قحط سالی تھی دوسرا بھوک کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پتے کھانے اور منہ کی خشکی کو دور کرنے کیلئے اونٹوں کی اوجھ نچوڑنے پر مجبور کیے گئے تھے اور دوسری طرف مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے کمی اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی کثرت اور محاذ جنگ کی دوری اور جنگی سامان میں بھی شدید قلت اور بے سروسامانی کے عالم میں یہ صورت حال پیش آئی اس لئے جنگ تبوک کا نام جیش العسرۃ (تنگی کا لشکر) رکھا گیا۔

روایات میں آتا ہے کہ اس لشکر کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چھ سو اونٹ، وقتاً فوقتاً پورے کر کے دیئے تھے اور بعض روایات میں آتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ساڑھے نو سو اونٹ اپنی طرف سے پیش کیے تھے اور ہزار کا عدد پورا کرنے کے لئے پچاس گھوڑے بھی دیئے تھے۔ اس عمل کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل نہ صرف ان کے گزشتہ گناہوں اور لغزشوں کا کفارہ بن گیا بلکہ آئندہ بھی اگر عثمان رضی اللہ عنہ سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو عثمان رضی اللہ عنہ کو کوئی ضرر نہیں ہوگا ان الفاظ سے گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس بشارت کی طرف تھا کہ عثمان کو خاتمہ بالخیر کی سعادت حاصل ہوگی۔

سند پر کلام: یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں ایک راوی فرقد مجہول ہے۔

مَا عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ: اس جملے کے مطلب میں دو قول ہیں:

(۱) حضرت عثمانؓ کا یہ عمل جس طرح ان کے گذشتہ گناہوں اور لغزشوں کی معافی کا ذریعہ بن گیا ہے، اسی طرح آئندہ بھی

بالفرض ان سے اگر کوئی غلطی سرزد ہو جائے، تو وہ بھی اس عمل کی وجہ سے معاف ہو جائے گی، ان الفاظ میں گویا اس بشارت کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عثمان کا خاتمہ، ایمان پر ہو گا۔

(۲) بعض حضرات نے اس کلام کا مفہوم یہ لکھا ہے کہ اس عمل خیر کے بعد اگر عثمان اور کوئی نفلی عبادت نہ بھی کریں، تو بھی انہیں کوئی نقصان نہیں ہو گا، کیونکہ ان کا یہ عظیم عمل، تمام نفل عبادتوں اور نیکیوں کے واسطے کافی ہو گیا ہے۔

الحلس: وہ ٹاٹ یا دری وغیرہ جو اونٹ کے کجاوے یا گھوڑے کی زین کے نیچے کمر سے لگا ہوتا ہے اَلْقَتَبُ اونٹ کے کجادہ اور پالان کو کہتے ہیں۔ اونٹوں کی تعداد کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان اونٹوں کی تعداد چھ سو ہے بعض حضرات کا قول ہے کہ تین سو کی تعداد ہے اس طرح کہ پہلے سو اونٹ بعد میں دو سو اونٹ پھر سو اونٹ اور بڑھا دیئے۔

حَدَّثَنَا أَبُو زُرْعَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أُمِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَيْعَةِ الرِّضْوَانِ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَسُولَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَهْلِ مَكَّةَ قَالَ فَبَايَعَ النَّاسَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عُثْمَانَ فِي حَاجَةِ اللهِ وَحَاجَةِ رَسُولِهِ فَضَرَبَ بِإِحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى فَكَانَتْ يَدُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعُثْمَانَ خَيْرًا مِنْ أَيْدِيهِمْ لِأَنْفُسِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوزرعہ، حسن بن بشر، حکم بن عبدالملک، قتادہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت رضوان کا حکم دیا تو عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغامبر بن کر اہل مکہ کے پاس گئے ہوئے تھے۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عثمان، اللہ اور اس کے رسول کے کام سے گئے ہیں اور اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ٹھہرا کر بیعت کی) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے لوگوں کے ہاتھ سے بہتر تھا یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں بیعت رضوان کا ذکر ہے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ ﷺ نے تمام اصحاب سے لی تھی۔ روایات میں آتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے قریش کے پاس مذاکرات کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھیجا پھر مشہور ہوا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کو قریش نے قتل کر دیا ہے تو رسول کریم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لئے بیعت لی تھی اور اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے اس لئے رسول کریم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی اپنے ہاتھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیکر بیعت لی اس موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا موجود نہ ہونا ان کے مرتبہ میں نقصان کی بجائے فضیلت و منقبت کا باعث بن گیا (سبحان اللہ)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَعَبَّاسُ بْنُ

عبداللہ بن عبدالرحمن و عباس بن محمد دوری، سعید بن عامر، یحیی

مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ الْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالُوا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ قَالَ عَبْدُ اللهِ أَخْبَرَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي الْحَجَّاجِ الْمِنْقَرِيِّ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ حَزْنٍ الْقُشَيْرِيِّ قَالَ شَهِدْتُ الدَّارَ حِينَ أَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ ائْتُونِي بِصَاحِبَيْكُمُ اللَّذَيْنِ أَلَّبَاكُمْ عَلَيَّ قَالَ فَجِيءَ بِهِمَا فَكَأَنَّهُمَا جَمَلَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا حِمَارَانِ قَالَ فَأَشْرَفَ عَلَيْهِمْ عُثْمَانُ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ وَلَيْسَ بِهَا مَاءٌ يُسْتَعْذَبُ غَيْرَ بِئْرِ رُومَةَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِي بِئْرَ رُومَةَ فَيَجْعَلَ دَلْوَهُ مَعَ دِلَاءِ الْمُسْلِمِينَ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي فَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أَشْرَبَ مِنْهَا حَتَّى أَشْرَبَ مِنْ مَاءِ الْبَحْرِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ فَقَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ الْمَسْجِدَ ضَاقَ بِأَهْلِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ فَيَزِيدَهَا فِي الْمَسْجِدِ بِخَيْرٍ لَهُ مِنْهَا فِي الْجَنَّةِ فَاشْتَرَيْتُهَا مِنْ صُلْبِ مَالِي وَأَنْتُمُ الْيَوْمَ تَمْنَعُونِي أَنْ أُصَلِّيَ فِيهَا رَكْعَتَيْنِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنِّي جَهَّزْتُ جَيْشَ الْعُسْرَةِ مِنْ مَالِي قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ ثُمَّ قَالَ أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ

بن ابی حجاج منقری، ابومسعود جریری، حضرت ثمامہ بن حزن قشیریؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لئے چھت پر چڑھے تو میں بھی موجود تھا آپؓ نے فرمایا اپنے ان دو ساتھیوں کو میرے پاس لاؤ جنہوں نے تمہیں میرے خلاف یہاں جمع کیا ہے۔ راوی کہتے ہیں چنانچہ انہیں لایا گیا گویا کہ وہ دو اونٹ یا دو گدھے تھے۔ حضرت عثمانؓ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ میں بیر رومہ کے علاوہ میٹھا پانی نہیں تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اسے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا اس کیلئے جنت کی بشارت ہے چنانچہ میں نے اسے خالصتاً اپنے مال سے خرید لیا اور آج تم مجھے اس کنویں کا پانی پینے سے روک رہے ہو اور میں کھاری پانی پی رہا ہوں کہنے لگے اے اللہ ہم جانتے ہیں پھر آپؓ نے فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مسجد نبوی چھوٹی پڑ گئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو فلاں لوگوں سے زمین خرید کر مسجد میں شامل کرے گا اسے جنت کی بشارت ہے میں نے اسے بھی خالصتاً اپنے مال سے خرید لیا آج مجھے اس مسجد میں دو رکعت نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے، کہنے لگے ہاں یا اللہ ہم جانتے ہیں پھر فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے غزوہ تبوک کا پورا لشکر اپنے مال سے تیار کیا تھا کہنے لگے ہاں معلوم ہے پھر فرمایا میں تمہیں اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم لوگوں کو علم نہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ پہاڑ ثبیر پر چڑھے

وَالْإِسْلَامِ هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَى ثَبِيرِ مَكَّةَ وَمَعَهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا فَتَحَرَّكَ الْجَبَلُ حَتَّى تَسَاقَطَتْ حِجَارَتُهُ بِالْحَضِيضِ قَالَ فَرَكَضَهُ بِرِجْلِهِ فَقَالَ اسْكُنْ ثَبِيرُ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ قَالُوا اللَّهُمَّ نَعَمْ قَالَ اللهُ أَكْبَرُ شَهِدُوا لِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ أَنِّي شَهِيدٌ ثَلَاثًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عُثْمَانَ

میں (یعنی حضرت عثمانؓ) ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اس پر وہ پہاڑ لرزنے لگا یہاں تک کہ اس کے چند پتھر بھی نیچے گر گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اپنے پاؤں سے مارا اور فرمایا ثبیر رک جا تجھ پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق اور دو شہید ہیں کہنے لگے ہاں یا اللہ اس پر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللّٰهُ أَكْبَرُ ان لوگوں نے بھی گواہی دی اور (فرمایا) رب کعبہ کی قسم میں شہید ہوں یہ تین مرتبہ فرمایا یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

تشریح: غَيْرَ بِئْرِ رُومَةَ: یہ مدینے کے اس بڑے کنویں کا نام ہے جو وادی عقیق میں مسجد قبلتین کی شمالی جانب میں واقع ہے۔ یہ کنواں ایک یہودی کی ملک تھا اس کا پانی میٹھا ہونے کی وجہ سے اس کا مالک مسلمانوں کو پانی مہنگے دام فروخت کرتا تھا جس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوتی تھی چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس عام مصیبت کو دفع کرنے کے لئے اس کنویں کو خرید کر وقف کر دینا چاہا، سعی بلیغ کے بعد یہودی صرف نصف حق فروخت کرنے پر راضی ہوا، حضرت عثمانؓ نے بارہ ہزار درہم میں نصف کنواں خرید لیا اور یہ شرط قرار پائی کہ ایک دن حضرت عثمانؓ کی باری ہوگی اور دوسرے دن اس یہودی کے لئے یہ کنواں مخصوص رہے گا۔

جس روز حضرت عثمانؓ کی باری ہوتی تھی اس روز مسلمان اس قدر پانی بھر کر رکھ لیتے تھے کہ دو دن تک کے لیے کافی ہوتا تھا، یہودی نے دیکھا کہ اب اس سے کچھ نفع نہیں ہوسکتا تو وہ بقیہ نصف بھی فروخت کرنے پر راضی ہوگیا، حضرت عثمانؓ نے آٹھ ہزار درہم میں اس کو خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کرتے ہوئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا چونکہ اس کنویں کو خریدنے والے اور وقف کرنے والے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تھے اس کے سبب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنتی ہونا ثابت ہوا۔

مَنْ يَشْتَرِي بُقْعَةَ آلِ فُلَانٍ: مسجد نبوی کی اصل زمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابتداءً پچاس دینار کے عوض خریدی پھر مسلمانوں کے بڑھنے کی وجہ سے مسجد نبوی تنگ ہوتی گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین کے خریدنے کا اظہار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق اس زمین کو پچیس ہزار درہم کے عوض خرید کر مسجد نبوی میں شامل کیا۔ بہر حال حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بلوائیوں سے خطاب میں مقصد یہ تھا کہ میں نے میٹھا کنواں خرید کر وقف کیا مجھے آج تم میرے خریدے ہوئے کنویں سے پانی نہیں پینے دیتے میں کھارا پانی پی رہا ہوں اور اسی طرح میری خریدی ہوئی مسجد نبوی میں موجود جگہ میں مجھے تم نماز نہیں پڑھنے دیتے، تم کس قدر ظالم اور احسان فراموش ہو۔

الحاصل حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پس منظر یہ ہے کہ ابن سبا یہودی ایک سازشی آدمی تھا وہ جھوٹے الزامات کے ذریعہ لوگوں کو آپ کے گورنروں سے بدظن کرتا تھا مکہ مدینہ میں اس کی سازشیں ناکام ہوگئیں تو وہ شام چلا گیا وہاں ناکامی ہوئی تو کوفہ پہنچا یہاں بھی ناکامی

ہوئی تو مصر پہنچ گیا وہاں سے ایک جنگ جو دستہ تیار کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا یہاں مذاکرات ہوئے جس کے نتیجہ میں مصر کے گورنر عبداللہ بن ابی سرح کو ہٹا کر اس کی جگہ محمد بن ابی بکر کو گورنر بنانے کا فیصلہ ہوا چنانچہ محمد بن ابی بکر کے ہاتھ میں گورنری کا پروانہ دے کر روانہ کیا گیا کہ جیسے ہی محمد بن ابی بکر مصر پہنچیں ان کو گورنر مقرر کر دیا جائے ادھر مروان نے سازش کر کے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر ان کے غلام کو ابن ابی سرح کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا اس خط میں تھا کہ جیسے ہی محمد بن ابی بکر مصر پہنچیں ان کو فوراً قتل کر دیا جائے راستے میں یہ غلام پکڑا گیا تحقیق پر اس غلام سے وہ خط پکڑا گیا محمد بن ابی بکر نے اپنے ساتھیوں کو کہا کہ مدینہ جا کر اس خط کی تصدیق کریں کیونکہ خط پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مہر تھی جب بلوائی واپس مدینہ آئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ گھوڑا کس کا ہے؟ فرمایا میرا، غلام کس کا ہے؟ فرمایا میرا، مہر کس کی ہے؟ فرمایا میری، تحریر کس کی ہے؟ فرمایا مجھے معلوم نہیں چنانچہ تحریر کے نمونے ملائے گئے تو مروان کی تحریر ثابت ہوئی بلوائیوں نے مروان کی حوالگی کا مطالبہ کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نرم مزاجی کی وجہ سے انکار کیا بلوائیوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا اور دانہ پانی بند کر دیا بالآخر چالیس دن کے محاصرہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے۔ اس وقت حضرت عثمانؓ روزے سے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے آپ کا خون اس آیت ''فسیکفیکھم اللّٰہ'' پر گرا۔ آپ کی شہادت کی خبر صحابہ کرامؓ تک پہنچی تو صحابہ کرامؓ بہت پریشان ہوئے حضرت جبیر بن مطعمؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور انہی کپڑوں میں جس میں وہ شہید ہوئے تھے بغیر غسل کے ان کو دفن کیا گیا جب حضرت عثمان بن عفانؓ کو شہید کیا گیا اس وقت ان کی عمر بیاسی سال تھی۔

وَشَهِيدَانِ: یعنی جب یہ حضرات ثبیر پہاڑ پر موجود تھے وہ پہاڑ خوشی سے جھومنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پاؤں مبارک سے ٹھوکر ماری اور فرمایا کہ ٹھہر جا اس وقت تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو حقیقی شہید ہیں دو شہیدوں سے مراد حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما ہیں۔

شَهِدْتُ الدَّارَ حِينَ أَشْرَفَ: اس حدیث میں بھی ہے کہ آپؓ نے باغیوں سے خطاب کر کے چند امور کی ان سے تصدیق چاہی۔

۱۔ مدینہ میں میٹھے کنویں کو میں نے خرید کر نہیں دیا؟ اس پر انہوں نے کہا ہاں۔

۲۔ مسجد نبوی کی توسیع کی ضرورت جب پڑی تو کیا میں نے نہیں کی؟ ۳۔ غزوہ تبوک کے موقع پر اپنا مال نہیں پیش کیا۔

۴۔ اور ثبیر پہاڑ کی حرکت کے وقت تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا تھا جب پہاڑ جھوم اٹھا تھا۔ کہ اے ثبیر پہاڑ تو ٹھہر جا تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَبِي الْأَشْعَثِ الصَّنْعَانِيِّ أَنَّ خُطَبَاءَ قَامَتْ بِالشَّامِ وَفِيهِمْ رِجَالٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ آخِرُهُمْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ مُرَّةُ بْنُ كَعْبٍ فَقَالَ لَوْلَا حَدِيثٌ سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا

حضرت ابو اشعث صنعانی فرماتے ہیں کہ شام میں بہت سے خطباء کھڑے ہوئے جن میں صحابہ کرامؓ بھی تھے۔ آخر میں مرہ بن کعبؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث نہ سنی ہوتی تو کبھی کھڑا نہ ہوتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کے متعلق بتایا اور فرمایا کہ یہ عنقریب ظاہر ہوں گے اتنے میں وہاں سے ایک شخص منہ پر کپڑا لپیٹے ہوئے گزرا تو آپ فرمانے لگے یہ شخص اس دن

قُمْتُ وَذَكَرَ الْفِتَنَ فَقَرَّبَهَا فَمَرَّ رَجُلٌ مُقَنَّعٌ فِي ثَوْبٍ فَقَالَ هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدَى فَقُمْتُ إِلَيْهِ فَإِذَا هُوَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ فَأَقْبَلْتُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ فَقُلْتُ هٰذَا قَالَ نَعَمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ حَوَالَةَ وَكَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ ؕ

ہدایت پر ہوگا (اور اس شخص کی طرف اشارہ کیا) حضرت مرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اٹھ کر دیکھا تو وہ حضرت عثمانؓ تھے پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوکر عرض کیا کہ یہ شخص؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں، یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں حضرت ابن عمرؓ عبداللہ بن حوالہؓ اور کعب بن عجرہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس حدیث میں امت مسلمہ پر آنے والے فتنوں کی پیشین گوئی کی گئی ہے جس کی ابتداء حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے ہوگی اور اس میں وہ ثابت قدم رہیں گے حتیٰ کہ شہید ہو جائیں گے۔

باب

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حُجَيْنُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرٍ عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا عُثْمَانُ إِنَّهُ لَعَلَّ اللهَ يُقَمِّصُكَ قَمِيصًا فَإِنْ أَرَادُوكَ عَلَى خَلْعِهِ فَلَا تَخْلَعْهُ لَهُمْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمود بن غیلان، حجین بن مثنی، لیث بن سعد، معاویہ بن صالح، ربیعہ بن یزید، عبداللہ بن عامر، نعمان بن بشیر، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عثمان ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک قمیص (یعنی خلافت) پہنائیں اگر لوگ اسے اتارنا چاہیں تو مت اتارنا اس حدیث مبارکہ میں طویل قصہ ہے یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اللہ پاک تم کو جب خلافت عطا کریں اور پھر تمہاری اس خلافت کے زمانے میں ایسے ظالم اور فاسد لوگ پیدا ہو جائیں جو تمہیں خلافت چھوڑنے پر مجبور کریں تو تم اپنی خلافت کی باگ دوڑ اپنے پاس مضبوطی سے تھامے رکھنا اور ان کے حوالے نہ کرنا کیونکہ تم حق پر ہوگے اور وہ باطل پر اگر تم اس وقت اُن فاسدوں کے مطالبے پر خلافت سے دستبردار ہو گئے تو لوگ شبہ کریں گے کہ تم حق پر تھے ہی نہیں چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایسا ہی ہوا کہ سازشی عناصر نے آپ سے دستبرداری کا پرزور مطالبہ کیا لیکن آپ نے خلافت کو نہ چھوڑا بلکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کرتے ہوئے شہادت کو ترجیح دے دی۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارِ حَدَّثَنَا الْحَارِثُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كُنَّا نَقُولُ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ يُسْتَغْرَبُ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ

احمد بن ابراہیم دورقی، علاء بن عبدالجبار عطار، حارث بن عمیر، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسی ترتیب سے ذکر کیا کرتے تھے یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے یعنی عبیداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے اور کئی سندوں سے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا شَاذَانُ الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ سِنَانِ بْنِ هَارُونَ عَنْ كُلَيْبِ بْنِ وَائِلٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِتْنَةً فَقَالَ يُقْتَلُ هٰذَا فِيهَا مَظْلُومًا لِعُثْمَانَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابراہیم بن سعید جوہری، شاذان اسود بن عامر، سنان بن ہارون، کلیب بن وائل، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک فتنے کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ (عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اس فتنے میں مظلوم قتل کیے جائیں گے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ مذکورہ تینوں خلفاء چونکہ بارگاہ رسالت میں سب سے زیادہ قرب اور منزلت رکھتے تھے اس لئے ان کے اوصاف اور محاسن کے تذکرے میں مذکورہ ترتیب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا اسی وجہ سے رسول کریم ﷺ ہماری یہ ترتیب سن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا اس سے خلفاء کے مذکورہ مراتب کی تقریر اور تائید بھی ہوئی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَوْهَبٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ مِصْرَ حَجَّ الْبَيْتَ فَرَأَى قَوْمًا جُلُوسًا فَقَالَ مَنْ هٰؤُلَاءِ قَالُوا قُرَيْشٌ قَالَ فَمَنْ هٰذَا الشَّيْخُ قَالُوا ابْنُ عُمَرَ فَأَتَاهُ فَقَالَ إِنِّي

حضرت عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ ایک مصری شخص حج کے لئے آیا تو کچھ لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا اور پوچھا کہ یہ کون ہیں لوگ کہنے لگے قریشی ہیں پوچھا یہ بوڑھے شخص کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ ابن عمرؓ ہیں کہنے لگا میں آپؓ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور اس گھر کی حرمت کی قسم دے کر پوچھتا ہوں

سَائِلُكَ عَنْ شَيْءٍ فَحَدِّثْنِي أَنْشُدُكَ اللّٰهَ بِحُرْمَةِ هٰذَا الْبَيْتِ أَتَعْلَمُ أَنَّ عُثْمَانَ فَرَّ يَوْمَ أُحُدٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَمْ يَشْهَدْهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَعْلَمُ أَنَّهُ تَغَيَّبَ يَوْمَ بَدْرٍ فَلَمْ يَشْهَدْهُ قَالَ نَعَمْ فَقَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ تَعَالَ أُبَيِّنْ لَكَ مَا سَأَلْتَ عَنْهُ أَمَّا فِرَارُهُ يَوْمَ أُحُدٍ فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ قَدْ عَفَا عَنْهُ وَغَفَرَ لَهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ يَوْمَ بَدْرٍ فَإِنَّهُ كَانَتْ عِنْدَهُ أَوْ تَحْتَهُ ابْنَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ أَجْرُ رَجُلٍ شَهِدَ بَدْرًا وَسَهْمُهُ وَأَمَّا تَغَيُّبُهُ عَنْ بَيْعَةِ الرِّضْوَانِ فَلَوْ كَانَ أَحَدٌ أَعَزَّ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ عُثْمَانَ لَبَعَثَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَانَ عُثْمَانَ بَعَثَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ وَكَانَتْ بَيْعَةُ الرِّضْوَانِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ عُثْمَانُ إِلَى مَكَّةَ قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ الْيُمْنَى هٰذِهِ يَدُ عُثْمَانَ وَضَرَبَ بِهَا عَلَى يَدِهِ وَقَالَ هٰذِهِ لِعُثْمَانَ قَالَ لَهُ اذْهَبْ بِهٰذَا الْآنَ مَعَكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کہ کیا عثمانؓ جنگ احد کے موقع پر میدان سے فرار ہوئے تھے؟ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعت رضوان کے موقع پر موجود نہیں تھے؟ فرمایا ہاں! پوچھا کیا یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے؟ فرمایا ہاں کہنے لگا اللّٰہُ أَکْبَرُ (پھر تم لوگ ان کی فضیلت کے قائل کیوں ہو) پھر ابن عمرؓ نے اس سے فرمایا آؤ میں تمہیں تمہارے سوالوں کے جواب دوں جہاں تک احد سے فرار کی بات ہے تو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (یعنی حضرت عثمانؓ) کو معاف کر دیا جنگ بدر کی حقیقت یہ ہے کہ ان کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا کہ تمہارے لئے بدر میں شریک ہونے والے کے برابر اجر ہے اور تمہیں مال غنیمت سے حصہ بھی دیا جائے گا اب آؤ بیعت رضوان کی طرف تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حضرت عثمانؓ کے علاوہ کوئی اور مکہ میں ان سے زیادہ عزت رکھتا ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کی بجائے اسی کو بھیجتے چونکہ بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی اس لئے وہ اس میں شریک نہیں ہو سکے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ کو عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر اسے دوسرے ہاتھ پر مارا اور فرمایا یہ عثمانؓ کی بیعت ہے پھر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اب یہ چیزیں سننے کے بعد تم جا سکتے ہو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے جنگ اُحد کے دن مخصوص جگہ سے نہیں ہٹے تھے بلکہ حالات ایسے بن گئے تھے کہ سوائے دس بارہ افراد کے سب حضرات کے قدم اُکھڑ گئے تھے کیونکہ کفار نے پیچھے سے حملہ کر دیا تھا اور پھر اللہ پاک کی طرف سے اس کی معافی کا اعلان بھی ہو گیا تھا کما فی القرآن ''ان الذین تولوا منکم یوم التقی الجمعٰن انما استزلھم الشیطان ببعض ما کسبوا ولقد عفا اللہ عنھم ان اللہ غفور حلیم''۔ حدیث میں تین سوالات کے جوابات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے دے دیے جن کی وضاحت ظاہر ہے۔

ثم قال ابن عمر اذهب بها الآن معك: اس جملہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا مقصد یہ تھا کہ اگر تم کو معلومات جمع کرنا تھیں تو ان باتوں کو ساتھ لے جاؤ اور ان معلومات کو اپنے پاس جمع کر لو اور تمہارے دل میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو بغض عناد اور بدگمانیاں ہیں ان سے اپنے آپ کو پاک و صاف کر لو۔

نوٹ حدیث میں جوابات میں لف نشر مشوش ہے تیسرے اعتراض کا جواب پہلے آیا اور دوسرے اعتراض کا بعد میں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ الْبَغْدَادِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ زُفَرَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِجَنَازَةِ رَجُلٍ لِيُصَلِّيَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا رَأَيْنَاكَ تَرَكْتَ الصَّلَاةَ عَلَى أَحَدٍ قَبْلَ هٰذَا قَالَ إِنَّهُ كَانَ يَبْغَضُ عُثْمَانَ فَأَبْغَضَهُ اللهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ هٰذَا هُوَ صَاحِبُ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ ضَعِيفٌ فِي الْحَدِيثِ جِدًّا وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ صَاحِبُ أَبِي هُرَيْرَةَ وَ هُوَ بَصْرِيٌّ ثِقَةٌ وَيُكْنَى أَبَا الْحَارِثِ وَمُحَمَّدُ بْنُ زِيَادٍ الْأَلْهَانِيُّ صَاحِبُ أَبِي أُمَامَةَ ثِقَةٌ شَامِيٌّ يُكْنَى أَبَا سُفْيَانَ

فضل بن ابی طالب بغدادی، عثمان بن زفر، محمد بن زیاد، محمد بن عجلان، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی عرض کیا گیا یا رسول اللہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے پہلے کسی کی نماز جنازہ ترک کرتے نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بغض رکھتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھتے ہیں یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور محمد بن زیاد میمون بن مہران کے دوست ہیں حدیث میں ضعیف ہیں جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست محمد بن زیاد ثقہ ہیں ان کی کنیت ابوحارث ہے اور وہ بصری ہیں اور ابوامامہ کے ساتھی محمد بن زیاد ہانی شامی بھی ثقہ ہیں ان کی کنیت ابوسفیان ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے بغض رکھنے والے کا نماز جنازہ نہیں پڑھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نماز جنازہ نہ پڑھنے کے سوال پر فرمایا کہ یہ شخص حضرت عثمانؓ سے بغض رکھتا تھا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اس سے بغض کرتے ہیں۔

سند پر کلام: یہ حدیث منکر الحدیث ہے کیونکہ اس میں ایک راوی محمد بن زیاد بے انتہا ضعیف ہے تمام محدثین نے اس کو کذاب لکھا ہے۔ اس لئے یہ حدیث منکر ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ انْطَلَقْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ فَقَضَى حَاجَتَهُ فَقَالَ لِي يَا أَبَا مُوسَى أَمْلِكْ عَلَيَّ الْبَابَ فَلَا يَدْخُلَنَّ عَلَيَّ أَحَدٌ إِلَّا بِإِذْنٍ فَجَاءَ رَجُلٌ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ قَالَ ائْذَنْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَدَخَلَ (وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ) وَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا عُمَرُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَفَتَحْتُ وَدَخَلَ وَبَشَّرْتُهُ بِالْجَنَّةِ فَجَاءَ رَجُلٌ آخَرُ فَضَرَبَ الْبَابَ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا قَالَ عُثْمَانُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ هٰذَا عُثْمَانُ يَسْتَأْذِنُ قَالَ افْتَحْ لَهُ وَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ عَلَى بَلْوَى تُصِيبُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَفِي الْبَابِ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عُمَرَ

حضرت ابوموسی اشعری فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلا اور ہم انصاریوں کے ایک باغ میں داخل ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں اپنی حاجت پوری کی اور مجھے حکم دیا کہ اے ابوموسیٰ تم دروازے پر رہو تا کہ کوئی بغیر اجازت میرے پاس نہ آسکے ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہنے لگے ابوبکرؓ، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا فرمایا انہیں آنے دو انہیں جنت کی بشارت دو وہ اندر آگئے (اور ان کو میں نے جنت کی بشارت دی) پھر دوسرا شخص آیا تو اس نے بھی دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون؟ انہوں نے کہا کہ میں عمر بن خطاب ہوں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ عمرؓ اجازت چاہتے ہیں فرمایا انہیں آنے دو اور انہیں بھی جنت کی بشارت دو میں نے دروازہ کھولا اندر آئے اور میں نے انہیں خوشخبری سنائی پھر تیسرا شخص آیا تو انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا پس میں نے کہا کون؟ انہوں نے کہا عثمان میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ عثمانؓ بھی اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں فرمایا انہیں اندر آنے دو اور انہیں بھی ایک بلوے میں شہید ہونے پر جنت کی بشارت دیدو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے ابی عثمان نہدی سے منقول ہے اور اس باب میں جابرؓ اور ابن عمرؓ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر آنے والی تکالیف ومصائب کو بطور پیشین گوئی فرمایا اور صبر کرنے پر جنت کی بشارت دی نیز مذکورہ حضرات کی باغ میں تشریف لانے کی خاص ترتیب درحقیقت اُن حضرات کی بالترتیب خلافت اور اُخروی درجات ومراتب عالیہ کی طرف اشارہ ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَيَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ

سفیان بن وکیع، وکیع، یحیی بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، قیس، حضرت ابوسہلہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ

حَدَّثَنِي أَبُو سَهْلَةَ قَالَ قَالَ عُثْمَانُ يَوْمَ الدَّارِ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ عَهِدَ إِلَيَّ عَهْدًا فَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ

عنہ جب گھر میں محصور تھے تو مجھ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا چنانچہ میں اسی پر صبر کرنے والا ہوں۔ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسماعیل بن ابی خالد کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: يَوْمَ الدَّارِ: اس سے مراد وہ دن ہے جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت واقع ہوئی تھی اور دار اس وجہ سے کہا گیا کہ ظالموں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا سخت محاصرہ کر کے گھر کے اندر داخل ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔

فَأَنَا صَابِرٌ عَلَيْهِ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی وجہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مدمقابل پر تلوار نہ اٹھائی اگرچہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو حالات کے پیش نظر مشورہ دیا تھا کہ آپ ان کے خلاف تلوار اٹھائیں اور ہمیں حکم دیں ہم ان باغیوں کے خلاف جہاد کرتے ہیں کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی بڑی طاقت موجود ہے اور یہ لوگ آپ کے ساتھ مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس مشورہ کو قبول نہ کیا بلکہ صبر وتحمل کے دامن کو تھامے رکھا اور مدینۃ الرسول کو قتل و غارت سے بچائے رکھا یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرما گئے۔ رضی اللہ عنہ وارضیٰ عنہ

مَنَاقِبُ عَلِيِّ ابْنِ أَبِي طَالِبٍ رضی اللہ عنہ وَلَهُ كُنْيَتَانِ أَبُو تُرَابٍ، وَأَبُو الْحَسَنِ

امام احمدؒ اور امام نسائیؒ نے کہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول احادیث کی تعداد ان احادیث سے کہیں زیادہ ہے جو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں منقول ہیں۔ امام سیوطیؒ نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ متاخر ہیں اور ان کے زمانے میں نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے درمیان اختلاف و نزاع کی خراب صورتحال پیدا ہو گئی تھی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کرنے والوں کا ایک بڑا طبقہ بھی پیدا ہو گیا لہٰذا علماء اور محدثین نے مقام علی رضی اللہ عنہ کی حفاظت اور مخالفین کی تردید وتغلیط کی خاطر مجموعہ احادیث سے خاص اہتمام کے ساتھ احادیث کو چن چن کر جمع کیا اور ان احادیث کے پھیلانے میں بہت سرگرم جدوجہد بھی کی ورنہ جہاں تک خلفاء ثلاثہ کے مناقب کا تعلق ہے تو وہ حقیقت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مناقب سے بھی زیادہ ہیں۔

الحاصل حضرت علی رضی اللہ عنہ جب پیدا ہوئے تو ان کی والدہ فاطمہ بنت اسد نے ان کا نام اپنے والد کے نام پر حیدر رکھا لیکن جب حضرت ابو طالب کو پتہ چلا تو انہوں نے ان کا نام علی رکھ دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام و نسب یہ ہے علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک کنیت ابو تراب بھی ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو گھر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا تو فاطمہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ علی کہاں ہیں۔ فاطمہ نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان کچھ نزاع ہو گیا تو وہ غصہ ہو کر چلے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ دیکھیں علی کہاں گئے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آ کر بتلایا کہ یا رسول اللہ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً مسجد تشریف لے گئے تو

دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد کی دیوار سے لگے ہوئے ننگی زمین پر لیٹے محوخواب تھے چادر کندھے سے کھسک کر الگ ہوگئی تھی اور پیٹھ و پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے جسم کے اوپر سے مٹی صاف کرتے ہوئے فرمارہے تھے **قُمْ یا ابا تراب** اٹھوا ے ابوتراب اس وقت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔(مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۳۳۵)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ بَعَثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا وَاسْتَعْمَلَ عَلَيْهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى فِي السَّرِيَّةِ فَأَصَابَ جَارِيَةً فَأَنْكَرُوا عَلَيْهِ وَتَعَاقَدَ أَرْبَعَةٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِذَا لَقِينَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخْبَرْنَاهُ بِمَا صَنَعَ عَلِيٌّ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِذَا رَجَعُوا مِنْ سَفَرٍ بَدَءُوا بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمُوا عَلَيْهِ ثُمَّ انْصَرَفُوا إِلَى رِحَالِهِمْ فَلَمَّا قَدِمَتِ السَّرِيَّةُ سَلَّمُوا عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ أَحَدُ الْأَرْبَعَةِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَمْ تَرَ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ صَنَعَ كَذَا وَكَذَا وَأَعْرَضَ عَنْهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَامَ الثَّانِي فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَيْهِ الثَّالِثُ فَقَالَ مِثْلَ مَقَالَتِهِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ قَامَ الرَّابِعُ فَقَالَ مِثْلَ مَا قَالُوا فَأَقْبَلَ إِلَيْهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْغَضَبُ يُعْرَفُ فِي وَجْهِهِ فَقَالَ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ مَا تُرِيدُونَ مِنْ عَلِيٍّ إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ

قتیبہ، جعفر بن سلیمان ضبعی، عن یزید رشک، مطرف بن عبد اللہ، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر روانہ فرمایا پس وہ (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ایک چھوٹا لشکر لے کر گئے اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی لوگوں کو یہ بات ناگوار گزری اور چار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عہد کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہونے پر بتادیں گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا۔ مسلمانوں کی عادت تھی کہ جب کسی سفر سے لوٹتے تو پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے سلام عرض کرتے اور اس کے بعد اپنے گھروں کو جایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب یہ لشکر سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوا تو ان چار آدمیوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے قصہ بیان فرمایا اور عرض کیا کہ دیکھیے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیر لیا پھر دوسرا کھڑا ہوا اور اس نے بھی وہی کچھ کہا جو پہلے نے کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی چہرہ پھیر لیا تیسرے کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا لیکن جب چوتھے نے اپنی بات پوری کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور پر غصے کے آثار نمایاں تھے اور تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تم کیا چاہتے ہو علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے ہیں اور میں اس میں سے ہوں اور وہ

بَعْدِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ سُلَيْمَانَ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے یہ حدیث غریب ہے، ہم اس حدیث کو صرف جعفر بن سلیمان کی روایت جانتے ہیں۔

تشریح: إِنَّ عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ: روافض کی طرف سے اس جملہ سے حضرت علیؓ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا دعویٰ ہے ان کے تین استدلال اوران کے جوابات ملاحظہ ہوں۔

خلافت بلافصل پر استدلال اول: حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد ہے عَلِيًّا مِنِّي وَأَنَا مِنْهُ علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں یہ ارشاد آپ ﷺ نے کسی اور کو نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں۔

جواب: اگر اس جملہ سے خلافت بلا فصل ثابت ہوتی تو یہ جملہ آپ ﷺ نے دوسرے صحابہ کے لئے بھی ارشاد فرمایا تو پھر ان کے لئے بھی خلافت بلا فصل ثابت کرو۔ جیسا کہ ایک جنگ میں حضرت جلبیبؓ سات کافروں کو مار کر شہید ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کے لئے فرمایا قتلوہ هذا منی وانا منه۔ اور اسی طرح قبیلہ اشعرین کے طریقے کے لئے ارشاد فرمایا ''فهم منی وانا منهم''۔ ان کا طریقہ یہ تھا جب کوئی چیز ختم ہو جاتی تو یہ سب ایک جگہ اپنی اشیا جمع کرتے پھر اس کو تقسیم کرتے ان کی تقسیم پر بھی کہو کہ آپ ﷺ نے ان کو یہ کہا تو وہ بھی خلیفہ بلا فصل ہیں۔ اسی طرح ایسا جملہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباسؓ کے بارے میں بھی ارشاد فرمایا العباس منی وانا منه۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ خلافت بلا فصل پر دلالت نہیں کرتا بلکہ یہ جملہ ہم مزاج، ہم مشرب پر بھی بولا جاتا ہے۔

استدلال ثانی: نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا وَهُوَ وَلِيُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِي وہ میرے بعد ہر مومن کے ولی ہوں گے روافض کہتے ہیں کہ ولی کے معنی (حاکم) کے ہیں اور من بعدی صراحۃً خلافت بلا فصل پر دلالت کرتا ہے۔

جواب: ولی کے معنی والی نہیں بلکہ ولی اور والی دو الگ الگ لفظ ہیں مترادف نہیں ہیں اور یہ دونوں ولایت سے مشتق ہیں اور ولایت کے دو معنی ہیں دوستی اور امارت پہلے معنی کے لئے لفظ ولی اور دوسرے معنی کے لئے لفظ والی ہیں۔ فقہ کی عبارت ہے اذا اجتمع الولی والوالی قدم الوالی جب میت کا ولی اور حاکم جمع ہوں تو نماز پڑھانے کا حق والی (حاکم) کو ہوگا اور اس حدیث میں ولی کے معنی دوست کے ہیں۔ اور من بعدی کا اضافہ ایک غالی رافضی راوی جعفر بن سلیمان کا ہے۔ بعض نے کہا کہ من بعدی کا اضافہ اجلح کندی نے کیا ہے یہ بھی متعصب رافضی تھا۔

خلافت بلافصل پر تیسرا استدلال: یہ حدیث غدیر خم کے نام سے مشہور ہے۔ کہ ایک مقام پر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ میں جس کا دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ روافض کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی حاکم کے ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ کے لئے حضور ﷺ کے بعد خلافت بلا فصل ثابت ہے

جواب: اصل وجہ یہ تھی کہ بعض لوگوں کو حضرت علیؓ کی طرف سے بدگمانی پیدا ہوگئی تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ اس کی مزید تفصیل مابعد والی حدیث کے تحت آرہی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، سلمہ بن کہیل، ابوطفیل،

حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الطُّفَيْلِ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَرِيحَةَ أَوْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ شَكَّ شُعْبَةُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَرَوَى شُعْبَةُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَأَبُو سَرِيحَةَ هُوَ حُذَيْفَةُ بْنُ أَسِيدٍ صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (شعبہ کو شک ہے) کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس کا دوست ہے یہ حدیث حسن غریب ہے شعبہ اس حدیث کو میمون بن عبداللہ سے وہ زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کے ہم معنی نقل کرتے ہیں ابوسریحہ کا نام حذیفہ بن اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے یہ صحابی ہیں۔

تشریح: مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ ''جحفہ'' ہے جس کو آج کل ''رابغ'' کہا جاتا ہے اس ''رابغ'' کے پاس ایک جگہ ہے جس کو ''غدیر خم'' کہا جاتا ہے۔ ۱۰ ہجری میں آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپسی پر وہاں قیام فرمایا اس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد آپ ﷺ کے ساتھ تھی جن کو آپ ﷺ نے جمع کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ارشاد فرمایا اے میرے صحابہ کیا تم نہیں جانتے کہ اہل ایمان پر میں ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں ہر مومن پر اس کی جان سے زیادہ حق رکھتا ہوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں تب رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ اس کے دوست ہیں اے اللہ علی سے جو دوستی رکھے تو اس کو اپنا دوست بنا اور علی رضی اللہ عنہ سے جو دشمنی رکھے تو اُسے اپنا دشمن قرار دے۔

سوال: اس حدیث سے روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ہونے پر استدلال کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یہاں مولیٰ کے معنی اولیٰ بالخلافت کے ہیں اس کی دلیل میں روافض ''النبی اولی بالمؤمنین'' والا جملہ پیش کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مراد خلافت نہ ہوتی تو آپ ﷺ اتنے اہتمام کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے یہ الفاظ ارشاد نہ فرماتے۔ روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ جس طرح آپ ﷺ نے پوری امت کے حق میں جو ''ولاء'' اپنے لئے بیان کیا وہی ''ولاء'' حضرت علی رضی اللہ عنہ کیلئے بھی بیان کیا لہٰذا اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے۔

جواب اول: بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ''اللهم وال من والاہ... الخ'' یہ حدیث کا حصہ ہی نہیں بلکہ من گھڑت ہے لہٰذا اس سے استدلال کرنا درست نہیں

جواب ثانی: یہ جواب الزامی ہے کہ روافض کے نزدیک بھی خلافت کے لئے ان احادیث کا اعتبار کیا جاتا ہے جو تواتر تک پہنچی ہوئی ہوں اور جو احادیث تواتر تک نہ پہنچی ہوئی ہوں ان سے خلافت استدلال نہیں کیا جا سکتا جبکہ یہ حدیث بھی تواتر تک نہیں پہنچی اس کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے اس کو مطعون کہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

جواب ثالث: مولیٰ کا ایک معنی نہیں جسکو تم نے لیا ہے کہ ''اولیٰ بالخلافت'' بلکہ اسکے بہت سارے معانی آتے ہیں مثلاً رب،

مالک، آقا، مددگار، دوست، تابع، پیروی کرنے والا، پڑوسی، چچازاد بھائی، حلیف، داماد، آزاد کردہ غلام اور احسان مند۔ جہاں پر ایک لفظ کے کئی معنی ہوں تو اصول یہ ہے کہ کسی ایک معنی کو ترجیح دینے کے لئے کوئی قرینہ یا دلیل موجود ہونی چاہیے لہٰذا اولیٰ بالخلافت مراد لینے کی صورت میں اگر کوئی قرینہ یا دلیل ہے تو لے آ ؤ جبکہ روافض کے پاس خلافت والا معنی مراد لینے کی کوئی دلیل موجود نہیں۔ دوسرا یہ کہ مولی کا معنی امام یا حاکم، والی کے معنی میں مستعمل ہونا معہود نہیں نہ کسی لغت میں نہ کسی شرع میں اور ائمہ لغت میں سے کسی نے بھی مولیٰ کا معنی خلافت نہیں کیا لہٰذا خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مولیٰ کا ایک معنی مراد لینے کی صورت میں دوسرے معانی کا احتمال موجود ہے بلکہ ہوسکتا ہے کہ اس سے قربت اور اتباع والا معنی بھی مراد ہو جس کا قرینہ قرآن میں ہے ''ان اولی الناس بابراہیم للذین اتبعوہ''

جواب رابع: مولیٰ بمعنی خلیفہ ہو تو اللہ اور جبرائیل علیہ السلام اور صالح مومنین کس کے خلیفہ ہیں؟ حالانکہ قرآن مجید میں ان کو مولیٰ فرمایا ''فان اللہ ہو مولاہ وجبریل و صالح المومنین'' اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے خلیفہ نہیں جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''من کنت مولاہ'' تو اسکے کیا معنی ہوئے۔

جواب خامس: حضرت علیؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی کے خلیفہ نہیں تھے پھر ''من کنت مولاہ'' کے کیا معنی ہونگے

جواب سادس: اگر مولیٰ بمعنی خلیفہ ہوتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب انصار سے کہا ''الخلافۃ من قریش'' تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو کیوں نہ یاد کرایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھے خلیفہ بنا گئے تھے میرے علاوہ کوئی خلیفہ نہیں ہوسکتا مگر آپ خاموش رہے اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی مولیٰ بمعنی خلیفہ نہ تھا

جواب سابع: اگر اس حدیث سے خلیفہ بلا فصل ہونا ثابت ہوتا تو حضرت علیؓ خلفاء ثلثہ کی خلافت پر ہونیوالے اجماع صحابہ میں شامل نہ ہوتے اور باری باری تینوں خلفاء کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے۔ حضرت علیؓ کا خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر اجماع صحابہ میں شامل ہونا اور باری باری تینوں خلفاء کی بیعت کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس حدیث سے حضرت علیؓ کا خلیفہ بلافصل ہونا ثابت نہیں ہوتا بلکہ الٹا روافض حضرت علیؓ کے اس اجماع میں شامل ہونے پر حضرت علیؓ پر تبرا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے تین خلفاء کی بیعت میں جو شرکت کی وہ ''تقیہ'' تھا محض ظلم اور ڈر کی وجہ سے حضرت علیؓ نے اپنی خلافت بلافصل والے حق کو چھپائے رکھا۔ (نعوذ باللہ من ذلک) اللّٰھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَتَّابٍ سَهْلُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا الْمُخْتَارُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ زَوَّجَنِي ابْنَتَهُ وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ وَأَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِهِ رَحِمَ اللَّهُ عُمَرَ يَقُولُ الْحَقَّ وَإِنْ كَانَ

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم فرمائے اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دی اور مجھے دار الہجرۃ لے کر آئے پھر بلالؓ کو بھی انہوں نے اپنے مال سے آزاد کروایا اللہ تعالیٰ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے یہ ہمیشہ حق بات کرتے ہیں اگرچہ وہ کڑوی ہو حق بات کہنے نے ان کو اس حال میں کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں اللہ تعالیٰ عثمان رضی

مُرًّا تَرَكَهُ الْحَقُّ وَمَا لَهُ صَدِيقٌ رَحِمَ اللهُ عُثْمَانَ تَسْتَحْيِيهِ الْمَلَائِكَةُ رَحِمَ اللهُ عَلِيًّا اللَّهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے ان سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے اے اللہ یہ جہاں کہیں بھی ہو حق اس کے ساتھ رہے۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: وَحَمَلَنِي إِلَى دَارِ الْهِجْرَةِ: اپنی اونٹنی پر سوار کر کے دارالہجرت لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو اونٹنیاں پال رکھی تھیں کہ کسی وقت بھی ہجرت کا وقت آ جائیگا چنانچہ جب ہجرت کا وقت آیا تو وہ اونٹنی لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ سفر ہجرت کیلئے اس اونٹنی کو قبول فرمائیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس اونٹنی کو اپنی سواری کیلئے اس صورت میں لوں گا کہ تم اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ فروخت کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ سو درہم قرض کے عوض اس اونٹنی کو خرید لیا۔

اللَّهُمَّ أَدِرِ الْحَقَّ مَعَهُ حَيْثُ دَارَ: یعنی جدھر علی رہے ادھر حق رہے۔ حدیث الباب میں حق سے مراد قرآن ہے یہ الفاظ ایسے ہی ہیں جیسے امام سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے۔ فرمایا گیا ہے ''القرآن مع علی وعلی مع القرآن''۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ شَرِيكٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِالرَّحْبَةِ فَقَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ الْحُدَيْبِيَةِ خَرَجَ إِلَيْنَا نَاسٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فِيهِمْ سُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَالنَّاسُ مِنْ رُؤَسَاءِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ خَرَجَ إِلَيْكَ نَاسٌ مِنْ أَبْنَائِنَا وَإِخْوَانِنَا وَأَرِقَّائِنَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّينِ وَإِنَّمَا خَرَجُوا فِرَارًا مِنْ أَمْوَالِنَا وَضِيَاعِنَا فَارْدُدْهُمْ إِلَيْنَا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِقْهٌ فِي الدِّينِ سَنُفَقِّهُهُمْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ لَتَنْتَهُنَّ أَوْ لَيَبْعَثَنَّ اللهُ عَلَيْكُمْ مَنْ يَضْرِبُ رِقَابَكُمْ بِالسَّيْفِ عَلَى الدِّينِ قَدِ امْتَحَنَ اللهُ قَلْبَهُ عَلَى الْإِيمَانِ قَالُوا مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ وَقَالَ عُمَرُ

سفیان بن وکیع، وکیع، شریک، منصور، ربعی بن حراش، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رحبہ مقام پر فرمایا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی مشرک ہماری طرف آئے جن میں سہیل بن عمرو اور کئی مشرک سردار تھے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! ہمارے اولاد، بھائیوں اور غلاموں میں سے بہت سے ایسے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے جنہیں دین کی کوئی سمجھ بوجھ نہیں۔ یہ لوگ ہمارے اموال اور جائیدادوں سے فرار ہوئے ہیں۔ لہذا آپ یہ لوگ ہمیں واپس کر دیں اگر انہیں دین کی سمجھ نہیں تو ہم انہیں سمجھا دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اہل قریش! تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آ جاؤ ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے لوگ مسلط کریں گے جو تمہیں قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کے ایمان کو آزما لیا ہے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے یارسول اللہ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ جوتیوں میں پیوند لگانے والا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هُوَ خَاصِفُ النَّعْلِ وَكَانَ أَعْطَى عَلِيًّا نَعْلَهُ يَخْصِفُهَا قَالَ ثُمَّ الْتَفَتَ إِلَيْنَا عَلِيٌّ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ رِبْعِيٍّ عَنْ عَلِيٍّ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی نعلین مبارک مرمت کے لئے دی تھیں۔ حضرت ربعی بن حراش فرماتے ہیں کہ پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھے گا۔ وہ اپنی جگہ جہنم میں تلاش کر لے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو اس سند سے صرف ربعی کی روایت سے جانتے ہیں وہ حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: **وَأَرِقَّائِنَا**: رقیق کی جمع ہے ہمارے غلام **وَضِيَاعِنَا**: ضیعۃ کی جمع ہے ہماری جائیدادیں **لَتَنْتَهُنَّ**: تم لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجاؤ رک جاؤ۔ **خَاصِفُ النَّعْلِ**: جوتے سینے والا، جوتوں کو پیوند لگانے والا حدیث میں حضرت علیؓ مراد ہیں۔ اس حدیث مبارکہ میں حضرت علیؓ کی فضیلت ثابت ہو رہی ہے اگرچہ اس فضیلت میں دوسرے صحابہ بھی شریک ہیں کیونکہ حدیث میں جمع کا صیغہ مذکور ہوا ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے پوچھنے پر آپ نے اس وقت صرف حضرت علیؓ کا نام لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کلام ان کافروں کے ساتھ اس وقت کیا کہ جب تک ان کے ساتھ صلح کا معاہدہ اور شرائط وغیرہ طے نہیں ہوئی تھیں۔ ضرورت کے موقع پر اگر انسان اپنی صلاحیت اور حیثیت اور مقام لوگوں کے سامنے بیان کر کے اپنا مقام ان کے سامنے واضح کرے تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے۔ حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرام حدیث کے بیان کرنے میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی غلط بات منسوب نہ ہو جائے۔ باقی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جوتے سینا اور اس کی پیوندکاری کرنا مسنون عمل ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ إِنَّا كُنَّا لَنَعْرِفُ الْمُنَافِقِينَ نَحْنُ مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ بِبُغْضِهِمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هَارُونَ وَقَدْ تَكَلَّمَ شُعْبَةُ فِي أَبِي هَارُونَ الْعَبْدِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ

قتیبہ، جعفر بن سلیمان، ابوہارون عبدی، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ہم انصار لوگ، منافقین کو ان کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بغض کی وجہ سے پہنچانتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ابوہارون عبدی کے متعلق شعبہ کلام کرتے ہیں۔ پھر یہ حدیث اعمش سے بھی ابوصالح کے حوالے سے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے۔

تشریح: حدیث الباب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان کی کسوٹی و معیار ہیں اس لئے حبِ علی کو ایمان کی علامت

قرار دیا گیا ہے نیز واضح رہے کہ محبت کے لئے بھی شریعت نے ایک معیار مقرر کیا ہے لہٰذا جو محبت شریعت کے معیار کے مطابق ہوگی وہ قابل اجر اور قبول ہوگی اور جو محبت شریعت کے معیار کے خلاف ہوگی وہ قابل قبول نہ ہوگی جیسا کہ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر ان کو الوہیت کے مرتبہ پر فائز کرتے ہوئے ان سے مدد مانگتے ہیں اسی طرح محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیروی نہیں کرتے اور نہ ان کے عقائد، احکام و اعمال اختیار کرتے ہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جن خلفاء ثلاثہ کی بیعت کی جن کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں روافض ان حضرات کی تکفیر کرتے ہیں الغرض روافض حضرت علی کی زندگی و عقائد کے بالکل الٹ کرتے ہیں تو روافض میں حُبِّ علی کی بجائے بغض علی پایا جاتا ہے اس لئے وہ مومن نہیں۔

سند پر کلام: یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس میں دو راوی مجہول ہیں علامہ ذہبیؒ نے لکھا ہے فیہ جھالۃ، وخبرہ منکر، مساور مجہول راوی ہے اور اس کی روایت کردہ بھی ضعیف ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَبِي نَصْرٍ عَنِ الْمُسَاوِرِ الْحِمْيَرِيِّ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ دَخَلْتُ عَلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَسَمِعْتُهَا تَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يُحِبُّ عَلِيًّا مُنَافِقٌ وَلَا يَبْغَضُهُ مُؤْمِنٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَلِيٍّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

واصل بن عبد الاعلی، محمد بن فضیل، عبداللہ بن عبد الرحمن ابونصر، مساور حمیری، ان کی والدہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ منافق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے محبت نہیں کر سکتا اور کوئی مومن اس سے (یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے) بغض نہیں رکھ سکتا۔ اس باب میں حضرت علیؓ سے بھی حدیث منقول ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت علیؓ کی فضیلت کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کو ایمان کی علامت قرار دیا ہے۔

سند پر کلام: اس حدیث کی سند میں شریک بن عبداللہ نخعی ہیں جو کہ ضعیف ہیں اس لئے امام ترمذیؒ نے حدیث کی صرف تحسین کی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ ابْنُ بِنْتِ السُّدِّيِّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي بِحُبِّ أَرْبَعَةٍ

اسماعیل بن موسیٰ فزاری بن بنت سدی، شریک، ابوربیعہ، ابن بریدۃ، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ بھی ان سے محبت کرتے ہیں

وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ سَمِّهِمْ لَنَا قَالَ عَلِيٌّ مِنْهُمْ يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا وَأَبُو ذَرٍّ وَالْمِقْدَادُ وَسَلْمَانُ أَمَرَنِي بِحُبِّهِمْ وَأَخْبَرَنِي أَنَّهُ يُحِبُّهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ہمیں بتایئے کہ وہ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا کہ علی بھی انہی میں سے ہیں۔ ابوذر، مقداد اور سلیمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی یہی ارشاد فرمایا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف شریک کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح باب فضائل علی المرتضیٰؓ کے شرع میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث کے بارے میں اگرچہ امام ترمذیؒ نے تحسین فرمائی ہے مگر یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی حسن نہیں ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ حُبْشِيِّ بْنِ جُنَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيٌّ مِنِّي وَأَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَلَا يُؤَدِّي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَوْ عَلِيٌّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

اسماعیل بن موسیٰ، شریک، ابواسحاق، حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں اور میری طرف سے (عہد و نقض میں) میرے اور علی کے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کرسکتا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ مُوسَى الْقَطَّانُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ صَالِحِ بْنِ حَيٍّ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ آخَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ عَلِيٌّ تَدْمَعُ عَيْنَاهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ آخَيْتَ بَيْنَ أَصْحَابِكَ وَلَمْ تُؤَاخِ بَيْنِي وَبَيْنَ أَحَدٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتَ أَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَفِيهِ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَبِي أَوْفَى

یوسف بن موسیٰ قطان بغدادی، علی بن قادم، علی بن صالح بن حی، حکیم بن جبیر، جمیع بن عمیر تیمی، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علیؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے صحابہ کرام میں بھائی چارہ قائم فرمایا لیکن میرے اور کسی کے درمیان بھائی چارہ قائم نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے اور اس باب میں حضرت زید بن ابی اوفیٰ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جب انصار و مہاجرین کے درمیان سلسلہ مواخات قائم کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چند صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک تھے جن کا کسی کے ساتھ بھائی چارہ قائم نہیں ہوا تھا اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملال گزرا اس وجہ سے وہ روتے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ نے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً ابوبکر صدیق اور

خارجہ بن زبیر انصاری رضی اللہ عنہما کے درمیان اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ کے درمیان اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت منذر رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخاۃ قائم کی لیکن کسی انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی میرے ساتھ مؤاخاۃ قائم نہیں کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہارا بھائی موجود ہوں تو پھر تمہیں کیا ضرورت ہے کہ کسی کے ساتھ تمہارا بھائی چارہ قائم کروں۔ یہ گویا بطور خوشخبری اور تسلی کے ہے اس سے بھی کمال اتحاد اور قرب کی طرف اشارہ ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عِيسَى بْنِ عُمَرَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَيْرٌ فَقَالَ اللَّهُمَّ ائْتِنِي بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ يَأْكُلُ مَعِي هٰذَا الطَّيْرَ فَجَاءَ عَلِيٌّ فَأَكَلَ مَعَهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ السُّدِّيِّ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ وَالسُّدِّيُّ اسْمُهُ إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَقَدْ أَدْرَكَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَرَأَى الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک پرندے کا (بھنا ہوا) گوشت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین شخص میرے پاس بھیج تاکہ میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھا سکے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (وہ پرندہ) کھایا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو سدی کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں لیکن یہ حدیث انس رضی اللہ عنہ سے کئی سندوں سے منقول ہے۔ سدی کا نام اسماعیل بن عبدالرحمن ہے۔ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو پایا اور حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔

تشریح: بِأَحَبِّ خَلْقِكَ إِلَيْكَ: اس جملہ کے دو مطلب شارحین نے بیان کیے ہیں۔

اول: ایک مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں میں سے اللہ کے ہاں نسب سے محبوب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ثانی: اس جملہ میں عموم مراد نہ لیا جائے ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی کا افضل ہونا لازم آئے گا۔ لہٰذا اس جملہ کا صحیح مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ آپ اپنے محبوب بندوں میں سے کوئی بندہ بھیج دیتے جیسا کہ عرف میں بولا جاتا ہے۔ باقی اس جملہ سے روافض کی تردید ہے کہ اس کا وہ مطلب نہیں جو وہ سمجھے خلیفہ بلافصل کیونکہ یہاں پر خلافت بلافصل والامعنی اجماع کے خلاف ہے۔ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک جزوی فضیلت بھی معلوم ہورہی ہے۔ جو خلفاء ثلاثہ کلی فضیلت کے منافی نہیں۔

يَأْكُلُ مَعِي هٰذَا الطَّيْرَ: امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو من گھڑت قرار دیا لیکن امام حاکم نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا۔

حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا عَوْفٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ هِنْدٍ الْجَمَلِيِّ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ كُنْتُ إِذَا

خلاد بن اسلم بغدادی، نضر بن شمیل، عوف، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ بن ہند جملی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگتا تو آپ صلی اللہ

سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْطَانِي وَإِذَا سَكَتُّ ابْتَدَأَنِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

علیہ وسلم مجھے عطا فرما دیتے اور جب میں خاموش رہتا (یعنی یہ مانگتا) تو آپ ہی مجھے دینے میں ابتداء فرما دیتے تھے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت علیؓ کی ایک اور فضیلت اور شرف کا ذکر ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کا سوال کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں عطا فرما دیتے اگر حضرت علیؓ کسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال نہ کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی بن سوال کیے عطا فرما دیتے تھے۔

باب

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفَلَةَ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مُنْكَرٌ وَرَوٰى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ شَرِيكٍ وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنِ الصُّنَابِحِيِّ وَلَا نَعْرِفُ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ أَحَدٍ مِنَ الثِّقَاتِ غَيْرَ شَرِيكٍ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

اسماعیل بن موسیٰ، محمد بن عمر بن رومی شریک، سلمہ بن کہیل، سوید بن غفلہ، صنابحی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حکمت و دانائی کا گھر ہوں اور علی اس گھر کا دروازہ ہیں۔ یہ حدیث غریب اور منکر ہے۔ بعض اسے شریک سے روایت کرتے ہوئے صنابحی کا ذکر نہیں کرتے۔ ہم اسے شریک کے ثقات کے علاوہ کسی کی روایت نہیں جانتے۔ اس باب میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

تشریح: أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ: ایک روایت میں یوں آتا ہے "انا مدينة العلم وعلی بابها" اور مصابیح کی روایت میں "انا دار العلم" کے الفاظ ہیں۔

وَعَلِيٌّ بَابُهَا: اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ تنہا علی ہی علم کا دروازہ ہیں بلکہ یہ معنی مراد ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔ واضح رہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسے علوم بہت ہیں ایسے ہی ان علوم کے دروازے بھی بہت ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ولایت اور قضاء کا دروازہ ہیں اس لئے "واقضاهم علی" فرمایا۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ علم تجوید و قرأت کا دروازہ ہیں اس لئے "انه اقرأكم" فرمایا۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علم فرائض کا دروازہ ہیں اس لئے "انه افرضكم" فرمایا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حلال و حرام کے علم کا دروازہ ہیں اس لئے "هو اعلمكم بالحلال والحرام" فرمایا۔

اس روایت میں ظاہری معنی کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جو علم کا دروازہ قرار دیا گیا اس سے کسی صحابی کو کم درجہ قرار دینا اور کسی کو زیادہ درجہ قرار دینا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ علم کے حصول اور اس امت پر دین کے علوم سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے مشترک طور پر پہنچائے ہیں اسلئے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس امت کو علوم نبوت تنہا اسی صحابی نے منتقل کیا ہے بلکہ

سب صحابہ اس بارے میں یکساں ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اہتدیتم "میرے تمام صحابہ آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں اور ان میں سے تم جسکی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ اسلئے علم و حکمت اور علوم پہنچانے میں سب صحابہ برابر ہیں اگرچہ بعض صحابہ کو بعض سے علو مرتبت حاصل ہے۔

حدیث کے اخیر میں ایک اہم بات ذکر کی جاتی ہے کہ بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس حدیث کا اصل ناقل ابی الصلت عبدالسلام بن صلاح ہروی ہے جو رافضی ہے لہٰذا اس حدیث کے متعلق محدثین کے مختلف اقوال ہیں بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے اور بعض نے اسکو حسن کہا ہے اور اسی طرح بعض حضرات نے اس کو منکر کہا ہے اور بعض حضرات نے ضعیف کہا ہے اور بعض محدثین نے اس کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے "انامدینۃ العلم وابوبکر اساسھا وعمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا"۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۶)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ عَنْ بُكَيْرِ بْنِ مِسْمَارٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَمَّرَ مُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ سَعْدًا فَقَالَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسُبَّ أَبَا تُرَابٍ قَالَ أَمَّا مَا ذَكَرْتُ ثَلَاثًا قَالَهُنَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنْ أَسُبَّهُ لَأَنْ تَكُونَ لِي وَاحِدَةٌ مِنْهُنَّ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لِعَلِيٍّ وَخَلَفَهُ فِي بَعْضِ مَغَازِيهِ فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ يَا رَسُولَ اللهِ تَخْلُفُنِي مَعَ النِّسَاءِ وَالصِّبْيَانِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا تَرْضَى أَنْ تَكُونَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِي وَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَوْمَ خَيْبَرَ لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ فَتَطَاوَلْنَا لَهَا فَقَالَ ادْعُوا لِي عَلِيًّا قَالَ فَأَتَاهُ وَبِهِ رَمَدٌ فَبَصَقَ فِي عَيْنِهِ فَدَفَعَ الرَّايَةَ إِلَيْهِ فَفَتَحَ اللهُ وَأُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْآيَةَ نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے سعد سے پوچھا کہ تمہیں حضرت علی ؓ کو خطاء کار ٹھہرانے میں کیا چیز روکتی ہے؟ حضرت سعد ؓ نے فرمایا جب تک مجھے رسول اللہ ﷺ کی یہ تین باتیں (حضرت علی ؓ کی فضیلت میں جو ارشاد فرمائی) یاد ہیں میں انہیں کبھی خطا کار نہیں کہوں گا۔ اور ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی میرے لئے ہو تو یہ مجھے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے (۱) چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے علی ؓ کو کسی جنگ میں جاتے ہوئے چھوڑ دیا۔ علی ؓ کہنے لگے یا رسول اللہ کیا آپ مجھے اور عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس مقام پر فائز ہونے سے خوش نہیں ہو جس پر موسیٰ نے ہارون ؑ کو مقرر کیا تھا۔ (فرق صرف اتنا ہے کہ وہ نبی تھے) اور میرے بعد نبوت نہیں۔ (۲) یہ کہ جنگ خیبر کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آج میں جھنڈا ایسے شخص کے ہاتھ میں دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور وہ بھی (اللہ اور اس کا رسول) اس سے محبت کرتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص نے جھنڈے کے حصول کیلئے اپنے آپ کو لمبا کیا اتنے میں آپ ﷺ نے علی ؓ کو بلوایا۔ وہ حاضر ہوئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب ڈالا اور جھنڈا انہیں دے دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہی کے ہاتھ پر فتح نصیب فرمائی

وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمُ الْآيَةَ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا وَفَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

اور یہ آیت نازل ہوئی (نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمۡ)۔آل عمران ۶۱:(۳) یہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہؓ، علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ کو فرمایا یا اللہ یہ میرے اہل بیت (گھر والے) ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں آپ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جنگ وقتال کرنے کے بجائے دعوت اسلام دینے کی طرف رہنمائی فرمائی کہ بسااوقات دعوت اسلام اتنی کارگر ہوجاتی ہے کہ مخالفین اسلام کی بڑی تعداد بغیر جنگ کے اسلام میں داخل ہوجاتی ہے اسکے متعلق علامہ ابن ہمامؒ نے اسی بنیاد پر بڑی پیاری باتیں کی ہیں کہ ایک مومن کا پیدا کرنا ہزار کفار کو ختم کرنے سے بہتر ہے کیونکہ حضور ﷺ کی بعثت کا مقصد انسانیت کو بچانا ہے نہ کہ ختم کرنا ہے۔

يَكُونُ مِثْلُنَا: اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ ہماری طرح مسلمان ہوجائیں یہاں تمثیل صرف مسلمان ہونے میں ہے ایمانی کیفیت میں نہیں ہے کیونکہ اس کیفیت کا تعلق ہر انسان کے اپنے اپنے اخلاص کے ساتھ ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہنے کا الزام

ترمذی کی مذکورہ روایت کے شروع میں جو یہ الفاظ ہیں: **امر معاوية سعداً، فقال: مامنعك ان تسب ابا تراب؟** اس سے مولانا مودودی نے اپنی کتاب ''خلافت وملوکیت'' میں اور بعض دوسرے لوگوں نے استدلال کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر کھلے عام سب وشتم اور برا بھلا کہا کرتے تھے، لیکن مولانا مودودی وغیرہ کا حضرت امیر معاویہؓ پر یہ الزام درست نہیں ہے، اس کیلئے دو باتیں پیش نظر رہیں:

(۱) واقعہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور امیر حضرت معاویہؓ میں نقطہ نظر کے اعتبار سے شدید اختلاف تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کہنا یہ تھا کہ حضرت امیر معاویہ اور اہل شام میرے ہاتھ پر اولاً بیعت کریں اور پھر باہمی مشورے سے حضرت عثمانؓ کے قصاص کا فیصلہ کیا جائے گا، بیعت نہ کرنے کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امیر معاویہؓ کو بغاوت کا مرتکب سمجھتے تھے، اور وہ اس چیز کا اظہار بھی کرتے تھے، دوسری طرف حضرت امیر معاویہؓ، یہ سمجھتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ قاتلین عثمانؓ سے قصاص لینے میں مداہنت برت رہے ہیں، اس لیے وہ غلطی پر ہیں، انہیں پہلے قصاص لینا چاہیے، حضرت عثمانؓ کے قاتلین ان کے لشکر میں موجود ہیں، اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ان سے قصاص لینے پر قادر نہیں، تو انہیں ہمارے حوالہ کریں، دونوں طرف نجی مجلسوں میں اس چیز کا اظہار بھی ہوتا رہتا تھا، یہ اختلاف جب شدت اختیار کر گیا، تو اسی کے نتیجہ میں جنگ صفین کا المناک واقعہ پیش آیا۔ (حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق (ص ۱۹۱)، سیرت علی المرتضیٰ مولانا نافع (ص ۳۰۴))

(۲) ترمذی کی مذکورہ روایت میں جو لفظ ''سب'' استعمال ہوا ہے، اس سے سب وشتم اور گالی گلوچ کے معنی مراد نہیں، بلکہ قرون اولیٰ میں یہ لفظ کسی شخص کی غلط روش پر اعتراض کرنے، اسے اس کی کسی غلطی پر ٹوکنے، خطا کار ٹھہرانے، اور غلطی پر سخت سست کہنے

کے معنی میں استعمال ہوتا تھا، چنانچہ کلام عرب میں اس کی بہت سی نظیریں ملتی ہیں، مثلاً:

صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ تبوک کے سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہی ہدایت فرمائی تھی کہ کل جب تم لوگ تبوک کے چشمے پر پہنچو، تو تم میں سے کوئی شخص اس کے پانی کو میرے پہنچنے سے پہلے نہ ہاتھ لگائے، اتفاق سے دو صاحبان قافلے سے آگے نکل کر چشمے پر پہلے پہنچ گئے، اور انہوں نے پانی پی لیا، راوی کہتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو: فسبهما النبي صلى الله عليه وسلم ان دونوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''سبّ'' فرمایا، یہاں لفظ ''سبّ'' گالم گلوچ کے معنی میں نہیں بلکہ اس حدیث میں یہ لفظ ''غلطی پر ٹوکنے اور خطا کار ٹھہرانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

اسی طرح ترمذی کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت سعد سے یہ پوچھ رہے ہیں کہ کیا وجہ ہے کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ''سبّ'' نہیں کر رہے یعنی ان کو خطا کار کیوں نہیں ٹھہرا رہے، تم ان کی غلطی کا اظہار کیوں نہیں کر رہے؟ اصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ حضرت سعدؓ ایک ایسی مجلس میں تھے، جس میں لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غلط اور خطا کار کہہ رہے تھے، مگر حضرت سعدؓ خاموش بیٹھے تھے، اس بحث میں حصہ نہیں لے رہے تھے، حضرت امیر معاویہؓ نے انہیں خاموش بیٹھا دیکھ کر پوچھا کہ آپ کس وجہ سے خاموش ہیں؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خطا کار کیوں نہیں کہہ رہے، اس بات کے جواب میں حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ تین خصوصیات یاد ہیں، جنہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، اس لیے میں انہیں خطا کار نہیں ٹھہرا سکتا۔ (تکملۃ فتح الملہم ج ۵، ص ۱۰۳، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حدیث ۶۱۷۶، حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۱۹۱)

اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اس حدیث میں لفظ ''سبّ'' گالی گلوچ کے معنی میں نہیں ہے، اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ جیسا جلیل القدر صحابی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے عظیم صحابی کو اختلاف رائے کی وجہ سے سب وشتم اور گالی گلوچ کریں، وہ تو صحابہ ہیں امت کے فقہاء کے درمیان بھی بلکہ استاذ اور شاگرد کے درمیان بھی کسی مسئلہ میں اختلاف رائے ہو جاتا ہے، لیکن یہ اختلاف دلائل کی روشنی میں ہوتا ہے، کوئی کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتا، اس لیے ایسا نہیں ہو سکتا کہ حضرت امیر معاویہؓ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنی مجلسوں میں گالی گلوچ دیتے ہوں، ہاں اختلاف رائے کا ضرور ذکر کرتے تھے۔

اس اختلاف کے باوجود حضرت امیر معاویہؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بہت ادب اور احترام کرتے تھے، اس پر چند دلائل:

(۱) حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ''جب حضرت امیر معاویہؓ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل ہونے کی خبر ملی، تو وہ رونے لگے، ان کی اہلیہ نے ان سے کہا کہ آپ ان پر اب رو رہے ہیں، حالانکہ زندگی میں ان سے لڑتے رہے ہیں؟ حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ تمہیں پتہ نہیں کہ آج لوگ کتنے علم وفضل اور فقہ سے محروم ہو گئے''۔ (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۳) یہاں حضرت امیر معاویہؓ کی اہلیہ نے یہ اعتراض تو کیا کہ آپ ان پر کیوں روتے ہیں، جبکہ زندگی میں ان سے لڑتے رہے لیکن یہ نہیں کہا کہ زندگی میں تو آپ ان پر سبّ وشتم کیا کرتے تھے، اب ان پر کیوں روتے ہیں؟

(۲) امام احمد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت زید بن عمر بن

خطاب ؓ کی موجودگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کچھ برا بھلا کہا، حضرت امیر معاویہ ؓ نے اس پر انہیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا: تشتم علیا وھو جدہ تم علی کو برا بھلا کہہ رہے ہو، حالانکہ وہ ان کے دادا ہیں۔ (تاریخ طبری ج ۴ ص ۲۴، الکامل لابن اثیر ج ۴ ص ۵)

(۳) علامہ ابن الاثیر جزری نے حضرت امیر معاویہ ؓ کا جو آخری خطبہ نقل کیا ہے، اس میں انہوں نے یہ بھی فرمایا:

''میرے بعد تمہارے پاس جو (خلیفہ) بھی آئے گا، میں اس سے بہتر ہوں گا، جس طرح مجھ سے پہلے جتنے (خلفاء) تھے، وہ مجھ سے بہتر تھے''۔ (الکامل لابن اثیر ج ۴ ص ۲)

(۴) علامہ ابن عبدالبر نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ ؓ نے بڑے اصرار کے ساتھ ضرار صدائی سے کہا کہ ''میرے سامنے علی کے اوصاف بیان کرو'' ضرار صدائی نے بڑے بلیغ الفاظ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی غیر معمولی تعریفیں کیں، حضرت امیر معاویہ ؓ سنتے رہے اور آخر میں رو پڑے، پھر فرمایا: ''رحم الله اباحسن، كان والله كذلك'' اللہ ابوالحسن یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر رحم کرے، خدا کی قسم وہ ایسے ہی تھے۔

(۵) نیز حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ ؓ مختلف فقہی مسائل میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خط وکتابت کے ذریعہ معلومات حاصل کیا کرتے تھے، چنانچہ جب ان کی وفات کی خبر پہنچی تو حضرت امیر معاویہ ؓ نے فرمایا کہ: ذھب الفقه والعلم بموت ابن ابي طالب (الاستیعاب لابن عبدالبر ج ۳، ص ۴۳، ۴۵) ابن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم رخصت ہو گئے۔

اگر حضرت سعد ؓ کی مذکورہ روایت کو ان فضیلت والی تمام روایات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے اور ساتھ میں حضرت امیر معاویہ ؓ کے مقام صحابیت، ان کے علم وفضل، ان کی شرافت ونجابت اور ان کے حلم وتدبر کو سامنے رکھا جائے تو کسی بھی صاحب انصاف کو اس بات میں شک نہیں رہ سکتا کہ صحیح مسلم کی روایت کی طرح، ترمذی کی زیر بحث حضرت سعد ؓ کی روایت میں بھی لفظ ''سب'' گالی گلوچ کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ غلطی پر ٹوکنے اور خطا کار ٹھہرانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، اس لیے اس حدیث کی بنیاد پر مولانا مودودی اور دوسرے بعض لوگوں نے، جو حضرت امیر معاویہ ؓ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہنے کا الزام عائد کیا ہے، یہ کسی بھی لحاظ سے درست نہیں ہے۔ (تکملۃ فتح الملہم ج ۵ ص ۱۰۴، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل علی بن ابی طالب، حضرت امیر معاویہ اور تاریخی حقائق ص ۱۹۳)

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا الْأَحْوَصُ بْنُ جَوَّابٍ أَبُو الْجَوَّابِ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشَيْنِ وَأَمَّرَ عَلَى أَحَدِهِمَا عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَعَلَى الْآخَرِ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ وَقَالَ إِذَا كَانَ الْقِتَالُ فَعَلِيٌّ قَالَ

حضرت براء ؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر ایک ساتھ روانہ کیے۔ ایک کا امیر حضرت علی ؓ کو اور دوسرے کا امیر حضرت خالد بن ولید ؓ کو مقرر کیا اور فرمایا جب جنگ ہوگی تو پورے لشکر کے امیر علی ہوں گے۔ چنانچہ حضرت علی ؓ نے ایک قلعہ فتح کیا اور مال غنیمت میں سے ایک باندی لے لی۔ اس پر خالد نے میرے ہاتھ میں ایک خط نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا

فَافْتَتَحَ عَلِيٌّ حِصْنًا فَأَخَذَ مِنْهُ جَارِيَةً فَكَتَبَ مَعِي خَالِدٌ كِتَابًا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِ قَالَ فَقَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَأَ الْكِتَابَ فَتَغَيَّرَ لَوْنُهُ ثُمَّ قَالَ مَا تَرَى فِي رَجُلٍ يُحِبُّ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيُحِبُّهُ اللهُ وَرَسُولُهُ قَالَ قُلْتُ أَعُوذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِ اللهِ وَغَضَبِ رَسُولِهِ وَإِنَّمَا أَنَا رَسُولٌ فَسَكَتَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

جس میں حضرت علیؓ کی شکایت کی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ خط دے دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پڑھا تو چہرہ انور کا رنگ متغیر ہوگا۔ فرمایا تم اس شخص سے کیا چاہتے ہو جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا اور اللہ و رسول کو وہ محبوب ہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کے غصے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں میں تو صرف قاصد ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اسے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب الجهاد باب من یستعمل علی الحرب میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَجْلَحِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَعَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا يَوْمَ الطَّائِفِ فَانْتَجَاهُ فَقَالَ النَّاسُ لَقَدْ طَالَ نَجْوَاهُ مَعَ ابْنِ عَمِّهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا انْتَجَيْتُهُ وَلٰكِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَجْلَحِ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ ابْنِ فُضَيْلٍ أَيْضًا عَنِ الْأَجْلَحِ وَمَعْنَى قَوْلِهِ وَلٰكِنَّ اللهَ انْتَجَاهُ يَقُولُ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَنْتَجِيَ مَعَهُ

علی بن منذر کوفی، محمد بن فضیل، اجلح، ابوزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کی لڑائی کے موقع پر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی، لوگ کہنے لگے آج آپ نے اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ کافی دیر تک سرگوشی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں کی بلکہ اللہ نے خود ان سے سرگوشی کی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اجلح کی روایت سے جانتے ہیں۔ ابن فضیل کے علاوہ کئی راوی اجلح سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ ان کے کان میں کچھ کہوں۔

تشریح: اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے طویل سرگوشی فرمائی جس کی وجہ سے منافقین اور نو مسلمان لوگ کہنے لگے کہ اپنے چچازاد بھائی کے ساتھ سرگوشی کر رہے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات سنی تو فرمایا کہ میں سرگوشی نہیں کر رہا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میں جنگی امور سے متعلق چند ہدایات حضرت علیؓ کو بتا رہا ہوں کیونکہ جنگی امور کے متعلق کوئی بات سب کے سامنے ذکر کرنا مناسب نہیں اور یہ جنگی اصول وقواعد کے خلاف بھی ہے۔ اس حدیث میں دو باتیں بھی معلوم ہوئیں۔

اول: حضرت علیؓ سے سرگوشی کر کے اور لوگوں سے کوئی بات نہیں چھپائی کیونکہ وہ بات جنگی امور سے متعلق تھی اس لئے سب کے

سامنے اظہار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ثانی: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات چھپا کر حضرت علیؓ کو نہیں بتائی جبکہ روافض کہتے ہیں کہ اسی موقع پر خلافت بلافصل کا حضرت علیؓ کو بتایا گیا۔

باب

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي حَفْصَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ يَا عَلِيُّ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يُجْنِبَ فِي هٰذَا الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرِكَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ قُلْتُ لِضِرَارِ بْنِ صُرَدٍ مَا مَعْنَى هٰذَا الْحَدِيثِ قَالَ لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ يَسْتَطْرِقُهُ جُنُبًا غَيْرِي وَغَيْرِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَسَمِعَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ مِنِّي هٰذَا الْحَدِيثَ فَاسْتَغْرَبَهُ

علی بن منذر، ابن فضیل، سالم بن ابی حفصہ، عطیہ، حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا اے علی! میرے اور تمہارے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ حالت جنابت میں اس مسجد میں رہے۔ (امام ترمذیؒ کے استاذ) علی بن منذر کہتے ہیں کہ میں نے ضرار بن صرد سے اس کے معنی پوچھے تو انہوں نے فرمایا اس سے مراد مسجد نبوی سے گزرنا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ نے مجھ سے یہ حدیث سنی اور اسے غریب کہا۔

تشریح: اس حدیث میں بھی حضرت علیؓ کی ایک خصوصیت کا ذکر ہے کہ مسجد نبوی میں میرے اور حضرت علیؓ کے علاوہ کوئی حالت جنابت میں نہیں گزر سکتا وجہ اسکی یہ تھی حضرت علیؓ کے گھر کا دروازہ مسجد کی جانب کھلتا تھا اس وجہ سے خصوصیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے ضعیف قرار دیا ہے علامہ ابن جوزیؒ نے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ یہ حدیث امام بخاریؒ نے امام ترمذیؒ سے سنی ہے۔ اور ایک حدیث کا ذکر ما قبل میں بھی گزر چکا ہے جو سورۃ حشر کی تفسیر میں دوسری روایت ہے۔

باب

حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَابِسٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْمُلَائِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَصَلَّى عَلِيٌّ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ وَمُسْلِمٌ الْأَعْوَرُ لَيْسَ عِنْدَهُمْ بِذٰلِكَ الْقَوِيِّ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ حَبَّةَ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَ هٰذَا

اسماعیل بن موسی، علی بن عابس، مسلم ملائی، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیر کے دن نبوت عطا کی گئی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منگل کو نماز پڑھی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف مسلم اعور کی روایت سے جانتے ہیں اور مسلم اعور محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ مسلم اسے حبہ سے اور وہ حضرت علیؓ سے اسی کی مانند روایت نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کی بعثت پیر (سوموار) کو ہوئی اور حضرت علیؓ نے منگل کے دن نماز پڑھی۔ حدیث مذکورہ میں صلی سے مراد اسلام لانا ہے۔ اس حدیث میں حضرت علیؓ کا بچپن میں اسلام لانے کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ آپ بچپن میں آٹھ سال کی عمر میں اسلام لائے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پہلے اسلام لائے خواتین میں سب سے پہلے حضرت خدیجہؓ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہؓ اسلام لائے۔

سند پر کلام: یہ روایت ٹھیک نہیں کیونکہ بعثت نبوی کے ساتھ ہی نماز فرض نہیں ہوئی تھی بلکہ بعد میں فرض ہوئی اور اس میں راوی علی بن عابس اسدی کوفی اور مسلم بن کیسان ضبی، ملائی، براد، اعور کوفی ضعیف ہیں۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُسْتَغْرَبُ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ

قاسم بن دینار کوفی، ابونعیم، عبدالسلام بن حرب، یحیی بن سعید، سعید بن مسیب، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے اسی طرح ہو جس طرح موسیٰ علیہ السلام کیلئے ہارون علیہ السلام تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے اور یحیی بن سعد انصاری کی روایت سے غریب سمجھی جاتی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ أَنْتَ مِنِّي بِمَنْزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسَى إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ

محمود بن غیلان، ابواحمد زبیری، شریک، عبداللہ بن محمد بن عقیل، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا تم میرے لئے وہی حیثیت رکھتے ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی۔ فرق یہ ہے کہ وہ دونوں نبی تھے اور مجھ پر نبوت ختم ہو چکی ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اور اس باب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زید بن ارقم، ابوہریرہؓ اور ام سلمہؓ سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ جب رسول کریم ﷺ غزوہ تبوک کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو رسول کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے اہل وعیال کی خبر گیری واہل مدینہ کی حفاظت کے لئے اپنے گھر چھوڑا تھا اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو نماز کی جماعت کرانے کے لئے مقرر فرمایا اس پر منافقین نے آپ رضی اللہ عنہ پر طرح طرح کے طعن کیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب

منافقین کے یہ طعنے سنے تو غیرت محسوس کرتے ہوئے فوراً ہتھیار باندھ کر نکل کھڑے ہوئے اور مقام جرف پہنچ گئے جو مدینہ سے تقریباً تین میل شمال میں واقع ہے اور اس جگہ آپ ﷺ اسلامی لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ منافقین میرے بارے میں ایسا ایسا کہہ رہے ہیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ جھوٹے ہیں میں تو تمہیں مدینہ میں اپنے اہل وعیال پر اپنا خلیفہ بنا کر آیا ہوں اور بطور تشبیہ کے فرمایا کہ علی تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ تمہارا مجھ سے وہی تعلق ہو جو ہارون علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے تو اپنی قوم میں حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنا گئے تھے۔

سوال: اس حدیث کے ذریعے روافض یہ استدلال کرتے ہیں کہ دراصل ''لعلی انت منی'' سے آپ ﷺ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپی جا رہی ہے لہٰذا آپ ﷺ کے وصال کے بعد خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق تھا اور روافض یہ بھی کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی وصیت سے انحراف کیا اور خلافت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سب سے مؤخر کیا۔ روافض نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ اس استدلال کی بناء پر باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو (معاذ اللہ) کافر کہہ ڈالا۔

جواب اول: اہل سنت والجماعت شیعوں کے اس استدلال کو من گھڑت بتلاتے ہیں کیونکہ اگر آپ ﷺ کا مقصد اس جملہ سے خلافت کی وصیت کرنا یا خلافت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا تو اس وقت آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ ہرگز نہ دیتے کیونکہ حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ نہیں بنے تھے وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال سے چالیس سال پہلے ہی وفات پا چکے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دینا محض قرب منزلت میں ہے نہ نبوت میں اور نہ خلافت میں اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ مخصوص مدت کیلئے رسول کریم ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا عارضی خلیفہ بنا کر قربت و وابستگی کو ظاہر کرنا مقصود ہو

جواب ثانی: اگر اس جملہ سے خلافت کی تصریح ہوتی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کا دعویٰ کرتے اگرچہ بڑی مجالس میں ذکر نہ کرتے تو نجی مجالس میں اس کا تذکرہ ضرور کرتے اس سے معلوم ہوا کہ روافض اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي: بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا'' یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم آسمان دنیا سے تشریف لائینگے تو نبی ہونے کی حیثیت سے زمین پر نہیں اتریں گے بلکہ دین محمد کا نفاذ کرنیوالے اور اسلامی امراء وحکام میں سے ایک امیر و حاکم بن کر اتریں گے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِسَدِّ الْأَبْوَابِ إِلَّا بَابَ عَلِيٍّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ

محمد بن حمید رازی، ابراہیم بن مختار، شعبہ، ابوبلج، عمرو بن میمون، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دروازے کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازے بند کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث

عَنْ شُعْبَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

کوشعبہ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب کے ذیل میں گزر چکی ہے۔اس حدیث کی سند میں محمد بن حمید رازی مختلف فیہ راوی ہیں اور ابراہیم بن مختار کا حافظہ کمزور ہے۔ابن جوزیؒ کا قول ہے کہ یہ حدیث روافض نے اس حدیث کا توڑ کرنے کے لئے گھڑی ہے جو ماقبل میں گزری جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خوخہ کے علاوہ تمام روافض کو بند کرنے کا حکم دیا تھا۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَخِي مُوسَى بْنُ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ بِيَدِ حَسَنٍ وَحُسَيْنٍ فَقَالَ مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هٰذَيْنِ وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

نصر بن علی جہضمی، علی بن جعفر بن محمد بن علی، موسیٰ بن جعفر بن محمد، اپنے والد سے، جعفر بن محمد اپنے والد سے، محمد بن علی اپنے والد سے، علی بن حسین، ان کے والد، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا جو مجھ سے محبت کرے گا۔ اور ان دونوں سے محبت کرے گا اور ان کے والدین (یعنی علی اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے بھی محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ میری جگہ میں ہوگا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو جعفر بن محمد کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي: کہ وہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے درجہ، جگہ اور مقام میں ہوگا یعنی اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی قرب حاصل ہوگا بلاشبہ یہ بہت بڑی فضیلت اور اجر عظیم ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَوَّلُ مَنْ صَلَّى عَلِيٌّ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَلْجٍ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ حُمَيْدٍ وَأَبُو بَلْجٍ اسْمُهُ يَحْيَى بْنُ أَبِي سُلَيْمٍ وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ الرِّجَالِ أَبُو

محمد بن حمید، ابراہیم بن مختار، شعبہ، ابوبلج، عمرو بن میمون، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھی۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو شعبہ کی ابوبلج کا نام یحییٰ بن سلیم ہے۔ بعض محدثین کا کہنا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آٹھ برس کی عمر میں مسلمان

بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَأَسْلَمَ عَلِيٌّ وَهُوَ غُلَامٌ ابْنُ ثَمَانِ سِنِينَ وَأَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ مِنَ النِّسَاءِ خَدِيجَةُ

ہوئے اور عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایمان لائیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ زَيْدِ بْنَ أَرْقَمَ قَالَ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ عَلِيٌّ قَالَ عَمْرُو بْنُ مُرَّةَ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِإِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ فَأَنْكَرَهُ وَقَالَ أَوَّلُ مَنْ أَسْلَمَ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو حَمْزَةَ اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ زَيْدٍ

محمد بن بشار ومحمد بن مثنی، محمد بن جعفر، شعبہ، عمرو بن مرۃ، ابوحمزۃ، رجل من الانصار، حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم نخعی کے سامنے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا نہیں بلکہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابوحمزہ کا نام طلحہ بن زید ہے۔

تشریح: أَوَّلُ مَنْ صَلَّى: اس میں صَلَّى سے مراد نماز پڑھنا نہیں بلکہ مسلمان ہونا ہے کیونکہ جو اسلام قبول کرتا ہے وہ فوراً نماز شروع کر دیتا ہے۔

روایات میں تعارض: یہاں پر دو روایات ہیں ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے اسلام قبول کیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اسلام قبول کیا تو دونوں میں تعارض ہے۔

جواب: شارحین نے اس کی یوں تطبیق دی ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے صدیق اکبرؓ نے اسلام قبول کیا اور بچوں میں حضرت علیؓ نے، خواتین میں حضرت خدیجہؓ نے اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہؓ نے اسلام قبول کیا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ ابْنِ أَخِي يَحْيَى بْنِ عِيسَى الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَقَدْ عَهِدَ إِلَيَّ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّبِيُّ الْأُمِّيُّ أَنَّهُ لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغُضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ قَالَ عَدِيُّ بْنُ ثَابِتٍ أَنَا مِنَ الْقَرْنِ الَّذِينَ دَعَا لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عیسیٰ بن عثمان بن یحییٰ بن عیسیٰ رملی، یحییٰ بن عیسیٰ رملی، اعمش، عدی بن ثابت، زر بن حبیش، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی امی تھے انہوں نے مجھ سے وصیت کی کہ مومن ہی تجھ سے محبت کرے گا اور منافق تجھ سے بغض رکھے گا۔ عدی بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس جماعت میں سے ہوں جن کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح بھی ماقبل میں گزر چکی ہے۔ اس حدیث کے ایک راوی عدی بن ثابت تبع تابعی ہیں وہ کہتے

ہیں کہ میں اس زمانہ کا ہوں جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی ہے مطلب قرن ثالث کا ہوں یہ انصاری کوئی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ أَبِي الْجَرَّاحِ قَالَ حَدَّثَنِي جَابِرُ بْنُ صُبَيْحٍ قَالَ حَدَّثَتْنِي أُمُّ شَرَاحِيلَ قَالَتْ حَدَّثَتْنِي أُمُّ عَطِيَّةَ قَالَتْ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَيْشًا فِيهِمْ عَلِيٌّ قَالَتْ فَسَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ يَقُولُ اللَّهُمَّ لَا تُمِتْنِي حَتَّى تُرِيَنِي عَلِيًّا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار و یعقوب بن ابراہیم، ابو عاصم، ابو جراح؛ جابر بن صبیح، ام شراحیل، حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اس میں علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہاتھ اٹھا کر دعا کر رہے تھے کہ یا اللہ مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ دیکھ لوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علیؓ سے بہت محبت کرتے تھے جب لشکر روانہ کرتے یا لشکر واپس آنے لگتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا فرماتے۔ یہ حدیث بھی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابوالجراح بہزی اور ام شراحیل مجہول راوی ہیں۔

مَنَاقِبُ أَبِي مُحَمَّدٍ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ كَانَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَأَقْعَدَ تَحْتَهُ طَلْحَةَ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ فَقَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْجَبَ طَلْحَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوسعید اشج، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے، دادا سے، عبداللہ بن زبیر، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ غزوہ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک پتھر پر چڑھنے لگے تو نہ چڑھ سکے۔ چنانچہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بٹھایا اور ان پر پاؤں رکھ کر چڑھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیلئے جنت واجب ہوگئی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ: اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”خذوا حذركم الايه وقوله واعدوالهم ما استطعتم من قوة۔ الاية“ کی زیادہ سے زیادہ تعمیل فرمائی ”فانها تشمل الدرع قوت“ درع وغیرہ لینے کو بھی شامل ہے اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ اُحد کے دن دو زرہیں پہن رکھی تھیں اور اس آیت کی تفسیر ان الفاظ سے کی ”الا ان

القوة في الرمي''۔

يَقُولُ أَوْجَبَ طَلْحَةُ: یعنی طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنت کو واجب کرلیا۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے جنگ احد میں بہت جانثاری کا ثبوت دیا جس کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ہے کہ ہاتھ بھی شل کروادیئے اور جسم پر اسی سے زائد تیروں کے نشانات بھی تھے۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ کمامر۔

ملا علی قاریؒ نے جنگ اُحد کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر گزرنے والے مصائب اور تکالیف کا ذکر کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن عتبہ بن وقاص نے آپ پر تیر پھینکا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہو گیا اور احد کے مقام پر کافروں نے گڑھے کھود کر اوپر سے کمزور جھاڑیوں سے بھر دیا تا کہ کوئی اس پر پاؤں رکھے گا تو گر جائے گا اس طرح ایک گڑھے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے پیشانی پر خود کی دو کڑیاں چبھ گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبید اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور گڑھے سے باہر نکالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے جو خون نکل رہا تھا اس کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نیچے نہ گرنے دیا بلکہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے چوس لیا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرا خون چوسا اس کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۳۶۲)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مُوسَى عَنِ الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ قَالَ قَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى شَهِيدٍ يَمْشِي عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ فِي الصَّلْتِ بْنِ دِينَارٍ وَضَعَّفَهُ وَتَكَلَّمُوا فِي صَالِحِ بْنِ مُوسَى

قتیبہ، صالح بن موسیٰ، صلت بن دینار، ابونضرۃ، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ وہ ایسے شہید کو دیکھے جو زمین پر چل رہا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ طلحہ بن عبید اللہ کو دیکھ لے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف صلت بن دینار کی روایت سے جانتے ہیں اور ان کے متعلق بعض اہل علم کلام کرتے ہیں۔ بعض محدثین صالح بن موسیٰ پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں موت مراد ہے یعنی انہوں نے اپنے اوپر لازم کرلیا تھا کہ وہ مرتے دم تک قتال کریں گے اگر ''نحب'' بمعنی نذر ہو تو قرآن کریم میں ہے ''من المؤمنين رجال صدقوا ماعاہدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر'' تو مطلب یہ ہوگا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے سرفروشی اور فداکاری کا جو عہد کیا تھا اس کو پورا کر دیا اور درحقیقت وہ اس موقعہ پر موت کا مزا چکھ چکے ہیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ درحقیقت اس اختیاری موت کی طرف اشارہ ہے جو اہل سلوک اور ارباب فناء کو حاصل ہوتی ہے ''وقد قضى نحبه'' یعنی حقیقت میں اس مردہ نے اپنا مطلوب جو شہادت ہے وہ پالیا ہے یعنی جو شخص زندہ شہید کو دیکھنا چاہتا ہے وہ طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے چونکہ جنگ اُحد میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے جسم پر اتنے زخم لگے تھے کہ جسم کا کوئی چھوٹا بڑا حصہ نہیں بچا تھا اتنی کثرت سے زخم لگنے کے بعد گویا وہ زندہ پھرنے والا

شہید ہے یا آپ ﷺ نے مردہ کہہ کر اس طرف اشارہ کیا ہو کہ مآل کار حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت اور حسن خاتمہ حاصل ہو اور ایسا ہی ہوا کہ یہ جنگ جمل میں شہید ہوئے۔

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَنْصُورٍ الْعَنَزِيُّ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَلْقَمَةَ الْيَشْكُرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ سَمِعَتْ أُذُنِي مِنْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقُولُ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوسعید اشج، ابوعبدالرحمن بن منصور عنزی، عقبہ بن علقمہ یشکری، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے کانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے یہ الفاظ سنے کہ طلحہ اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں میرے پڑوسی ہوں گے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح آسان ہے البتہ سند کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس میں دوراوی عبدالرحمن عنزی اور عقبہ دونوں ضعیف راوی ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ عَنْ إِسْحٰقَ بْنِ يَحْيٰى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ عَمِّهِ مُوسٰى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ أَلَا أُبَشِّرُكَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ طَلْحَةُ مِمَّنْ قَضٰى نَحْبَهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ مُعَاوِيَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عبدالقدوس بن محمد عطار، عمرو بن عاصم، اسحاق بن یحیی بن طلحہ، حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا تو وہ کہنے لگے کیا میں تمہیں ایک بشارت نہ دوں؟ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہؓ ان لوگوں میں سے ہیں۔ جنہوں نے اپنا کام مکمل کرلیا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو معاویہؓ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی شرح سورۃ احزاب کے ضمن میں گزر چکی ہے۔ اور مناقب ابی محمد: طلحہ بن عبیداللہ کے شروع میں بھی گزر چکا ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ يَحْيٰى عَنْ مُوسٰى وَعِيسٰى ابْنَيْ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِمَا طَلْحَةَ أَنَّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن علاء، یونس بن بکیر، طلحہ بن یحیی، موسیٰ وعیسیٰ بن طلحہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک جاہل اعرابی سے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھو کہ کون ہیں جو اپنا کام پورا کر چکے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ

قَالُوا لِأَعْرَابِيٍّ جَاهِلٍ سَلْهُ عَمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ مَنْ هُوَ وَكَانُوا لَا يَجْتَرِئُونَ عَلَى مَسْأَلَتِهِ يُوَقِّرُونَهُ وَيَهَابُونَهُ فَسَأَلَهُ الْأَعْرَابِيُّ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ سَأَلَهُ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ إِنِّي اطَّلَعْتُ مِنْ بَابِ الْمَسْجِدِ وَعَلَيَّ ثِيَابٌ خُضْرٌ فَلَمَّا رَآنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ قَالَ الْأَعْرَابِيُّ أَنَا يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ هٰذَا مِمَّنْ قَضَى نَحْبَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ بُكَيْرٍ وَقَدْ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ كِبَارِ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ هٰذَا الْحَدِيثَ وَ سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَعِيلَ يُحَدِّثُ بِهٰذَا عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ وَوَضَعَهُ فِي كِتَابِ الْفَوَائِدِ

تعالیٰ عنہم ازخود سوال پوچھنے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقیر (عزت) کرتے اور ڈرتے تھے۔ چنانچہ اس اعرابی نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا۔ اس نے دوبارہ پوچھا اس مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چہرہ انور پھیرلیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اتنے میں، میں بھی سبز کپڑے پہنے ہوئے مسجد کے دروازے میں پہنچا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ سوال کرنے والا کہاں ہے؟ اعرابی نے کہا کہ میں ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ شخص ان میں سے ہے جنہوں نے اپنا کام مکمل کرلیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ابوکریب کی روایت سے جانتے ہیں۔ کئی بار محدثین اسے ابوکریب سے نقل کرتے ہیں۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا وہ بھی یہ حدیث ابوکریب ہی سے نقل کرتے ہیں اور انہوں نے اسے کتاب الفوائد میں بیان ہے۔

تشریح: صحابہ کرامؓ نے یہ عہد اور منت مانی تھی کہ جب ہماری کفار کے ساتھ لڑائی ہو تو ہم ثابت قدمی کے باعث دشمن کا مقابلہ کریں گے حضرت طلحہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سرفروشی جرأت اور ہمت کے ساتھ دفاع کیا کہ اپنا سارا جسم زخموں سے چھلنی کردیا ۸۰ سے اوپر زخم ان کے جسم پر تھے اور ان کا ایک ہاتھ ناکارہ اور شل ہوگیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے اپنا عہد اور منت پوری کردی جو انہوں نے اسلام کی مدد ونصرت کا کیا تھا۔

بَابُ مَنَاقِبِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت زبیرؓ کا مختصر تعارف: حضرت زبیرؓ کا نام ونسب: زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی قرشی اسدی ہے انہوں نے آٹھ یا بارہ سال کی عمر میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اس پر ان کے چچا نے ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ حضرت استقامت سے اپنے ایمان پر ڈٹے رہے یہ تمام غزوات میں شریک رہے اسلام کی راہ میں سب سے پہلے انہوں نے تلوار کو نیام سے نکالا ان کے بیٹے عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد کے جسم پر تلوار کے تین زخم تھے دو بدر کے دن ایک یرموک کے معرکہ میں گرے تو زخم لگے تھے۔ جنگ جمل میں آپ حضرت عائشہؓ کے ساتھ تھے۔ واپسی پر راستے میں بنی تمیم کے ایک شخص عمرو بن جرموز نے بصرہ کے مقام صفوان پر ۳۶ھ میں ان کو شہید کردیا اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی اور بصرہ میں ان کو دفن کیا گیا وہاں پر ان کی قبر مشہور ہے۔

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَقَالَ بِأَبِي وَأُمِّي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، عبدۃ، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ سے لڑائی میں میرے لئے اپنے والدین کو جمع کیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص بنوقریظہ کی جنگی معلومات مجھے لاکر دے گا آپ ﷺ کا یہ حکم سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ چلے گئے جب واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں یہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی قدرومنزلت کی توثیق کرنا اور انکے اسکارنامہ پر ان کو زبردست اعزاز اور خراج تحسین پیش کرنا تھا۔ اس طرح ایک روایت میں ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ نے مجھے دومرتبہ فرمایا تھا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان (صدقے) ایک جنگ اُحد کے موقع پر اور دوسرا بنو قریظہ کے خلاف کارروائی کے وقت۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَيُقَالُ الْحَوَارِيُّ النَّاصِرُ

احمد بن منیع، معاویہ بن عمرو، زائدہ، عاصم، زر، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی طالب سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حواری کے معنی مددگار ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَحَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ وَزَادَ أَبُو نُعَيْمٍ فِيهِ يَوْمَ الْأَحْزَابِ

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے مددگار ہوتے ہیں میرا مددگار زبیر رضی اللہ عنہ ہے۔ ابونعیم اس حدیث میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات جنگ خندق کے موقع پر فرمائی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ کون ہے جو میرے پاس کفار کے متعلق خبر لے کر آئے؟ زبیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

قَالَ مَنْ يَأْتِينَا بِخَبَرِ الْقَوْمِ قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ الزُّبَيْرُ أَنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین مرتبہ پوچھا اور زبیرؓ نے تینوں مرتبہ کہا کہ میں خبر لاتا ہوں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ غزوہ احزاب کے دن چونکہ قریش وغیر قریش اور دوسرے قبائل بنوقریظہ، بنونضیر سب کفار متحد ہو کر مسلمانوں سے لڑنے کیلئے آئے ہوئے تھے اسلئے اسکا نام یوم الاحزاب پڑ گیا۔ اس وقت دشمن نے ایک ماہ تک مدینے کو گھیرے رکھا اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خندق کھودنے کا حکم دیا اس وجہ سے اس کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے اس دوران کبھی کبھار لڑائی ہو جاتی اور تیراندازی بھی ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت سے آندھی آئی اور تمام کفار بھاگ کھڑے ہوئے اسکا ذکر کتاب الجہاد کے ضمن میں ہو چکا ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ عوام کے بیٹے ہیں اور ان کی کنیت ابوعبداللہ قریش ہے۔ جنگ صفین سے واپسی پر ۳۶ ہجری میں بصرہ کے علاقہ میں صفوان بن عمر بن جرموز نے ان کو شہید کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر ۶۴ سال تھی۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ صَخْرِ بْنِ جُوَيْرِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ أَوْصَى الزُّبَيْرُ إِلَى ابْنِهِ عَبْدِ اللّٰهِ صَبِيحَةَ الْجَمَلِ فَقَالَ مَا مِنِّي عُضْوٌ إِلَّا وَقَدْ جُرِحَ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَهَى ذٰلِكَ إِلَى فَرْجِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

قتیبہ، حماد بن زید، صخر بن جویریہ، حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرا کوئی عضو ایسا نہیں کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ میں زخمی نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ میری شرم گاہ تک زخمی ہو گئی تھی۔ یہ حدیث حماد بن زید کی روایت سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی حضرت زبیرؓ کی جانثاری کا ذکر ہے اور اس حدیث میں جنگ جمل میں حضرت ابن زبیرؓ نے جو کلام کیا تھا اس کا ذکر ہے۔ انہوں نے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام کی سربلندی کے لئے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا تمام غزوات اور معرکوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا میرے جسم پر بڑے زخم آئے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کے یہ زخم ان کے فرج یعنی مخصوص اعضاء پر بھی تھے۔ یعنی دشمنوں نے ان کے جسم پر کوئی جگہ نہیں چھوڑی جہاں پر زخم نہ پہنچایا ہو۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفِ بْنِ عَبْدِ عَوْفٍ الزُّهْرِيِّ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، عبدالرحمن بن حمید، حمید، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

بْنِ عَوْفٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُوبَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ وَالزُّبَيْرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ فِي الْجَنَّةِ وَسَعْدٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَعِيدٌ فِي الْجَنَّةِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فِي الْجَنَّةِ أَخْبَرَنَا أَبُو مُصْعَبٍ قِرَائَةً عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَهٰذَا أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنتی ہیں۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سب کے سب) جنت میں ہیں۔ ابومصعب، عبدالعزیز بن محمد سے وہ عبدالرحمن بن حمید سے وہ اپنے والد سے وہ سعید بن زید سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ اس سند میں عبدالرحمن بن عوفؓ کا ذکر نہیں اور یہ حدیث عبدالرحمن بن عبید بھی اپنے والد سے وہ سعید بن زید سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث پہلی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ مِسْمَارٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ مُوسَى بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ عُمَرَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ حَدَّثَهُ فِي نَفَرٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَشَرَةٌ فِي الْجَنَّةِ أَبُو بَكْرٍ فِي الْجَنَّةِ وَعُمَرُ فِي الْجَنَّةِ وَعَلِيٌّ فِي الْجَنَّةِ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَطَلْحَةُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ فَعَدَّ هٰؤُلَاءِ التِّسْعَةَ وَسَكَتَ عَنِ الْعَاشِرِ فَقَالَ الْقَوْمُ نَنْشُدُكَ اللهَ يَا أَبَا الْأَعْوَرِ مَنِ الْعَاشِرُ قَالَ نَشَدْتُمُونِي بِاللهِ أَبُو الْأَعْوَرِ فِي الْجَنَّةِ قَالَ هُوَ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَسَمِعْتُ مُحَمَّدًا يَقُولُ هُوَ أَصَحُّ مِنَ الْحَدِيثِ الْأَوَّلِ

صالح بن مسمار مروزی، ابن ابی فدیک، موسیٰ بن یعقوب، عمر بن سعید، عبدالرحمن بن حمید، حمید، حضرت سعید بن زیدؓ نے چند لوگوں کو یہ حدیث سنائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عثمانؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، عبدالرحمنؓ، ابوعبیدہؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ راوی کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ نو آدمیوں کا نام گن کر دسویں سے خاموش ہو گئے۔ لوگوں نے کہا اے اعور ہم تمہیں اللہ کی قسم کہہ کر کہتے ہیں کہ دسویں شخص کے متعلق بھی بتائے کہ وہ کون ہے فرمانے لگے تم نے مجھے اللہ کی قسم! دے دی ہے۔ لہذا سنو) ابواعور بھی جنتی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ان کا نام سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ہے۔ میں نے امام محمد بن اسماعیل بخاری سے سنا۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پہلی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب کی بناء پر مذکورہ جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عشرہ مبشرہ کہا جاتا ہے ان سب حضرات کے حق میں جنت کی بشارت ایک ساتھ (ایک ہی مجلس میں) ایک حدیث میں بیان فرمائی گئی ہے ورنہ یہ بات نہیں ہے کہ جنت کی اس طرح کی مخصوص بشارت ان کے علاوہ اور کسی کے لئے منقول نہیں ہے بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی جنتی ہے جیسا کہ قرآن میں ہے "وکلا وعد اللہ الحسنٰی" مذکورہ ناموں کی ترتیب خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے اس ترتیب سے مذکورہ حضرات کے مراتب ودرجات ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ صَخْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ أَمْرَكُنَّ مِمَّا يُهِمُّنِي بَعْدِي وَلَنْ يَصْبِرَ عَلَيْكُنَّ إِلَّا الصَّابِرُونَ قَالَ ثُمَّ تَقُولُ عَائِشَةُ فَسَقَى اللهُ أَبَاكَ مِنْ سَلْسَبِيلِ الْجَنَّةِ تُرِيدُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَكَانَ قَدْ تَصَدَّقَ عَلَى أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيقَةٍ بِيعَتْ بِأَرْبَعِينَ أَلْفًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قتیبہ، بکر بن مضر، صخر بن عبداللہ، ابوسلمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو مخاطب کر کے فرمایا کہ مجھے اپنے بعد تم لوگوں کی فکر رہتی ہے کہ تمہارا کیا ہوگا۔ تمہارے حقوق ادا کرنے پر صرف صبر کرنے والے ہی صبر کر سکیں گے۔ ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ پھر عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تیرے باپ یعنی عبدالرحمن بن عوف کو جنت کے چشمے سے سیراب کرے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ازواج مطہرات کو ایسا مال (بطور ہدیہ) دیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ حَبِيبِ بْنِ شَهِيدٍ الْبَصْرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ أَوْصَى بِحَدِيقَةٍ لِأُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ بِيعَتْ بِأَرْبَعِ مِائَةِ أَلْفٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

احمد بن عثمان بصری، اسحاق بن ابراہیم بن حبیب بصری، قریش بن انس، محمد بن عمرو، حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ازواج مطہرات (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے لئے ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ میں فروخت ہوا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مالی قربانیوں میں سے ایک قربانی کا ذکر کیا گیا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جو باغ ازواج مطہرات کیلئے دیا تھا وہ چالیس ہزار دینار کا بیچا گیا اور اسکے علاوہ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ازواج مطہرات کے مصارف کیلئے اپنا ایک پورا باغ وقف کیا جو چار لاکھ درہم یا دینار میں فروخت کیا گیا تھا یہ تو ابن عوف کی مالی قربانیوں کی صرف ایک مثال ہے ابن عوف بہت بڑے تاجر بڑے فیاض تارک الدنیا صحابی

تھے اور وسیع بنیادوں پر تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ جتنا زیادہ مال واسباب کمائے تھے اتنا زیادہ اللہ کے راستے میں خرچ کیا کرتے تھے۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

مَنَاقِبُ أَبِي إِسْحَاقَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاسْمِ أَبِي وَقَّاصٍ مَالِكُ بْنُ وُهَيْبٍ

حَدَّثَنَا رَجَاءُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَدَوِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ عَنْ إِسْمٰعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ إِسْمٰعِيلَ عَنْ قَيْسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ إِذَا دَعَاكَ

رجاء بن محمد عدوی، جعفر بن عون، اسماعیل بن ابی خالد، قیس، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی یا اللہ! سعد جب تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔ یہ حدیث اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے۔ وہ قیس سے نقل کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! جب سعد تجھ سے دعا کرے تو اس کی دعا قبول فرما۔

تشریح: اَللّٰهُمَّ اسْتَجِبْ لِسَعْدٍ: اس دعا کے کئی معنی ہیں **اول:** کہ اے اللہ اس کی دعا کو تیر بہدف بنادے کہ جو اسکے منہ سے نکلے تو پورا کردے **ثانی:** حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں درحقیقت حدیث الباب میں دو دعائیں ہیں۔

اول: ان کی تیراندازی میں برکت دے کہ اس سے بہت کافر ہلاک ہوں اور ان کا نشانہ درست رہے۔ **ثانی:** ان کو مستجاب الدعوات بنادے۔

الحاصل تیراندازی کی شدت وقوت کے ساتھ اجابت دعا کا ذکر اس مناسبت سے تھا کہ عرف میں تیر اور دعا کے درمیان گہرا تعلق ہے ''دعا کا تیر بہدف ہونا'' یہ مشہور محاورہ ہے تو گویا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مستجاب الدعوات بن جانا گویا اس تیر کا اثر تھا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اسلام میں سب سے پہلے چلایا تھا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ مُجَالِدٍ عَنْ عَامِرٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَقْبَلَ سَعْدٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ

ابوکریب وابوسعید اشج، ابواسامہ، مجالد، عامر، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سعد تشریف لائے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں کوئی شخص (ان جیسا) اپنا ماموں دکھائے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف مجالد کی

مُجَالِدٍ وَكَانَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ وَكَانَتْ أُمُّ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ لِذَالِكَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَالِي

روایت سے جانتے ہیں۔ حضرت سعد کا تعلق قبیلہ بنوزہرہ سے تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ بھی اسی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ میرے ماموں ہیں۔

تشریح: زُهْرَةَ: یہ عورت کا نام ہے جو کلاب بن مرۃ ابن کعب بن لوی بن غالب کی بیوی تھی اس کی اولاد کو بنوزہرہ کہا جاتا ہے۔ اور یہ قریش کی ایک مشہور شاخ تھی۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق اسی شاخ سے تھا اور اس اعتبار سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بہن بھائی ہوئے۔ اسی وجہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو رسول کریم ﷺ نے ماموں کہا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّارُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ وَيَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ سَمِعَا سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ يَقُولُ قَالَ عَلِيٌّ مَا جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَاهُ وَأُمَّهُ لِأَحَدٍ إِلَّا لِسَعْدٍ قَالَ لَهُ يَوْمَ أُحُدٍ إِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي ارْمِ أَيُّهَا الْغُلَامُ الْحَزَوَّرُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَقَدْ رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ

حسن بن صباح بزار، سفیان بن عیینہ، علی بن زید و یحیی بن سعید، سعید بن مسیب، حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو کسی کے لئے جمع نہیں کیا مگر سعد کے لئے (جمع کیا ہے) چنانچہ غزوہ احد کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد سے فرمایا کہ تم پتہ چلاتے جاؤ میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ اور مزید آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے طاقتور نوجوان! تم تیر چلاؤ۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس باب میں سعدؓ سے بھی روایت ہے۔ کئی حضرات یہ حدیث یحیی بن سعید سے اور وہ مسیب سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَعَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ قَالَ جَمَعَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَوَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

قتیبہ، لیث بن سعد و عبدالعزیز بن محمد، یحیی بن سعید، سعید بن مسیب، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے دن میرے لئے اپنے والدین کو جمع فرمایا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور عبداللہ بن شداد سے بھی منقول ہے۔ وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: الْحَزَوَّرُ: یہ جواں مرد کے معنی میں آتا ہے چست و چالاک ہوشیار نوجوان چنانچہ اُحد کے دن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "فداك ابي وامي" فرمایا تھا۔

حَدَّثَنَا بِذٰلِكَ مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ مَا سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَدِّي أَحَدًا بِأَبَوَيْهِ إِلَّا لِسَعْدٍ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَوْمَ أُحُدٍ يَقُولُ ارْمِ سَعْدُ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، سعد بن ابراہیم، عبداللہ بن شداد، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد کے علاوہ کسی کے لئے اپنے والدین کو جمع فرما۔تے ہوئے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سعد! تیر پھینکو، میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: سوال: حدیث الباب میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمار ہے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کیلئے اپنے ماں باپ کو جمع کرتے نہیں سنا سعد بن وقاص کے علاوہ۔ جبکہ ماقبل میں ایک حدیث میں گزرا ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے لئے دو مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماں باپ کو جمع فرمایا۔ ایک جنگ احد کے وقت اور ایک بنوقریظہ کے خلاف کارروائی کے دوران تو بظاہر ان دونوں روایات میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔

جواب اول: دونوں روایتوں میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے علم کی بناء پر فرمار ہے ہیں کہ میں نے صرف سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا ہے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کو اس وقت علم نہیں ہوا تھا لہٰذا عدم علم عدم وجود کو مستلزم نہیں ہے

جواب ثانی: ہوسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کے دن دونوں حضرات کیلئے مذکورہ اعزازات والے جملے فرمائے ہوں لیکن سعدؓ کے بارے میں یہ جملہ زیادہ اسلئے مشہور ہوا ہو کہ حضرت سعدؓ بار بار اس جملہ کا تذکرہ کرتے تھے۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

روایات میں تعارض: اس حدیث میں حضرت علیؓ کا فرمان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف حضرت سعدؓ کے لئے فرمایا فداک ابی وامی۔ جبکہ دوسری روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحابہ کیلئے یہ الفاظ کہے ہیں ایک غزوہ احد کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص کے لئے دوسرا غزوہ خندق کے دن حضرت زبیر بن العوام کے لئے۔ تو دونوں روایات میں بظاہر تعارض ہو رہا ہے۔

جواب اول: حضرت علیؓ نے اپنے علم کی بناء پر ارشاد فرمایا دوسری روایت کی نفی نہیں۔

جواب ثانی: یا حضرت علیؓ کا مقصد صرف ایک جنگ غزوہ احد کے دن کا فرمار ہے ہیں باقی دنوں کی نفی نہیں کر رہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ سَهِرَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کسی جنگ سے) مدینہ طیبہ تشریف لائے تو رات کو آنکھ نہ لگی۔ فرمانے لگے کاش کوئی نیک انسان آج رات میری

مَقْدَمَهُ الْمَدِينَةَ لَيْلَةً قَالَ لَيْتَ رَجُلًا صَالِحًا يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ فَبَيْنَمَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعْنَا خَشْخَشَةَ السِّلَاحِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقَالَ سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَاءَ بِكَ فَقَالَ سَعْدٌ وَقَعَ فِي نَفْسِي عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ أَحْرُسُهُ فَدَعَا لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَامَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حفاظت کے لئے پہرہ دیتا۔ ام المومنین فرماتی ہیں کہ ہم ابھی یہی سوچ رہے تھے کہ کسی کے ہتھیاروں کی جھنکار سنی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا سعد بن ابی وقاص ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا مجھے خوف لاحق ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرر نہ پہنچائے لہٰذا میں حفاظت کرنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے دعا کی اور پھر سو گئے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سَهِرَ: جاگتے رہے سوئے نہیں۔ يَحْرُسُنِي: جو میرا پہرہ دے نگہبانی کرے۔
خَشْخَشَةَ السِّلَاحِ: ہتھیاروں کی جھنکار۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دشمن کے شر سے بچنے کے لئے اپنی حفاظت کا بندوبست کرنا جائز ہے یہ توکل کے منافی نہیں۔ نیز رعایا پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکمران اور ذمہ دار کی حفاظت کریں تا کہ کوئی دشمن اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص آپ کے ساتھ نیک سلوک اور کوئی خدمت سرانجام دے تو اسے دعا دینا اور اس کی تعریف کرنا سنت عمل ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي الْأَعْوَرِ وَاسْمُهُ سَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ

نام: حضرت سعید والد کا نام: زید بن عمرو بن نفیل خاندان: عدوی قرشی، کنیت ابوالاعور ولادت ۲۲ سال قبل ہجرت وفات ۵۱ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ کے بہنوئی منجملہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ هِلَالِ بْنِ يَسَافٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ظَالِمٍ الْمَازِنِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ أَنَّهُ قَالَ أَشْهَدُ عَلَى التِّسْعَةِ أَنَّهُمْ فِي الْجَنَّةِ وَلَوْ شَهِدْتُ عَلَى الْعَاشِرِ لَمْ آثَمْ قِيلَ وَكَيْفَ ذٰلِكَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِحِرَاءٍ فَقَالَ اثْبُتْ حِرَاءُ فَإِنَّهُ لَيْسَ عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ وَ صِدِّيقٌ وَ شَهِيدٌ قِيلَ وَمَنْ هُمْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُوبَكْرٍ وَعُمَرُ

احمد بن منیع، ہشیم، حصین، ہلال بن یساف، عبداللہ بن ظالم مازنی، حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نو آدمیوں کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر میں دسویں کے متعلق بھی یہی گواہی دیتا ہوں تو بھی گناہ گار نہیں ہوں گا۔ پوچھا گیا کہ وہ کیسے؟ فرمایا ہم ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حراء پر تھے کہ آپ نے حراء کو مخاطب کر کے فرمایا رک جا، تجھ پر نبی، صدیق اور شہداء کے علاوہ کوئی نہیں۔ لوگوں نے پوچھا وہ سب کون کون تھے فرمایا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور

وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَطَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ وَسَعْدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ قِيلَ فَمَنِ الْعَاشِرُ قَالَ أَنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ پوچھا گیا کہ دسواں کون ہے؟ حضرت سعید نے فرمایا میں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے سعید بن زید کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنِ الْحُرِّ بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَخْنَسِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

ہم سے روایت کی احمد بن منیع نے انہوں نے حجاج بن محمد سے انہوں نے شعبہ سے انہوں نے حر بن صباح سے انہوں نے عبدالرحمن بن اخنس سے انہوں نے سعید بن زید سے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے ہم معنی نقل کی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جن دس صحابہؓ کو اکٹھے ایک ہی مجلس میں جنتی ہونیکی خوشخبری دی تھی ان میں سے ایک حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حدیث الباب میں ہے کہ مکہ کے جبل حراء پر آپ ﷺ اور دس صحابہ کرامؓ کھڑے تھے کہ پہاڑ خوشی سے جھوم اٹھا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اثبت ٹھر جا تیرے اوپر ایک نبی ایک صدیق اور شہداء کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

مَنَاقِبُ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

مختصر تعارف: نام: عامر، کنیت ابوعبیدہ، لقب: امین الامۃ باپ کا نام: جراح بن ہلال۔ قبیلہ قریشی ہے ان کی ولادت ہجرت سے ۴۰ سال قبل ہوئی۔ اور ان کی وفات طاعون عمواس میں ۱۸ھ میں ہوئی۔ یہ عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے ہیں۔ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی جگہ ان کو اسلامی افواج کا سپہ سالار اعظم مقرر کیا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا ابْعَثْ مَعَنَا أَمِينَكَ قَالَ فَإِنِّي سَأَبْعَثُ مَعَكُمْ أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَأَشْرَفَ بِهَا النَّاسُ فَبَعَثَ أَبَا عُبَيْدَةَ قَالَ وَكَانَ أَبُو إِسْحٰقَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ صِلَةَ قَالَ

حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ ایک قوم کا عاقب اور سید نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ اپنے ایک امین کو بھیج دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے ساتھ ایسے امانتدار شخص کو بھیجوں گا جو حقیقت میں امین اور قابل اعتماد ہوگا۔ چنانچہ لوگ اس منصب پر فائز ہونے کی تمنا کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعبیدہ کو بھیجا۔ ابواسحاق جب یہ حدیث صلہ سے روایت کرتے ہیں تو فرماتے کہ میں

سَمِعْتُهُ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَأَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ وَأَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ قَالَ قَالَ حُذَيْفَةُ قَلْبُ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ مِنْ ذَهَبٍ

نے یہ حدیث ان سے ساٹھ سال قبل سنی تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر اور انسؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، اس امت کا امین ابوعبیدہ بن جراح ہے۔ ہم سے محمد بن بشار نے مسلم بن قتیبہ اور ابوداؤد کے حوالے سے شعبہ سے اور انہوں نے ابواسحاق سے نقل کیا ہے کہ حذیفہؓ نے فرمایا کہ صلہ بن زفر کا دل سونے جیسا ہے (یعنی بہت اچھے ہیں)۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ امانت کا وصف تو سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا لیکن ابوعبیدہ میں یہ وصف دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بنسبت علیٰ وجہ الکمال تھا یا یہ کہ خود ابوعبیدہ میں دوسرے اوصاف کی بنسبت یہ وصف زیادہ غالب تھا بہرحال حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے ذاتی محاسن وکمالات کی بناء پر بڑے شان والے صحابی رضی اللہ عنہ ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَيُّ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ أَحَبَّ إِلَيْهِ قَالَتْ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ عُمَرُ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ قَالَتْ ثُمَّ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ قُلْتُ ثُمَّ مَنْ فَسَكَتَتْ

حضرت عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ میں سب سے زیادہ کس سے پیار تھا؟ ام المومنین نے فرمایا حضرت ابوبکر سے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا عمر سے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد؟ فرمایا ابوعبیدہ بن جراح سے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد اس مرتبہ وہ خاموش رہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلٍ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ بن جراح (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بہترین آدمی ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف سہیل کی روایت سے جانتے ہیں۔

مَنَاقِبُ أَبِي الْفَضْلِ عَمِّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَهُوَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

مختصر تعارف: نام عباس۔ والد کا نام: عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔ کنیت: ابوالفضل

حضرت عباس بن عبدالمطلب کے فضائل: حضرت عباس بن عبدالمطلب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں، آپ کی والدہ کا نام

نُتَیلہ بنت جناب بن کلب ہے، ان کی ولادت واقعہ فیل سے ایک سال پہلے ہوئی، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال بڑے تھے، بچپن میں حضرت عباس کہیں گم ہو گئے تھے، انہیں بہت تلاش کیا گیا مگر پھر بھی وہ دستیاب نہ ہوئے، اس موقع پر ان کی والدہ نے یہ منت مانی کہ اگر میرا بیٹا عباس مجھے مل گیا، تو میں بیت اللہ پر حریر و ریشم اور مختلف کپڑوں کا غلاف چڑھاؤں گی، اللہ نے ان کی مدد کی، حضرت عباس واپس گھر پہنچ گئے، تو ان کی والدہ نے بڑے ذوق وشوق اور اہتمام سے اپنی منت کو پورا کیا، حضرت عباس زمانہ جاہلیت میں بھی مکہ مکرمہ اور قریب میں بہت اثر ورسوخ رکھتے تھے، اور ایک بڑے سردار مانے جاتے تھے، سقایہ اور عمارہ یہ دونوں اہم منصب ان کے سپرد تھے، سقایہ سے مراد یہ ہے کہ حاجیوں کو آپ زمزم پلانے کی خدمت اور عمارہ کا مطلب ہے کہ مسجد حرام کی دیکھ بھال، تعمیر، اس کے آداب اور اس سے متعلق تمام امور کے یہ ذمہ دار تھے۔

اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت خیال کرتے تھے، چنانچہ نبوت کے گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں سال حضرات انصار کے ساتھ بیعت عقبہ میں یہ بھی موجود تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی انسان تکلیف نہ پہنچائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں بڑا ہونے اور چچا ہونے کے باوجود آپ کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، ایک دن کسی نے ان سے یہ پوچھا: انت اکبر ام النبی ﷺ؟ آپ بڑے ہیں یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو انہوں نے جواب میں کہا: ھو اکبر وانا اسن فضل و مقام میں بڑے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں البتہ میں عمر میں ان سے بڑا ہوں۔

حضرت عباس نے اسلام تو بہت پہلے قبول کر لیا تھا، مگر بعض مصالح کی وجہ سے وہ اپنے اسلام کا سر عام اظہار نہیں کرتے تھے، جنگ بدر میں بادل نخواستہ مجبوراً شریک ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمادیا تھا کہ بدر کے معرکہ میں جس کے سامنے عباس آجائیں تو وہ انہیں قتل نہ کرے، کیونکہ وہ اس میں زبردستی لائے گئے ہیں، پھر بدر کے قیدیوں میں یہ بھی گرفتار ہو کر مدینہ منورہ لائے گئے، فدیہ ادا کیا تو انہیں رہائی دے دی گئی، پھر وہ مکہ مکرمہ چلے گئے، لیکن چونکہ وہ حقیقت میں مسلمان بن چکے تھے، اس لیے مکہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حالات کی خبریں لکھ کر بھیجتے رہتے تھے۔

پھر بعد میں باقاعدہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آگئے تھے، فتح مکہ اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کی فضیلت کو مانتے تھے، اپنے امور میں ان سے مشورے بھی کرتے تھے، اور ان کی رائے کو اختیار کیا جاتا تھا، اللہ کے راستے میں بہت مال خرچ کرتے تھے، مجاہد کہتے ہیں کہ حضرت عباس نے اپنی وفات کے وقت ستر غلام آزاد کیے تھے۔

ماہ رجب یا رمضان ۳۲ ہجری میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا، اس وقت ان کی عمر ۸۸ سال تھی، جنت البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔ (معارف ترمذی ج ۴ ص ۴۶۸، ۴۶۹)

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بْنُ رَبِيعَةَ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ

حضرت عبد المطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب فرماتے ہیں کہ حضرت عباس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غضبناک حالت میں آئے میں بھی وہاں موجود تھا۔ آپ صلی اللہ

الْمُطَّلِبِ أَنَّ الْعَبَّاسَ بْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ مَا أَغْضَبَكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ إِذَا تَلَاقَوْا بَيْنَهُمْ تَلَاقَوْا بِوُجُوهٍ مُبْشَرَةٍ وَإِذَا لَقُونَا لَقُونَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ قَالَ فَغَضِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّكُمْ لِلّٰهِ وَلِرَسُولِهِ ثُمَّ قَالَ أَيُّهَا النَّاسُ مَنْ آذَى عَمِّي فَقَدْ آذَانِي فَإِنَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

علیہ وسلم نے فرمایا (کیا بات ہے) کیوں غصہ میں ہیں؟ عرض کیا یا رسول اللہ! قریش کو ہم سے کیا دشمنی ہے کہ جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو خوش ہو کر ملتے ہیں۔ اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح ملتے ہیں۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی غصہ آ گیا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور سرخ ہو گیا۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کسی شخص کے دل میں ایمان اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے محبوب نہ رکھے۔ پھر فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، کیوں کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: مُغْضَبًا: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کسی کام یا کسی بات سے غصہ دلایا تھا وہ اسی غصہ کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غصہ کرتے ہوئے مجلس میں آئے۔

مَا لَنَا وَلِقُرَيْشٍ: کہ قریش ہاشمیوں اور غیر ہاشمیوں میں فرق کرتے ہیں اور ہم بنو ہاشم کو اپنا غیر سمجھتے ہیں اور ہم سے جب ملتے ہیں تو منہ بنا کر ملتے ہیں۔

حَتَّى احْمَرَّ وَجْهُهُ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخی مائل تھا ہی مگر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوتے تو اس سرخی میں تیزی آ جاتی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کی علامت تھی۔

لَا يَدْخُلُ قَلْبَ رَجُلٍ الْإِيمَانُ: یہاں ایمان سے مطلق ایمان مراد ہے اور اس صورت میں ارشاد گرامی کو شدید ترین وعید پر محمول کیا جائیگا یا اس سے کامل ایمان مراد ہے۔ باقی حدیث کی تشریح واضح ہے۔

مَنْ آذَى عَمِّي: جس نے میرے چچا کو ستایا اس نے مجھ کو ستایا اس جملہ سے بھی عداوت سے ستانا مراد ہے اختلاف کرنا مراد نہیں لہٰذا حدیث الباب اس حدیث کے معارض نہیں جس میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ و حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک باغ کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ حدیث الباب کی زد میں نہیں آتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے یہ اختلاف دشمنی کے طور پر نہ تھا لہٰذا عداوت سے ستانا اور ہے اختلاف کا ہونا اور ہے۔

صِنْوُ: "صنو" اصل میں اُس جڑ کو کہتے ہیں جس کی کئی شاخیں ہوں چونکہ باپ اور چچا ایک ہی دادا کی اولاد ہوتے ہیں اس لئے چچا کو باپ کا صنو کہا گیا مطلب یہ ہے کہ چچا کا ادب و احترام اور دکھ سکھ کا احساس والد جیسا کرو۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا شَبَابَةُ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْعَبَّاسُ عَمُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ أَوْ مِنْ صِنْوِ أَبِيهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي الزِّنَادِ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

احمد بن ابراہیم دورقی، شبابہ، ورقاء، ابوزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عباس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو ابوزناد کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ سَمِعْتُ الْأَعْمَشَ يُحَدِّثُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعُمَرَ فِي الْعَبَّاسِ إِنَّ عَمَّ الرَّجُلِ صِنْوُ أَبِيهِ وَكَانَ عُمَرُ كَلَّمَهُ فِي صَدَقَتِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

احمد بن ابراہیم دورقی، وہب بن جریر، اعمش، عمرو بن مرۃ، ابوالبختری، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ چچا باپ کی طرح ہوتا ہے، کیوں کہ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے صدقہ کے متعلق کوئی بات کی تھی۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: الْعَبَّاسُ مِنِّي :اس کے تین مطلب ہیں:

اول: میرے اقارب میں سے ہیں **ثانی:** اہل بیت میں سے ہیں **ثالث:** میرے متصلین میں سے ہیں۔ اسکے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ فضل وشرف اور نبوت کے اعتبار سے آپ ﷺ کی ذات گرامی اصل ہے۔ لیکن نسب اور چچا ہونے کے اعتبار سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اصل ہیں۔ آپ ﷺ کا یہ ارشاد کمال محبت وتعلق یک جہتی اور اخلاص سے کنایہ ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا تھا کہ (اے علی) میں تم سے ہوں اور تم مجھ سے ہو۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ مَكْحُولٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْعَبَّاسِ إِذَا

ابراہیم بن سعید جوہری، عبدالوہاب بن عطاء، ثور بن یزید، مکحول، کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ پیر کے دن صبح آپ اپنے بیٹوں کو لے کر میرے پاس

كَانَ غَدَاةَ الِاثْنَيْنِ فَأْتِنِي أَنْتَ وَوَلَدُكَ حَتَّى أَدْعُوَ لَكَ بِدَعْوَةٍ يَنْفَعُكَ اللّٰهُ بِهَا وَوَلَدَكَ فَغَدَا وَغَدَوْنَا مَعَهُ وَأَلْبَسَنَا كِسَاءً ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِي وَلَدِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

آئیں تا کہ میں آپ لوگوں کے لئے ایسی دعا کروں جس سے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو نفع پہنچائے، چنانچہ ہم ان کے ساتھ صبح گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک چادر اوڑھادی اور پھر دعا کی کہ اے اللہ! عباس اور ان کے بیٹوں کی مغفرت فرما۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی (ایسی مغفرت کہ) کوئی گناہ باقی نہ رہے۔ اے اللہ! انہیں اپنے بیٹوں کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرما۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے متعلق یہ دعا فرمائی تھی کہ عباس کو اور ان کی اولاد کو بخش دے اور ایک روایت میں دعا کے آخر میں یہ الفاظ بھی ارشاد فرمائے کہ امارت اور بادشاہی کو ان کی اولاد میں باقی رکھ یعنی طویل مدت تک اولاد عباس کو تخت حکمرانی اور سیادت وثروت سے نوازے رکھ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور کئی صدیوں تک خلافت وحکمرانی کا اعزاز بنوعباس میں رہا اور دراصل یہ امت کے لئے ایک رہنمائی تھی کہ خلافت وامارت کا استحقاق اولاد عباس ہی کو ہے اور اس سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو تسلی اور ان کے مقام ومرتبہ کا بیان بھی ہو گیا۔

مَنَاقِبُ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَخِي عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

مختصر تعارف: نام جعفر ہے والد کا نام ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم لقب طیار: ذوالجناحین کنیت ابوالمساکین ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی ہیں عمر میں دس سال بڑے سابقین اولین میں سے ہیں۔ ۸ ہجری میں جنگ موتہ میں شہید ہوئے ان کی عمر چالیس سال سے متجاوز تھی۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُ جَعْفَرًا يَطِيرُ فِي الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلَائِكَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ وَقَدْ ضَعَّفَهُ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ وَغَيْرُهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ وَ هُوَ وَالِدُ عَلِيِّ بْنِ الْمَدِينِيِّ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ .

علی بن حجر، عبداللہ بن جعفر، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر کو جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے غریب ہے، اس حدیث کو ہم صرف عبداللہ بن جعفر کی روایت سے جانتے ہیں۔ یحیی بن معین وغیرہ انہیں ضعیف کہتے ہیں۔ یہ علی بن مدینی کے والد ہیں۔ اس باب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں ہے کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں اسلامی لشکر کی کمان کر رہے تھے اور اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا جب دوران جنگ ان کا ایک ہاتھ شہید ہوا تو انہوں نے دوسرے ہاتھ میں جھنڈا تھام لیا پھر دوسرا ہاتھ کاٹ دیا گیا تو پھر جھنڈے کو سینہ سے چمٹا لیا اور زمین پر جھنڈا گرنے نہ دیا حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو دو روحانی پروں یا دو جسمانی پروں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہوئے دیکھا۔ حضرت جعفرؓ کو ذوالجناحین بھی کہتے ہیں۔
دو بازؤوں والے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ کو جنت کی فضاؤں میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے دیکھا ہے۔ اس وقت سے ان کا لقب ذی الجناحین دو پروں والا پڑ گیا اور اس وجہ سے ان کو طیار بھی کہا جاتا ہے۔ مؤلف مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ غزوۂ اُحد کے بعد تیس مردوں کے ساتھ اسلام لائے اور یہ اپنے بھائی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور خلق کے اعتبار سے مشابہ تھے یہ جنگ موتہ میں ۸ھ میں شہید ہوئے یہ عیسائیوں کے خلاف پہلی جنگ تھی جو شام کے علاقے میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اکتالیس سال تھی ان کے پورے بدن پر تیر اور تلواروں کے نوے زخم تھے۔ ان سے روایات کرنے والے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

باب

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا احْتَذَى النِّعَالَ وَلَا انْتَعَلَ وَلَا رَكِبَ الْمَطَايَا وَلَا رَكِبَ الْكُورَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ مِنْ جَعْفَرٍ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

محمد بن بشار، عبدالوہاب ثقفی، خالد حذاء، عکرمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص نے یہ کام جعفر سے بہتر نہیں کئے، جوتی پہننا، سواری پر سوار ہونا اور اونٹ کی کاٹھی پر چڑھنا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے

تشریح: احْتَذَى النِّعَالَ: چپل پہننا انتعل الحذاء: جوتا پہننا الْمَطَايَا: سواری کا جانور الْكُورَ: اونٹ کا کجاوہ۔ حدیث میں حضرت جعفرؓ کا سب سے بہتر ہونا حضرت ابوہریرہ کے گمان کے مطابق ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِجَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن اسماعیل، عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحاق، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب سے فرمایا کہ تم صورت اور سیرت دونوں میں مجھ سے مشابہت رکھتے ہو۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفرؓ کو ارشاد فرمایا کہ تم خلق اور خُلُق میں میرے مشابہہ ہو۔ اس حدیث

میں اس مشہور قصہ کی طرف اشارہ فرمایا جس کو امام بخاریؒ نے یوں بیان فرمایا کہ جب عمرۃ القضاء کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ آرہے تھے تو حضرت حمزہؓ سید الشہداء کی کمسن بیٹی اور بیوی جو کہ مکہ میں تھے جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے آنے لگے تو حضرت حمزہ کی بچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا چچا کہتی ہوئی آئی۔ یہ رشتہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا کہہ کر پکارنا بطور محاورے کے تھا۔ (جیسا کہ کوئی بھی چھوٹا بچہ بڑے آدمی کو انکل پکارتا ہے) بہرحال اس وقت حضرت علیؓ نے اس کو لے لیا اور حضرت فاطمہؓ کے حوالہ کیا جب قافلہ مرالظہر ان پر پہنچا تو اس بچی کی پرورش کے بارے میں معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو حضرت علیؓ فرمارہے تھے کہ میری چچازاد بہن ہے لہٰذا اس کی پرورش کا حق میرا ہے حضرت جعفر کہنے لگے کہ میری بھی چچازاد بہن ہے اس کی خالہ اسماء بنت عمیس میرے نکاح میں ہے لہٰذا اس کی پرورش کا میں حقدار ہوں حضرت زید بن حارثہؓ نے کہا کہ میرے دینی بھائی (حمزہ) کی بیٹی ہے اس لئے یہ میری بھتیجی ہے لہٰذا میں اس کا حقدار ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ اور حضرت زید بن حارثہ کے درمیان مواخات اور بھائی چارہ قائم کیا تھا اس لئے حضرت زید نے یہ کلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں کی بات سن کر فیصلہ یہ کیا کہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی بیٹی حضرت جعفرؓ کے حوالہ کر کے فرمایا کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے اور آگے یہ حدیث ارشاد فرمائی۔ اَشْبَهْتَ خَلْقِي وَخُلُقِي یہ ارشاد بھی ایک امتی کے حق میں بہت بڑا اعزاز ہے۔ حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا انت منی وانا منك اور زید سے فرمایا انت اخونا ومولانا اس فیصلہ سے تینوں خوش ہوگئے

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَبُو يَحْيَى التَّيْمِيُّ وَإِبْرَاهِيمُ أَبُو إِسْحٰقَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ إِنْ كُنْتُ لَأَسْأَلُ الرَّجُلَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْآيَاتِ مِنَ الْقُرْآنِ أَنَا أَعْلَمُ بِهَا مِنْهُ مَا أَسْأَلُهُ إِلَّا لِيُطْعِمَنِي شَيْئًا فَكُنْتُ إِذَا سَأَلْتُ جَعْفَرَ بْنَ أَبِي طَالِبٍ لَمْ يُجِبْنِي حَتَّى يَذْهَبَ بِي إِلَى مَنْزِلِهِ فَيَقُولُ لِامْرَأَتِهِ يَا أَسْمَاءُ أَطْعِمِينَا فَإِذَا أَطْعَمَتْنَا أَجَابَنِي وَكَانَ جَعْفَرٌ يُحِبُّ الْمَسَاكِينَ وَيَجْلِسُ إِلَيْهِمْ وَيُحَدِّثُهُمْ وَيُحَدِّثُونَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَنِّيهِ بِأَبِي الْمَسَاكِينِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَأَبُو إِسْحٰقَ الْمَخْزُومِيُّ هُوَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ

ابوسعید اشج، اسماعیل بن ابراہیم ابویحییٰ تیمی، ابراہیم ابواسحاق مخزومی، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک سے قرآن مجید کی آیات کے بارے میں پوچھتا تھا حالانکہ میں ان آیات کو اس صحابی سے زیادہ جانتا ہوتا تھا میں ان سے صرف اس لئے پوچھتا تھا تاکہ وہ مجھے کچھ کھلادیں، چنانچہ اگر میں جعفر بن ابی طالب سے کوئی چیز پوچھتا تو فوراً ہی جواب نہ دیتے یہاں تک کہ وہ مجھے اپنے ساتھ گھر لے جاتے پھر جواب دیتے اور اپنی بیوی سے کہتے اے اسماء! ہمیں کھانا کھلاؤ۔ جب وہ کھانا کھلا دیتیں تو پھر حضرت جعفر میرے سوال کا جواب دیتے۔ حضرت جعفر مسکینوں سے محبت کرتے تھے۔ ان کے پاس وہ بیٹھتے ان سے بات چیت کرتے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ابوالمساکین کہا کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔

الْفَضْلِ الْمَدَنِيُّ وَقَدْ تَكَلَّمَ فِيهِ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

ابواسحاق مخزومی کا نام ابراہیم بن فضل مدنی ہے۔ بعض محدثین ان کے حافظے پر اعتراض کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ اگرچہ تمام صحابہ واہل بیت رضی اللہ عنہم مساکین سے محبت کرتے تھے اور ان سے میل جول رکھتے تھے مگر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ مساکین نواز تھے اور مساکین کے ساتھ زیادہ اٹھنا بیٹھنا رکھتے تھے اس مناسبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھی جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت اَبوتراب رکھی تھی۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَالْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا

اس باب میں امام ترمذیؒ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے مناقب کو ذکر کیا ہے یہ دونوں بھائی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی لخت جگر حضرت فاطمہؓ کے بیٹے ہیں حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے بہت فضائل ومناقب ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے حضرت معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ کارنامہ ایسا ہے جس سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان خون خرابے کا خطرہ ٹل گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیشن گوئی فرمائی تھی۔ ان کی ولادت ۳ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی اور دن کی شہادت اس حال میں ہوئی کہ انہیں زہر دیا گیا۔ اس اثر کی وجہ سے وہ فوت ہو گیا۔

حضرت حسینؓ کی ولادت شعبان ۴ ہجری کو ہوئی اور ان کی وفات ۶۱ ہجری کو ہوئی جب یزید کی حکومت آئی تو کوفہ والوں نے خطوط لکھ لکھ کر ان کو بلوایا اور ان کو بیعت کرنے کا یقین دلوایا جب حضرت حسینؓ کوفہ پہنچے تو کوفہ والوں نے بے وفائی کرکے ان کو شہید کر دیا۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ ابْنِ أَبِي نُعْمٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ يَزِيدَ نَحْوَهُ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ حَسَنٌ وَابْنُ أَبِي نُعْمٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي نُعْمٍ الْبَجَلِيُّ الْكُوفِيُّ

محمود بن غیلان، ابوداؤد حفری، سفیان، یزید بن ابی زیاد، ابن ابی نعم، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن رضی اللہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ سفیان بن وکیع جریر اور ابن فضیل یزید سے اسی کی مانند روایت کرتے ہیں۔ یہ حدیث صحیح حسن ہے اور ابن ابی نعم کا نام عبدالرحمن بن ابی نعم بجلی کوفی ہے۔

تشریح: حدیث الباب کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں **اول:** حسن وحسین رضی اللہ عنہما تمام اہل جنت کے سردار ہیں کیونکہ تمام اہل جنت جوان ہوں گے لیکن انبیاء وخلفاء راشدین ان کی سرداری سے مستثنیٰ ہوں گے۔

ثانی: حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جوانی میں فوت ہونے والے جنتیوں کے سردار ہوں گے اور جوانی کی عمر ۱۸ سے ۳۰ سال تک ہے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ زَيْدِ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ أَبِي سَهْلٍ النَّبَّالُ أَخْبَرَنِي الْحَسَنُ بْنُ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ طَرَقْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي بَعْضِ الْحَاجَةِ فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلَى شَيْءٍ لَا أَدْرِي مَا هُوَ فَلَمَّا فَرَغْتُ مِنْ حَاجَتِي قُلْتُ مَا هٰذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ فَقَالَ هٰذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

سفیان بن وکیع وعبد بن حمید، خالد بن مخلد، موسیٰ بن یعقوب زمعی، عبداللہ بن ابی بکر بن زید بن مہاجر، مسلم بن ابی سہل النبال حسن بن اسامہ بن زید، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں کسی کام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اوپر کچھ لپیٹے ہوئے تھے مجھے معلوم نہیں کہ وہ کیا تھا۔ جب میں کام سے فارغ ہوا تو میں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ جس کو آپ نے اپنے (کپڑوں کے) اندر لیا ہوا ہے راوی کہتے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کولہے پر حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: ابْنَايَ: یعنی یہ حکماً میرے بیٹے ہیں اور حقیقتاً میری بیٹی کے بیٹے ہیں مجھے ان سے بیٹوں جیسی محبت ہے اس حدیث کو اس بات کی دلیل بنایا جا سکتا ہے کہ نسب کا شرف ماں کی طرف سے بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آل کا لفظ بیٹے اور بیٹی دونوں کی اولاد پر بولا جاتا ہے نیز حدیث الباب سے مقصود بالخصوص حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اور بالعموم پوری امت کو یہ رغبت دلانا تھی کہ میرے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے محبت کرو اور ان کی محبوبیت اللہ پاک کی محبوبیت کا ذریعہ ہے۔

حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْعَمِّيُّ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي نُعْمٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْعِرَاقِ سَأَلَ ابْنَ عُمَرَ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ يُصِيبُ الثَّوْبَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ انْظُرُوا إِلَى هٰذَا يَسْأَلُ عَنْ دَمِ الْبَعُوضِ وَقَدْ قَتَلُوا ابْنَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَمِعْتُ

عقبہ بن مکرم عمی، وہب بن جریر بن حازم، ان کے والد، محمد بن ابی یعقوب، حضرت عبدالرحمن بن ابی نعم فرماتے ہیں کہ ایک عراقی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھا کہ اگر کپڑے کو لگ جائے تو کیا حکم ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمانے لگے دیکھو یہ مچھر کے خون کا حکم پوچھ رہا ہے، اور انہی لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند (حضرت حسین) کو قتل کیا ہے، میں نے نبی

رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ هُمَا رَيْحَانَتَايَ مِنَ الدُّنْيَا هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ رَوَاهُ شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَعْقُوْبَ وَقَدْ رُوِيَ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا وَابْنُ اَبِي نُعْمٍ هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي نُعْمٍ الْبَجَلِيْ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حسن و حسین دونوں میرے دنیا کے پھول ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ شعبہ اس حدیث کو محمد بن ابی یعقوب سے نقل کرتے ہیں اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ ابن ابی نعم سے عبد الرحمن بن ابی نعم بجلی مراد ہیں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات حسنین کریمین کو سونگھا کرتے تھے اور ان کو اپنے جسم سے لگاتے تھے اور یہ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ یہ دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔ ایک عراقی شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے مچھر کے خون کے بارے میں پوچھا کہ جو کپڑوں کو لگ جائے اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس شخص کو دیکھو مچھر کے خون کے بارے میں پوچھتا ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کے خون کو جو بہایا ہے اس خون کی فکر نہیں۔

فقہی مسئلہ: مچھر کھٹمل خون چوس لیں اور ان کو مار دیا جائے تو اس خون سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا اور اسی طرح مچھر اور کھٹمل سے نکلا ہوا خون اگر کپڑے پر لگ جائے تو نماز ہو جاتی ہے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدِ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا رَزِيْنٌ قَالَ حَدَّثَتْنِي سَلْمٰى قَالَتْ دَخَلْتُ عَلٰى أُمِّ سَلَمَةَ وَهِيَ تَبْكِي فَقُلْتُ مَا يُبْكِيْكِ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْنِي فِي الْمَنَامِ وَعَلٰى رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ التُّرَابُ فَقُلْتُ مَا لَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ شَهِدْتُ قَتْلَ الْحُسَيْنِ آنِفًا هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ

ابو سعید اشج، ابو خالد احمر، رزین، حضرت سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں گئی تو وہ رو رہی تھیں، میں نے پوچھا کہ کیوں رو رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی پر خاک تھی، میں نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ابھی حسین کا قتل دیکھ آیا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا ایک قول ۵۹ ہجری مان لیا جائے تو اس صورت میں اشکال ہے لیکن بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۶۳ ہجری میں ہوئی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اُسی شہادت کے دن ۱۰ محرم کو خواب دیکھا۔ اگر پہلا قول مراد لیا جائے تو سوال ہوگا کہ ان کی وفات ۵۹ ہجری ہے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۶۱ ہجری ہے تو مطابقت کیسے ہوگی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ اور اس کا المیہ پہلے ہی خواب میں دکھلا دیا گیا ہو اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے واقعہ کی خواب میں خبر دی ہو۔ اس صورت میں بھی کوئی اشکال لازم نہیں آئے گا۔

حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدِ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنِي يُوْسُفُ بْنُ إِبْرَاهِيْمَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ

ابو سعید اشج، عقبہ بن خالد، یوسف بن ابراہیم، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ سُئِلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ أَهْلِ بَيْتِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَكَانَ يَقُولُ لِفَاطِمَةَ ادْعِي لِيَ ابْنَيَّ فَيَشُمُّهُمَا وَيَضُمُّهُمَا إِلَيْهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَنَسٍ

سے پوچھا گیا کہ آپ اہل بیت میں سے سب سے زیادہ محبت کس سے کرتے ہیں؟ فرمایا حسن وحسین سے۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے کہ میرے دونوں بیٹوں کو بلاؤ اور پھر انہیں سونگھتے اور اپنے ساتھ چپٹاتے۔ یہ حدیث انسؓ کی روایت سے غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الْأَشْعَثُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ صَعِدَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَالَ يَعْنِي الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ

محمد بن بشار، محمد بن عبداللہ انصاری، اشعث بن عبدالملک، حسن، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ منبر پر چڑھے اور فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید (سردار) ہے۔ یہ دو جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس سے مراد حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔

تشریح: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ: ''قیل وھو من لا یغلبہ غضبہ'' سید وہ ہوتا ہے جو غصہ سے مغلوب نہ ہو یعنی حلیم الطبع ہو'' وقیل الذی یفوق فی الخیر'' بعض نے کہا ہے کہ سید وہ ہے جو خیر وبرکات میں دوسروں پر فائق ہو یہی معنی زیادہ راجح ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی نسب، حسب، علم وعمل، سیادت میں دوسرں سے اونچے ہیں۔ سید کے اور بھی معانی آتے ہیں مثلاً مربی، مالک، شریف، فاضل وغیرہ لیکن حدیث الباب سے پہلے والے دو معنی مراد ہیں۔

يُصْلِحُ اللّٰهُ عَلَى يَدَيْهِ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ: دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔ یہ گویا آپ ﷺ نے پیشین گوئی فرمائی تھی یہ پیشین گوئی اس وقت پوری ہوئی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید کردیئے گئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سنبھالی تھی اور چھ ماہ تک آپ خلیفہ رہے پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کرلی اور خلافت سے دستبردار ہوگئے تھے اور مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے تھے پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس امت کے خون کا ایک قطرہ بھی بغیر کسی مجبوری اور بغیر کسی لالچ کے نہیں گرانا چاہتا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبردار ہوکر مسلمانوں کو متحد کیے رکھا۔ اسی بناء پر بعض معاندین حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو طعنہ بھی دیتے تھے اور یوں کہتے ''السلام علیك یاعار المؤمنین'' اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نہایت تحمل اور بردباری سے فرماتے ''العار خیر من النار''۔

چنانچہ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا اپنی خلافت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوجانا اور ان سے صلح کرلینا اہل سنت

والجماعت کے نزدیک اس بات کی دلیل ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت شرعی طور پر جائز تھی۔ روافض چونکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے اس صلح کی وجہ سے نالاں تھے اسلئے روافض نے ہی انکو زہر دے کر شہید کر دیا تھا۔ باقی بعد میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ و نزاع ہوا اس کو مشاجرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے تعبیر کیا جاتا ہے اس مسئلہ کے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ ''الصحابة كلهم عدول'' کے پیش نظر خاموشی اختیار کی جائے ورنہ اپنی آخرت خراب ہوگی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو یقیناً جنتی ہیں ہی، ان کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت سنادی گئی ہے۔ سلف صالحین فرماتے ہیں کہ اللہ پاک نے جب ہمارے ہاتھوں کو ان کے خون سے دور رکھا ہے تو ہم اپنی زبانوں کو انکی تنقیص و تحقیر و تبصرہ سے کیوں دور نہ رکھیں نیز حدیث الباب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی دونوں جماعتوں کو مسلمانوں کی عظیم جماعتیں قرار دیا باوجود اس کے کہ ان دونوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہادی خطا پر تھے۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُنَا إِذْ جَاءَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ عَلَيْهِمَا قَمِيصَانِ أَحْمَرَانِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَنَزَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْمِنْبَرِ فَحَمَلَهُمَا وَوَضَعَهُمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ صَدَقَ اللهُ إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ فَنَظَرْتُ إِلَى هَذَيْنِ الصَّبِيَّيْنِ يَمْشِيَانِ وَيَعْثُرَانِ فَلَمْ أَصْبِرْ حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي وَرَفَعْتُهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْحُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ

حسین بن حریث، علی بن حسین بن واقد، ان کے والد، عبداللہ بن بریدۃ، حضرت ابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک حسنؓ و حسینؓ آگئے، دونوں نے سرخ قمیص پہنی ہوئی تھی، چلتے تھے تو (چھوٹے ہونے کی وجہ سے) گر جاتے تھے، آپ صلی علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں فتنہ (آزمائش) ہیں۔ لہذا دیکھو کہ جب میں نے انہیں دیکھا کہ گر گر کر چل رہے ہیں تو صبر نہ کر سکا اور اپنا خطبہ چھوڑ کر ان دونوں کو اٹھالیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حسین بن واقد کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: **أَحْمَرَانِ**: دونوں کی دھاری دار سرخ قمیصیں مراد ہیں کیونکہ خالص سرخ کپڑا جیسے مردوں کیلئے ممنوع ہے چھوٹے بچوں کیلئے بھی ممنوع ہے۔ **فتنة**: یہاں پر فتنہ کا مطلق معنی آفت یا مصیبت مراد نہیں بلکہ محبت کے طور پر بھی اس کا اطلاق اولاد پر ہوتا ہے جیسے یہاں ہوا کہ اللہ اولاد کے ذریعہ اہل ایمان کو ثواب دیتا ہے۔

حَتَّى قَطَعْتُ حَدِيثِي: یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کیلئے خطبہ چھوڑنے کی اجازت تھی

ہم کو اپنی اولاد کے لئے جمعہ کا خطبہ چھوڑنے یا توڑنے کی اجازت نہیں لہٰذا خطبہ کے دوران آنحضرت ﷺ کے اس عمل کو تداخل فی العبادات کی ایک قسم کہا جائے گا جو آپ ﷺ کی خصوصیت پر محمول ہے۔

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ رَاشِدٍ عَنْ يَعْلَى بْنِ مُرَّةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حسن بن عرفۃ، اسماعیل بن عیاش، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، سعید بن راشد، حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین کا (قریبی) ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت کرتے ہیں جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین حضورؐ کے نواسوں میں سے ایک نواسہ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: حُسَيْنٌ سِبْطٌ: "سبط" اس درخت کو کہا جاتا ہے جس کی جڑ تو ایک ہو لیکن شاخیں بہت ہوں۔ پس باپ گویا درخت کی مانند ہوا اور اولاد شاخوں کی مانند جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے اسباط کہلاتے تھے کہ ان سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بہت نسل چلی جیسا کہ قرآن میں ہے "قطعناھم اثنتی عشرۃ اسباطًا امما" (اعراف ۸۰) ایسے ہی میرے حسین رضی اللہ عنہ سے میری نسل چلے گی اور ان کی اولاد پوری دنیا میں پھیلے گی یہی وجہ ہے کہ حسنی سید تھوڑے ہیں اور حسینی سید بہت زیادہ ہیں اور بعض حضرات نے "سبط من الاسباط" کے معنی یہ لکھے ہیں کہ حسین امتوں میں سے ایک امت ہے یعنی حسین رضی اللہ عنہ خیر وبھلائی اور شرف وسعادت کے اعتبار سے ایک پوری امت کے برابر ہے اور ایک شارح کے نزدیک "سبط" کا لفظ ولد کے معنی میں ہے یعنی حسین میرا بیٹا ہے لہٰذا حدیث الباب کا حاصل یہ ہوا کہ میں اور حسین ایک ہی ہیں، ہم دونوں سے محبت ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے اس لئے مجھ سے محبت حسین سے محبت ہے اور حسین سے محبت مجھ سے محبت ہے لہٰذا حسین رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ مِنْهُمْ أَحَدٌ أَشْبَهَ بِرَسُولِ اللهِ مِنَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن یحیی، عبدالرزاق، معمر، زہری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں میں حسین سے زیادہ کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت نہیں رکھتا تھا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ يُشْبِهُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ قَالَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ الزُّبَيْرِ

محمد بن بشار، یحیی بن سعید، اسماعیل بن ابی خالد، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حسن بن علی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں حضرت ابوبکر صدیق، ابن عباس اور ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: روایات میں تعارض: امام ترمذیؒ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسنؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھے جبکہ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہہ تھے تو دونوں روایات میں تعارض ہے۔

جواب اول: یہ حضرت حسنؓ کی زندگی کے اعتبار سے کہا کہ جب وہ زندہ تھے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے لیکن جب وہ چلے گئے تو دنیا میں حضرت حسینؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھے۔

جواب ثانی: یا جن روایات میں حضرت حسینؓ کے مشابہہ ہونے کا ذکر ہے وہ حضرت حسنؓ کے علاوہ کا ذکر ہے۔

جواب ثالث: صحیح یہ ہے کہ حضرت حسین و حسن دونوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہہ تھے حضرت حسنؓ سر سے سینہ تک اور حضرت حسین سینہ سے نیچے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھے۔

حَدَّثَنَا خَلَّادُ بْنُ أَسْلَمَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سِيرِينَ قَالَتْ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ ابْنِ زِيَادٍ فَجِيءَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ فَجَعَلَ يَقُولُ بِقَضِيبٍ لَهُ فِي أَنْفِهِ وَيَقُولُ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هٰذَا حُسْنًا لَمْ يُذْكَرْ قَالَ قُلْتُ أَمَا إِنَّهُ كَانَ مِنْ أَشْبَهِهِمْ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

خلاد بن اسلم بغدادی، نضر بن شمیل، ہشام بن حسان، حفصہ بنت سیرین، حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت (عبیداللہ) ابن زیاد کے پاس تھا، جب اس کے پاس حضرت حسینؓ کا سر مبارک لایا گیا وہ ابن زیادہ اپنی چھڑی ان کی ناک میں پھیرتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے اس طرح کا حسن نہیں دیکھا (استہزاء کے طور پر کہا) تو اس کا (لوگوں میں) کیوں تذکرہ کیا جائے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے کہا یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ الْحَسَنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ الصَّدْرِ إِلَى الرَّأْسِ وَالْحُسَيْنُ أَشْبَهُ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ أَسْفَلَ مِنْ ذٰلِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

عبداللہ بن عبدالرحمن، عبیداللہ بن موسیٰ، اسرائیل، ابواسحاق، ہانی بن ہانی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حسن سینے سے سر تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ مشابہ تھے اور حسین سینے سے نیچے جسم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہہ تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: عبیداللہ بن زیاد نے لشکر بھیج کر حضرت حسینؓ کو شہید کروایا بعد میں حضرت حسینؓ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے لایا گیا صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ ایک ٹرے میں اس سر کو رکھ کر اس کے پاس لایا گیا اس بد بخت نے اپنی چھڑی یا لاٹھی سے حضرت حسینؓ کے سر مبارک کو چھوا اور یہ کہنے لگا کہ لوگ کہتے ہیں کہ "حسین بہت خوبصورت ہے"! یہ بات اس نے مذاق اور استہزاء

کے طور پر کہی! حضرت انسؓ نے اس کو جواب دیا کہ تمہاری بکواس غلط ہے یہ اہل بیت میں سے سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل اور مشابہ ہیں ان کے شکل وصورت پر اعتراض گویا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ اعتراض کرنا ہے۔ حضرت انسؓ نے پھر اس کو کہا کہ اپنی چھڑی اٹھالو میں نے خود دیکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر بوسہ دیا ہے۔ ابن زیاد نے حضرت حسینؓ کے سر مبارک کے ساتھ ایسی گستاخی کی اس کا انجام بعد میں اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو دکھا دیا جو کہ اگلی روایت کے ذیل میں آرہا ہے۔

سوال: یہ ہے کہ اس روایت میں حضرت حسینؓ کی کیا فضیلت ہے؟ اس میں تو حضرت حسینؓ کی شان میں گستاخی کا ذکر ہے۔

جواب: امام ترمذی یہ روایت حضرت حسینؓ کے فضائل میں اسلیئے لائے ہیں تا کہ اولیاالله کو ستانے کے انجام سے لوگ عبرت حاصل کریں۔

حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عُمَيْرٍ قَالَ لَمَّا جِيئَ بِرَأْسِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ وَأَصْحَابِهِ نُضِّدَتْ فِي الْمَسْجِدِ فِي الرَّحَبَةِ فَانْتَهَيْتُ إِلَيْهِمْ وَهُمْ يَقُولُونَ قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَإِذَا حَيَّةٌ قَدْ جَاءَتْ تَخَلَّلُ الرُّؤُوسَ حَتَّى دَخَلَتْ فِي مَنْخَرَيْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ فَمَكَثَتْ هُنَيْهَةً ثُمَّ خَرَجَتْ فَذَهَبَتْ حَتَّى تَغَيَّبَتْ ثُمَّ قَالُوا قَدْ جَاءَتْ قَدْ جَاءَتْ فَفَعَلَتْ ذٰلِكَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

واصل بن عبدالاعلی، ابومعاویہ، اعمش، حضرت عمارہ بن عمیر فرماتے ہیں کہ جب عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لا کر رحبہ کی مسجد میں ڈال دیئے گئے تو میں بھی وہاں گیا۔ جب وہاں پہنچا تو لوگ کہنے لگے وہ آ گیا وہ آ گیا۔ دیکھا تو وہ ایک سانپ تھا جو آیا سروں میں ہوتا ہوا عبیداللہ بن زیاد کے نتھنوں میں گھس گیا۔ تھوڑی دیر وہ اندر ہی رہا پھر باہر نکلا اور چلا گیا یہاں تک کہ وہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر لوگ کہنے لگے وہ آ گیا وہ آ گیا، چنانچہ اس سانپ نے دو یا تین مرتبہ اسی طرح کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ابن زیاد کو اس گستاخی کی یہ سزا ملی کہ ۶۶ ہجری میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے عراق کے شہر کے قریب موصل ''جارز'' میں ابراہیم بن اشتر کو قتال کے لئے بھیجا اس نے اپنے ساتھیوں سے مل کر ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا اور ان کے ساتھیوں کے سروں کو کوفہ میں مختار کے سامنے لایا اور ان سروں کو ترتیب سے رکھ دیا۔

راوی حدیث فرماتے ہیں کہ جہاں پر یہ سر رکھے ہوئے تھے وہاں پر ایک سانپ آیا اور وہ تمام سروں کے پاس سے ہوتا ہوا گستاخِ حسینؓ ابن زیاد کے سر کے پاس آیا اور اس کے ناک کے نتھنوں میں گھس گیا پھر کچھ دیر ٹھہرا رہا پھر باہر آ کر غائب ہو گیا پھر کچھ دیر کے بعد سانپ پھر آیا ابن زیاد کے منہ میں داخل ہوا کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد ناک سے باہر نکل آیا اس طرح دو تین بار ہوا یہ تمام سر مکہ مکرمہ میں محمد بن الحنفیہ کے پاس یا عبداللہ بن زبیر کے پاس بھجوا دیئے اور ان کی لاشوں کو آگ سے جلا دیا۔

مذکورہ روایت میں دو باتیں ہیں:

(۱) عبیداللہ بن زیاد، یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ کا امیر تھا، عبیداللہ بن زیاد بن ابی سفیان، رشتہ میں حضرت معاویہ کا بھتیجا اور یزید کا چچازاد بھائی تھا، ابن زیاد نے لشکر کشی کر اکر حضرت حسین کو شہید کیا تھا اور پھر حضرت حسین کے سر مبارک کی توہین اور گستاخی کی تھی، جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے۔

ابن زیاد کو اس گستاخی کی سزا یوں ملی کہ ٦٦ ہجری میں مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے عراق کے شہر (موصل) کے قریب مقام "جازر" میں ابراہیم بن اشتر کو قتال کے لیے بھیجا، اس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر عبیداللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دیا، اور پھر ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سروں کو کوفہ میں مختار کے سامنے لایا، اور ان سروں کو ایک دوسرے کے اوپر ترتیب سے رکھ دیا گیا۔

بَابٌ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ وَإِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ سَأَلَتْنِي أُمِّي مَتَى عَهْدُكَ تَعْنِي بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا لِي بِهِ عَهْدٌ مُنْذُ كَذَا وَكَذَا فَنَالَتْ مِنِّي فَقُلْتُ لَهَا دَعِينِي آتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأُصَلِّي مَعَهُ الْمَغْرِبَ وَأَسْأَلُهُ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي وَلَكِ فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلَّيْتُ مَعَهُ الْمَغْرِبَ فَصَلَّى حَتَّى صَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ انْفَتَلَ فَتَبِعْتُهُ فَسَمِعَ صَوْتِي فَقَالَ مَنْ هٰذَا حُذَيْفَةُ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ مَا حَاجَتُكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ وَلِأُمِّكَ قَالَ إِنَّ هٰذَا مَلَكٌ لَمْ يَنْزِلِ الْأَرْضَ قَطُّ قَبْلَ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ اسْتَأْذَنَ رَبَّهُ أَنْ يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَيُبَشِّرَنِي بِأَنَّ فَاطِمَةَ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ إِسْرَائِيلَ

حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے پوچھا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں؟ میں نے کہا کہ میں اتنی اور اتنی مدت سے آپؐ سے نہیں ملا۔ اس پر وہ بہت ناراض ہوئیں، پھر میں نے ماں سے کہا اچھا اب چھوڑ دیجئے، میں آج ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھوں گا، ان سے اپنی اور آپ کی مغفرت کی دعا کرنے کے لئے کہوں گا۔ چنانچہ میں نبی کریمؐ کی خدمت میں گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء تک نوافل میں مشغول رہے اور پھر عشاء کی نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہو لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز سنی تو پوچھا کون؟ تم حذیفہ ہو! میں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا تمہیں کیا کام ہے؟ اللہ تمہاری اور تمہاری والدہ کی مغفرت کرے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک ایسا فرشتہ ہے جو آج کی رات سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا، آج اس نے اپنے پروردگار سے اجازت مانگی کہ وہ مجھے سلام کرے اور یہ خوشخبری سنائے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار اور حسن وحسین جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسرائیل کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا مکانِ مسجد نبوی سے کچھ فاصلہ پر تھا اور ان کی والدہ یا تو اپنی تنہائی کی وجہ سے یا حذیفہ کی

احتیاط کی وجہ سے ان کو گھر سے دور جانے پر منع کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضرت حذیفہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے اپنی والدہ سے اجازت مانگی تو والدہ نے پوچھ لیا کہ کتنے عرصہ سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی حضرت حذیفہ فرماتے ہیں میں نے ملاقات نہ ہونے کی جب اپنی والدہ کو مدت بتائی تو میری والدہ مجھ پر بہت ناراض ہوئی۔ مزید تفصیل حدیث الباب میں موجود ہے نیز اس حدیث سے مغرب وعشاء کے درمیان نوافل میں مشغول رہنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے جس کو عندالمشائخ ''احیاء ما بین العشائین'' کہا جاتا ہے۔ چنانچہ اکابرین امت نے اس عبادت کو اختیار کیے رکھا ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ الْبَرَاءِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْصَرَ حَسَنًا وَحُسَيْنًا فَقَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابواسامہ، فضیل بن مرزوق، عدی بن ثابت، حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن وحسین کو دیکھا تو دعا کی کہ یا اللہ! میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں آپ بھی ان سے محبت فرمائیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا زَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ وَهْرَامٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَامِلَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَلَى عَاتِقِهِ فَقَالَ رَجُلٌ نِعْمَ الْمَرْكَبُ رَكِبْتَ يَا غُلَامُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنِعْمَ الرَّاكِبُ هُوَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَزَمْعَةُ بْنُ صَالِحٍ قَدْ ضَعَّفَهُ بَعْضُ أَهْلِ الْحَدِيثِ مِنْ قِبَلِ حِفْظِهِ

محمد بن بشار، ابو عامر عقدی، زمعۃ بن صالح، سلمہ بن وہرام، عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کندھے پر بٹھائے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے کہا اے لڑکے تم کتنی بہترین سواری پر سوار ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا کہ سوار بھی تو بہترین ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ اور زمعہ بن صالح کو بعض علماء نے حفظ کے اعتبار سے ضعیف کہا ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ اے دیکھنے والے تجھ کو یہ نظر آیا کہ سواری اچھی ہے لیکن یہ بھی تو نظر آنا چاہیے کہ سید الانبیاء کا نور نظر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لخت جگر اور علی رضی اللہ عنہ کا فرزند ارجمند ہونے کی وجہ سے خود سوار بھی تو بہت اچھا ہے پس ان الفاظ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی منقبت اور فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاضِعًا الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ عَلَى

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، عدی بن ثابت، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو کندھے پر بٹھائے ہوئے یہ دعا کرتے ہوئے سنا کہ یا اللہ

عَاتِقِهِ وَهُوَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُ فَأَحِبَّهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ آپ ﷺ کی یہ دعا قبول ہوگئی جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو محبوب بنایا تو ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے۔ یہ جنتی نو جوانوں کے سردار ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد ہے ان کی پیدائش تین ہجری پندرہ رمضان المبارک کو ہوئی اور ۵۵ھ میں زہر دیئے جانے کی وجہ سے شہادت پائی اور بعض حضرات نے ان کی سن وفات میں مختلف اقوال لکھے ہیں۔ ① ۵۸ ہجری ② ۴۹ ہجری ③ ۴۴ ہجری۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ یہ سن چار ہجری ماہ شعبان کی پانچ تاریخ کو پیدا ہوئے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے صرف دس ماہ تین دن چھوٹے تھے۔ ۱۰ محرم ۶۱ ہجری جمعہ کے روز کربلا کی سرزمین میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سنان بن انس نخعی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا اور بعض نے کہا ہے کہ شمر ذی الجوشن نے شہید کر کے ابن زیاد سے یوں انعام مانگا۔

اوقرر کابی فضة وذہبا انی قتلت الملك المحبا

قتلت خیرالناس أما وابا وخیرهم اذینسبون نسبا

(ترجمہ): میری سواری کو سونے چاندی سے بھر دے میں نے ایسے بادشاہ کو قتل کیا ہے جو کسی سے رُکنے والا نہیں تھا میں نے ایسے شخص کو قتل کیا ہے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے بہتر ہے جب لوگ نسب بیان کریں نسب بیان کرنا)۔ بہر حال میدان کربلا میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کے بھائیوں سمیت اہل بیت میں سے ۲۳ مردوں کو شہید کیا گیا شہادت کے دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھاون سال تھی۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اہل بیت کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے۔ اس بارے میں مختلف روایات واقوال موجود ہیں۔

قول اوّل: اہل بیت کا اطلاق ان لوگوں پر ہوتا ہے جن پر زکوٰۃ کا مال لینا حرام ہے۔ جیسے بنوہاشم آل عباس، آل علی، آل جعفر اور آل عقیل۔

قول ثانی: امام رازیؒ کہتے ہیں یہ کہنا زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے کہ اہل بیت کا مصداق آنحضرت ﷺ کی اولاد اور ازواج مطہرات ہیں اور ان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔

قول ثالث: بعض مواقع میں اہل بیت کا اطلاق اس طرح بھی آیا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مصداق حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس گھر میں بیٹھی تھی کہ خادم نے آکر بتایا کہ علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما باہر دروازے پر کھڑے ہیں آنحضرت ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ایک کنارے ہو جاؤ چنانچہ میں گھر کے ایک گوشہ میں چلی گئی۔ علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اندر آگئے اور ان کے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اس وقت ننھے منے تھے آنحضرت ﷺ نے حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو آغوش میں لیا اور ایک ہاتھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو

اور دوسرے ہاتھ سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر اپنے بدن سے چمٹایا پھر آپ ﷺ نے وہ کالی کملی ان سب پر لپیٹی جو اس وقت جسم مبارک پر تھی اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں مجھ کو اور میرے اہل بیت کو اپنے ساتھ ملا لیجئے۔

بہر حال ایک طرف تو وہ روایتیں ہیں جن میں اہل بیت سے مراد بنو ہاشم ہیں اور آنحضرت ﷺ کے اہل وعیال پر "اہل بیت" کا اطلاق ہوتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ روایات ہیں جن میں اہل بیت کا مصداق، صرف حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم معلوم ہوتے ہیں۔

بعض علماء کرامؒ نے اہل بیتؑ کی تین قسمیں ذکر کی ہیں ① اہل بیت نسب ② اہل بیت سکنی ③ اہل بیت ولادت۔ لہٰذا اس اعتبار سے بنو ہاشم چونکہ حضرت عبدالمطلب کے نسب میں سے ہیں اسلئے انکو آنحضرت ﷺ کا اہل بیت کہا جائے گا اور عرب میں اہل بیت کا اطلاق گھر میں رہنے والوں پر بھی ہوتا ہے تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کو اہل بیت سکنی کہا جائے گا۔

نیز ازواج مطہرات کا اہل بیت ہونا قرآن سے ثابت ہے کہ اللہ پاک نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اہل بیت فرمایا ہے کما فی القرآن "واذ غدوت من اهلك" اسی طرح قرآن میں ہے کہ "رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت۔ اذ قال لاهله اني انست نارا" جبکہ اولاد کا اہل بیت ہونا حدیث سے ثابت ہے "اللهم هؤلاء اهل بيتي" اس سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات اور اولاد بھی سب اہل بیت ہیں بلکہ ایک روایت میں آتا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بھی آپ ﷺ نے اپنے کمبل میں لے لیا پھر یہ دعا فرمائی اور بعض روایات میں ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا میں بھی اہل بیت ہوں؟ ارشاد فرمایا تم بھی اہل بیت سے ہو۔ اور خیر پر ہو۔

حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّتِهِ يَوْمَ عَرَفَةَ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ الْقَصْوَاءِ يَخْطُبُ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي قَدْ تَرَكْتُ فِيكُمْ مَا إِنْ أَخَذْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي سَعِيدٍ وَزَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ وَحُذَيْفَةَ بْنِ أَسِيدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَزَيْدُ بْنُ الْحَسَنِ قَدْ رَوَى عَنْهُ سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ

نصر بن عبدالرحمن کوفی، زید بن حسن، جعفر بن محمد، محمد، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حج کے موقع پر اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر عرفات کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے دیکھا۔ پس میں نے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں تم لوگوں میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر انہیں پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک قرآن مجید اور دوسرے میرے اہل بیت۔ اس باب میں حضرت ابوذر، ابوسعید، زید بن ارقم اور حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ زید بن حسن سے سعد بن سلیمان اور کئی حضرات روایت کرتے ہیں۔

تشریح: اَلْقَصْوَاءِ: اس اونٹنی کو کہا جاتا ہے جس کے کان کا کوئی کونہ کٹا ہوا ہو آنحضرت ﷺ کی اونٹنی کا کان پیدائشی طور پر

ایسا ہی تھا یا اس کی وجہ تسمیہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ کی اونٹنی تیز رفتار تھی اور دور دور تک ایسی تیز رفتاری سے چلتی تھی کہ دوسری اونٹنیاں اس کو نہیں پہنچ سکتی تھیں اسی لئے قصواء کہا جاتا تھا۔

عِتْرَتِي: اسکے بہت سے معنی آتے ہیں مثلاً قوم، اقارب، ایک دادا کی اولاد، گھر والے۔ رسول کریم ﷺ نے ''عترتی اہل بیتی'' فرما کر تعیین کر دی کہ عترت سے مراد میرے اہل بیت ہیں لہٰذا اہل بیت کو مضبوطی سے پکڑنے سے مراد ان کا احترام کرنا، ان کی روایات پر اعتماد کرنا انکی ہدایات پر عمل کرنا ان کے حقوق ادا کرنا ہے اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ صرف اہل بیت کو پکڑو باقی صحابہ رضی اللہ عنہم کو چھوڑ دو ''اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم'' کے پیش نظر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ہدایت کے ستارے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی ہدایت کا ذریعہ ہے۔

اس حدیث میں ایک راوی زید بن الحسن قرشی ضعیف راوی ہے لیکن امام ترمذی اس راوی سے خوش ہیں فرماتے ہیں کہ اس راوی سے روایت کرنے والے متعدد اہل علم ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْأَصْبَهَانِيُّ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ رَبِيبِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا فِي بَيْتِ أُمِّ سَلَمَةَ فَدَعَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ وَحَسَنًا وَحُسَيْنًا فَجَلَّلَهُمْ بِكِسَاءٍ وَعَلِيٌّ خَلْفَ ظَهْرِهِ فَجَلَّلَهُ بِكِسَاءٍ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا قَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأَنَا مَعَهُمْ يَا نَبِيَّ اللهِ قَالَ أَنْتِ عَلَى مَكَانِكِ وَأَنْتِ إِلَى خَيْرٍ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَمَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ وَأَبِي الْحَمْرَاءِ وَأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قتیبہ بن سعید، محمد بن سلیمان اصبہانی، یحییٰ بن عبید، عطاء بن ابی رباح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت (یعنی اہل بیت! اللہ چاہتا ہے کہ تمہاری ناپاکی کو دور کر دے) ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور ان پر ایک چادر ڈال دی۔ علی رضی اللہ آپ کے پیچھے تھے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب پر چادر ڈالنے کے بعد فرمایا اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ناپاکی کو دور کر دے اور انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ اس پر ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بھی انہی میں سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی جگہ ہو اور بھلائی پر ہو۔ اس باب میں حضرت ام سلمہ، معقل بن یسار، ابوحمراء اور انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

تشریح: اہل بیت کے متعلق روافض کے باطل استدلالات اور ان کے جوابات: روافض کے نزدیک اہل بیت میں صرف حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ ہیں۔ ازواج مطہرات اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔

جواب: ان کا یہ استدلال باطل ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ اس مضمون میں یہ بات واضح معلوم ہو رہی ہے کہ اہل بیت کا مطلب ہے گھر والے اور گھر والوں میں بیویاں بھی شامل ہوتی ہیں وگرنہ اہل بیت نہ کہا جاتا قربی قربی رشتہ کہا جاتا۔

دوسرا یہ کہ اگر چہ اس میں ضمائر مذکر استعمال کیے گئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے خطاب تو مردوں سے کیا ہے لیکن تغلیبا اس میں عورتیں بھی شامل ہیں۔ اگر ازواج مطہرات عورتیں ہونے کی وجہ سے اہل بیت میں شامل نہیں تو پھر حضرت فاطمہؓ کو بھی عورت ہونے کی وجہ سے اہل بیت میں شامل کیوں کرتے ہو۔

دوسرا باطل استدلال: اہل بیت اس آیت کی بناء پر انبیاء کی طرح معصوم ہیں اور گناہوں سے پاک ہیں۔ جبکہ ازواج مطہرات معصوم نہ ہونے کی وجہ سے اہل بیت میں شامل نہیں۔

جواب: اس آیت سے اہل بیت کا معصوم ہونا ثابت نہیں ہو رہا قرآن پاک میں اللہ پاک نے اہل ایمان کے لئے بھی یہی الفاظ کہے ہیں" ولكن يريد ليطهركم وليتم نعمته عليكم ولعلكم تشكرون " ان الفاظ سے کوئی بھی اہل ایمان کو معصوم نہیں کہتا۔ لہٰذا ان الفاظ سے اہل بیت کا معصوم ہونا لازم نہیں آئے گا۔

تیسرا باطل استدلال: مشہور حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ، حضرت حسن وحسین کو ایک چادر میں جمع فرمایا حضرت ام سلمہؓ نے کہا کہ میں بھی آجاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ صرف اولاد اہل بیت میں ہی شامل ہیں ازواج مطہرات اس میں شامل نہیں۔

جواب: ازواج مطہرات تو قرآن کی آیت سے پہلے ہی اہل بیت میں شامل تھیں ایسے موقع پر چادر میں ان کو ڈال کر اہل بیت میں شامل کر رہے ہیں جو قرآن کی آیت سے اہل بیت میں پہلے شامل نہیں تھے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ الْمُنْذِرِ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَالْأَعْمَشُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمْ مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِ لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ كِتَابُ اللهِ حَبْلٌ مَمْدُودٌ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ وَعِتْرَتِي أَهْلُ بَيْتِي وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخْلُفُونِي فِيهِمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

علی بن منذری کوفی، محمد بن فضیل، اعمش، عطیہ، ابوسعید اعمش، حبیب بن ابی ثابت اور حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے دونوں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اسے پکڑے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ ان میں سے ایک دوسری سے بہت بڑی ہے اور جو بڑی ہے وہ اللہ کی کتاب ہے، گویا کہ آسمان سے زمین تک ایک رسی لٹک رہی ہے اور دوسری میرے اہل بیت۔ یہ دونوں حوض (کوثر) پر پہنچنے تک کبھی جدا نہیں ہوں گے۔ پس دیکھو کہ تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: أَحَدُهُمَا أَعْظَمُ مِنَ الْآخَرِ: "احدهما" سے مراد قرآن کریم ہے "اخر" سے مراد اہل بیت ہیں یعنی قرآن

اہل بیت سے عظمت میں بڑا ہے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بڑا ہے نیز حدیث الباب میں بھی اہل بیت میں ازواج مطہرات اور اولاد سب داخل ہیں۔

حَبْلٌ مَمْدُودٌ: جیسے اوپر سے لٹکی ہوئی رسّی ترقی کا ذریعہ بھی ہوتی ہے اور تنزلی کا بھی...... اسی رسّی سے اوپر چڑھا جاتا ہے اور اترا بھی جاتا ہے اسی طرح قرآن پاک پر عمل کر کے ترقی (کامیابی) اور قرآن کو چھوڑ کر تنزلی (ناکامی) ملتی ہے قرآن اللہ کی امان ہے جس نے قرآن کو پکڑا وہ اللہ کی امان میں آ گیا اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ قرآن اہل بیت سے افضل ہے کیونکہ قرآن اللہ کی رسّی ہے۔

وَلَنْ يَتَفَرَّقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ: یہ دونوں الگ الگ نہیں ہونگے اسکے دو مطلب ہیں ① کتاب اللہ اور اہل بیت یہ کہیں بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے اہل بیت ہمیشہ قرآن پر عامل ہونگے اور قرآن ہمیشہ انکے دل و دماغ میں رہے گا ② قرآن، اور اہل بیت مجھ سے جدا نہیں ہونگے حتی کہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ کر ان لوگوں کی سفارش کریں گے جنہوں نے ان دونوں کے حقوق اچھی طرح ادا کیے ہونگے ان دونوں کی سفارش کے بدلے لوگوں کے ساتھ میں حسن وسلوک کرونگا اور ان کی سفارش کروں گا۔

فَانْظُرُوا: ''والنظر بمعنى التامل والتفكر اى تأملوا واستعملوا الروية فى استخلافى اياكم''

(مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۳۸٦)

سند پر کلام: یہ حدیث ٹھیک نہیں اس کی پہلی سند میں ایک راوی عطیہ شیعہ تھا اور مدلس بھی تھا اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی تھی اور ابوسعید کہہ کر روایت کرتا تھا اور دھوکہ دیتا تھا کہ وہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کر رہا ہے۔ اور دوسری سند میں حبیب بن ابی ثابت ہیں یہ بڑے فقیہ تھے مگر کثیر الارسال اور تدلیس کرنے والے تھے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ كَثِيرٍ النَّوَّاءِ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ عَنِ الْمُسَيِّبِ بْنِ نَجَبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُلَّ نَبِيٍّ أُعْطِيَ سَبْعَةَ نُجَبَاءَ رُفَقَاءَ أَوْ قَالَ رُقَبَاءَ وَأُعْطِيتُ أَنَا أَرْبَعَةَ عَشَرَ قُلْنَا مَنْ هُمْ قَالَ أَنَا وَابْنَايَ وَجَعْفَرٌ وَحَمْزَةُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ وَبِلَالٌ وَسَلْمَانُ وَعَمَّارٌ وَالْمِقْدَادُ وَحُذَيْفَةُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَلِيٍّ مَوْقُوفًا

ابن ابی عمر، سفیان، کثیر النواء، ابوادریس، مسیب بن نجبة، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات اچھے اوصاف والے ساتھی یا یوں فرمایا محافظ و نگران عطا کیے جاتے تھے لیکن مجھے ایسے چودہ رفقاء عطا کیے گئے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک تو میں ہوں اور میرے دو بیٹے حسن و حسین اور جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً منقول ہے۔

تشریح: اللہ پاک نے ہر نبی کے لئے مخصوص رفقاء عطا کیے تھے یہ رفقاء ان انبیاء کے محافظ اور نگران بھی اور اس نبی کے دست راست بھی ہوتے تھے یہ نقباء انبیاء کی ہر ممکن مدد فراہم کرتے تھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے تو اللہ نے چودہ رفقاء دیے۔

حضرت علیؓ نے لوگوں کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے چودہ رفقاء کے بیان کیے ان میں حضرت علیؓ، حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ، حضرت جعفر، حضرت حمزہ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت بلال، حضرت سلمان، حضرت عمار، حضرت مقداد، حضرت حذیفہ، حضرت عبداللہ بن سعودؓ ہیں۔

سوال ہوتا ہے کہ ان نقباء میں حضرت عثمان بن عفان شامل نہیں؟ جواب: ان نقباء میں یہ بات تھی کہ وہ کھل کر آپ ﷺ سے بات چیت کر سکیں جبکہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے مزاج میں فطری طور پر حیا غالب تھی وہ آپ ﷺ کے سامنے صرف ضرورت کے پیش نظر ہی بات کر سکتے تھے اس کے علاوہ نہیں۔ اس لئے وہ یہ خدمت سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس لئے حضرت عثمان نقباء میں شامل نہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ الْأَشْعَثِ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سُلَيْمَانَ النَّوْفَلِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحِبُّوا اللهَ لِمَا يَغْذُوكُمْ مِنْ نِعَمِهِ وَأَحِبُّونِي بِحُبِّ اللهِ وَأَحِبُّوا أَهْلَ بَيْتِي بِحُبِّي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوداؤد سلیمان بن اشعث، یحیی بن معین، ہشام بن یوسف، عبداللہ بن سلیمان نوفلی، محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سے محبت کرو اس لئے کہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے غذا کھلاتا ہے اور مجھ سے اللہ کی محبت کی وجہ سے محبت کرو اور اسی طرح میرے اہل بیت سے میری محبت کی وجہ سے (محبت کرو)۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: ایک اصول مسلمہ ہے کہ حبیب الحبیب حبیب، محبوب کا محبوب، محبوب ہوتا ہے۔ اللہ سے محبت رکھنے کی وجہ سے مجھ سے محبت کرو گے تو مجھ سے محبت کی وجہ سے تمہاری اللہ سے محبت میں اضافہ ہوگا۔ اسی طرح آپ ﷺ کے اہل بیت سے آپ کی وجہ سے محبت ضروری ہے اور اہل بیت کا اصل مصداق ازواج مطہرات ہیں اور آل رسول بھی اس میں شامل ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، وَأَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَّاحِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ

حضرت معاذ بن جبل! بن عمرو بن اوس انصاری خزرجی ہیں ان کی ولادت ہجرت سے بیس سال قبل ہوئی ان کی وفات ۱۸ ہجری کو ہوئی جوانی میں مسلمان ہوئے بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک رہے۔ نبی کریم ﷺ نے ان کو یمن کا حاکم بنایا۔

زید بن ثابت بن ضحاک: انصاری، خزرجی، ابو خارجہ ہیں ان کی ولادت ہجرت سے گیارہ سال پہلے ہوئی اور وفات ۴۵ ہجری کو ہوئی۔ قرآنی مصاحف بنانے والی کمیٹی میں شریک رہے اصحاب فتوی میں سے تھے۔ علم المیراث کے ماہر تھے حضرت عمرؓ کہیں جاتے تو ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے۔

حضرت ابی بن کعب بن قیس: یہ نجاری، خزرجی، ابوالمنذر ابوالطفیل ہیں سید القراء ہیں بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک ہوئے چھ اصحاب فتویٰ میں سے تھے سن ولادت معلوم نہیں۔ ان کی وفات ۲۱ ہجری میں ہوئی۔ حضرت عمرؓ آپ کو سید المسلمین کہتے تھے۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ دَاوُدَ الْعَطَّارِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللهِ عُمَرُ وَأَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَأَقْرَؤُهُمْ أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ قَتَادَةَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَاهُ أَبُو قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ان پر سب سے زیادہ رحم کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اللہ کے حکم کی تعمیل میں سب سے زیادہ سخت عمر، سب سے زیادہ باحیا عثمان بن عفان، حلال وحرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے معاذ بن جبل، سب سے زیادہ علم میراث جاننے والے زید بن ثابت اور سب سے زیادہ قرأت جاننے والے ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔ پھر ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کے امین ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو قتادہ کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ ابوقلابہ بھی انسؓ سے اسی کی مانند مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: وَأَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَالْحَرَامِ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ: یعنی حلال وحرام کو سب سے زیادہ جاننے والے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ انصار میں سے ہیں۔

وَأَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ: یعنی سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں یعنی فرائض اور میراث کا علم فنی اور تحقیقی مضبوطی کے ساتھ زید بن ثابت میں بہت زیادہ ہے بلاشبہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بڑے فقہاء صحابہ میں سے تھے اور علم فرائض کے ماہر سمجھے جاتے تھے کاتب وحی اور جامع قرآن ہونے کا شرف بھی ان کو حاصل تھا۔

أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ: اور سب سے بڑے ماہر تجوید قرآن ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ہیں جن چھ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا ان میں سے ایک یہ بھی ہیں۔ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سورۃ ہمارے سامنے پڑھو اُبی نے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے یہ سن کر اُبی رونے لگے اور انکے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رو دیئے انکی وفات ۱۹ ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ

محمد بن بشار، عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی، خالد حذاء، ابوقلابہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ اللہ

اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَالَ وَسَمَّانِي قَالَ نَعَمْ فَبَكَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں سورت البینہ پڑھ کر سناؤں۔ انہوں نے پوچھا کیا میرا نام لے کر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس پر وہ (یعنی ابی بن کعب) رونے لگے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابی بن کعب بھی یہی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں آپ کو سورۃ بینہ سناؤں حضرت ابی بن کعب ؓ نے پوچھا کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے پر حضرت ابی بن کعب خوشی سے رو پڑے نیز سورۃ بینہ کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی کہ یہ توحید، رسالت، اخلاص، نماز، زکوٰۃ، آخرت اور دیگر اہم امور پر مشتمل ہے۔ یہ حکم اس لئے دیا تا کہ حضرت ابی بن کعب اچھی طرح قرات سیکھ لیں اور یہ بات بتلانے کے لئے کہ ایک دوسرے کو قرآن سنانا مسنون عمل ہے۔ اس حدیث میں حضرت ابی بن کعب ؓ کی جو فضیلت ہے وہ جزوی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: جَمَعَ الْقُرْآنَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ، كُلُّهُمْ مِنَ الْأَنْصَارِ، أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَأَبُو زَيْدٍ، قَالَ: قُلْتُ لِأَنَسٍ: مَنْ أَبُو زَيْدٍ؟ قَالَ: أَحَدُ عُمُومَتِي، هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، یحییٰ بن سعید، شعبہ، قتادہ، حضرت انس ؓ بیان کرتے ہیں: عہدِ نبوی میں چار حضرات نے قرآن جمع (حفظ) کیا، وہ سب انصار (کے قبیلہ خزرج) میں سے تھے ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابوزید عمرو بن اخطب خزرجی رضی اللہ عنہم۔ قتادہ کہتے ہیں میں نے انس ؓ سے پوچھا: یہ ابوزید کون ہیں؟ انہوں نے کہا: میرے ایک (خاندانی) چچا ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث انس میں ہے کہ قرآن کے جمع کرنے والے چار صحابہ کرام ؓ تھے جنہوں نے قرآن پاک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حفظ کرلیا تھا حالانکہ ان چاروں کے علاوہ بہت سارے صحابہ کرام ؓ نے قرآن حفظ کیا تھا اور جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ کی کثیر تعداد شہید ہوئی بعض روایت میں ہے کہ ستر حفاظ صحابہ شہید ہوئے۔ بعض روایات میں ہے کہ اس سے زیادہ حفاظ بیر معونہ میں ۷۰ صحابہ شہید ہوئے۔ شراح ومحدثین کرام نے اس کی مختلف توجیہات کی ہیں۔

توجیہ اول: حافظ ابن حجر ؒ فرماتے ہیں کہ ان چار کا ذکر خاص جماعت اور خاص افراد کے لئے کیا گیا جیسا کہ جریر طبری کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج کے درمیان فخر ومباحات کی بات ہوئی قبیلہ اوس نے چار افراد شمار کرائے جن کی خصوصیات دوسرے صحابہ میں نہیں تھی (۱)۔ ہم میں سے ایک شخص ایسا ہے جس کی موت سے عرش کانپ اٹھا وہ حضرت سعد بن معاذ ؓ ہیں (۲)۔ وہ صحابی جن کی گواہی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کے برابر قرار دی وہ صحابی حضرت خزیمہ بن ثابت ہیں۔ (۳)۔ ہم میں سے وہ شخص ہے جن کو فرشتوں نے غسل دیا یعنی حضرت حنظلہ بن ابی عاص (۴)۔ وہ شخص جن کی شہادت کے

بعد ان کی حفاظت بھڑوں اور شہد کی مکھیوں نے کی اس سے مراد حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔
ان کے مقابلے میں قبیلہ خزرج نے کہا کہ ہم میں چار آدمی ایسے ہیں جنہوں نے قرآن مجید کو حفظ کیا اور مذکورہ چار حضرات کا نام لیا تو یہاں پر خزرج اور اوس کے درمیان مقابلہ تھا خزرج میں تو چار آدمی حافظ تھے اوس میں حافظ نہیں تھے ان کے مقابلے میں حضرت انس ؓ نے چار صحابہ ؓ کا نام لیا۔

توجیہہ ثانی: حضرت انس ؓ کا مقصود اپنے قبیلہ کے حفاظ افراد بتانا تھا حفاظ صحابہ کی نفی مقصود نہیں۔

من ابوزید: ابوزید کے متعلق پوچھا کہ ان سے کون مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض حضرات نے کہا کہ ابوزید سے اوس مراد ہیں۔

۲۔ بعض حضرات نے کہا کہ ان کا اصل نام ثابت بن زید ہے۔

۳۔ بعض حضرات نے کہا کہ ان کا نام قیس بن سکن انصاری بخاری ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو بَكْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ عُمَرُ نِعْمَ الرَّجُلُ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ نِعْمَ الرَّجُلُ أُسَيْدُ بْنُ حُضَيْرٍ نِعْمَ الرَّجُلُ ثَابِتُ بْنُ قَيْسِ بْنِ شَمَّاسٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ نِعْمَ الرَّجُلُ مُعَاذُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْجَمُوحِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ سُهَيْلٍ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، سہیل بن ابی صالح، ابو صالح، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر کتنے بہترین انسان ہیں، عمر کتنے بہترین انسان ہیں، ابو عبیدہ، اسید بن حضیر کتنے بہترین انسان ہیں، ثابت بن قیس کتنے بہترین انسان ہیں، معاذ بن جبل کتنے بہترین انسان ہیں معاذ بن عمرو بن جموح بھی کیا خوب لوگ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف سہیل کی سند سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ جَاءَ الْعَاقِبُ وَالسَّيِّدُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَا ابْعَثْ مَعَنَا أَمِينَكَ قَالَ فَإِنِّي سَأَبْعَثُ مَعَكُمْ أَمِينًا حَقَّ أَمِينٍ فَأَشْرَفَ لَهَا النَّاسُ بَعَثَهُ أَبَا عُبَيْدَةَ قَالَ وَكَانَ أَبُو إِسْحٰقَ إِذَا حَدَّثَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ صِلَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ مُنْذُ سِتِّينَ سَنَةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، ابو اسحاق، صلۃ بن زفر، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک قوم کا سردار اور اس کا نائب نبی اکرم صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے ساتھ اپنے کسی امین کو بھیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے ساتھ ایسا امین بھیجوں گا جو حقیقت میں امین ہوگا۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس پر لوگ اس خدمت کے انجام دینے کی تمنا کرنے لگے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ کو بھیجا۔ ابو اسحاق (حدیث کے راوی) جب یہ حدیث صلہ سے بیان کرتے تو فرماتے کہ میں نے یہ حدیث

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ وَأَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَمِينٌ وَأَمِينُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ

ساٹھ سال پہلے سنی تھی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور عمر و انس بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر امت کا امین ہوتا ہے اس امت کا امین ابوعبیدہ ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں سات صحابہ کرام کے نام ذکر کیے گئے ہیں ان میں سے چند صحابہ کرام کا تذکرہ ماقبل میں گزر چکا ہے یہاں چند صحابہ، مختصر تذکرہ درج ذیل ہے۔

اسید بن حضیر: حضرت اسید بن حضیر انصاری صحابی میں ان کے والد حضیر قبیلہ اوس کے شہسوار اور سردار تھے زمانہ جاہلیت میں جنگ بعاث جو اوس اور خزرج کے درمیان ہوئی تھی اس میں حضیر بن سماک اوس قبیلہ کے سردار تھے غزوہ بدر اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے لیلۃ العقبہ میں بھی شریک ہوئے ۲۰ ہجری مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں ان کو دفن کیا گیا۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس: قبیلہ خزرج کے انصاری صحابی ہیں یہ فن خطابت میں بہت ماہر تھے خطیب الانصار کے لقب سے مشہور تھے یہ جب ہجرت کر کے مدینہ آئے اور رسول کریم سے کہنے لگے ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جس طرح ہم اپنے اہل وعیال و گھر والوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اس میں ہمیں کیا ملے گا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ جنت ملے گی۔ غزوہ احد اور اس کے بعد تمام اسلامی معرکوں میں شریک رہے اور اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ثابت نظر نہیں آرہے تو یہ بات حضرت سعدؓ نے حضرت ثابتؓ سے کہی حضرت ثابتؓ نے کہا کہ میں اونچا بولتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میری آواز بلند ہو ہی جاتی ہے اس وجہ سے میں اہل دوزخ میں سے ہو گیا ہوں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ اس آیت سے حضرت ثابت یہ سمجھے کہ میں اپنی آواز کو پست رکھنے پر چونکہ قادر نہیں ہوں میری آواز یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند ہو جاتی ہے اس لئے میں اس آیت کے حکم پر عمل نہیں کر رہا میرے اعمال تو برباد ہو گئے میں تو دوزخ میں چلا گیا حالانکہ آیت میں اس آواز سے ممانعت مقصود تھی جو اپنے قصد و ارادے کے ساتھ بلند ہو جبکہ حضرت ثابت کی آواز فطری طور پر بلند تھی۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے یہ ساری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ کہ وہ تو جنتی ہیں۔ یہ غزوہ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ: حضرت معاذ اور ان کے والد عمرو بن جموح دونوں ہی صحابی ہیں غزوہ بدر میں دونوں شریک ہوئے اور یہ لیلۃ العقبہ میں بھی شریک ہوئے یہ بھی انصاری صحابیؓ ہیں خزرج قبیلہ سے ان کا تعلق تھا یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے غزوہ بدر میں ابوجہل پر حملہ کیا تھا اور اس کا پاؤں کاٹ ڈالا تھا۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي رَبِيعَةَ الْإِيَادِيِّ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ

سفیان بن وکیع، وکیع، حسن بن صالح، ابوربیعہ ایادی، حسن، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ إِلَى ثَلَاثَةٍ. عَلِيٍّ وَعَمَّارٍ وَسَلْمَانَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيْثِ الْحَسَنِ بْنِ صَالِحٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت تین آدمیوں کی مشتاق ہے۔علی، عمار اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حسن بن صالح کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حضرت سلمان فارسیؓ: ایران کے رہنے والے تھے ان کو سلمان الخیر اور سلمان بن سلام بھی کہا جاتا ہے۔ سلمان نام ہے ابوعبداللہ ان کی کنیت ہے بعض نے کہا کہ ان کا نام مابہ بن بود یہ بہبود تھا۔ ان کے گھر والے آتش پرست تھے۔ انہوں نے عیسائی مذہب اختیار کیا بہت صعوبتیں برداشت کیں گھر چھوڑا شام آباد ہوئے وہاں کسی پادری نے کہا کہ آپ مدینہ منورہ چلے جائیں وہاں نبی آخرالزمان سے تمہاری ملاقات ہوجائے گی وہ سچے نبی ہیں ان پر ایمان لانا۔ خیر شام سے قافلہ میں مل گئے ان لوگوں نے ان کو غلام بنا کر فروخت کر دیا حتیٰ کہ یکے بعد دیگرے دس آدمیوں کے ہاتھ فروخت ہوئے اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش جاری رکھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ بنو قریظہ کے ایک یہودی کے غلام تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا ان کے آقا نے عبد مکاتب بنالیا۔ مکاتبت میں یہ طے ہوا کہ سلمان پانچ سو کھجوروں کے درخت لگائیں جب درخت ثمر آور ہو جائیں تو سلمان آزاد ہو جائیں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سلمانؓ نے اس بارے میں بات کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم درخت اور جگہ تیار کرو زمین میں درخت میں خود لگاؤں گا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت خود لگا دیے ایک سال کے بعد ہی ان پر پھل آ گیا۔ بہر حال حضرت سلمانؓ کے لئے بھی جنت ہونے کی بشارت سنائی۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ وَكُنْيَتُهُ اَبُو الْيَقْظَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عمار بن یاسر: یہ عمار بن یاسر عنسی ہیں بنی مخزوم کے آزاد کردہ اور حلیف ہیں اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت عمار کے والد یاسر مکہ میں اپنے دو بھائیوں کے ساتھ جن کے نام حارث اور مالک تھا اپنے چوتھے بھائی کی تلاش میں تشریف لائے پھر حارث اور مالک تو یمن کی طرف واپس ہو گئے مگر یاسر مکہ میں مقیم رہے اور ابوحذیفہ بن مغیرہ کے حلیف بن گئے ابوحذیفہ نے ان کا نکاح اپنی باندی سے (جس کو سمیہ کہا جاتا تھا) کر دیا، اس کے بطن سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے ابوحذیفہ نے حضرت عمار کو آزاد کر دیا پس عمار ابوحذیفہ کے آزاد کردہ ہیں اور ابوحذیفہ ان کے باپ کے حلیف ہوئے حضرت عمار رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے اسلام لے آئے تھے اور یہ ان کمزور مسلمانوں میں سے ہیں جن کو اللہ کے راستہ میں بہت تکالیف مکہ میں پہنچائی گئیں تاکہ یہ اسلام سے باز آ جائیں اور مشرکین مکہ نے ان کو آگ میں بھی جلایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے گزرتے تو ان پر دست مبارک پھیرتے اور فرماتے اے آگ تو عمار پر ٹھنڈک اور سلامتی اور عافیت پہنچا جس طرح کہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بن گئی تھی۔ یہ عمار مہاجرین اولین میں سے ہیں اور غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ہیں اور ان غزوات میں بہت تکالیف برداشت فرمائیں ان کا لقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے الطیب المطیب رکھا یہ جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور ۳۷ھ میں جب کہ ان کی عمر ۹۳ سال کی تھی شہید ہوئے۔ ان سے

ایک جماعت جن میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی ہیں روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ هَانِئِ بْنِ هَانِئٍ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ جَاءَ عَمَّارٌ يَسْتَأْذِنُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ائْذَنُوا لَهُ مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، ابواسحاق، ہانی بن ہانی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے آنے دو، مرحبا اے پاک ذات اور پاک خصلت والے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: مَرْحَبًا بِالطَّيِّبِ الْمُطَيَّبِ: طیب سے اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمارؓ ذاتی طور پر اچھے اخلاق عمدہ اور پاک انسان تھے اور مطیب سے یہ بتانا مقصود ہے کہ وہ اپنی عادات و اخلاق، رہن سہن اور کردار کے اعتبار سے بہت اعلیٰ ہیں انہیں ہر بری خصلت سے پاکیزہ قرار دیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَرْشَدَهُمَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ سِيَاهٍ وَهُوَ شَيْخٌ كُوفِيٌّ وَقَدْ رَوَى عَنْهُ النَّاسُ وَلَهُ ابْنٌ يُقَالُ لَهُ يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ ثِقَةٌ رَوَى عَنْهُ يَحْيَى بْنُ آدَمَ

قاسم بن دینار کوفی، عبیداللہ بن موسیٰ، عبدالعزیز بن سیاہ، حبیب بن ابی ثابت، عطاء بن یسار، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمار کو جن دو کاموں میں بھی اختیار دیا گیا انہوں نے ان میں سے بہتر ہی کو اختیار کیا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو اس سند سے صرف عبدالعزیز بن سیاہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ یہ کوفی شیخ ہیں۔ محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے کا نام یزید بن عبدالعزیز ہے۔ یہ بھی ثقہ ہیں۔ ان سے یحییٰ بن آدم نے احادیث نقل کی ہیں۔

تشریح: مَا خُيِّرَ عَمَّارٌ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلَّا اخْتَارَ أَرْشَدَهُمَا: اس روایت کے دو مطلب بیان کیے جاتے ہیں۔

اول: حضرت عمارؓ اپنی ذات کیلئے مشکل اور سخت راستہ ہی اختیار کرتے جبکہ دوسرے لوگوں کیلئے آسان راستہ ہی اختیار کرتے۔

ثانی: مولانا علی قاریؒ نے یوں تطبیق دی ہے کہ حضرت عمار ہمیشہ دو کاموں میں سے اس کام کا انتخاب کرتے جو زیادہ درست اور بہتر صحیح معلوم ہوتا اور اس کام کا راجح ہونا انکے سامنے واضح ہو جاتا اگر وہ دونوں امر ہر لحاظ سے برابر ہوتے تو پھر جو آسان ہوتا اسے اختیار کرتے

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مَوْلَى

محمود بن غیلان، وکیع، سفیان، عبدالملک بن عمیر، مولیٰ ربعی، ربعی بن حراش، حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

لِرِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا جُلُوسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَا أَدْرِي مَا قَدْرُ بَقَائِي فِيكُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي وَأَشَارَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَمَا حَدَّثَكُمْ ابْنُ مَسْعُودٍ فَصَدِّقُوهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَرَوَى إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ هِلَالٍ مَوْلَى رِبْعِيٍّ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَقَدْ رَوَى سَالِمٌ الْمُرَادِيُّ الْكُوفِيُّ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ هٰذَا

ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تم لوگوں میں ہوں لہذا میرے بعد آنے والے ابوبکر وعمر کی اقتداء (پیروی) کرنا، عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی راہ پر چلنا اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بات تم کو بیان کریں ان کی تصدیق کرنا۔ یہ حدیث حسن ہے۔ ابراہیم بن سعد اس حدیث کو سفیان ثوری سے وہ عبدالملک بن عمیر سے وہ ہلال سے (ربعی کے مولی) سے وہ ربعی سے وہ حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔ سالم مرادی کوفی نے بواسطہ عمرو بن حزم اور ربعی بن حراش حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کے ہم معنیٰ مرفوع حدیث نقل کی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدِينِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبْشِرْ عَمَّارُ تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو وَأَبِي الْيَسَرِ وَحُذَيْفَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

ابومصعب مدینی، عبدالعزیز بن محمد، علاء بن عبدالرحمن، عبدالرحمن، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عمار تمہیں بشارت ہو کہ تمہیں باغی لوگ شہید کریں گے۔ اس باب میں حضرت ام سلمہ، عبداللہ بن عمرو، ابوالیسر اور حذیفہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث علاء بن عبدالرحمن کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں رسول کریم ﷺ کی تین پیشین گوئیاں ذکر کی گئی ہیں ① عمار بن یاسر شہید ہوں گے ② ظلماً قتل کیے جائیں گے ③ ان کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ چنانچہ تینوں سچی ثابت ہوئیں یہ بھی حضور ﷺ کا معجزہ ہے۔

شہادت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ جلیل القدر قدیم الاسلام اکابر مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اسلام کی خاطر آپ کے گھرانہ نے بہت تکالیف برداشت کیں، رسول کریم ﷺ جب عمار بن یاسر کے گھرانے کی تکالیف دیکھتے تو فرماتے "صبرًا یا آل یاسر موعدکم الجنة" کہ اے آل یاسر ایذاؤں پر صبر کرو تمہارا ٹھکانہ جنت ہے۔ اسلام کی خاطر آپ کے والد بھی شہید ہوئے اور آپ کی والدہ حضرت سمیہ بنت ابی حذیفہ مخزومیہ کو ابوجہل نے دیگر کفار کے ہمراہ نازک مقام پر نیزہ مار کر شہید کر دیا اسلام میں پہلی شہیدہ کا اعزاز ان کو حاصل ہوا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے فضائل بہت زیادہ ہیں صرف ایک واقعہ نقل

کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہیں تھے واقعہ اس طرح ہے کہ مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی بڑے بڑے بھاری پتھر اور بلاک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک ایک اٹھا کر لا رہے تھے جبکہ دل لگی کے طور پر حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دو دو پتھر اٹھوا دیتے تھے۔ تو حضرت عمار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ''قدقتلني اصحابك یارسول الله'' کہ آپ کے ساتھیوں نے مجھے مار ڈالا (یعنی تھکا دیا) تب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''یاابن سمیه لایقتلك اصحابي وانما تقتلك الفئة الباغية'' کہ اے سمیہ کے بیٹے تجھے میرے صحابی قتل نہ کریں گے تجھے تو باغی ٹولہ قتل کرے گا (سیرت ابن ہشام ج۱ ص۴۹۷)۔ ''واللفظ له العقد الفريد لابن عبدربه وفاء الوفاء'' (ج۱ ص۲۳۵)۔ یہ حدیث صحاح ستہ کی ہے مگر بعض حضرات نے مسجد نبوی کی تعمیر اور ''لایقتلك اصحابي'' ذکر نہیں کیا لیکن ''ویدعوهم الی الجنة ویدعونه الی النار'' ذکر کر دیا۔ بہرحال اس حدیث سے معلوم یہی ہوا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل جنگ صفین کے دو گروہوں میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہرگز نہیں بلکہ باغی ٹولہ ہے کیونکہ نحوی اصول کے مطابق الباغية، الفئة کی صفت ہے یہ صفت موصوف ''تقتلك'' کا فاعل ہے اور فاعل کا وجود فعل سے پہلے ہونا ضروری ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گروہ پہلے سے ہی باغی ہے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کی وجہ سے باغی نہیں ٹھہرا بلکہ اس گروہ کی پہلی بغاوت مظلوم مدینہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہوئی اس باغی جماعت نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے پہلی لعنت حاصل کی ظاہر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا سبائی ٹولہ ہے پھر یہی ٹولہ (منافقین کے روپ میں) جنگ صفین میں گھس کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے رسالہ ''بخاری شریف کی چند ضروری مباحث (ص ۷، ۸)'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ اگرچہ بہت دور اندیش، زیرک و محتاط جرنیل تھے مگر جنگ صفین کی طویل لڑائی کی ستر جھڑپوں میں بہت ممکن ہے کہ یہ منافق امیر معاویہ کے لشکر میں داخل ہو گئے ہوں اور موقع پا کر انہی فسادی لوگوں نے (جو ''الفئة الباغية'' اور ''یدعون الی النار'' تھے) حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا تھا آپ کے قاتلین میں کوئی بھی صحابی اور داعی الی الجنۃ کا مصداق شامل نہ تھا اور نہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم اور رضا سے قتل ہوئے کیونکہ بروایت عثمان وام سلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتل کو دوزخی فرمایا ہے (کنز العمال ج۱۱ ص۷۲۵)۔ حضرت عمرو بن العاص سے بھی مشہور روایت یہی ہے ''قاتل عمار وسالبه في النار'' کہ عمار کا قاتل وسامان لینے والا دوزخی ہے (مستدرک حاکم ج۳ ص۳۸۷)۔ اس حدیث کے راوی حضرت عمرو بن عاص ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صف میں تھے ظاہر ہے حضرت عمرو بن عاص اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اپنے دیگر اصحاب رسول کے ساتھ کیسے قاتل و دوزخی بن سکتے ہیں؟۔ اسی طرح اگر حضرت امیر معاویہ کے گروہ کو باغی ٹولہ قرار دیا جائے تو حضرت امی عائشہ حضرت امیر معاویہ کا ساتھ کیسے دے سکتی تھیں اسی طرح حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں باغی گروہ کے حوالے خلافت کیسے کر دی؟ اور روافض کے عناصر میں سے بعض کے اعتراض پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے یہ کیسے فرمایا کہ میں نے اپنے سے بہتر کے حوالے خلافت سپرد کی ہے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کے مطابق حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے قاتلین صحابہ کرام نہ ہوئے بلکہ سبائی لوگ ہی تھے۔

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی فتح الباری (جلد اول ص ۷۱۰) میں ابن بطال، ابن التین، مہلب و دیگر شراح بخاری سے یہی تحقیق نقل کی ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ اَبِیْ ذَرِّ الْغِفَارِیِّ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ

ابوذرغفاری: ابوذران کا نام جندب ہے ان کے والد جنادہ ہیں، یہ بلند مرتبہ مشہور تارک الدنیا اور مہاجرین صحابہ میں سے ہیں مکہ میں شروع اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ایمان لانے والوں میں سے پانچویں صحابی ہیں پھر یہ اپنی قوم میں لوٹ گئے تھے ایک مدت تک ان کے پاس رہے یہاں تک کہ غزوہ خندق کے بعد آنحضور ﷺ کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہو گئے۔ پھر مقام ربذہ میں قیام کیا اور ربذہ ہی میں ۳۲ھ میں خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وفات پائی آنحضور ﷺ کی بعثت سے قبل ہی عبادت کیا کرتے تھے۔ ان سے بہت سے صحابہ اور تابعین نے روایت کی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عُمَيْرٍ هُوَ أَبُو الْيَقْظَانِ عَنْ أَبِي حَرْبٍ عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّيلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ أَصْدَقَ مِنْ أَبِي ذَرٍّ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَأَبِي ذَرٍّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمود بن غیلان، ابن نمیر، اعمش، عثمان بن عمیر ابوالیقظان، ابوحرب بن ابی الاسود دیلی، حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ سچے پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی زمین نے ان سے زیادہ سچے کو اٹھایا۔ اس باب میں حضرت ابودرداء اور ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: أَصْدَقَ: زیادہ سچے کو کہتے ہیں۔ أَظَلَّتْ: سایہ کرنے کے معنی میں ہے۔ الْخَضْرَاءُ: نیلگوں آسمان کو کہتے ہیں۔ الْغَبْرَاءُ: غبار آلود زمین کو کہتے ہیں۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ امت محمدیہ میں سب سے زیادہ تارکِ دنیا اور زاہد انسان تھے ایک وقت کے بچے ہوئے کھانے کو دوسرے وقت تک رکھنے کو ناجائز سمجھتے تھے اور اس پر لوگوں سے جھگڑتے تھے۔ الحاصل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ذکر میں جو حصر ہے اس سے تاکید اور مبالغہ مراد ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ علی الاطلاق سب صحابہ سے بڑھ کر "اصدق" ہیں حتیٰ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی حالانکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے "اصدق" ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا یہ عام مخصوص منہ البعض کی قبیل سے ہے۔ امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ "أَصْدَقَ" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے کلام میں توریہ استعمال نہیں کرتے تھے۔ حدیث الباب میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خاص فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ بْنُ عَمَّارٍ حَدَّثَنِي أَبُو زُمَيْلٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَلَا أَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ مِنْ ذِي

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق فرمایا کہ آسمان نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ زبان کے سچے اور وعدے کو پورا کرنے والے پر سایہ نہیں کیا اور نہ ہی اس سے زیادہ سچے اور وفاشعار شخص کو زمین نے اٹھایا۔ وہ (یعنی ابوذر) عیسیٰ بن مریم

لَهْجَةٍ أَصْدَقَ وَلَا أَوْفَى مِنْ أَبِي ذَرٍّ شِبْهِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ كَالْحَاسِدِ يَا رَسُولَ اللهِ أَفَتَعْرِفُ ذٰلِكَ لَهُ قَالَ نَعَمْ فَاعْرِفُوهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هٰذَا الْحَدِيثَ فَقَالَ أَبُو ذَرٍّ يَمْشِي فِي الْأَرْضِ بِزُهْدِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ

کے مشابہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پوچھا گویا کہ رشک کر رہے ہوں کہ کیا ہم انہیں بتا دیں۔ فرمایا ہاں بتا دو۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ بعض اس حدیث کو اس طرح نقل کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوذر زمین پر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرح زہد کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

تشریح: **لَهْجَةٍ:** ''لام'' کے فتحہ ''ہا'' کے سکون کے ساتھ بمعنی زبان یا زبان کی نوک یا کلام کا طریقہ۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حق گوئی میں کسی کی رعایت نہ کرتے تھے اس وجہ سے کبھی حق گوئی کی پاداش میں تکلیف بھی پہنچائے جاتے۔

بِزُهْدِ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ: ان الفاظ کے ذریعے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے کمال زہد اور ورع کی طرف اشارہ ہے چنانچہ ان کے زہد اور دنیا سے ان کی بے تعلقی اور بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ دنیا کی جائز و مباح لذتوں سے بھی اپنے آپ کو محروم رکھتے تھے مال کو جمع کرنا ان کے نزدیک حرام تھا چاہے وہ کتنے ہی جائز اور بہتر ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو۔

وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ: یہ الفاظ کسی راوی کے ہیں اصل روایت کا جز نہیں بلکہ صاحب استیعاب نے ایک روایت نقل کی ہے کہ جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں کہ جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تواضع وانکساری دیکھنے کی خواہش و سعادت حاصل کرنا چاہتا ہو تو وہ ابوذر کو دیکھ لے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عبداللہ بن سلام: یہ عبداللہ بن سلام ہیں ان کی کنیت ابو یوسف ہے، اسرائیلی تھے۔ یوسف بن یعقوب علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کی اولاد میں سے تھے اور یہ بنی عوف بن خزرج کے حلیف تھے، علمائے یہود میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کیلئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داخلہ کی بشارت دی ہے، ان سے ان کے دو بیٹے یوسفؒ و محمدؒ وغیرہ روایت کرتے ہیں مدینہ میں ۴۳ھ میں انتقال ہوا سلام لام پر تشدید نہیں ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ سَعِيدٍ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مُحَيَّاةَ يَحْيَى بْنُ يَعْلَى عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنِ ابْنِ أَخِي عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ لَمَّا أُرِيدَ قَتْلُ عُثْمَانَ جَاءَ عَبْدُ اللهِ بْنُ سَلَامٍ فَقَالَ لَهُ عُثْمَانُ مَا جَاءَ بِكَ قَالَ جِئْتُ فِي نَصْرِكَ قَالَ اخْرُجْ إِلَى النَّاسِ فَاطْرُدْهُمْ عَنِّي فَإِنَّكَ

علی بن سعید کندی، ابو محیاۃ یحیی بن یعلی، حضرت عبدالملک بن عمیر، حضرت عبداللہ بن سلام کے بھتیجے سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل کا ارادہ کیا گیا تو عبداللہ بن سلام ان کے پاس گئے۔ انہوں نے پوچھا کیوں آئے ہو؟ عرض کیا آپ کی مدد کے لیے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم باہر رہ کر لوگوں کو مجھ سے

خَارِجًا خَيْرٌ لِي مِنْكَ دَاخِلًا فَخَرَجَ عَبْدُ اللهِ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ كَانَ اسْمِي فِي الْجَاهِلِيَّةِ فُلَانٌ فَسَمَّانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدَ اللهِ وَنَزَلَتْ فِيَّ آيَاتٌ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَنَزَلَتْ فِيَّ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ وَنَزَلَ قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ إِنَّ لِلهِ سَيْفًا مَغْمُودًا عَنْكُمْ وَإِنَّ الْمَلَائِكَةَ قَدْ جَاوَرَتْكُمْ فِي بَلَدِكُمْ هٰذَا الَّذِي نَزَلَ فِيهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاللهَ اللهَ فِي هٰذَا الرَّجُلِ أَنْ تَقْتُلُوهُ فَوَاللهِ لَئِنْ قَتَلْتُمُوهُ لَتَطْرُدُنَّ جِيرَانَكُمُ الْمَلَائِكَةَ وَلَتَسُلُّنَّ سَيْفَ اللهِ الْمَغْمُودَ عَنْكُمْ فَلَا يُغْمَدُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالُوا اقْتُلُوا الْيَهُودِيَّ وَاقْتُلُوا عُثْمَانَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ وَقَدْ رَوَى شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ فَقَالَ عُمَرَ بْنَ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ

دور رکھو تو یہ میرے لئے تمہارے اندر رہنے سے بہتر ہے۔ وہ (یعنی عبداللہ بن سلام) باہر آئے اور لوگوں سے کہا اے لوگو! زمانہ جاہلیت میں میرا یہ نام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام عبداللہ رکھا۔ میرے متعلق قرآن کریم کی کئی آیات نازل ہوئیں۔ چنانچہ (وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ وَنَزَلَ قُلْ كَفَى بِاللهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ) الآیۃ میرے بارے میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ (جان لو کہ) اللہ کی تلوار میان میں ہے اور فرشتے تمہارے اس شہر میں تمہارے ہمسائے ہیں۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رہے تھے۔ لہٰذا تم لوگ اس شخص کے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اللہ کی قسم اگر تم نے اسے قتل کر دیا تو تمہارے ہمسائے فرشتے تم سے دور ہو جائیں گے اور تم پر اللہ کی تلوار میان سے نکل آئے گی جو پھر قیامت تک کبھی میان میں واپس نہیں جائے گی۔ لوگ کہنے لگے اس یہودی کو بھی عثمانؓ کے ساتھ قتل کرو۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عبدالملک بن عمیر کی روایت سے جانتے ہیں۔ شعیب بن صفوان بھی اسے عبدالملک بن عمیر سے وہ عمر بن محمد بن عبداللہ بن سلام سے اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن سلامؓ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث شریف کی مکمل وضاحت تفسیر سورۃ احقاف کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عُمَيْرَةَ قَالَ لَمَّا حَضَرَ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ الْمَوْتُ قِيلَ لَهُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَوْصِنَا قَالَ أَجْلِسُونِي فَقَالَ إِنَّ الْعِلْمَ

قتیبہ، لیث، معاویہ بن صالح، ربیعہ بن یزید، ابوادریس خولانی، حضرت یزید بن عمرہ کہتے ہیں کہ جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان سے درخواست کی گئی کہ اے ابوعبدالرحمٰن ہمیں وصیت کیجئے۔ انہوں نے فرمایا مجھے بٹھاؤ پھر فرمایا ایمان اور علم اپنی جگہ

وَالْإِيمَانَ مَكَانَهُمَا مَنْ ابْتَغَاهُمَا وَجَدَهُمَا يَقُولُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَالْتَمِسُوا الْعِلْمَ عِنْدَ أَرْبَعَةِ رَهْطٍ عِنْدَ عُوَيْمِرٍ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَعِنْدَ سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ وَعِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَعِنْدَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ الَّذِي كَانَ يَهُودِيًّا فَأَسْلَمَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ -

موجود ہیں جو انہیں تلاش کرے گا وہ یقیناً پالے گا۔ تین مرتبہ یہی فرمانے کے بعد فرمایا علم کو چار شخصوں کے پاس تلاش کرو۔ ایک ابودرداء، دوسرے سلمان فارسی تیسرے عبداللہ بن مسعود اور چوتھے عبداللہ بن سلام، جو یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے۔ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ان دس میں سے ہیں جو جنتی ہیں۔ اس باب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: إِنَّهُ عَاشِرُ عَشَرَةٍ فِي الْجَنَّةِ: اس جملہ کی شارحین نے مختلف تشریحات کی ہیں۔

اول: حضرت عبداللہ بن سلام دس میں سے دسویں ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے صحیح مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن سلام ان دس صحابہ میں سے دسویں صحابی کی طرح ہیں جن کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔

ثانی: بعض حضرات نے کہا کہ عبداللہ بن سلام صحابہ میں سے دسویں نمبر پر جنت میں داخل ہوں گے لیکن یہ مطلب بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے بھی لازم آتا ہے کہ عشرہ مبشرہ سے پہلے جنت میں داخل ہوں۔

ثالث: یا اس سے مراد ہے کہ ان صحابہ میں سے دسویں نمبر پر ہیں جو یہود میں سے تھے اور پھر اسلام لائے۔

رابع: یا اس سے مراد یہ ہے کہ عشرہ مبشرہ کے بعد جو دس صحابہ جنت میں جائیں گے ان میں دسویں حضرت عبداللہ بن سلام ہیں۔

عُوَيْمِرٍ أَبِي الدَّرْدَاءِ: عویمر کے نام میں مختلف اقوال ہیں بعض نے کہا کہ ان کا اصل نام عامر ہے اور عویمر ان کا لقب ہے بعض حضرات نے کہا کہ عویمر ہی ان کا نام ہے جو عامر کی تصغیر ہے اور ابوالدرداء ان کی کنیت ہے درداء ان کی بیٹی کا نام ہے اسی سے ان کی کنیت ابوالدرداء مشہور ہوگئی۔

اسی طرح ان کے والد میں بھی مختلف اقوال ہیں۔ عامر یا مالک، تعلبہ، عبداللہ یا زید بن قیس انصاری خزرجی ہیں بدر کے دن انہوں نے اسلام قبول کیا پھر غزوہ احد اور دیگر غزوات میں شریک رہے علم وفقہ میں مہارت رکھتے تھے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عبداللہ بن مسعود: یہ عبداللہ بن مسعود ہیں ان کی کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ ہذلی ہیں آنحضور ﷺ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے کچھ زمانہ قبل اسلام لائے تھے، اور کہا گیا ہے کہ اسلام لانے والوں میں یہ چھٹے شخص ہیں۔ آنحضور ﷺ نے ان کو اپنے پاس ہی رکھ لیا تھا۔ یہ آپ ﷺ کے خاص خدام میں داخل ہو گئے تھے۔ آنحضور ﷺ کے گہرے رازداں تھے، آپ ﷺ کی مسواک اور نعلین مبارک اور وضو کا پانی سفر میں لئے رکھتے تھے حبشہ کی طرف ہجرت کی غزوہ بدر اور

اسکے بعد کے تمام غزوات میں شریک تھے، آنحضور ﷺ نے ان کیلئے جنت کی بشارت دی اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو ام عبد کا بیٹا میری امت کیلئے پسند کرے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں اور جس چیز کو وہ امت کیلئے ناپسند جانے اس کو میں بھی برا سمجھتا ہوں آنحضور ﷺ کی مراد ابن ام عبد سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں، یہ آنحضور ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی ظاہری صورت اور حلم و وقار اور سیرت میں مشابہ تھے۔ یہ ہلکے بدن، چھوٹے قد، گہرے گندمی رنگ والے تھے، لمبے قد کے لوگ بیٹھنے کی حالت میں انکے پورے قد کے برابر معلوم ہوتے تھے، کوفہ میں مسند قضاء کے ذمہ دار بنائے گئے اور وہاں کی بیت المال کی ذمہ داری بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اور ابتدائی دور خلافت عثانی میں ان کے سپرد کی گئی۔ پھر مدینہ کی طرف لوٹ گئے اور وہاں پر ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے، ان کی عمر ساٹھ سال سے اوپر ہوئی۔ ان سے حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ اور بھی بہت سے دیگر صحابہ اور تابعین روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِسْمَعِيلَ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ أَبِي الزَّعْرَاءِ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْتَدُوا بِاللَّذَيْنِ مِنْ بَعْدِي مِنْ أَصْحَابِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَاهْتَدُوا بِهَدْيِ عَمَّارٍ وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ وَيَحْيَى بْنُ سَلَمَةَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيثِ وَأَبُو الزَّعْرَاءِ اسْمُهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ هَانِئٍ وَأَبُو الزَّعْرَاءِ الَّذِي رَوَى عَنْهُ شُعْبَةُ وَالثَّوْرِيُّ وَابْنُ عُيَيْنَةَ اسْمُهُ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو وَهُوَ ابْنُ أَخِي أَبِي الْأَحْوَصِ صَاحِبِ ابْنِ مَسْعُودٍ

ابراہیم بن اسماعیل بن یحیی بن سلمہ بن کہیل، ابی عن ابیہ، سلمہ بن کہیل، ابی الزعراء حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ابوبکر و عمر کی اقتداء (پیروی) کرنا، عمار کے راستے پر چلنا اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد کو لازم پکڑنا (یعنی نصیحت پر عمل کرنا) یہ حدیث اس سند سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ کی روایت سے غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف یحیی بن سلمہ بن کہیل کی روایت سے جانتے ہیں۔ اور وہ محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔ ابوزعراء کا نام عبداللہ بن ہانی ہے لیکن زعراء جن سے شعبہ، ثوری اور ابن عیینہ روایت کرتے ہیں وہ عمرو بن عمرو ہیں۔ وہ ابواحوص کے بھتیجے اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست ہیں۔

تشریح: وَتَمَسَّكُوا بِعَهْدِ ابْنِ مَسْعُودٍ: عہد سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ عہد سے قول اور وصیت مراد ہے مطلب یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود دینی معاملات میں جو بات کہیں اس بات پر پوری طرح عمل پیرا رہنا۔

۲۔ بعض حضرات نے کہا کہ عہد سے مراد عبداللہ بن مسعودؓ کی رائے وصیت اور فیصلہ ہے مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلیفہ کی نامزدگی سے متعلق ابن مسعود جو فیصلہ اور رائے دیں وہ درست ہوگا۔

اور حدیث کے ظاہر سے بھی عہد سے امر خلافت کے معنی مراد لینے کی تائید ہوتی ہے۔

سند پر کلام: حضرت ابن مسعودؓ کی یہ حدیث نہایت ضعیف ہے۔ یحییٰ بن سلمۃ متروک راوی اور شیعہ تھا مگر اسی مضمون کی حضرت حذیفہؓ کی دو حدیثیں صحیح ہیں۔

وَأَبُو الزَّعْرَاءِ: ابوالزعراء دو ہیں ایک بڑے اور دوسرے چھوٹے ہیں۔ بڑے ابوالزعراء ان کا نام عبداللہ بن ہانی یہ کوفی ابن مسعود کے شاگرد اور طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں۔ اور چھوٹے ابوالزعراء کا نام عمرو بن عمرو جشمی ہے یہ طبقہ سادسہ کے راوی ہیں۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يُوسُفَ بْنِ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا مُوسَى يَقُولُ لَقَدْ قَدِمْتُ أَنَا وَأَخِي مِنَ الْيَمَنِ وَمَا نُرَى حِينًا إِلَّا أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ رَجُلٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا نَرَى مِنْ دُخُولِهِ وَدُخُولِ أُمِّهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ

ابوکریب، ابراہیم بن یوسف بن ابواسحاق، یوسف، ابواسحاق، اسود بن یزید، حضرت ابواسود بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے ابوموسیٰ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں اور میرے بھائی جب یمن سے آئے تو صرف عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے متعلق معلوم ہوتا تھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے ہیں۔ کیوں کہ ان کے اور ان کی والدہ کے اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے جانے کو ہم دیکھتے تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سفیان ثوری اسے ابواسحاق سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی ہذلی ہیں صاحب السواد والسواک کے لقب سے مشہور تھے انہوں نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کیا تھا بعض حضرات کہتے ہیں کہ چھٹے مسلمان ہیں ان سے پہلے صرف پانچ آدمیوں نے اسلام قبول کیا تھا اسلام قبول کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے پاس رکھ لیا تھا اور اپنی متعدد خدمتیں ان کے سپرد کر دی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسواک اور نعلین انہی کے پاس رکھا کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت بھی دی تھی یہ کوفہ کے قاضی اور وہاں کے بیت المال کے نگران تھے اور خلافت عثمانی کے ابتدائی عہد تک اسی منصب پر فائز رہے پھر مدینہ آ گئے تھے اور مدینہ میں ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے ان کی عمر کچھ اوپر ساٹھ سال تھی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ أَتَيْنَا عَلَى حُذَيْفَةَ فَقُلْنَا حَدِّثْنَا بِأَقْرَبِ النَّاسِ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدْيًا وَدَلًّا فَنَأْخُذَ عَنْهُ وَنَسْمَعَ مِنْهُ قَالَ كَانَ أَقْرَبُ النَّاسِ هَدْيًا وَدَلًّا وَسَمْتًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، اسرائیل، ابواسحاق، عبدالرحمن بن یزید کہتے ہیں کہ ہم حذیفہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ ہمیں وہ شخص بتائیے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے لوگوں کی نسبت چال چلن میں زیادہ قریب تھا تاکہ ہم اس سے علم حاصل کریں اور احادیث سنیں۔ انہوں نے فرمایا وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پوشیدہ خانگی حالات سے بھی واقف ہوتے تھے جن کا

ابْنُ مَسْعُودٍ حَتَّى يَتَوَارَى مِنَّا فِي بَيْتِهِ وَلَقَدْ عَلِمَ الْمَحْفُوظُونَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ هُوَ مِنْ أَقْرَبِهِمْ إِلَى اللَّهِ زُلْفَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہمیں علم تک نہ ہوتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محفوظ (جھوٹ سے) صحابہ کرام اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان سب میں ام عبد کے بیٹے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی اللہ تعالیٰ سے اتنا قریب نہیں جتنے وہ ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: الهدی: سیرت وطریقہ یہی معنی الدل اور السمت کا بھی ہے۔ الدل: وقار اور طمانینت وتمکنت کی کیفیت کو کہتے ہیں۔ الزلفی: تقرب، قرب ونزدیکی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے ''ما نعبد هم الا لیقر بونا الی اللّٰه زلفی''۔ ہم بتوں کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں۔ (زمر ۳)

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا صَاعِدٌ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا أَحَدًا مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ لَأَمَّرْتُ عَلَيْهِمُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ

عبداللہ بن عبدالرحمن، صاعد حرانی، زہیر، منصور، ابواسحاق، حارث، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں بغیر مشورے کے کسی لشکر کا امیر مقرر کرتا تو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر مقرر کرتا۔ اس حدیث کو ہم صرف حارث کی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كُنْتُ مُؤَمِّرًا أَحَدًا مِنْ غَيْرِ مَشُورَةٍ لَأَمَّرْتُ ابْنَ أُمِّ عَبْدٍ

روایت کی سفیان بن وکیع نے انہوں نے اپنے والد سے وہ سفیان ثوری سے وہ ابواسحاق سے وہ حارث سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر میں کسی کو بغیر مشورے کے امیر مقرر کرتا تو ام عبد کے بیٹے (ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کرتا)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ مِنِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ وَمُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَسَالِمٍ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، شقیق بن سلمہ، مسروق، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ سالم سے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ أَرْبَعَةٍ: ''ای اطلبو القران من ہولاء الاربعة فانهم حفظة الصحابة'' یعنی ان چار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن کریم کی تلاوت اس کے مضامین اس کے احکام اس کے اسرار خصوصی طور پر

سیکھو۔ روایات میں آتا ہے کہ یہ حضرات حافظ قرآن تھے انہوں نے رسول کریم ﷺ سے قرآن سیکھا اور یاد کیا نیز ان چاروں کی تخصیص اس لئے کی کہ ان حضرات نے اپنے آپ کو قرآن سیکھنے کے لئے فارغ کیا تھا یا ان حضرات نے اپنے آپ کو قرآنی تعلیم دینے کے لئے فارغ کیا تھا۔

یا مطلب یہ ہے کہ میری وفات کے بعد ان چاروں کو تعلیم قرآن کے سلسلہ میں تقدم حاصل ہے اور یہ کہ یہ چاروں بڑے قراء ہیں۔

حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ خَيْثَمَةَ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَسَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَيَسَّرَ لِي أَبَا هُرَيْرَةَ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُ إِنِّي سَأَلْتُ اللهَ أَنْ يُيَسِّرَ لِي جَلِيسًا صَالِحًا فَوُفِّقْتَ لِي فَقَالَ لِي مِنْ أَيْنَ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ أَهْلِ الْكُوفَةِ جِئْتُ أَلْتَمِسُ الْخَيْرَ وَأَطْلُبُهُ فَقَالَ أَلَيْسَ فِيكُمْ سَعْدُ بْنُ مَالِكٍ مُجَابُ الدَّعْوَةِ وَابْنُ مَسْعُودٍ صَاحِبُ طَهُورِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَعْلَيْهِ وَحُذَيْفَةُ صَاحِبُ سِرِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَمَّارٌ الَّذِي أَجَارَهُ اللهُ مِنَ الشَّيْطَانِ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ وَسَلْمَانُ صَاحِبُ الْكِتَابَيْنِ قَالَ قَتَادَةُ وَالْكِتَابَانِ الْإِنْجِيلُ وَالْقُرْآنُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَخَيْثَمَةُ هُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَبْرَةَ نُسِبَ إِلَى جَدِّهِ

جراح بن مخلد بصری، معاذ بن ہشام، ہشام، قتادہ، حضرت خیثمہ بن ابی سبرۃ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ آیا تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے کوئی نیک دوست عطاء فرما۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملوا دیا۔ ان کے پاس بیٹھا اور اپنی دعا کے متعلق بتایا۔ انہوں نے پوچھا کہاں کے رہنے والے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کوفہ کا رہنے والا ہوں اور خیر کی طلب مجھے یہاں لائی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کیا تمہارے پاس سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں جنکی دعا قبول ہوتی ہے۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے وضو کا پانی رکھنے اور جوتیاں سیدھی کرنے والے ابن مسعودؓ نہیں؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز دار حذیفہؓ نہیں؟ کیا عمارؓ نہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے مطابق شیطان سے دور کر دیا ہے۔؟ اور کیا دو کتابوں والے سلمانؓ نہیں ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ دو کتابوں سے مراد انجیل اور قرآن ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ اور خیثمہ، عبدالرحمن بن ابی سبرہ کے بیٹے ہیں سند میں وہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔

تشریح: جَلِيسًا صَالِحًا: "ای عالما عاملاً او قائما بحق اللہ وحق عبادہ" اس سے وہ عالم باعمل مراد ہے یا وہ جو حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو اچھی طرح ادا کرنے والا ہو۔

صَاحِبُ طَهُورِ: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ کا قرب خاص حاصل تھا حضر و سفر میں آپ ﷺ کے وضو و لوازماتِ وضو کی خدمت ان کے ذمے تھی۔

وَعَمَّارٌ: حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے طیب اور مطیب فرمایا اور ان کو جنت کی بشارت دی تھی۔ کما مر

صَاحِبُ سِرِّ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو صاحب سر کہا جاتا ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مختلف راز اور بھید بتا رکھے تھے اور ان رازوں میں سے ایک راز یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منافقین کے نام اور ان کے نسب اور نفاق کی علامتیں بھی بتا دی تھیں اس بناء پر ان کو معلوم تھا کہ کون مخلص مسلمان ہے اور کون منافق۔ منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ اے حذیفہ! کہ کیا تم میرے اندر نفاق کی علامت دیکھتے ہو؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں خدا کی قسم آپ میں مجھ کو کوئی نفاق کی علامت نظر نہیں آ رہی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ۳۶ھ میں بمقام مدائن وفات پائی وہیں مدفون ہوئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حذیفہ بن یمان: حذیفہ نام ہے یمان ان کا لقب ہے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ عَبسی ہے عین کے فتح اور یاء کے سکون کے ساتھ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دان ساتھی ہیں۔ ان سے حضرت علی۔ جعفر بن خطاب حضرت ابو درداء وغیرہ صحابہ اور تابعین نے حدیث کو روایت کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا إِسْحٰقُ بْنُ عِيسَى عَنْ شَرِيكٍ عَنْ أَبِي الْيَقْظَانِ عَنْ زَاذَانَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ لَوِ اسْتَخْلَفْتَ قَالَ إِنْ أَسْتَخْلِفْ عَلَيْكُمْ فَعَصَيْتُمُوهُ عُذِّبْتُمْ وَلٰكِنْ مَا حَدَّثَكُمْ حُذَيْفَةُ فَصَدِّقُوهُ وَمَا أَقْرَأَكُمْ عَبْدُ اللهِ فَاقْرَئُوهُ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَقُلْتُ لِإِسْحٰقَ بْنِ عِيسَى يَقُولُونَ هٰذَا عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ لَا عَنْ زَاذَانَ إِنْ شَاءَ اللهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَهُوَ حَدِيثُ شَرِيكٍ

عبداللہ بن عبدالرحمن، اسحاق بن عیسیٰ، شریک، ابوالیقظان، زاذان، حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ کاش آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو خلیفہ مقرر فرما دیتے؟ فرمایا اگر میں خلیفہ مقرر کروں اور پھر تم اس کی نافرمانی کرو تو عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے لیکن جو چیز تم سے حذیفہؓ بیان کرے اس کی تصدیق کرنا اور جو عبداللہ بن مسعودؓ پڑھے وہی پڑھنا۔ عبداللہ بن عبدالرحمن راوی کہتے ہیں کہ میں نے اسحاق بن عیسیٰ سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث ابو وائل سے منقول ہے۔ انہوں نے کہا نہیں بلکہ زاذان سے ان شاء اللہ۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اور شریک سے منقول ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں صحابہ کرامؓ نے استفسار فرمایا کہ ہمارے لئے کوئی جانشین یا امیر بنا دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر نہ بنایا بلکہ فرمایا کہ اگر میں کوئی امیر مقرر کر دوں اور تم امیر کی نافرمانی کرو گے تو عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ مگر ان دو صحابہ کی بات کی تصدیق کرنا اور ان سے علم حاصل کرنا۔ اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تخصیص کے ساتھ دو صحابہ کرامؓ کا تذکرہ فرمایا ایک تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ کا کہ جب یہ تمہیں فتنوں کے متعلق کوئی خبر دیں تو ان کی تصدیق کرنا اور جو فتنے بتلائیں ان سے دور رہنا۔

اور دوسرے عبداللہ بن مسعودؓ کا ان کو اللہ تعالیٰ نے علم و فہم عطا کیا ہے جو علم تم کو یہ پڑھائیں اس علم کو ان سے پڑھنا اور ان کی باتوں کی اطاعت کرنا خاص کر کے آخرت کے امور کے متعلق علم میں۔

بَابُ مَنَاقِبُ زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ فَرَضَ لِأُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ وَخَمْسِ مِائَةٍ وَفَرَضَ لِعَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فِي ثَلَاثَةِ آلَافٍ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ لِأَبِيهِ لِمَ فَضَّلْتَ أُسَامَةَ عَلَيَّ فَوَاللهِ مَا سَبَقَنِي إِلَى مَشْهَدٍ قَالَ لِأَنَّ زَيْدًا كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَبِيكَ وَكَانَ أُسَامَةُ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكَ فَآثَرْتُ حُبَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حُبِّي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

سفیان بن وکیع، محمد بن بکر، ابن جریج، زید بن اسلم، حضرت اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسامہ کو بیت المال سے ساڑھے تین ہزار اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین ہزار دیئے تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اپنے والد سے کہا کہ آپ نے اسامہ کو مجھ پر فضیلت کیوں دی ہے؟۔ اللہ کی قسم انہوں نے کسی غزوہ میں مجھ سے سبقت حاصل نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اس لئے کہ اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمہارے باپ سے زیادہ عزیز اور اسامہ تم سے زیادہ محبوب تھے۔ لہذا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب شخص کو اپنے محبوب پر مقدم کیا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مشہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معاش کیلئے سالانہ وظیفہ مقرر کیا ہوا تھا چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا سالانہ وظیفہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں کم تھا چونکہ وظیفہ کی کمی زیادتی درجات کی کمی زیادتی کی وجہ سے ہوتی ہے اسلئے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے وظیفہ کی کمی زیادتی کا سوال کیا واضح رہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ سوال حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ سے حسد یا مال کی حرص و ہوس کی وجہ سے ہرگز نہ تھا بلکہ افادہ اور استفادہ کی نیت سے تھا۔

فَوَاللهِ مَا سَبَقَنِي إِلَى مَشْهَدٍ: اس کے معنی ہیں حاضری کی جگہ اس سے مراد خیر کی مجلس ہے چاہے علمی ہو یا جہادی یا حج کی مطلب یہ تھا کہ ایسی کوئی مجلس خیر نہیں گزری جس میں اُسامہ رضی اللہ عنہ شریک ہوئے ہوں اور میں شریک نہ ہوا ہوں بلکہ میرا شمار سابقین میں ہوتا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نے اپنے محبوب پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب کو ترجیح دی ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ مَا كُنَّا نَدْعُو زَيْدَ بْنَ حَارِثَةَ إِلَّا زَيْدَ ابْنَ مُحَمَّدٍ حَتَّى نَزَلَتْ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، یعقوب بن عبدالرحمن، موسیٰ بن عقبہ، سالم بن عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ کو زید بن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کہا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ یہ آیت نازل ہوئی (یعنی انہیں ان کے اصل باپ ہی کی طرف منسوب کیا کرو) یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا الْجَرَّاحُ بْنُ مَخْلَدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ الرُّومِيِّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي جَبَلَةُ بْنُ حَارِثَةَ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ابْعَثْ مَعِي أَخِي زَيْدًا قَالَ هُوَ ذَا فَإِنِ انْطَلَقَ مَعَكَ لَمْ أَمْنَعْهُ قَالَ زَيْدٌ يَا رَسُولَ اللهِ وَاللهِ لَا أَخْتَارُ عَلَيْكَ أَحَدًا قَالَ فَرَأَيْتُ رَأْيَ أَخِي أَفْضَلَ مِنْ رَأْيِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ الرُّومِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُسْهِرٍ

جراح بن مخلد، محمد بن عمر بن رومی، علی بن مسہر، اسماعیل بن ابی خالد، ابوعمرو شیبانی، حضرت جبلہ بن حارث فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ساتھ میرے بھائی زید کو بھیج دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ یہ ہے اگر تمہارے ساتھ جانا چاہے تو میں نہیں روکتا۔ زید نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی قسم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت چھوڑ کر کسی کو اختیار نہیں کرسکتا۔ جبلہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے بھائی کی رائے سے میری رائے افضل تھی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کو صرف ابن رومی کی روایت سے جانتے ہیں۔ وہ علی بن مسہر سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: زید بن حارثہ: یہ زید بن حارثہ ہیں، ان کی کنیت ابواسامہ ہے، ان کی والدہ سعدی بنت ثعلبہ ہیں جو بنی معن میں سے ہیں۔ زید بن حارثہ کو ان کی والدہ اپنی قوم کے پاس ملانے کیلئے لائیں تو بنی معن بن جریر کے ایک لشکر نے زمانہ جاہلیت میں ان پر لوٹ مار کی۔ پھر اس لشکر کا گزر بنی معن کے ان گھروں پر ہوا جو زید بن حارثہ کی والدہ کا خاندان تھا زید بن حارثہ کو یہ لٹیرے اٹھا کر لے بھاگے ان کی عمر اس وقت آٹھ برس بتلائی جاتی ہے، یہ نوعمر لڑکے تھے۔ ان کو بازار عکاظ میں غلام بنا کر لے کر گئے اور فروخت کرنے کیلئے ان کو پیش کر دیا، چنانچہ ان کو حکیم بن حزام بن خویلد نے اپنی پھوپھی خدیجہ بنت خویلد کے لئے چار سو درہم کے بدلہ میں خرید لیا، جب آنحضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے نکاح کر لیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو آنحضور ﷺ کے لئے ہبہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت میں شاہانہ زندگی بسر کررہے تھے جبکہ ان کے والدین ان کی گمشدگی پر بہت رو رہے تھے ان کو معلوم نہیں تھا کہ ہمارا زید دو جہاں کے سردار کے پاس ہے ادھر حضرت زید کے والد نے فرط محبت میں ایک قصیدہ پڑھا جس کے چند اشعار یہ ہیں ''اے کاش! مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ زندگی میں تجھے کبھی واپس آنا ہے پس مجھے دنیا کی تمام نعمتوں میں تیرا زندہ لوٹنا ہی کافی ہے'' باپ کے یہ اشعار جب زید نے سنے تو جواب میں یہ اشعار پڑھے۔

احسن الی اهلی وان کنت نائیا   بأنی قعید البیت عند المشاعر

ترجمہ: میں اگرچہ دور ہوں اور بیت اللہ کے پاس مقیم ہوں مگر پھر بھی گھر والے یاد آتے ہیں۔

فانی بحمد الله فی خیر اسرة   کرام معد کابرا بعد کابر

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں معد بن عدنان کے بہترین اور معزز گھرانے میں مقیم ہوں۔

فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم   ولا تعلموا فی الارض نص الاباعر

ترجمہ: پس اس غم سے تم لوگ باز آ جاؤ جس میں تم مبتلا ہو اور زمین میں مجھے تلاش کرنے میں اونٹ نہ دوڑاؤ۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ زید کے اشعار ان کے والد کے پاس پہنچ گئے تو انہوں نے اپنے بیٹے حضرت جبلہ کو بھیجا کہ جاؤ زید کو لے آؤ جب حضرت زید کے بھائی جبلہ زید کو واپس اپنے گھر لے جانے کے لئے آپ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے اجازت طلب فرمائی آپ ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو کلی اختیار دے دیا۔ کہ اگر وہ گھر جانا چاہیں تو خوشی سے اپنے بھائی کے ہمراہ چلے جائیں اور اگر چاہیں تو میرے پاس رہیں۔۔ رسول کریم ﷺ نے زید کو اختیار اس وجہ سے دیا کہ رسول کریم ﷺ اس وقت زید کو آزاد کر چکے تھے لیکن حضرت زید اپنے بھائی کے ساتھ نہ گئے بلکہ آپ ﷺ کی صحبت میں رہنے کو ترجیح دی۔ اس لئے کہ آنحضور ﷺ کے احسانات اور اخلاق کریمانہ ان کے دل میں گھر کر چکے تھے، اس واقعہ کے بعد آنحضور ﷺ ان کو مقام ہجر میں لیکر گئے، اور حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ لوگو! گواہ رہو میں نے زید کو اپنا بیٹا بنالیا ہے وہ میرے وارث ہیں اور میں انکا وارث ہوں، اسکے بعد وہ زید بن محمد پکارے جانے لگے، یہاں تک کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی کہ "لے پالک لڑکوں کو انکے والدین کی طرف منسوب کر کے پکارو۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بڑے انصاف اور راستی کی ہے" تو پھر ان کو زید بن حارثہ کہا جانے لگا۔ یہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے ہیں ایک قول کے اعتبار سے آنحضور ﷺ ان سے دس سال بڑے ہیں۔ اور دوسرے قول کے اعتبار سے بیس سال۔ آنحضور ﷺ نے ان کا نکاح ام ایمن رضی اللہ عنہا اپنی آزاد کردہ باندی سے کرادیا۔ ان سے اسامہ لڑکا پیدا ہوا اس کے بعد زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح ہوا۔ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو محبوب رسول خدا کہا جاتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے کسی صحابی کا نام قرآن پاک میں ان کے سوا نہیں لیا۔ کما فی القرآن "فلما قضی زید منها وطرا زوجنکها" ان سے انکے بیٹے اسامہ اور دوسرے لوگوں نے روایت کی ہے۔ غزوہ موتہ میں جب کہ یہ لشکر کے امیر تھے۔ جمادی الاول ۸ھ میں شہید کردیئے گئے۔ جب کہ ان کی عمر پچپن سال تھی۔

قَالَ فَرَأَيْتُ رَأْيَ أَخِي أَفْضَلَ مِنْ رَأْيِي: "جبلہ" کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ پہلے تو میری رائے یہ تھی کہ زید کو میرے ساتھ اپنے گھر واپس چلنا چاہئے مگر زید کا فیصلہ سننے کے بعد انکی رائے کی اصابت اور برتری کا میں قائل ہو گیا ہوں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں رہنے والا کوئی بھی صاحب ایمان اس سعادت وعظمت اور خیر وبھلائی کسی صورت میں بھی چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت زید کی آپ ﷺ نے زینب بنت جحش سے شادی کروائی لیکن نباہ نہ ہوسکا پھر آپ ﷺ نے ان کا نکاح ام ایمن سے کردیا ان کے بطن سے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے پھر آپ ﷺ نے حضرت زید کو غزوہ موتہ پر روانہ فرمایا وہاں حضرت زید ۸ھ بعمر ۵۵ سال شہید کردیئے گئے۔

جبلہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ: یہ جبلہ بن حارث کلبی ہیں جو آنحضور ﷺ کے آزاد کردہ زید بن حارثہ کے بھائی ہیں یہ جبلہ زید بن حارثہ سے عمر میں بڑے ہیں، ان سے ابو اسحاق سبیعی اور دوسرے محدثین نے احادیث روایت کی ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ

احمد بن حسن، عبداللہ بن مسلمہ، مالک بن انس، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ

دِيْنَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ فَطَعَنَ النَّاسُ فِي إِمْرَتِهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ تَطْعَنُوا فِي إِمْرَتِهِ فَقَدْ كُنْتُمْ تَطْعَنُونَ فِي إِمْرَةِ أَبِيهِ مِنْ قَبْلُ وَايْمُ اللهِ إِنْ كَانَ لَخَلِيقًا لِلْإِمَارَةِ وَإِنْ كَانَ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ وَإِنَّ هٰذَا مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ بَعْدَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا امیر اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر کر دیا کچھ لوگ ان کی امارت پر بھی اعتراض کرنے لگے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ اسامہ کی امارت پر تنقید کرتے ہو (تو کیا ہوا) تم تو اس سے پہلے اس کے باپ زید بن حارثہ کی امارت پر بھی تنقید اور اعتراض کرتے تھے حالانکہ اللہ کی قسم! وہ امارت کے مستحق اور میرے نزدیک سب سے زیادہ عزیز تھے اور اس کے بعد یہ میرے نزدیک سب سے عزیز ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ علی بن حجر اسے اسماعیل بن جعفر سے وہ عبداللہ بن دینار سے وہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حیات طیبہ میں رومیوں کی طرف ایک شکر روانہ فرمایا جس کا امیر حضرت اسامہ کو بنایا اور یہ صفر المظفر کے مہینہ میں پیش آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ صبح کے وقت ان کی بستی پر حملہ کرنا اور ان کی بستی کو تہس نہس کر دینا تاکہ وہ آئندہ مسلمانوں کے خلاف نہ کھڑے ہو سکیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت اسامہ کے ہاتھ جھنڈا دیا کہ مقام جرف پر اس جھنڈے کو گاڑھ دینا (دو جرف مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ جہاں پر لشکر کو ٹھہرایا تھا) اس وقت کچھ نو مسلموں یا منافقوں نے باتیں کیں کہ ان سے بڑے بڑے حضرات بھی موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں ان کو امیر کیوں بنایا؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جب یہ خبر پہنچی تو منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ تم اُسامہ کی امارت پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ تم اس سے پہلے غزوہ موتہ پر ان کے باپ حضرت زید کی امارت پر بھی تم لوگ اعتراض کر چکے ہو حالانکہ خدا کے نزدیک دونوں امارت کے اہل تھے اور دونوں مجھے بہت پیارے اور محبوب ہیں۔ ہفتہ کے دن مقام جرہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الوداعی ملاقات کے لئے جانے لگے تو طبیعت بہت خراب ہوگئی۔ بے ہوشی کے عالم میں حضرت اسامہ کے لئے دعا فرما رہے تھے پیر کے دن کچھ افاقہ ہوا تو حضرت اسامہ جانے کے لئے تیار ہو گئے تو ام ایمن نے کہا کہ رک جاؤ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت پھر خراب ہوگئی ہے تھوڑی دیر کے بعد لرزا دینے والی خبر آ گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے یہی کام سرانجام دیا کہ حضرت اُسامہ کی امارت میں لشکر کو بھیج دیا۔

بَابُ مَنَاقِبِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت اسامہ بن زید جلیل القدر صحابی ہیں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے ان کی والدہ ماجدہ ام ایمن ہیں۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی وفات پا جانے کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پرورش کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت اُسامہ کی عمر ۱۸ یا ۲۰

سال تھی۔ والد ماجد حضرت زید بن حارثہ ہیں صحابہ کرامؓ آپ کو محبوب کا بیٹا محبوب کہتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے ساتھ حضرات حسنین کریمینؓ کی طرح محبت کرتے تھے ۵۴ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی شہادت عثمانؓ کے بعد فتنوں سے الگ تھلگ رہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ السَّبَّاقِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَبَطْتُ وَهَبَطَ النَّاسُ الْمَدِينَةَ فَدَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ أُصْمِتَ فَلَمْ يَتَكَلَّمْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ يَدَيْهِ عَلَيَّ وَيَرْفَعُهُمَا فَأَعْرِفُ أَنَّهُ يَدْعُولِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

ابوکریب، یونس بن بکیر، محمد بن اسحاق، سعید بن عبید بن سباق، محمد بن اسامہ بن زید، حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرض بڑھا تو میں اور کچھ لوگ مدینہ واپس آئے۔ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس داخل ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان خاموش ہو چکی تھی۔ لہذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی بات نہیں کی لیکن اپنے ہاتھ مجھ پر رکھتے اور انہیں اٹھاتے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: هَبَطْتُ: ''اى نزلت من سكنى التى كانت فى عوالى المدينة'' رسول کریم نے وفات سے قبل حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں انصار و مہاجرین کا ایک لشکر روانہ فرمایا یہ لشکر ابھی مقام جرف (جو مدینہ سے باہر ہے) تک پہنچا ہی تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کی شدت کی اطلاع ملی تو پریشانی کے عالم میں وہ لشکر واپس آ گیا۔ مدینہ میں آنے کو حضرت اسامہ نے ''ہبوط'' سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ''اوپر سے نیچے اترنے'' کے ہیں تو وہ اس مناسبت سے کہ لشکر نے جس جگہ پڑاؤ ڈال رکھا تھا وہ جگہ نواح مدینہ کے بالائی حصہ میں واقع تھی۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسٰى عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيٰى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُنَحِّيَ مُخَاطَ أُسَامَةَ قَالَتْ عَائِشَةُ دَعْنِي حَتّٰى أَكُونَ أَنَا الَّذِي أَفْعَلُ قَالَ يَا عَائِشَةُ أَحِبِّيهِ فَإِنِّي أُحِبُّهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حسین بن حریث، فضل بن موسی، طلحہ بن یحیی، عائشہ بنت طلحہ، ام المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہؓ کی (بچپن میں) ناک پونچھنے کا ارادہ کیا تو میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑیے میں ناک صاف کر دیتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) اس سے محبت کرو کیونکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بچپن کی حالت میں ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں تھے کہ ان کو ناک آ گئی تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے صاف کرنا چاہی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا میں صاف کرتی ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس طرف متوجہ کیا کہ اگرچہ اسامہ سے تم کو طبعاً محبت و انسیت نہ بھی ہو تو اس بناء پر کہ محبوب کا

محبوب بھی محبوب ہوتا ہے اسامہ کو عزیز و محبوب رکھو اس لئے کہ میں اس کو عزیز و محبوب رکھتا ہوں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَ عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَخْبَرَنِي أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَأْذِنَانِ فَقَالَا يَا أُسَامَةُ اسْتَأْذِنْ لَنَا عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَسْتَأْذِنَانِ قَالَ أَتَدْرِي مَا جَاءَ بِهِمَا قُلْتُ لَا فَقَالَ لٰكِنِّي أَدْرِي ائْذَنْ لَهُمَا فَدَخَلَا فَقَالَا يَا رَسُولَ اللّٰهِ جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ أَيُّ أَهْلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ فَقَالَا مَا جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ أَهْلِكَ قَالَ أَحَبُّ أَهْلِي إِلَيَّ مَنْ قَدْ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتُ عَلَيْهِ أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ قَالَا ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ جَعَلْتَ عَمَّكَ آخِرَهُمْ قَالَ إِنَّ عَلِيًّا سَبَقَكَ بِالْهِجْرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَكَانَ شُعْبَةُ يُضَعِّفُ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ

حضرت اسامہ زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا کہ علیؓ آئے عباسؓ آئے جو نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت طلب کر رہے تھے چنانچہ ان دونوں نے کہا کہ اے اسامہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے لئے اجازت مانگو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، علی اور عباس آپ کے پاس آنا چاہتے ہیں نبی کریمؐ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ وہ کس وجہ سے آئے ہیں میں نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لیکن میں جانتا ہوں، انہیں (اندر آنے کی اجازت دے دو چنانچہ وہ دونوں اندر آ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ سے یہ معلوم کرنے آئے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے گھر والوں میں سے کون سب سے زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری بیٹی فاطمہؓ۔ اس پر ان دونوں حضرات نے عرض کیا ہم آپ کی اولاد کے متعلق نہیں پوچھ رہے بلکہ گھر والوں (بیویوں) کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان میں سے میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ محبوب ہے جس پر اللہ نے اور میں نے انعام کیا اور وہ اسامہ بن زیدؓ ہے۔ انہوں نے پوچھا ان کے بعد؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت عباسؓ کہنے لگے یا رسول اللہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کو آخر میں کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؓ نے آپ (یعنی عباسؓ) سے پہلے ہجرت کی ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ شعبہ نے عمر بن ابی سلمہ کو ضعیف کہا ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نزدیک عزیز و محبوب ہونے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسامہ کے بعد کا درجہ دیا یہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کی واضح دلیل ہے کہ زیادہ عزیز و محبوب ہونا افضلیت کو لازم نہیں یعنی جو شخص زیادہ محبوب مانا جائے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ سب سے افضل بھی ہو کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔ باقی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تم سے زیادہ میرے نزدیک عزیز و محبوب ہونا قرابت و رشتہ داری کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کی افضلیت ہجرت کی بناء پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی کا رشتہ دار ہونا کامیابی نہیں ہے بلکہ اتباع رسول اصل کامیابی ہے۔

باب مناقب جریر بن عبد اللہ البجلی رضی اللہ عنہ

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کا تعلق قبیلہ بجیلہ سے تھا ان کے اسلام لانے میں مختلف اقوال ہیں ان تمام اقوال میں راجح قول ۹ ہجری کا ہے۔ بڑے حسین وجمیل تھے حضرت عمرؓ نے ان کو امت کا یوسف کہا ہے۔ جنگ قادسیہ میں بجیلہ کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں تھا حضرت علیؓ نے آپ کو سفیر بنا کر حضرت معاویہؓ کے پاس بھیجا تھا مگر بعد میں آپ فتنوں سے الگ ہو گئے ۵۱ ہجری میں وفات پائی۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، معاویہ بن عمرو ازدی، زائدہ، بیان، قیس بن ابی حازم، حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے پاس آنے سے کبھی نہیں روکا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی مجھے دیکھتے مسکراتے ہوئے دیکھتے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنِي زَائِدَةُ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، معاویہ بن عمرو، زائدہ، اسماعیل بن ابی خالد، قیس، حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پاس حاضر ہونے سے کسی وقت نہیں روکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجھے دیکھتے تبسم فرماتے ہوئے دیکھتے یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث میں حضرت جریر بن عبداللہ نے اپنی دو خصوصیتیں ذکر کی ہیں۔ (۱) کہ دربار رسالت میں ہر وقت آنے کی اجازت تھی اگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں ہوتے تو فوراً بلا لیتے اور اگر ازواج کے ساتھ ہوتے تو پردہ کروا کر مجھے بلاتے یا خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لے آتے۔ (۲) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی حضرت جریر کو دیکھتے تو ضرور مسکراتے یہ اس بات کی علامت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے۔

باب مناقب عبد اللہ بن العباس رضی اللہ عنہما

عبداللہ بن عباس: یہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا کے بیٹے ہیں ان کی ماں لبابہ حارث کی بیٹی اور حضرت میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں، ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ان کی عمر ۱۳ سال یا ۱۵ سال کی تھی بعض نے کہا کہ دس سال تھی امت محمدیہ کے بڑے عالم اور بہترین اشخاص میں سے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی فہم وہنر وتفسیر قرآن کی ان کو دعا دی، انہوں نے جبرئیل آمین کو دو مرتبہ دیکھا تھا، مسروق کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو

دیکھتا تھا تو کہتا تھا کہ سب سے زیادہ حسین وجمیل ہیں اور جب وہ بات چیت کرتے تھے تو میں کہتا تھا کہ یہ سب سے زیادہ فصیح وبلیغ ہیں جب حدیث بیان کرتے تو میں کہا کرتا تھا۔ کہ یہ سب سے زیادہ عالم ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں یہ بہت مقرب تھے اور اپنے نزدیک جگہ دیتے تھے۔ اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مشورہ کرنے میں ان کو بھی شریک فرمایا کرتے تھے آخر عمر میں انکی بینائی جاتی رہی بمقام طائف ۶۸ھ میں بزمانہ ابن زبیر جب کہ یہ اکہتر سال کے تھے وفات پائی ان سے بڑی جماعت صحابہ اور تابعین کی روایت کرتی ہے اور یہ گورے رنگ والے لانبے قد والے تھے ان کے رنگ میں زردی کی آمیزش تھی۔ موٹے تازے حسین خوش رو تھے۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ لَيْثٍ عَنْ أَبِي جَهْضَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَرَّتَيْنِ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّتَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ مُرْسَلٌ وَأَبُو جَهْضَمٍ لَمْ يُدْرِكْ ابْنُ عَبَّاسٍ وَاسْمُهُ مُوسَى بْنُ سَالِمٍ

بندار، محمود بن غیلان، ابو احمد، سفیان، لیث، ابو جہضم، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے دو مرتبہ حضرت جبرائیل کو دیکھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مرتبہ ان کے لئے دعا فرمائی۔ یہ حدیث مرسل ہے۔ کیونکہ ابو جہضم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نہیں پایا۔ ان کا نام موسیٰ بن سالم ہے۔

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور میرے ابا جان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آئے تو میں نے اپنے ابو کو کہا کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسے آدمی کو دیکھا اس جیسا حسین چہرے والا کوئی نہیں تو میں نے ان سے کہا کہ اس کا چہرہ خوبصورت تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کا چہرہ! تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس لوٹے پھر میرے والد نے کہا اے اللہ کے رسول وہ شخص جو آپ کے ساتھ تھا وہ کہاں ہے عبداللہ کا گمان ہے کہ اس کا چہرہ آپ سے زیادہ چمکدار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو جبرائیل علیہ السلام تھے جب تم دونوں میرے پاس آئے تھے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا اے محمد یہ کون ہیں میں نے جواب دیا کہ یہ میرے چچا کے بیٹے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ خیر کا محل ہے میں نے کہا کہ اے روح اللہ آپ اس کیلئے دعا فرمائیں تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دعا فرمائی ''اللھم بارك عليه اللھم اجعل منه كثيرًا طيبًا'' (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۷۹)

دوسری روایت جس کو علامہ سیوطیؒ نے جمع الجوامع میں نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نقل کیا ہے کہ ایک دن میں بہت سفید کپڑے پہنے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دحیہ کلبی سے باتیں کر رہے ہیں جبکہ حقیقت میں وہ دحیہ کلبی نہیں تھے بلکہ ان کی صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے لیکن اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا میں وہاں سے گزرتا چلا گیا تو حضرت جبرئیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بولے کہ یارسول اللہ اگر یہ ابن عباس ہمیں سلام کرتا تو میں اس کے سلام کا جواب دیتا ابن عباس رضی اللہ عنہما تو بہت سفید کپڑوں میں ہے مگر اس کے بعد اس کی اولاد سیاہ کپڑے پہننے پر مجبور ہوگی جب حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان پر چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے لوٹ کر آئے اور مجھے فرمایا کہ ہمارے پاس سے گزرتے وقت تم نے ہمیں سلام کیوں نہیں کیا تھا؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ اس وقت دحیہ کلبی سے بات چیت اور سرگوشی میں مصروف تھے میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ

آپ میرے سلام کا جواب دیں اور اس طرح میں آپ کے سلسلہ گفتگو میں رکاوٹ بنوں تب آنحضرت ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ دحیہ کلبی نہیں تھے بلکہ جبرائیل علیہ السلام تھے ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس روایت کو نقل کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ واقعہ دو مرتبہ پیش آیا۔

سوال: آپ ﷺ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام کی آمد دحیہ کلبی کی شکل میں ہوتی تو جبرائیل امین علیہ السلام کو اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تو دیکھتے تھے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خاص طور پر ذکر کس وجہ سے کیا گیا؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا دیکھنا عالم ملکوت میں تھا اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دیکھنا عالم ناسوت (شریعت) میں تھا ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ نبی اور رسول کے علاوہ جس نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا اس کی بینائی جاتی رہی اے ابن عباس تمہاری بینائی بھی چلی جائے گی لیکن موت کے دن تمہاری بینائی پھر واپس آ جائے گی چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بڑھاپے کے وقت نابینا ہو گئے تھے اور روایات میں منقول ہے کہ جب ان کی وفات ہوئی اور ان کو کفن پہنایا گیا تو اچانک ایک سفید پرندہ نمودار ہوا اور انکی میت کے پاس آ کر کفن میں داخل ہو گیا لوگوں نے خوب تلاش کیا اور ادھر ادھر دیکھا لیکن اس سفید پرندہ کا سراغ نہ مل سکا۔ بالآخر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عکرمہؒ نے کہا کہ تم لوگ عجیب ہو وہ واقعتاً پرندہ نہیں تھا بلکہ یہ انکی بینائی تھی جس کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ موت کے دن واپس آ جائے گی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ الْمُؤَدِّبُ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَعَا لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْتِيَنِي اللّٰهُ الْحُكْمَ مَرَّتَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَطَاءٍ وَقَدْ رَوَاهُ عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

محمد بن حاتم مؤدب، قاسم بن مالک مزنی، عبدالملک بن ابی سلیمان، عطاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے دو مرتبہ اللہ (عزوجل) سے یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا فرمائیں۔ یہ حدیث اس سند سے عطاء کی روایت سے حسن غریب ہے۔ عکرمہ نے بھی اسے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

تشریح: اَلْحُكْمَ: ''حکمت'' سے مراد ہے قرآن وحدیث سے مسائل شرعیہ فرعیہ کا استنباط عطا فرما یعنی قرآن مجید کا علم اور حدیث شریف کی باریکیوں تک ذہن کی رسائی فرما۔ چنانچہ آپ ﷺ سے کی دعا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں بعینہٖ قبول ہوئی اور رئیس المفسرین اور صاحبِ علم بنے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ضَمَّنِي إِلَيْهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے عبدالوہاب ثقفی انہوں نے خالد حذاء انہوں نے عکرمہ سے اور انہوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور یہ دعا کی کہ یا اللہ اسے حکمت سکھلا دے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: ضَمَّنِي رَسُولُ: اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ علم کا منبع ومصدر اور حکمت کا مخزن ومعدن یہی سینہ مبارک ہے۔ **اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْحِكْمَةَ:** ''ای اتقان العلم والعمل''۔'' قال تعالیٰ یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤتی الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا'' یہاں حکمت سے فلاسفہ والی حکمت مراد نہیں اور بعض حضرات نے کہا کہ حکمت سے مراد حقائق اشیاء کا پہچاننا اور اس چیز پر عمل کرنے کے ہیں جو اسکے لائق ہو اور بعض نے کہا کہ حکمت سے مراد صحت کردار اور درست رائے ہے اور بعض نے کہا کہ حکمت وہ نور ہے جو وسوسہ ونور میں فرق کرے اور بعض نے کہا ہے کہ جلدی جواب دینا حکمت ہے (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۳۸۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہجرت سے تین سال قبل پیدا ہوئے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو اس وقت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی عمر تیرہ سال تھی انہوں نے جبرائیل علیہ السلام کو دوبار دیکھا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے مذکورہ دعا فرمائی انہوں نے مقام طائف ۶۸ ہجری میں بعمر اکہتر سال وفات پائی۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا

عبداللہ بن عمرؓ: راوی حضرت عبداللہ، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دوسرے خلیفہ راشد کے بیٹے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں علم وفضل، زہد وتقویٰ، اتباع رسول، حب رسول کی وجہ سے بے مثال مقام رکھتے ہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی پیدائش نزول وحی سے ایک سال قبل مکہ معظمہ میں ہوئی بچپن میں ہی اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشرف باسلام ہوئے۔ عبداللہ بن عمر مکثرین صحابہ میں سے ہیں محدثین کی اصطلاح میں مکثرین صحابہ ان صحابہ کو کہا جاتا ہے جن کی روایات کی تعداد ایک ہزار سے زائد ہو۔ غزوہ خندق اور اسکے بعد کے غزوات میں شریک ہوئے وفات سے قبل ایک ہزار غلام آزاد کیے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ كَأَنَّمَا بِيَدِي قِطْعَةُ إِسْتَبْرَقٍ وَلَا أُشِيرُ بِهَا إِلَى مَوْضِعٍ مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا طَارَتْ بِي إِلَيْهِ فَقَصَصْتُهَا عَلَى حَفْصَةَ فَقَصَّتْهَا حَفْصَةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أَخَاكِ رَجُلٌ صَالِحٌ أَوْ إِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ صَالِحٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، اسماعیل بن ابراہیم، ایوب، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میرے ہاتھ میں ریشم کا ایک ٹکڑا ہے۔ میں اس سے جنت کی جس جانب بھی اشارہ کرتا ہوں وہ ٹکڑا مجھے اڑا کر وہاں پر ہی لے جاتا ہے۔ میں نے یہ خواب حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سنایا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کر دیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا بھائی نیک شخص ہے یا یوں فرمایا عبداللہ نیک آدمی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: عَبْدَ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ: ''ای ابن الخطاب القرشی العدوی اسلم مع ابیہ بمکۃ'' عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ قریشی العدوی ہیں یہ اپنے باپ کے ساتھ بچپن میں مکہ مکرمہ میں اسلام لائے غزوہ خندق کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ علم ودانائی زہد وورع اور تقویٰ میں کامل مانے جاتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے '' ما منا احد

الا مالت به الدنيا ومال اليها ما خلا عمرو ابنه عبد الله‘‘۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مرتے دم تک ایک ہزار غلام یا اس سے زائد آزاد کیے اول درجہ کے متبع سنت تھے آپ کے متبع سنت ہونے کا یہ حال تھا کہ حج میں جاتے وقت جہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کیا وہیں پر یہ قیام فرماتے حتیٰ کہ دوران سفر جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کیلئے رُک کے وہاں ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی رُکتے تھے۔ عرفات وغیرہ میں حاجیوں سے پہلے پہنچ جایا کرتے تھے منقول ہے کہ ایک دن حجاج بن یوسف نے فجر یا عصر کی نماز میں تاخیر کی تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا کہ نماز پڑھ لو ورنہ سورج تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔ جب حجاج نے یہ بات سنی تو اس نے یوں کہا کہ جی چاہتا ہے کہ تمہاری آنکھیں پھوڑ دوں یا اس نے یوں کہا کہ جی چاہتا ہے کہ تمہارا سر قلم کر دوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ اگر تم ایسا کر گزرو تو کیا بعید ہے تم تو ایک نادان حاکم ہو۔ اس کے بعد حجاج نے ایک شخص کو حکم دیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نیزہ قبضہ میں لے کر ان کو نہتا کر دے اور پھر اس نے ان پر پتھراؤ کروایا بلکہ زہر آلود چیز سے انکے پاؤں کی پشت میں کاری زخم لگوایا اسی کے سبب حضرت عبداللہ چند روز بیمار ہونے کے بعد انتقال فرما گئے۔ یہ واقعہ ابن زبیر کے حادثہ شہادت کے تین ماہ بعد ۷۳ ہجری میں پیش آیا اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی عمر ۸۴ سال کی تھی اور ان کو ذی طوی میں دفن کیا گیا۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۴۰۸)

رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ: ابن عمر رضی اللہ عنہما نے خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک سفید ریشم کا رومال ہے جنت میں جہاں جانا چاہتے ہیں وہ رومال ان کو اُڑا کر پہنچا دیتا ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا یہ خواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے براہِ راست عرض کرنے کے بجائے اپنی بہن ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سنا کر تعبیر پوچھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریشمی رومال ان کے اعمال ہیں رومال کی سفیدی ان کا اخلاص ہے ریشمی رومال کی صفائی ان کے دل کی صفائی ہے اس لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نیک صالح مخلص دین دار ہیں نیز واضح رہے کہ جیسے نبی کا خواب وحی ہوتا ہے ایسے ہی نبی کی تعبیر بھی وحی ہوتی ہے لہٰذا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا متقی صالح ہونا وحی الٰہی سے ثابت ہوا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر پوچھنے والوں کو فرمایا ’’قضى الامر الذى فيه تستفتيان‘‘ کہ میں نے جو تعبیر بتا دی ہے اس کا فیصلہ ہو کر رہے گا اس سے بھی معلوم ہوا کہ نبی کی تعبیر بھی وحی ہوتی ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عبداللہ بن زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ یہ ایک ہجری میں مدینہ میں پیدا ہوئے اور ۷۳ ہجری میں مکہ میں شہید ہوئے یزید کی موت کے بعد ۶۴ ہجری میں خلیفہ بنائے گئے حجاج ثقفی کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِسْحٰقَ الْجَوْهَرِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى فِي بَيْتِ الزُّبَيْرِ مِصْبَاحًا فَقَالَ يَا عَائِشَةُ مَا أُرَى أَسْمَاءَ إِلَّا قَدْ نُفِسَتْ فَلَا

عبداللہ بن اسحاق جوہری، ابوعاصم، عبداللہ بن موئل، ابن ابی ملیکہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (خلاف معمول) زبیر رضی اللہ عنہ کے گھر میں چراغ (کی روشنی) دیکھی تو فرمایا عائشہ مجھے یقین ہے کہ اسماء کے ہاں ولادت ہوئی ہے۔ تم لوگ اس بچہ کا نام نہ رکھنا میں خود اس کا نام رکھوں گا۔

تُسَمُّوهُ حَتَّى أُسَمِّيَهُ فَسَمَّاهُ عَبْدَ اللهِ وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا نام عبداللہ رکھا اور کھجور چبا کر اس کے منہ میں دی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: وَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ بِيَدِهِ: "**تحنيك**" کہتے ہیں کوئی چیز کھجور وغیرہ چبا کر نومولود بچے کے منہ میں دینا یعنی نومولود کے تالوں میں لگانا۔ یہ مستحب ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جسکے ہاں بچہ پیدا ہو تو اس کو چاہیئے کہ کسی نیک و صالح شخص سے اس بچے کا نام رکھوائے اور کھجور یا شہد یا کسی بھی میٹھی چیز سے اس کی "**تحنيك**" کروائے تا کہ اس سے اس بچہ کو برکت حاصل ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں۔ جب پیدا ہوئے تو سرکار دو عالم نے ان کی کنیت انکے نانا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی کنیت پر رکھی تھی اور نام بھی انکے نانا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی کے نام پر رکھا تھا ہجرت کے بعد مدینہ میں مہاجرین کی اولاد میں سب سے پہلے یہ پیدا ہوئے۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ: آپ رضی اللہ عنہ کا نام انس ہے کنیت: ابوحمزہ، والد کا نام: مالک بن نضر ہے انصاری خزرجی صحابی ہیں مکثرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں مدینۃ الرسول آپ کا وطن ہے۔ آپ کی عمر جب دس سال تھی تو آپ کی والدہ ام سلیم بنت ملحان نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوڑ دیا دس سال تک آپ کی خدمت اقدس میں رہے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دس سال کے عرصہ میں ایک مرتبہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟ اس میں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت نظر آتی ہے وہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا (صحبت رسول کی وجہ سے) کمال بھی ہے کہ ایسا کہنے کا موقع ہی نہیں دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعا فرمائی: "اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ وَاغْفِرْ ذَنْبَهُ" طول عمر کا یہ حال تھا کہ ۱۰۶ سال عمر پائی ہے۔ بصرہ میں ۹۳ھ میں وفات پائی ہے۔ اولاد کا یہ عالم تھا فرماتے ہیں کہ میں نے سو سے زائد اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ رزق میں برکت کا یہ حال تھا کہ باقی لوگوں کے باغ سال میں ایک مرتبہ جبکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا تھا اس باغ میں ایک پھول تھا "وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ كَانَ يَجِدُ مِنْهُ رِيحَ الْمِسْكِ" حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بارے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین دعائیں قبول ہو گئیں تو مجھے یقین ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوتھی دعا مغفرت والی بھی میرے حق میں ضرور قبول ہوگی۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنِ الْجَعْدِ أَبِي عُثْمَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَتْ أُمِّي أُمُّ سُلَيْمٍ صَوْتَهُ فَقَالَتْ بِأَبِي وَأُمِّي يَا رَسُولَ اللهِ أُنَيْسٌ قَالَ فَدَعَا لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى

قتیبہ، جعفر بن سلیمان، جعد ابی عثمان، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرے تو میری والدہ ام سلیم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن کر عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ یہ انیس ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ دَعَوَاتٍ قَدْ رَأَيْتُ مِنْهُنَّ اثْنَتَيْنِ فِي الدُّنْيَا وَأَنَا أَرْجُو الثَّالِثَةَ فِي الْآخِرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أُمِّ سُلَيْمٍ أَنَّهَا قَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ خَادِمُكَ ادْعُ اللهَ لَهُ قَالَ اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَوَلَدَهُ وَبَارِكْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي نَصْرٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَنَّانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبَقْلَةٍ كُنْتُ أَجْتَنِيهَا هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ جَابِرٍ الْجُعْفِيِّ عَنْ أَبِي نَصْرٍ وَأَبُو نَصْرٍ هُوَ خَيْثَمَةُ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ الْبَصْرِيُّ رَوَى عَنْ أَنَسٍ أَحَادِيثَ

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ حَدَّثَنَا مَيْمُونٌ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ قَالَ قَالَ لِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَا ثَابِتُ خُذْ عَنِّي فَإِنَّكَ لَنْ تَأْخُذَ عَنْ أَحَدٍ أَوْثَقَ مِنِّي إِنِّي أَخَذْتُهُ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيلَ وَأَخَذَهُ جِبْرِيلُ عَنِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ

میرے لئے تین دعائیں کہیں ان میں سے دو تو میں نے دنیا میں دیکھ لیں اور تیسری (دعا) کی آخرت میں امید رکھتا ہوں۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور کئی سندوں سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے۔

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، وہ حضرت انس بن مالکؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول انس بن مالکؓ آپ کا خادم ہے اس کے لئے دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ انس کے مال واولاد زیادہ کر اور جو کچھ اسے عطا فرمایا ہے اس میں برکت پیدا فرما۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

زید بن اخزم طائی، ابوداؤد، شعبہ، جابر، ابونصر، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ایک سبزی (ساگ وغیرہ) توڑتے ہوئے دیکھا تو اسی کے نام پر میری کنیت رکھ دی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جابر جعفی کی روایت سے جانتے ہیں۔ جابر جعفی ابونصر سے روایت کرتے ہیں۔ ابونصر وہ خیثمہ بن ابی خیثمہ بصری ہیں۔ یہ انسؓ سے احادیث روایت کرتے ہیں۔

ابراہیم بن یعقوب، زید بن حباب، میمون ابوعبداللہ، حضرت ثابت بنانی کہتے ہیں کہ مجھ سے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ثابت مجھ سے علم حاصل کرلو کیونکہ تمہیں مجھ سے زیادہ معتبر آدمی نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے اور جبرائیل نے اللہ تعالیٰ سے لیا (سیکھا) ہے۔

ہم سے روایت کی ابوکریب نے انہوں نے زید بن حباب سے

مَيْمُونٍ أَبِي عَبْدِ اللهِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَ حَدِيثِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ يَعْقُوبَ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ وَأَخَذَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيلَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ

انہوں نے میمون سے انہوں نے ابو عبداللہ سے انہوں نے ثابت انہوں نے انس بن مالک ؓ سے ابراہیم بن یعقوب کی حدیث کی مانند حدیث نقل کی لیکن اس میں یہ مذکور نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے یہ علوم جبرائیلؑ سے حاصل کیے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف زید بن حباب کی روایت سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رُبَّمَا قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ يَعْنِي يُمَازِحُهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

محمد بن غیلان، ابواسامہ، شریک، عاصم، احول، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر مجھے اے دو کان والے کہا کرتے تھے۔ ابواسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا مذاق کے طور پر تھا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ أَبِي خَلْدَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي الْعَالِيَةِ سَمِعَ أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَدَمَهُ عَشْرَ سِنِينَ وَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَهُ بُسْتَانٌ يَحْمِلُ فِي السَّنَةِ الْفَاكِهَةَ مَرَّتَيْنِ وَكَانَ فِيهَا رَيْحَانٌ كَانَ يَجِدُ مِنْهُ رِيحَ الْمِسْكِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَأَبُو خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ وَهُوَ ثِقَةٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ وَقَدْ أَدْرَكَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَرَوَى عَنْهُ

محمود بن غیلان، ابوداؤد، حضرت ابوخلدہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ کیا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے؟ تو ابوالعالیہ نے فرمایا: حضرت انس ؓ نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے دعا بھی فرمائی۔ ان کا (حضرت انس ؓ) ایک باغ تھا جو سال میں دومرتبہ پھل دیا کرتا تھا اور اس میں ایک درخت تھا جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ابوخلدہ کا نام خالد بن دینار ہے یہ محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک ؓ کو پایا ہے اور ان سے روایت کی ہے۔

تشریح: ان تمام احادیث کی شرح ماقبل میں مختلف احادیث کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حضرت ابوہریرہ ؓ: حضرت ابوہریرہ ؓ یہ کنیت سے مشہور ہیں انکے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ راجح یہ ہے کہ ان کا نام عبدالرحمن ابن صخر دوسی ہے۔ کفر میں ان کا نام عبدالشمس تھا۔ یہ سن ۷ھ میں غزوہ خیبر کے موقع پر مشرف باسلام ہوئے آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں چار سال رہے ذخیرہ احادیث میں سب سے کثیر تعداد ان سے مروی ہے۔ ان کی ولادت ہجرت سے ۱۹ سال

پہلے ہوئی۔ اور ۵۱ یا ۵۹ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی۔ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ انکی مرویات ۵۳۶۴ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ ہیں ان کی روایات زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مہاجرین اپنی تجارت میں اور انصار کھیتی میں مشغول ہوتے یہ مجرد تھے نہ بچہ نہ بیوی اسلئے حضور ﷺ کی مجلس میں رہتے اور حدیثیں سنتے اسلئے انکی مرویات زیادہ ہیں۔ رہی یہ بات کہ ان کی کنیت ابو ہریرہ کیوں ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کو طبعی طور پر بلیوں سے انس تھا۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی مجلس میں آئے تو قمیض کی آستین میں سے بلی کا بچہ نکلا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''انت ابا ھریرۃ'' تو انہوں نے تبرک کی وجہ سے یہ کنیت رکھ لی۔

حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَسْمَعُ مِنْكَ أَشْيَاءَ فَلَا أَحْفَظُهَا قَالَ ابْسُطْ رِدَائَكَ فَبَسَطْتُهُ فَحَدَّثَ حَدِيثًا كَثِيرًا فَمَا نَسِيتُ شَيْئًا حَدَّثَنِي بِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت سی احادیث سنتا ہوں لیکن میں ان کو یاد نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم اپنی چادر پھیلاؤ۔ چنانچہ میں نے چادر پھیلائی اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سی احادیث بیان فرمائیں تو میں ان میں سے کچھ نہیں بھولا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے منقول ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَسَطْتُ ثَوْبِي عِنْدَهُ ثُمَّ أَخَذَهُ فَجَمَعَهُ عَلَى قَلْبِي فَمَا نَسِيتُ بَعْدَهُ حَدِيثًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن عمر بن علی مقدمی، ابن ابی عدی، شعبہ، سماک، ابو ربیع، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی چادر آپ کے پاس بچھا دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اکٹھا کر کے میرے دل پر رکھ دیا۔ اور اس کے بعد میں کچھ نہیں بھولا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: حضرت ابو ہریرہ ؓ کے اس واقعہ کی نوعیت کچھ اس طرح سے تھی کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حافظ کی شکایت کی کہ جو میں سنتا ہوں وہ یاد نہیں رہتا تو آپ ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور حضرت ابو ہریرہ ؓ کو ارشاد فرمایا کہ اپنی چادر کو بچھا دو جب خطبہ ختم ہو جائے تو اس کو سمیٹ لینا اس طرح حضرت ابو ہریرہ ؓ نے اپنی اوڑھی ہوئی چادر بچھا دی جب خطبہ پورا ہوا تو چادر کو سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لی اس کا اثر یہ ہوا کہ اس لمبے خطاب کی ساری باتیں یاد ہو گئیں اور آئندہ بھی آپ ﷺ کے تمام ارشادات یاد ہوتے گئے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ حَدَّثَنَا يَعْلَى بْنُ عَطَاءٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لِأَبِي هُرَيْرَةَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ

احمد بن منیع، ہشیم، یعلی بن عطاء، ولید بن عبدالرحمن، حضرت ابن عمر ؓ نے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ ؓ سے فرمایا کہ آپ ہم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں

أَنْتَ كُنْتَ أَلْزَمَنَا لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَحْفَظَنَا لِحَدِيثِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

حاضر رہتے تھے۔ اور ہم سب سے زیادہ آپ ان کی حدیثوں کو یاد رکھنے والے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: اس حدیث پاک میں ابو ہریرہؓ کی زیادہ احادیث روایت کرنے کی وجہ بیان کی گئی ہے۔ جو کہ ترجمہ سے واضح ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَبِي شُعَيْبٍ الْحَرَّانِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى طَلْحَةَ ابْنِ عُبَيْدِاللّٰهِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ! أَرَأَيْتَ هٰذَا الْيَمَانِيَّ يَعْنِي أَبَاهُرَيْرَةَ أَهُوَ أَعْلَمُ بِحَدِيثِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكُمْ؟ نَسْمَعُ مِنْهُ مَالَا نَسْمَعُ مِنْكُمْ! أَوْ يَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ؟ أَمَا إِنْ يَكُونَ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ نَسْمَعْ عَنْهُ وَذٰلِكَ أَنَّهُ كَانَ مِسْكِينًا لَا شَيْءَ لَهُ ضَيْفًا لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدُهُ مَعَ يَدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا نَحْنُ أَهْلَ بُيُوتَاتٍ وَغِنًى وَكُنَّا نَأْتِي رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَرَفَيِ النَّهَارِ لَا أَشُكُّ إِلَّا أَنَّهُ سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ نَسْمَعْ وَلَا تَجِدُ أَحَدًا فِيهِ خَيْرٌ يَقُولُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَالَمْ يَقُلْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ وَقَدْ رَوَاهُ يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ وَغَيْرُهُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحٰقَ

مالک بن عامر کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت طلحہ بن عبیداللہ کے پاس آیا، اور عرض کیا: اے ابومحمد: ذرا بتادیں کہ یہ یمنی شخص یعنی ابوہریرہؓ، کیا وہ تم لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کو جانتا ہے، کیونکہ ہم اس سے وہ احادیث سنتے ہیں، جو تم لوگوں سے نہیں سنتے یا پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ایسی بات کہتا ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی؟ حضرت طلحہؓ نے فرمایا یہ حقیقت ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ احادیث سنی ہیں، جو ہم نے آپ سے نہیں سنیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ابوھریرہؓ ایک مسکین آدمی تھے، ان کے پاس کچھ نہیں تھا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان رہتے تھے، ان کا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کے ساتھ ہی ہوتا تھا (یعنی وہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی رہتے تھے، کھانا پینا بھی اکٹھا رہتا تھا) جبکہ ہم لوگ گھر بار اور مال والے تھے، ہم صرف صبح وشام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، لہٰذا مجھے اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہ احادیث سنی ہیں، جو ہم نے آپ سے نہیں سنیں، اور تم کسی بھی ایسے شخص کو، جس میں خیر وبھلائی ہو، اس طرح نہیں پاؤ گے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کر کے، ایسی کوئی حدیث بیان کرے، جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمائی۔ یہ حدیث حسن ہے اس کو ہم محمد بن اسحاق کے علاوہ نہیں جانتے۔ اور تحقیق محمد بن اسحاق کے علاوہ یونس بن بکیر سے بھی یہ روایت مروی ہے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ ابْنِ بِنْتِ أَزْهَرَ السَّمَّانِ

بشر بن آدم، ازہر سمان، عبدالصمد بن عبدالوارث، ابوخلدہ،

حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ حَدَّثَنَا أَبُو خَلْدَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَالِيَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّنْ أَنْتَ قُلْتُ مِنْ دَوْسٍ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ فِي دَوْسٍ أَحَدًا فِيهِ خَيْرٌ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَأَبُو خَلْدَةَ اسْمُهُ خَالِدُ بْنُ دِينَارٍ وَأَبُو الْعَالِيَةِ اسْمُهُ رُفَيْعٌ

ابوالعالیہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم کس قبیلے سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا قبیلہ دوس سے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا خیال تھا کہ اس قبیلے سے کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جس میں خیر ہو۔ یہ حدیث غریب صحیح ہے۔ ابوخلدہ کا نام خالد بن دینار ہے اور ابو عالیہ کا نام رفیع ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی تعریف بیان کی ہے کہ آپ ایک نیک آدمی ہوا اور قبیلہ دوس کی مذمت بیان کی گئی ہے کہ اگر اس قبیلہ میں حضرت ابو ہریرہؓ نہ ہوتے تو اس قبیلہ دوس میں کوئی بھی خوبی اور بھلائی نہ ہوتی۔

حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مُوسَى الْقَزَّازُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ حَدَّثَنَا الْمُهَاجِرُ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ الرِّيَاحِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمَرَاتٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ ادْعُ اللهَ فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَضَمَّهُنَّ ثُمَّ دَعَا لِي فِيهِنَّ بِالْبَرَكَةِ فَقَالَ لِي خُذْهُنَّ فَاجْعَلْهُنَّ فِي مِزْوَدِكَ هٰذَا أَوْ فِي هٰذَا الْمِزْوَدِ كُلَّمَا أَرَدْتَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا فَأَدْخِلْ يَدَكَ فِيهِ فَخُذْهُ وَلَا تَنْثُرْهُ نَثْرًا فَقَدْ حَمَلْتُ مِنْ ذٰلِكَ التَّمْرِ كَذَا وَكَذَا مِنْ وَسْقٍ فِي سَبِيلِ اللهِ فَكُنَّا نَأْكُلُ مِنْهُ وَنُطْعِمُ وَكَانَ لَا يُفَارِقُ حِقْوِي حَتَّى كَانَ يَوْمُ قَتْلِ عُثْمَانَ فَإِنَّهُ انْقَطَعَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

عمران بن موسیٰ قزاز، حماد بن زید، مہاجر، ابوالعالیہ ریاحی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کھجوریں لایا اور عرض کیا یارسول اللہ ان میں برکت کی دعا کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جمع کر کے میرے لئے دعا کی اور فرمایا لو پکڑو اور اسے اپنے توشہ دان میں رکھ دو۔ جب تم لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر لے لینا اور اسے جھاڑنا نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کھجوروں سے اتنے اور اتنے وسق (ٹوکرے) لیے اور اللہ کے راستے میں (خرچ) کیے۔ پھر خود بھی ہم اس میں سے کھاتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے وہ توشہ دان کبھی میری کمر سے جدا نہیں ہوا تھا۔ لیکن جس روز حضرت عثمان کو قتل کیا اس روز وہ توشہ دان (میری کمر سے) گر گیا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اور کئی سندوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس سند کے علاوہ بھی منقول ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک توشہ دان میں کھجوروں کی برکت کی دعا کی جس کی وجہ سے وہ کھجوریں ختم نہیں ہوتی تھیں خود بھی کھاتے تھے اور دوستوں کو بھی کھلاتے تھے۔ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی تو ان کا توشہ دان کمر سے کٹ کر گر گیا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معجزہ تھا کہ آپ کی برکات ایک عرصہ تک رہیں۔

شیخ ابونصر نے کہا کہ ان کھجوروں کی تعداد اکیس تھی نیز اس روایت سے معلوم ہوا کہ انتشار اور افتراق کی وجہ سے خیر و برکت اٹھ جاتی

ہے حضرت ابو ہریرہؓ اس رنج وغم کی وجہ سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

للناس ھم ولی الیوم ھمّان ھمّ الجراب وھم الشیخ عثمانا

آج کے دن لوگوں کو تو ایک غم ہے اور میرے لئے آج کے دن دوغم ہیں ایک غم توشہ دان ضائع ہونے کا اور دوسرا غم حضرت عثمانؓ کی شہادت کا۔

باقی اس حدیث کا تعارض نہ کیا جائے اُس حدیث کے ساتھ کہ جس میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہوجاتے تھے کیونکہ بے ہوشی والا واقعہ ابتداء زمانہ اسلام کا ہے اور یہ والا واقعہ بعد کا ہے۔ ''فلا تعارض بينهما''۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ الْمُرَابِطِيُّ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي هُرَيْرَةَ لِمَ كُنِّيتَ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ أَمَا تَفْرَقُ مِنِّي قُلْتُ بَلَى وَاللهِ إِنِّي لَأَهَابُكَ قَالَ كُنْتُ أَرْعَى غَنَمَ أَهْلِي وَكَانَتْ لِي هُرَيْرَةٌ صَغِيرَةٌ فَكُنْتُ أَضَعُهَا بِاللَّيْلِ فِي شَجَرَةٍ فَإِذَا كَانَ النَّهَارُ ذَهَبْتُ بِهَا مَعِي فَلَعِبْتُ بِهَا فَكَنَّوْنِي أَبَا هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حضرت عبداللہ بن رافع کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ پوچھا کہ آپ کی کنیت ابو ہریرہ کیوں رکھی گئی؟ حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم میں آپ سے ڈرتا ہوں حضرت ابوھریرہؓ نے فرمایا کہ میں اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایاں کرتا تھا اور ایک میری چھوٹی سی بلی تھی۔ رات کو میں اسے ایک درخت پر بٹھا دیتا تھا اور دن کو اسے ساتھ لے جاتا اور اس سے کھیلتا رہتا۔ اسی لیے میرے اہل خانہ نے میری کنیت ابوھریرہ رکھدی۔ یہ حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کنیت رکھنے وجہ بتلائی جو کہ ترجمہ سے واضح معلوم ہو رہی ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوھریرہ کنیت اہل خانہ نے رکھی جبکہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کنیت آپ ﷺ نے رکھی تو دونوں باتوں میں تعارض ہوا۔

جواب: پہلے اہل خانہ ان کو ابوھریرہ کہتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان کے پاس بلی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابوھریرہ کنیت رکھ دی گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنیت کو برقرار رکھا۔ فلا تعارض بینہما

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَخِيهِ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَيْسَ أَحَدٌ أَكْثَرَ حَدِيثًا عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِّي إِلَّا عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو فَإِنَّهُ كَانَ يَكْتُبُ وَكُنْتُ لَا أَكْتُبُ

قتیبہ، سفیان بن عیینہ، عمرو بن دینار، وہب بن منبہ، ہمام بن منبہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ صحابی کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں تھا جس کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مجھ سے زیادہ ہوں علاوہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے۔ کیونکہ وہ لکھتے تھے اور میں نہیں لکھتا تھا۔

تشریح: یہ حدیث ابواب العلم باب ماجاء فی کراھیۃ کتابۃ العلم کے باب الرخصۃ فیہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما

معاویہ بن ابی سفیان: یہ معاویہ ہیں ابی سفیان کے بیٹے قرشی اور اموی ہیں ان کی والدہ کا نام ہند بنت عتبہ ہے۔ یہ خود اور ان کے والد فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہونے والوں میں سے ہیں اور مولفۃ القلوب میں داخل تھے۔ حضور ﷺ کی وحی کی کتابت کرنے والوں میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ کہا گیا ہے کہ انہوں نے وحی بالکل نہیں لکھی البتہ آپ کے مراسلات یہی لکھتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان سے روایت کی اپنے بھائی زید کے بعد شام کے حاکم مقرر ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے وفات تک حاکم ہی رہے۔ یہ کل مدت چالیس سال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تقریباً چار سال اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پوری مدت خلافت اور ان کے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت یہ کل بیس سال ہوئے اس کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ۴۱ھ میں خلافت ان کو سپرد کر دی۔ تو حکومت مکمل طور پر ان کو حاصل ہوگئی۔ اور مسلسل بیس سال تک زمام سلطنت ان کے ہاتھ میں رہی۔ بمقام دمشق رجب ۶۰ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آخر عمر میں ان کو لقوہ کی بیماری لاحق ہوگئی تھی۔ اپنی زندگی کے آخری ایام میں کہا کرتے تھے کاش کہ میں وادی ذی طوی میں قریش کا ایک آدمی ہوتا اور یہ حکومت وغیرہ کچھ نہ جانتا۔ ان کے پاس حضور ﷺ کی چادر قمیص اور ازار اور کچھ موئے مبارک اور ناخن موجود تھے۔ انہوں نے وصیت کی تھی کہ مجھے آپ ﷺ کی قمیص، ازار اور چادر میں کفن دیا جائے اور میری ناک اور منہ اور ان اعضاء میں جن سے سجدہ کیا جاتا ہے حضور ﷺ کے بال مبارک اور ناخن بھر دیئے جائیں اور مجھے میرے ارحم الراحمین کے سامنے تنہا چھوڑ دیا جائے۔ (وہ میرے ساتھ جو معاملہ مناسب جانیں گے، کریں گے)۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو مُسْهِرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عُمَيْرَةَ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

محمد بن یحییٰ، ابومسہر، سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید، حضرت عبدالرحمن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے دعا کی کہ اے اللہ اسے رہنمائی کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے ذریعے سے لوگوں کو ہدایت عطا فرما۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدٍ النُّفَيْلِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ وَاقِدٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ حَلْبَسٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ قَالَ لَمَّا عَزَلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُمَيْرَ بْنَ سَعْدٍ عَنْ حِمْصَ وَلَّى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ النَّاسُ عَزَلَ

محمد بن یحییٰ، عبداللہ بن محمد نفیلی، عمرو بن واقد، یونس بن حلبس، حضرت ابوادریس خولانی کہتے ہیں کہ جب عمر بن خطاب نے عمیر بن سعد کو حمص کی حکمرانی سے معزول کر کے حضرت معاویہ کو وہاں کا حاکم مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے کہ عمیر کو معزول کر کے حضرت معاویہ کو والی مقرر کر دیا۔ اس پر حضرت عمیر

عُمَيْرًا وَوَلَّى مُعَاوِيَةَ فَقَالَ عُمَيْرٌ لَا تَذْكُرُوا مُعَاوِيَةَ إِلَّا بِخَيْرٍ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ اهْدِ بِهِ

کہنے لگے کہ معاویہ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے حق میں یہ دعا مانگتے ہوئے سنا کہ اے اللہ ان کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔

تشریح: حدیث الباب میں بھی رسول کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے تین دعائیں فرمائیں ① امیر معاویہ لوگوں کو ہدایت دیں ② خود ہدایت پر رہیں ③ معاویہ مکمل و کامل ذریعہ ہدایت ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم دے انکو عذاب سے بچا لے ان کو شہروں پر تسلط دے دے۔

ان احادیث کی بناء پر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ جلیل القدر صحابی رسول ہیں حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی کرنا ان کی خلاف زبان درازی کرنا اور گالم گلوچ کرنا روافض کا شیوہ ہے لہٰذا حدیث اصحابی کالنجوم فایھم اقتدیتم اھتدیتم کے پیش نظر حضرت معاویہ سمیت تمام صحابہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

عمرو بن العاص: یہ عمرو بن العاص سہمی قریشی ہیں۔ ۵ ھ میں اسلام لائے اور بعض نے کہا ہے کہ ۸ ھ میں۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کے ہمراہ آنحضور کے پاس حاضر ہوئے اور یہ سب اکٹھے اسلام لائے ہیں۔ ان کو آنحضرت ﷺ نے عمان کا حاکم بنادیا تھا۔ یہ برابر وہاں حاکم رہے۔ یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی بڑے بڑے کام انجام دیئے ہیں۔ انہی کے ہاتھ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مصر فتح ہوا اور برابر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں یہ مصر کے حاکم رہے ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو وہاں کا حاکم تقریباً چار سال تک برقرار رکھا اس کے بعد معزول فرمایا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب وہ امیر ہو گئے تو ان کو پھر مقرر کیا۔ مصر میں ہی ۴۳ ھ میں جبکہ انکی عمر نوے (۹۰) سال کی تھی وفات پائی اور انکے بعد انکے بیٹے عبداللہ کو حاکم بنادیا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو معزول کر دیا ان سے ان کے بیٹے عبداللہ اور عبداللہ بن عمرو اور قیس بن ابی حازم روایت کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمَ النَّاسُ وَآمَنَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ ابْنِ لَهِيعَةَ عَنْ مِشْرَحٍ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِالْقَوِيِّ

قتیبہ، ابن لہیعہ، مشرح بن ہاعان، حضرت عقبی بن عامر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں نے اسلام قبول کیا اسلام لائے اور عمرو بن عاص (دل سے) ایمان لائے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ابن لہیعہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ وہ مشرح سے روایت کرتے ہیں اور اس کی سند قوی نہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ

اسحاق بن منصور، ابواسامہ، نافع بن عمر جمحی، ابن ابی

عَنْ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ قَالَ قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ مِنْ صَالِحِي قُرَيْشٍ هٰذَا حَدِيثٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ الْجُمَحِيِّ وَنَافِعٌ ثِقَةٌ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ بِمُتَّصِلٍ وَابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ لَمْ يُدْرِكْ طَلْحَةَ

ملیکہ، حضرت طلحہ بن عبید اللہ فرماتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عمرو بن عاص قریش کے نیک لوگوں میں سے ہیں۔ اس حدیث کو ہم صرف نافع بن عمرو الجمعی کی روایت سے جانتے ہیں۔ نافع ثقہ ہیں لیکن ان کی سند متصل نہیں کیونکہ ابن ابی ملیکہ نے طلحہ کو نہیں پایا۔

تشریح: أَسْلَمَ النَّاسُ: اس سے مراد مکہ اور قریش کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے دن اس وقت اسلام قبول کیا تھا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا جب اسلام ان پر غالب آ گیا تھا اور آپ ﷺ کے دامن میں پناہ لینے کے علاوہ کوئی اور راستہ نہ تھا ان لوگوں کے برخلاف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے ایک سال قبل برضا ور غبت ایمان لے آئے تھے اور ہجرت کر کے مدینہ آ گئے تھے۔

ابن الملک فرماتے ہیں کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایمان کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ جب قریش نے ان کو حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجا کہ ان مسلمانوں کو واپس لائیں تو نجاشی نے ان کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں مسلمانوں کو واپس نہیں بھیجتا پھر نجاشی نے کہا عمرو مجھے بڑی حیرت ہے کہ محمد تمہارے چچا کے بیٹے ہیں اور تم ان کی حقیقت سے بے خبر ہو وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اس وقت یہ اپنے مشن سے دستبردار ہو گئے اور مدینہ منورہ آ کر نہایت ذوق وشوق سے اسلام قبول کر لیا تھا اسی کی طرف حضور ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے جس سے ان کی فضیلت کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۳۹)

بَابُ مَنَاقِبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ: یہ خالد ہیں جو ولید قرشی کے بیٹے ہیں جو مخزومی ہیں ان کی والدہ لبابہ صغریٰ ہیں جو ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں زمانہ اسلام سے پہلے خالد کا شمار اشراف قریش میں کیا جاتا تھا، آنحضور ﷺ نے سیف اللہ خطاب عطا فرمایا ۲۱ھ میں وفات پائی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو کچھ وصیت کی ان سے ان کے خالہ زاد بھائی عبداللہ بن عباس اور علقمہ اور جبیر بن نفیر روایت حدیث کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَزَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْزِلًا فَجَعَلَ النَّاسُ يَمُرُّونَ فَيَقُولُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ هٰذَا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَأَقُولُ فُلَانٌ؟ فَيَقُولُ نِعْمَ عَبْدُ اللهِ هٰذَا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم (ایک سفر کے دوران) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک جگہ اترے۔ تو لوگ ہمارے سامنے سے گزرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے پوچھتے کہ اے ابوھریرہ یہ (گزرنے والا) کون ہے؟ تو میں بتاتا کہ فلاں شخص ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ اللہ کا کتنا اچھا بندہ ہے اور پھر پوچھتے یہ

وَيَقُولُ مَنْ هٰذَا فَأَقُولُ فُلَانٌ فَيَقُولُ بِئْسَ عَبْدُ اللهِ هٰذَا حَتَّى مَرَّ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ مَنْ هٰذَا فَقُلْتُ هٰذَا خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ فَقَالَ نِعْمَ عَبْدُ اللهِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ سَيْفٌ مِنْ سُيُوفِ اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَلَا نَعْرِفُ لِزَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ سَمَاعًا مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ حَدِيثٌ مُرْسَلٌ عِنْدِي وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

کون ہے؟ میں بتاتا کہ یہ فلاں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ یہ اللہ کا کتنا برا بندہ ہے یہاں تک کے خالد بن ولید گزرے تو آپ نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے بتلایا کہ خالد بن ولید ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ خالد بن ولید کتنا اچھا آدمی ہے یہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہمیں علم نہیں زید بن اسلم ۔: حضرت ابو ہریرہؓ یہ حدیث سنی یا نہیں۔ میرے نزدیک یہ حدیث مرسل ہے اور اس باب میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: حدیث شریف کا ایک مطلب یہ ہے کہ خالد ایسی تلوار ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے خلاف نیام سے نکالا ہو اور ان کے سروں پر مسلط کر دیا ہے وہ اس کے ذریعے اللہ کے احکام کو نافذ کرتے ہیں اور اس میں وہ کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خالد کو صاحب شمشیر بنایا وہ اس کے ذریعہ اسلام دشمنوں کے ساتھ سخت ترین لڑائی کرتے تھے اور غالب آجاتے تھے۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۸۸)

سند پر کلام: یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ زید بن اسلم کا حضرت ابو ہریرہؓ سے لقاء و سماع نہیں ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

یہ سعد معاذ کے بیٹے ہیں انصاری اشہلی اوسی ہیں مدینہ میں عقبہ اولی اور ثانیہ کے درمیان اسلام لائے ان کے اسلام کو دیکھ کر عبدالاشہل کے بیٹے اور انکے تمام خاندان والے اسلام لے آئے، انصار کے تمام خاندانوں میں سے یہ پہلا خاندان تھا جو کہ اسلام لایا آنحضور ﷺ نے ان کو "سید الانصار" کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ یہ اپنی قوم میں بڑے بزرگ اور سردار تسلیم کیے جاتے تھے، جلیل القدر اور اکابر اور اخیار صحابہ میں سے ہیں، آنحضور ﷺ کے ساتھ غزوہ بدر اور احد میں شریک ہوئے اور مقابلہ پر بہادرانہ ڈٹے رہے جنگ خندق میں ان کو شہ رگ پر تیر لگا اور خون بند نہیں ہوا یہاں تک کہ ایک مہینہ کے بعد ان کی وفات ہوگئی یہ واقعہ ذی قعدہ ۵ھ کا ہے اس وقت ان کی عمر ۳۷ برس کی تھی جنت البقیع میں سپرد خاک کیے گئے۔ صحابہ کی ایک جماعت ان سے روایت کرتی ہے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ أُهْدِيَ لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبُ حَرِيرٍ فَجَعَلُوا يَعْجَبُونَ مِنْ لِينِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَعْجَبُونَ مِنْ هٰذَا

حضرت براءؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشمی کپڑا بطور ہدیہ کے بھیجا گیا۔ لوگ اس کی نرمی پر تعجب کرنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ اس کپڑے کی نرمی پر تعجب میں پڑ گئے ہو۔ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس

لَمَنَادِيلُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کپڑے سے ہمیں اچھے ہیں۔ اس باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں حضرت سعدؓ کے رومال کو کیوں خاص کیا؟ شارحین نے اس کی مختلف توجیہات بیان کی ہیں۔

(۱) حضرت سعدؓ کو خوش کرنے کے لئے اور ان کو مائل کرنے کے لئے خاص طور پر ان کا ذکر کیا۔

(۲) یا سعد کا رومال اس کپڑے کے رنگ کی طرح ہو جس کی بناء پر فرمایا کہ جنت میں اس سے اچھے کپڑے ہونگے۔

(۳) صحابہ کرامؓ نے جب ریشمی کپڑے کو چھوا اور کپڑے کی نرمی پر تعجب کا اظہار کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے سردار سعد کے رومال جنت میں اس سے کہیں زیادہ اچھے ہوں گے۔

(۴) حضرت سعد اس طرح کے ملائم اور نرم کپڑے کو پسند کرتے تھے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَجَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أُسَيْدِ بْنِ حُضَيْرٍ وَأَبِي سَعِيدٍ وَرُمَيْثَةَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، عبدالرزاق، ابن جریج، ابوزبیر، حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا اس حال میں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ ہمارے سامنے رکھا گیا تو ان کی وفات پر رحمٰن کا عرش بھی ہل گیا (خوشی سے جھوم اٹھا)۔ اس باب میں اسید بن حضیر ابوسعید اور رمیثہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ: ''اهتزاز'' ہلنے اور جھومنے کو کہتے ہیں، جھومنے اور ہلنے کے کیا معنی ہیں اور اسکے ہلنے کا کیا سبب ہے تو اس کے شارحین نے مختلف معانی بیان کیے ہیں۔

اول: عرش خوشی سے جھومنے لگا کہ پاک روح اس کے پاس آئی ہے **ثانی:** حاملین عرش کو مطلع کرنے کے لئے عرش ہلنے لگا

ثالث: آپ کی روح کی تکریم و تعظیم کے لئے عرش ہلنے لگا **رابع:** حاملین عرش ملائکہ خوشی سے جھومنے لگے

خامس: بعض نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی وفات کے عظیم الشان ہونے سے کنایہ ہے

سادس: بعض حضرات نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سانحہ موت کو عرش کے ہلنے سے تعبیر کیا گیا۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۴۱۵)

حدیث الباب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے یہ انصار کے بڑے سردار تھے بنوقریظہ کے بارے میں فیصلہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا غزوہ خندق میں ان کو کندھے پر تیر لگا خون نہ رُکا حتیٰ کہ ۳۷ سال کی عمر میں ذی قعدہ ۵ھ میں فوت ہوئے جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ رضی اللہ عنہ ورضاہ

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا

عبد بن حمید، عبدالرزاق، معمر، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ

حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ قَالَ الْمُنَافِقُونَ مَا أَخَفَّ جَنَازَتَهُ وَذٰلِكَ لِحُكْمِهِ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ. هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین کہنے لگے اس کا جنازہ کتنا ہلکا ہے کیونکہ اس نے بنو قریظہ کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ خبر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے جنازے کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ حدیث صحیح غریب ہے۔

تشریح: لَمَّا حُمِلَتْ جَنَازَةُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ: یعنی جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھایا گیا تو منافقین نے کہا کہ سعد کا جنازہ بھاری نہیں بلکہ ان کے ایمان میں فرق آجانے کی وجہ سے ہلکا ہے کیونکہ انہوں نے بنو قریظہ کے بارے میں غیر منصفانہ فیصلہ کیا تھا گویا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی طرف ظلم کی نسبت کی گئی۔ اس بات کی اطلاع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازہ کے ہلکا ہونے کا سبب یہ تھا کہ انکا جنازہ تمہارے کندھوں پر برائے نام تھا حقیقتاً تو انکے جنازے کو فرشتے اٹھائے ہوئے تھے ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ستر ہزار فرشتے حاضر ہوئے یہ انکی سعادت اور نیک بختی ہے نیز واضح رہے کہ نیک اعمال میں بھی وزن ہوتا ہے اور برے اعمال میں بھی مگر نیکی کا وزن اوپر کو جاتا ہے کہ اس میں نورانیت ہے جس میں ہلکا پن ہوتا ہے اور گناہوں کا وزن نیچے آتا ہے کہ اس میں مادیت اور ظلمانیت ہے چنانچہ کثیف چیز نیچے گرتی ہے اور لطیف چیز اوپر جاتی ہے کما فی القرآن ''الیہ یصعد الکلم الطیب''۔ عارفین بھی یہی فرماتے ہیں کہ جس کا جنازہ بھاری ہو وہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ شخص دنیا میں زیادہ رغبت اور تعلق رکھتا تھا جب کہ میت کا ہلکا ہونا دنیا سے بے رغبتی کو ظاہر کرتا ہے پھر بھی اس کو محل نزاع اور حجت نہیں بنانا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔

بَابُ مَنَاقِبِ قَيْسِ بْنِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

قیس بن سعد: یہ قیس ہیں سعد ابن عبادہ کے بیٹے، کنیت ابو عبد اللہ خزرجی وانصاری ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز اصحاب میں سے تھے اور جلیل القدر فضلاء اور صاحب رائے اور جنگی معاملات میں صاحب تدبیر لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اپنی قوم میں معزز شمار کیے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان کا وہی درجہ تھا جو کسی امیر، حاکم کے نزدیک پولیس افسر کا ہوتا ہے یہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی جانب سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت علی کی شہادت تک یہ آپ کے ساتھ رہے مدینہ میں ٦٠ ھ میں انتقال فرمایا۔ ایک جماعت نے ان سے روایت کی قیس بن سعد اور عبد اللہ بن زبیر، قاضی شریح ان سب کا چہرہ بالوں سے خالی تھا اور نہ کسی کے داڑھی تھی۔ لیکن قیس پھر بھی خوبصورت تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ مِنَ

محمد بن مرزوق بصری، محمد بن عبد اللہ انصاری، ان کے والد، ثمامہ، حضرت انس سے روایت ہے کہ قیس بن سعد کا مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں ایسا تھا جیسے امیر کے

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْزِلَةِ صَاحِبِ الشُّرَطِ مِنَ الْأَمِيرِ قَالَ الْأَنْصَارِيُّ يَعْنِي مِمَّا يَلِي مِنْ أُمُورِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْأَنْصَارِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ قَوْلَ الْأَنْصَارِيِّ

نزدیک پولیس کا مرتبہ ہوتا ہے۔ حدیث کے راوی کہتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے کاموں کو بجالاتے تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف انصاری کی روایت سے جانتے ہیں۔ محمد بن یحیی بھی انصاری سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں لیکن اس میں انصاری کا قول مذکور نہیں ہے۔

تشریح: حدیث میں ہے کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ سرکاری امور کو سرانجام دیتے تھے۔ جیسا کہ ہمارے ہاں پولیس کا محکمہ ہے اسی طرح حضرت قیس بھی پولیس کے محکمہ کے درجہ میں تھے۔ کسی کو گرفتار کرنا، رہا کرنا، سزا دینا ان کے سپرد تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت قیس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا مقام تھا۔ جو بلاشبہ ان کے لئے بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حضرت جابرؓ خزرجی، سلمی، انصاری صحابی ہیں مکثرین صحابہ میں شمار ہوتے ہیں ان کی ولادت ہجرت سے سولہ سال پہلے ہوئی۔ وفات ۷۸ ہجری میں ہوئی اس طرح ان کی عمر چورانوے سال ہوئی ان کے والد غزوہ احد میں شہید ہوئے یہ کثیر العیال تھے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ جَائَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، محمد بن منکدر، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے تو نہ خچر پر سوار تھے اور نہ کسی ترکی گھوڑے پے (بلکہ پیدل ہی تشریف لائے)۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ اسْتَغْفَرَ لِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْبَعِيرِ خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَمَعْنَى لَيْلَةَ الْبَعِيرِ مَا رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ جَابِرٍ أَنَّهُ كَانَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَبَاعَ بَعِيرَهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن ابی عمر، بشر بن سری، حماد بن سلمہ، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹ والی رات میرے لئے پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا فرمائی۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ اور اونٹ کی رات سے مراد وہ رات ہے جس کے بارے میں کئی سندوں سے منقول ہے کہ حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھا اور اپنا اونٹ آپ کو اس شرط پر فروخت کر دیا کہ مدینہ منورہ تک اس پر سواری کروں گا۔ جابر ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ جس

وَاشْتَرَطَ ظَهْرَهُ إِلَى الْمَدِينَةِ يَقُولُ جَابِرٌ لَيْلَةَ بِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَعِيرَ اسْتَغْفَرَ لِي خَمْسًا وَعِشْرِينَ مَرَّةً وَكَانَ جَابِرٌ قَدْ قُتِلَ أَبُوهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ حَرَامٍ يَوْمَ أُحُدٍ وَتَرَكَ بَنَاتٍ فَكَانَ جَابِرٌ يَعُولُهُنَّ وَيُنْفِقُ عَلَيْهِنَّ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبَرُّ جَابِرًا وَيَرْحَمُهُ بِسَبَبِ ذٰلِكَ هٰكَذَا رُوِيَ فِي حَدِيثٍ عَنْ جَابِرٍ نَحْوَ هٰذَا

رات میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا اونٹ بیچا اس رات آپ نے میرے لئے پچیس مرتبہ مغفرت کی دعا فرمائی حضرت جابر کے والد عبداللہ بن عمرو بن حزام جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ اور کئی بیٹیاں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت جابر ان کی پرورش کرتے اور انہیں خرچ دیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ اور ان پر رحم فرماتے تھے۔ حضرت جابر سے ایک روایت میں اسی طرح منقول ہے۔

تشریح: پہلی حدیث میں عیادت کا ذکر ہے۔ اور دوسری میں ایک واقعہ مذکور ہے جو کہ حدیث کے ترجمہ سے واضح ہے۔

لَيْلَةَ الْبَعِيرِ: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک سفر میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے پس انہوں نے اپنا اونٹ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیچ دیا انہوں نے مدینہ تک سواری کی شرط لگائی حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جس رات میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونٹ بیچا اس رات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچیس مرتبہ استغفار کیا میرے لیے وقفہ وقفہ سے۔ مثلاً یوں فرمایا جابر اپنا اونٹ بیچتے ہو اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، جابر تمہاری شادی ہو گئی اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائیں اس طرح پچیس مرتبہ استغفار فرمایا۔

حضرت جابرؓ کے والد عبداللہ بن عمرو بن حزام جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ **وَتَرَكَ بَنَاتٍ** کا مطلب یہ ہے کہ حضرت جابرؓ کے والد نے پسماندگان میں حضرت جابرؓ کی بہنیں چھوڑیں جن کی پرورش حضرت جابرؓ کے ذمہ تھیں۔ اس لئے حضرت جابرؓ نے ایسی عورت سے شادی کی جو عمر میں بڑی تھی۔ تاکہ ان کی بہنوں کی تربیت اچھی طرح سے ہو سکے۔ حضرت جابرؓ ان پر خرچ کرتے تھے اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جابرؓ کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے اور ان پر شفقت فرماتے تھے۔

بَابُ مَنَاقِبِ مُصْعَبِ بْنِ عُمَيْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابٍ قَالَ هَاجَرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبْتَغِي وَجْهَ اللهِ فَوَقَعَ أَجْرُنَا عَلَى اللهِ فَمِنَّا مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا وَمِنَّا مَنْ أَيْنَعَتْ لَهُ ثَمَرَتُهُ فَهُوَ يَهْدِبُهَا وَإِنَّ مُصْعَبَ بْنَ عُمَيْرٍ مَاتَ وَلَمْ يَتْرُكْ إِلَّا

حضرت خباب سے روایت ہے کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہجرت کی لہٰذا ہمارا اجر و ثواب اللہ ہی پر ہے۔ چنانچہ ہم میں سے بعض تو وہ ہیں جو دنیا سے اس حالت میں فوت ہو گئے کہ دنیاوی اجر میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکے اور ہم میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کی امیدیں بار آور ثابت ہوئیں اور اس کا پھل کھا رہے ہیں۔ مصعب بن عمیر اس حالت میں فوت ہوئے کہ ایک کپڑے (چادر) کے علاوہ

ثَوْبًا كَانُوا إِذَا غَطَّوْا بِهِ رَأْسَهُ خَرَجَتْ رِجْلَاهُ وَإِذَا غَطَّوْا بِهِ رِجْلَيْهِ خَرَجَ رَأْسُهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَطُّوا رَأْسَهُ وَاجْعَلُوا عَلَى رِجْلَيْهِ الْإِذْخِرَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا ابْنُ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ خَبَّابِ بْنِ الْأَرَتِّ نَحْوَهُ

کچھ بھی نہ چھوڑا وہ بھی ایسا اگر اس کپڑے سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگا ہو جاتا اور اگر پاؤں ڈھانپتے تو سر ننگا ہو جاتا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا سر ڈھانپ دو اور پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ہم سے یہ حدیث ہناد نے ابن ادریس کے حوالے سے نقل کی ہے۔ وہ ابووائل سے اور وہ خباب بن ارت سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ یہ جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے جنگ بدر میں شرکت فرمائی اور جنگ احد میں شہید ہوئے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بڑے مالدار تھے۔ لیکن اسلام لانے کے بعد مال و دولت سے منہ موڑ لیا اور دنیا سے بے رغبتی اختیار کر لی۔ ایک مرتبہ گرمیوں میں چمڑے کا پھٹا ہوا لباس پہنے ہوئے تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کو دیکھ کر رو پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسلام لانے سے قبل روزانہ ایک نیا سوٹ پہنتے تھے کہ ان کو میں نے دیکھا کہ ایک وقت ان کا کھانا پینا عمدہ ہوتا تھا اور ان کے جسم پر دو سو درہم کا لباس ہوتا تھا مگر اس وقت انکی یہ حالت ہے۔ اس حدیث کی باب کے ساتھ مناسبت ظاہر ہے کہ میت کا کفن مسنون ہے جو میسر آ جائے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ کرامؓ کو دنیا میں بعض اعمال کا اجر و ثواب دیا گیا اور بعض کو نہیں اس لحاظ سے صحابہ کرامؓ کی چار قسمیں ہوئیں۔ (۱) بعض صحابہؓ وہ تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں قربانیاں بہت دیں بعض دنیاوی ثمرات کے بغیر دنیا سے چلے گئے جیسے مصعب بن عمیرؓ۔ (۲) بعض صحابہؓ وہ تھے جنہوں نے جنگوں میں حصہ لیا مالِ غنیمت حاصل ہوا اس کو اللہ کی راہ پر خرچ کر دیا۔ جیسے ابوذر غفاریؓ۔ ان دونوں قسموں کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو ان کے اعمال کا پورا پورا اجر و ثواب آخرت میں دیا جائے گا۔ (۳) بعض صحابہؓ وہ ہیں کہ انہوں نے مال سے فائدہ اٹھایا خادمین رکھے بیویاں رکھیں اور مختلف قسم کے لباس استعمال کیے لیکن زیادہ مال میں مشغول نہیں ہوئے جیسے عبداللہ بن عمرؓ۔ (۴) اور بعض صحابہ کرامؓ نے اس مال سے تجارت کاروبار کیا اور اس مال کے حقوق واجبات بھی ادا کیے جیسے عبدالرحمن بن عوفؓ۔

ان آخری دونوں قسموں کا حکم یہ ہے کہ انہوں نے دنیا میں جس قدر مال سے استفادہ کیا اتنا آخرت میں اجر و ثواب کم کر دیا جائے گا۔ جیسا کہ مسلم کی روایت میں اس کی تائید ہوتی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جماعت جہاد کر کے مالِ غنیمت حاصل کر لیتی ہے تو انہیں اس عمل کا دو تہائی ثواب اسی دنیا میں دے دیا جاتا ہے اور ایک تہائی ثواب انہیں آخرت میں دیا جائے گا۔ (فتح الباری ج ۱۱ ص ۳۳۵، کتاب الرقاق، باب فضل الفقر)

بَابُ مَنَاقِبِ الْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول

جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ وَعَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ مِنْ أَشْعَثَ أَغْبَرَ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ أَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَأَبَرَّهُ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے پراگندہ بالوں والے، غبار آلود اور پرانے کپڑے والے ایسے ہیں جن کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا لیکن اگر وہ کسی چیز پر اللہ کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کردیں انہی لوگوں میں سے حضرت براء بن مالک بھی ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: حضرت براء بن مالک خزرجی، نجاری، انصاری ہیں حضرت انس بن مالک ؓ کے حقیقی بھائی اور بڑے بہادر تھے دیکھنے میں کمزور لیکن سو آدمیوں کو اکیلے قتل کیا۔ ۲۰ ہجری میں شہید ہوئے۔

أَشْعَثَ پراگندہ بال۔ أَغْبَرَ غبار آلود الطِمْرَ بوسیدہ پرانا کپڑا لَا يُؤْبَهُ لَهُ جانا سمجھنا كَمْ مِنْ أَشْعَثَ: کم خبریہ مبتدا من بیانیہ اور لَوْ أَقْسَمَ خبر ہے۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْكِنْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ يَا أَبَا مُوسَى لَقَدْ أُعْطِيتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِيرِ آلِ دَاوُدَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ بُرَيْدَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ وَأَنَسٍ

موسیٰ بن عبدالرحمن کندی، ابویحییٰ حمانی، برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ، ابوبردۃ، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوموسیٰ تمہیں اللہ تعالیٰ نے آل داؤد کی سریلی آوازوں میں آواز عطا کی ہے۔ یہ حدیث غریب حسن صحیح ہے۔ اور اس باب میں حضرت بریدہ ابوہریرہ اور انس سے بھی احادیث منقول ہیں۔

تشریح: ابوموسیٰ: یہ ابوموسیٰ ہیں نام عبداللہ، قیس کے بیٹے اور اشعری ہیں مکہ میں مسلمان ہوئے اور سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر اہل سفینہ کے ساتھ آئے اس وقت حضور ﷺ خیبر میں تھے۔ ۲۰ھ میں حضرت عمر بن الخطاب ؓ نے انکو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا ابوموسیٰ نے اہواز کو فتح کیا۔ ابتدائے خلافت عثمان تک بصرہ ہی کے حاکم رہے۔ پھر وہاں سے معزول ہوگئے اور کوفہ کی طرف منتقل ہوگئے۔ اور وہاں قیام پذیر ہوگئے۔ حضرت عثمان ؓ کی شہادت تک کوفہ کے والی رہے۔ حضرت علی ؓ اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان نزع کے خاتمے کیلئے حضرت علی ؓ کی طرف سے حکم بنائے گئے اس کے بعد اپنے سال وفات ۵۲ھ تک مکہ ہی میں رہے۔

اس حدیث شریف کا شان ورود یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ اور حضرت عائشہ صدیقہ ؓ حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ کے پاس سے گزرے ابوموسیٰ اشعری اپنے گھر میں قرآن پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے ہوکر ان کا پڑھنا سننے لگے پھر دونوں آگے بڑھ گئے جب نبی کریم ﷺ صبح حضرت ابوموسیٰ اشعری ؓ سے ملاقات کی تو آپ ﷺ نے مذکورہ ارشاد فرمایا اس پر ابوموسیٰ اشعری ؓ

نے عرض کیا اے اللہ کے رسول اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ میرا پڑھنا سن رہے ہیں تو میں خوب مزین کر کے آپ کو قرآن سناتا۔

بَابُ مَنَاقِبِ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ وَنَحْنُ نَنْقُلُ التُّرَابَ فَيَمُرُّ بِنَا فَقَالَ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَأَبُو حَازِمٍ اسْمُهُ سَلَمَةُ بْنُ دِينَارٍ الْأَعْرَجُ الزَّاهِدُ

محمد بن عبداللہ بن بزیع، فضیل بن سلیمان، ابوحازم، حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ خندق کے موقع پر موجود تھے اسی حال میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندق کھدوا رہے تھے ہم مٹی منتقل کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے گزرتے تو دعا فرماتے کہ یا اللہ اصل زندگی آخرت ہی کی ہے لہٰذا انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرما۔ یہ حدیث اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔ ابوحازم کا نام سلمہ بن دینار اعرج زاہد ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ اللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشَ الْآخِرَةِ فَأَكْرِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ

ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے محمد بن جعفر انہوں نے شعبہ انہوں نے قتادہ انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے اے اللہ اصل زندگی تو آخرت ہی کی زندگی ہے (آخرت کی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں) لہٰذا انصار اور مہاجرین کی تعظیم وتکریم فرما دے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور کئی سندوں سے انس سے بھی منقول ہے۔

تشریح: سہل بن سعد: یہ سہل بن سعد ساعدی انصاری ہیں اور ابوعباس انکی کنیت ہے انکا نام ''حزن'' تھا۔ لیکن پھر رسول اللہ ﷺ نے سہل رکھ دیا جب حضور ﷺ نے وفات پائی تو ان کی عمر پندرہ سال تھی سہل نے مدینہ میں ۹۱ھ میں انتقال فرمایا اور بعضوں نے ۸۸ھ بیان کیا، یہ سب سے آخری صحابی ہیں جن کا انتقال مدینہ میں ہوا۔ ان سے انکے بیٹے عباس اور زہری اور ابوحازم روایت کرتے ہیں۔ غزوہ خندق کے موقع پر جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مٹی کھود کر کندھوں پر اٹھا کر ادھر ادھر منتقل کر رہے تھے اور ساتھ یہ پڑھ رہے تھے ''نحن الذین بایعوا محمداً، علی الجهاد ما بقینا ابداً''۔ یعنی ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک محمد ﷺ کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کر لی ہے نبی کریم ﷺ ان کے جواب میں ارشاد فرماتے۔ ''اللهم لا عیش الا عیش الاخرة، فاغفر للانصار والمهاجرة'' اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے پس تو انصار ومہاجرین کی مغفرت فرما۔ ان احادیث میں حضرت سہل بن سعد کی فضیلت کا بیان ہے مغفرت کی اس دعا میں وہ بھی شامل ہیں کیونکہ وہ بھی انصاری صحابی ہیں۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ رَأَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَصَحِبَهُ

اس باب میں صحابی کی تعریف بیان کی ہے۔ صحابی کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں راجح قول یہ ہے کہ صحابی اس کو کہتے ہیں جس نے بیداری میں اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو یا آپ کی صحبت میں رہا ہو (بعض حضرات نے صحبت (ساتھ رہنے) کی شرط لگائی ہے) اور ایمان ہی کی حالت میں دین اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ اگر چہ درمیان میں ارتداد پیش آیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا پھر العیاذ باللہ وہ مرتد ہو گیا لیکن مرنے سے پہلے اسلام لے آیا اگر چہ دوبارہ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نہ پائی ہو۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ دیکھا ہو۔ تو بھی اسے صحابی رسول کہا جائے گا جیسے اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ۔

ملا علی قاریؒ نے صحابی کی پہچان کیلئے یہ صورتیں ذکر فرمائی ہیں **اول:** اس کا صحابی ہونا تواترا ہو جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور دوسرے مشہور صحابہ رضی اللہ عنہم عشرہ مبشرہ میں سے ہیں **ثانی:** اسکا صحابی ہونا خبر مشہور کے ذریعے سے ثابت ہو۔ **ثالث:** کوئی اپنے غیر کے بارے میں بیان کرے کہ وہ صحابی ہے جبکہ بیان کرنے والا وہ عادل ہو اور صحابہ سارے کے سارے عادل ہیں۔ الصحابۃ کلھم عدول کے پیش نظر۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۷۲) (التعلیق الصبیح ج ۷ ص ۲۵۱)

بحث اول: صحابہ میں افضلیت کن کو حاصل ہے۔ شرح السنۃ میں ابو منصور بغدادیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ہمارے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل خلفاء اربعہ ہیں اور ان میں بھی خلافت کی ترتیب کا اعتبار ہے یعنی سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ خلفاء اربعہ کے بعد عشرہ مبشرہ افضل ہیں اور پھر اس کے بعد بدری صحابہ پھر ان کے بعد جنگ احد میں شریک ہونے والے صحابہ اور پھر ان کے بعد وہ انصار صحابہ جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور ان کے بعد وہ انصار صحابہ رضی اللہ عنہم جنہوں نے دونوں مرتبہ بیعت العقبہ اولیٰ اور بیعت العقبہ ثانیہ کے موقع پر مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی ان کے بعد وہ صحابہ افضل ہیں جن کو سابقون اولون کہا جاتا ہے یعنی جنہوں نے اسلام میں سبقت کی اور ابتداء اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے اور جن کو دونوں قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبہ مکرمہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا موقع ملا پھر وہ افضل ہیں جو ان کے بعد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ (مرقاۃ ایضاً)

بحث ثانی: "السابقون الاولون" کون ہیں؟ اس میں کئی اقوال ہیں۔

اول: بیعت عقبہ والے ہیں **ثانی:** واقعہ بدر سے پہلے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں **ثالث:** فتح مکہ سے پہلے والے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔

رابع: سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سابقین اولین ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اختلافی اقوال ہیں کہ کون افضل ہیں اور پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بھی اختلافی اقوال ہیں کہ ان میں سے کون افضل ہیں۔ یہ بحث تفصیل سے گزر چکی ہے۔

بحث ثالث: مشاجرات صحابہ کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مسلک: جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان کچھ اختلافات یا نزاع ہوا اس پر بحث و تمحیص کرنا ایک کو غلط اور ایک کو صحیح کہنا بہت برا ہے بلکہ "الصحابۃ کلھم عدول" اس بارے میں

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اذا ذكر القدر فامسكوا واذا ذكر اصحابي فامسكوا"۔ الحاصل اہلسنت والجماعت کا اس بارے میں یہ مسلک ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق زبان محتاط رکھنی چاہئے اگر زبان کھولی جائے تو محض تعریف اور بھلائی کے الفاظ کہے جائیں۔ مشاجرات صحابہ کی بحث میں پڑنے سے حتی الامکان خود بھی بچنا چاہئے اور دوسروں کو بھی اس سے روکا جائے۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ عادل اور اہل فضل اور خیار صحابہ میں سے ہیں ان کے بارے میں کوئی برا خیال نہیں رکھنا چاہیے اور ان کی شان میں کوئی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جو مرتبہ صحابیت کے منافی ہو

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبِ بْنِ عَرَبِيٍّ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ كَثِيرٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ سَمِعْتُ طَلْحَةَ بْنَ خِرَاشٍ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَآنِي أَوْ رَأَى مَنْ رَآنِي قَالَ طَلْحَةُ فَقَدْ رَأَيْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ و قَالَ مُوسَى وَقَدْ رَأَيْتُ طَلْحَةَ قَالَ يَحْيَى وَقَالَ لِيْ مُوسَى وَقَدْ رَأَيْتَنِي وَنَحْنُ نَرْجُو اللهَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ مُوسَى بْنِ إِبْرَاهِيمَ الْأَنْصَارِيِّ وَرَوَى عَلِيُّ بْنُ الْمَدِينِيِّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ عَنْ مُوسَى هٰذَا الْحَدِيثَ

یحیی بن حبیب بن عربی بصری، موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر انصاری، طلحہ بن خراش، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایسے مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھو سکے گی جس نے مجھے دیکھا ہو یا اس شخص کو دیکھا ہو جس نے مجھے دیکھا ہو، طلحہ نے کہا کہ میں نے جابر بن عبداللہ کو دیکھا ہے اور موسیٰ (بن ابراہیم راوی) نے کہا کہ میں نے طلحہ کو دیکھا ہے۔ یحیی (بن حبیب) کہتے ہیں کہ موسیٰ نے مجھ سے کہا تم نے مجھے دیکھا ہے اور ہم سب اللہ جل شانہ سے نجات کی امید رکھتے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف موسیٰ بن ابراہیم کی روایت سے جانتے ہیں۔ علی بن مدینی اور کئی حضرات یہ حدیث موسیٰ سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے ایمان کی حالت میں مجھے دیکھا اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا تو وہ دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہے گا لہٰذا جو لوگ رسول کریم ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے وہ اس بشارت کے مستحق نہیں ہوں گے اسی طرح جن لوگوں کو اخلاص کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت میسر ہوئی وہ بھی دوزخ سے محفوظ ہوں گے یعنی ایسے لوگوں کو اللہ پاک نیک اعمال کرنے یا برے اعمال سے بچنے یا ان سے سچی توبہ کرنے کی توفیق دے گا جس کی وجہ سے وہ دوزخ سے محفوظ ہو جائیں گے۔ اس حدیث کے پیش نظر تو صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین تو جنتی ہیں لیکن اللہ سے امید ہے کہ وہ ہر مؤمن کو رسول کریم ﷺ کے صدقے جنت میں لے جائے گا چونکہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے بارے میں خوشخبری دے دی تو وہ مسلمان جو بارگاہ نبوت میں نہ حاضر ہو سکے اور نہ صحابیت وتابعیت کا شرف حاصل کر سکے تو آپ ﷺ نے ان کی تسلی کیلئے فرمایا "طوبى لمن آمن بي ولم يراني رواه احمد"۔ اسی طرح دوسری حدیث شریف میں فرمایا "طوبى لمن راني وآمن بي مرة وطوبى لمن لم يراني وآمن بي سبع مرات رواه احمد" یعنی جو مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لائے اسے ایک مبارک اور جو مجھے بن دیکھے مجھ پر ایمان لائے اسے

سات بار مبارک ''سبحان اللہ''۔(مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۷۸)

حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبِيدَةَ هُوَ السَّلْمَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ يَأْتِي قَوْمٌ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ تَسْبِقُ أَيْمَانُهُمْ شَهَادَاتِهِمْ أَوْ شَهَادَاتُهُمْ أَيْمَانَهُمْ وَفِي الْبَاب عَنْ عُمَرَ وَعِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَبُرَيْدَةَ وَهٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہناد، ابومعاویہ، اعمش، ابراہیم، عبیدۃ سلمانی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ بہترین لوگ میرے زمانے کے لوگ (صحابہ کرام) ہیں۔ ان کے بعد والے (یعنی تابعین) اور ان کے بعد ان کے بعد والے (تبع تابعین) پھر ان کے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قسموں سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی دینے سے پہلے قسمیں کھائیں گے۔ اس باب میں حضرت عمر، عمران بن حصین اور بریدہ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي: ''ای الذین ادرکونی وآمنوا بی وھم اصحابی'' یعنی میری امت میں بہتر وہ ہیں جنہوں نے مجھے پایا اور مجھ پر ایمان لائے اور وہ میرے صحابہ ہیں۔

ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ: ''ای یقربونھم فی الرتبۃ اویتبعونھم فی الایمان والایقان وھم التابعون'' یعنی جو لوگ رتبہ میں انکے قریب ہیں اور ایمان وایقان میں انکی اتباع کرتے ہیں اور وہ تابعی ہیں۔

قرن کس زمانے کو کہا جاتا ہے اس میں مختلف اقوال ہیں ① چالیس سال ② اسّی سال ③ سو سال ④ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مطلق زمانے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ ''قرن'' اقتران سے ماخوذ ہے اور قرنی سے مراد صحابہ کا زمانہ ہے اسکی ابتداء زمانہ رسالت سے ہوتی ہے اور اسکا آخری زمانہ جب تک کہ ایک صحابی بھی دنیا میں باقی رہا یعنی ۱۲۰ ہجری تک قرن اولی ہے اور قرن ثانی تابعین کا زمانہ ہے جو ۱۰۰ ہجری سے ۱۷۰ ہجری تک مشتمل ہے۔ اور تیسرا قرن تبع تابعین کا ہے یہ تابعین کے قرن کے بعد سے شروع ہو کر تقریباً ۲۲۰ ہجری تک کے زمانے کو مشتمل ہے پھر یہ خیر وبرکت والا زمانہ ختم ہو گیا اور بدعتوں کا ظہور شروع ہو گیا دین کے نام پر عجیب وغریب فتنے پیدا ہونے لگے۔ معتزلہ وغیرہ کا سلسلہ آیا انہوں نے دین کو ختم کرنے کی کوششیں کیں قرآن کو مخلوق کہنے کا فتنہ اٹھایا گیا ہر طرف اختلافات ونزاعات پھیلنے لگے اہل علم کیلئے آزمائش کا دور دورہ شروع ہوا پھر آپ ﷺ کا یہ فرمان ظاہر ہوا ''ثم یفشو الکذب'' کہ جھوٹ چھا جائے گا۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ

قتیبہ، لیث، ابوزبیر، حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت (رضوان) کی ان میں سے کوئی جہنم میں نہیں جائے

الشَّجَرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ گا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں صلح حدیبیہ کے موقع پر بیعت میں شریک ہونے والوں کے لئے فضیلت کا ذکر ہے صلح حدیبیہ کا واقعہ مشہور ہے اس بیعت کو بیعت رضوان بھی کہتے ہیں۔ اس بیعت میں شریک کوئی بھی صحابی جہنم میں داخل نہیں ہوگا بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس بیعت کے شرکاء کی مثال غزوہ بدر کے شرکاء جیسی ہے جیسا کہ قرآن وحدیث میں ان کے متعلق بشارات کا ذکر ہے۔ اسی طرح بیعت رضوان میں بھی شریک صحابہ کرامؓ کے لئے بشارت کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات دنیا سے اس حال میں فوت ہوئے کہ اللہ ان سے راضی ہے۔ اور جب قیامت کے دن کھڑے ہوں گے تو اس وقت بھی اللہ ان سے راضی ہوگا۔

بَابُ فِيمَنْ سَبَّ أَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ قَالَ سَمِعْتُ ذَكْوَانَ أَبَا صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيفَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَمَعْنَى قَوْلِهِ نَصِيفَهُ يَعْنِي نِصْفَ مُدِّهِ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

محمود بن غیلان، ابوداود، شعبہ، اعمش، ذکوان ابوصالح، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو اس لئے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو ان کے (یعنی صحابہ) کے ایک مد کے بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہوگا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نصیف سے نصف مد مراد ہے حسن بن علی بھی ابومعاویہ سے وہ اعمش سے وہ ابوصالح سے وہ ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ رسول اللہ سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي: "خصوصًا ولا عمومًا" یعنی اس جملہ میں خطاب خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہے۔ اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات میں اختلاف ہوا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کچھ سخت کلمات کہہ دیئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وغیرہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا نہ کہو پس لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي سے وہ مخصوص صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے پہلے اسلام لائے تھے اور یہ خطاب پوری امت کو بھی ہوسکتا ہے چونکہ نور نبوت نے پہلے ہی معلوم کر لیا تھا کہ آئندہ آنے والے لوگوں میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوں گے جو میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جان بوجھ کر برا کہیں گے ان کی شان میں گستاخیاں کریں گے اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آئندہ نسلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے احترام کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے فرما دیا کہ میرے صحابہ کو برا مت کہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہمیشہ ذکر خیر سے کرنا چاہیے کیونکہ صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کو اللہ پاک نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لئے چنا جیسے کوئی والد اپنی اولاد کو برے لوگوں کی صحبت میں نہیں رہنے دیتا تو اللہ پاک اپنے محبوب نبی کو کیسے برے لوگوں کی صحبت میں رہنے کو پسند کرے گا جیسے نبوت کا انتخاب اللہ نے کیا۔ اسی طرح نبوت کی صحبت کا بھی اللہ نے انتخاب کیا جیسے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ان اللہ اختارنی علی الانبیاء واختارلی اصحابی"۔ بعض لوگ مشاجرات صحابہ (صحابہ کرام کے باہمی نزاعی امور) کو بنیاد بنا کر صحابہ کرام پر اعتراضات کرتے ہیں اور بشر ہونے کی وجہ سے صحابہ کرام سے سرزد ہونے والی بعض غلطیوں کو اچھالتے ہیں ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ تربیت یافتہ ڈاکٹرز جب کوئی آپریشن کرتے ہیں تو بسا اوقات ان کے آپریشن سے بعض مریض فوت بھی ہوجاتے ہیں مگر چونکہ تربیت یافتہ ڈاکٹرز کی نیت درست ہوتی ہے اس لئے وہ ڈاکٹرز مورد الزام نہیں ٹھہرائے جاتے۔ اسی طرح صحابہ کرام بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے ان کی غلطیوں سے اللہ تعالیٰ درگزر فرماتے ہوئے ان کی سیأت کو حسنات سے تبدیل فرمادیتے ہیں۔ کمافی القرآن فاولئك يبدل الله سياتهم حسنات اور صحابہ کرام سے جنت کا وعدہ فرمادیا ہے وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔

مَا أَدْرَكَ مُدَّ أَحَدِهِمْ: "مد" اس زمانے کے ایک پیمانے کا نام ہے جس میں سیر بھر کے قریب جو وغیرہ آتا تھا اس جملہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بلند مقام کو ظاہر کیا گیا ہے کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللّٰہیت کی بناء پر ان کا چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے لئے اُن کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے مثلاً اگر صحابہ ایک سیر جو بھی صدقہ کریں تو بعد میں آنیوالے اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا صدقہ کریں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس صدقہ کے برابر نہیں ہوسکتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ "لا يستوى منكم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا۔ الآية" اور اسی طرح دوسری حدیث میں ہے "عن انس رضی اللہ عنہ دعوا لی اصحابی فوالذی نفسی بیدہ لو انفقتم مثل احد ذهبا مابلغتم اعمالهم۔ رواہ احمد"۔ امام مالکؒ کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والے کو قتل کیا جائے گا۔

بعض علماء کے نزدیک جو شخص شیخین (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ) کو برا کہے وہ قتل کا مستحق ہے۔ الاشباہ والنظائر میں لکھا ہے کہ جو بھی کافر اپنے کفر سے توبہ کرلے اس کے لئے دنیا وآخرت کے لئے معافی ہے لیکن جو لوگ اس بناء پر کافر قرار پائے ہوں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہا یا شیخین کو برا کہا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو برا کہا یا سحر کرنے میں مبتلا ہوا یا زندقہ میں مبتلا ہوا پھر توبہ کرنے سے پہلے ان کو گرفتار کرلیا گیا اب اگر وہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی اور ان کو معافی نہیں ملے گی بلکہ قتل کئے جائیں گے۔

اور مناقب کردری میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص (شیخین پر حضرت علیؓ کی فضیلت کا قائل ہے) اور دونوں یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا منکر ہے تو اس کو کافر کہا جائیگا اور اگر دل میں بغض وعناد بھی رکھے تو پھر بھی اسکو کافر کہا جائیگا۔

شیخین کی خلافت کے منکر کے کافر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کی فضیلت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جس مخصوص طریقے سے منقول ہیں اس طرح سے کسی اور صحابی کے بارے میں منقول نہیں۔ دوسری تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں حضرات کی خلافت پر مسلمانوں کا مکمل اجماع تھا ان کی قیادت وسربراہی کو کسی طرف سے چیلنج نہیں کیا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کا منکر کافر ہے: دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: چونکہ یہ دونوں حضرات حاملان وحی، راویان قرآن اور ناقلان دین وشریعت ہیں تو جو شخص ان حضرات کی صداقت و حقانیت کا منکر ہوگا تو یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایسے شخص کا قرآن وایمانیات متواترات کے ساتھ اس کا ایمانی تعلق قائم ہو۔

دلیل ثانی: ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی حقانیت، صداقت وفضیلت کا شاہد خود قرآن کریم ہے نص قرآن کا منکر مؤمن ہرگز نہیں ہوسکتا اور دوسرا یہ ہے کہ ان حضرات کے متعلق احادیث بے شمار ہیں جو ان کی افضلیت پر دال ہیں اور ان حضرات کی حقانیت کا منکر دراصل ان احادیث متواترہ کا منکر ہوگا۔ اب تفصیل سے قرآن پاک سے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں قرآن کریم میں یوں ہے ''ثانی اثنین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لاتحزن ان اللہ معنا''۔

دلیل ثانی: اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رضامندی اور خوش ہونے کو بیان فرمایا ہے ''لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ'' (الفتح:١٨)

دلیل ثالث: اس طرح کی ایک اور آیت میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ ''والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان رضی اللہ تعالی عنہم ورضوا عنہ'' (التوبہ:١٠٠)

دلیل رابع: خلفاء راشدین کے متعلق خلافت کے بارے میں قرآن کریم میں اس طرح ذکر ہے ''وعداللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحت لیستخلفنہم فی الارض''۔

دلیل خامس: قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صادق بھی کہا گیا ''للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون'' (الحشر:٨)

دلیل سادس: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جنتی ہونا بھی قرآن پاک سے ثابت ہے ''لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقتلوا وکلاً وعداللہ الحسنیٰ''۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے راضی ہے لہٰذا جو شخص صحابہ کے متعلق غلط عقیدہ رکھے گا یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہے گا وہ ان نصوص قطعیہ کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

احادیث مبارکہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منکر کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے کے دلائل:

دلیل اول: ''عن عویمر بن سلاعدۃ مرفوعًا ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابًا وجعل لی فیہم وزراء وانصارًا واصہارًا فمن سبہم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین ولا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفًا ولا عدلًا'' (رواہ حاکم، والطبرانی، مرقاۃ جلد ١١، ص ٢٧٤)

دلیل ثانی: دارقطنی ہی میں روایت ہے ''وذلک یسبون ابا بکر و عمر و من سب اصحابی لعنۃ اللہ علیہ والملائکۃ والناس''

دلیل ثالث: ابن عساکرؒ نے آپ ﷺ کی ایک اور حدیث نقل کی ہے ''ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال حب ابی بکر وعمر ایمان وبغضہما کفر''۔

ان احادیث کے بعد اب یہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس بارہ میں ائمہ دین اور رہنمایان شریعت کے ارشادات واقوال کے پیش نظر اس اصول کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ تکفیر مؤمنین یعنی کسی مؤمن ومسلمان کو کافر کہنا کفر ہے اور جسے کافر کہا گیا ہو وہ حقیقت میں ایسا نہ ہو تو کفر لوٹ کر خود کہنے والے پر آ جاتا ہے پس چونکہ صحابہ کا مؤمن ومسلمان ہونا قطعی ہے اس لئے جو شخص ان کو کافر کہے گا تو کفر خود انہی پر لوٹ جائے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ روافض نہ صرف یہ کہ تکفیر صحابہ اور قذف عائشہ صدیقہ ؓ اور گالم گلوچ کے بھی مرتکب ہوتے ہیں بلکہ ان دونوں چیزوں کو جو اعظم موجبات کفر میں سے ہیں ترقی درجات اور اعلیٰ ثواب بھی مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب کے نزدیک مسلمہ ہے کہ محض استحلال معصیت ہی کفر ہے چہ جائے کہ کفر کو ثواب کا درجہ دیا جائے۔ (نعوذ باللہ)

آگے کچھ فقہ کی عبارات ملاحظہ ہوں۔ **دلیل اول:** فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ''من انکر امامۃ ابی بکر الصدیق فہو کافر علی قول بعضہم وقال بعضہم ہو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انہ کافر کذلك من انکر خلافۃ عمر فی اصح الاقوال ویجب اکفار الروافض فی قولہم بِرَجْعَةِ الاموات الی الدنیا وتناسخ الارواح''۔

دلیل ثانی: خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے ''من انکر خلافۃ الصدیق فہو کافر''۔

دلیل ثالث: شفاء میں قاضی عیاضؒ نے لکھا ہے ''من ابغض الصحابۃ وسبوا فلیس لہ فی المسلمین حق''۔

اعتراض: بعض حضرات نے روافض کو اسلامی فرق میں شمار کیا ہے اور مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں بھی بتایا گیا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے اور یہی اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے تو روافض کو کافر کہنا اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوا؟

جواب اول: بزرگان امت اور اہل علم نے روافض کی تکفیر میں احتیاط کا دامن تھاما تھا اور اس فرقہ کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے میں تأمل کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت ان کو فرق روافض کے کفریہ عقائد کا علم نہیں تھا روافض کے کفریہ عقائد جو موجودہ ہیں یہ اگر اُن اہل علم کے علم میں ہوتے تو وہ ضرور ان کی تکفیر کے قائل ہوتے اور ان کو اہل قبلہ میں شامل نہ فرماتے۔

جواب ثانی: یہ بھی احتمال ہے کہ اس وقت بزرگوں نے ان اقوال ونظریات کا اظہار ان روافض کے بارے میں فرمایا ہو جو اس زمانے میں برے اور فاسد عقائد واحوال نہیں رکھتے تھے جو بعد میں روافض وغیرہ نے اختیار کر لئے۔ اس کی تائید ملا علی قاریؒ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے ''قلت وہذا فی حق الرافضۃ والخارجۃ فی زماننا کانہم یعتقدون کفر اکثر اکابر الصحابۃ فضلاً من سائر اہل السنۃ والجماعۃ فہم کفرۃ بالاجماع بلانزاع''۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا عَبِيدَةُ بْنُ أَبِي رَائِطَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرنا میرے بعد ان کو ملامت اور تنقید کا نشانہ مت بنانا کیونکہ جو شخص ان سے محبت کرے گا تو وہ مجھ سے محبت کی وجہ

وَسَلَّمَ اللهَ اللهَ فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوهُمْ غَرَضًا بَعْدِي فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ آذَاهُمْ فَقَدْ آذَانِي وَمَنْ آذَانِي فَقَدْ آذَى اللهَ وَمَنْ آذَى اللهَ يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

سے ان محبت کرے گا اور جس نے انہیں ایذاء (تکلیف) پہنچائی گویا اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی اللہ تعالیٰ عنقریب اسے اپنے عذاب میں گرفتار کرے گا۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: اَللّٰهَ اَللّٰهَ: ''ای اتقوا اللہ ثم اتقوا اللہ'' یعنی یہ الفاظ رسول کریم ﷺ نے بطور تاکید کے ارشاد فرمائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حق میں اللہ سے ڈرنے کا مفہوم یہ ہے کہ ان کی عزت وتوقیر کی جائے ان کی عزت وعظمت وفضیلت کو ہر حالت میں ملحوظ رکھا جائے۔

فِي أَصْحَابِي: ''ای فی حقهم والمعنی لا تنقصوا من حقهم ولا تسبوهم'' معنی یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص نہ کرو یعنی صحبت رسول ﷺ کا جو بلند مقام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل ہے اس کا بھرپور حق ادا کرو یا مطلب یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں میرے صحابہ پر اعتراضات کر کے ان کی تحقیر نہ کرو بلکہ ان کی تعظیم کرو یا مطلب یہ ہے کہ اللہ سے ڈرو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی مخالفت کر کے میری شفاعت سے محروم نہ بنو۔

أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّي: ''ای بحسب حبی ایاهم'' ''احبهم'' وقال الطیبی بسبب حبه ایای احبهم وهو النسب'' کہ ان حضرات کو دوست رکھنے والا اس سبب سے دوست رکھتا ہے کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ الحاصل صحابہ کو دوست رکھنے والا مجھے دوست رکھتا ہے اور صحابہ سے دشمنی رکھنے والا مجھ سے دشمنی رکھنے والا ہے اور مجھ سے دشمنی رکھنے والا اللہ پاک سے دشمنی رکھنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مالکیہ کا یہ مسلک حق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والا واجب القتل ہے کہ اس کا یہ عمل عداوت رسول کی دلیل ہے لہٰذا جس شخص نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا کہا وہ دنیا میں واجب القتل قرار پاتا ہے۔

يُوشِكُ أَنْ يَأْخُذَهُ: ''ای یعاقبه فی الدنیا او فی الاخری'' یا تو اس گستاخِ صحابہ کو دنیا میں سزا دی جائے گی یا آخرت میں اس کو اسکی گستاخی کا بدلہ دیا جائیگا یہ شاید اس فرمان سے اقتباس کیا گیا ہو ''ان الذین یؤذون اللہ ورسوله لعنهم اللہ فی الدنیا والآخرة واعدلهم عذابا مهینا والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بهتانا واثما مبینا''۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ خِدَاشٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ مَنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ إِلَّا

محمود بن غیلان، ازہر سمان، سلیمان تیمی، خداش، ابوزبیر، حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے (کیکر کے) درخت کے نیچے (صلح حدیبیہ کے موقع پر) بیعت کی وہ سب جنت میں جائیں گے سوائے

صَاحِبَ الْجَمَلِ الْأَحْمَرِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

سرخ اونٹ والے کے یہ حدیث غریب ہے۔

تشریح: حدیث شریف میں صاحب جمل کا تذکرہ ہے۔ صاحب جمل سے مراد جد بن قیس ہے یہ شخص بیعت رضوان میں شریک نہیں ہوا یہ اپنا اونٹ تلاش کر رہا تھا اسے جب بیعت کے لئے کہا جانے لگا تو اس نے کہا کہ مجھے میرا اونٹ مل جائے یہ مجھے بیعت سے زیادہ محبوب ہے چونکہ وہ منافق تھا اس لئے اس نے یہ بات کی اس حدیث میں اس کی مذمت کی گئی کہ اس نے بیعت نہیں کی جس کی وجہ سے وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ عَبْدًا لِحَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْكُو حَاطِبًا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ لَيَدْخُلَنَّ حَاطِبٌ النَّارَ فَقَالَ كَذَبْتَ لَا يَدْخُلُهَا فَإِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا وَالْحُدَيْبِيَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہ کا ایک غلام ان کی شکایت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ حاطب ضرور دوزخ میں جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم جھوٹ بول رہے ہو حاطب دوزخ میں داخل نہیں ہونگے۔ اس لئے کہ وہ غزوہ بدر اور صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اوپر والی حدیث میں تھا کہ جو صلح حدیبیہ میں شریک نہیں ہوا تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور جو اس بیعت میں شامل ہوا وہ دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ چونکہ بدری صحابی اور حدیبیہ میں شامل تھے۔ ویسے بھی تمام صحابہ کرام ؓ جنتی ہیں اللہ کی طرف سے دنیا میں رضی اللہ عنہ ورضوا عنہ کا پروانہ مل گیا تھا۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ نَاجِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي يَمُوتُ بِأَرْضٍ إِلَّا بُعِثَ قَائِدًا وَنُورًا لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمٍ أَبِي طَيْبَةَ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَهُوَ أَصَحُّ

ابو کریب، عثمان بن ناجیہ، عبداللہ بن مسلم ابی طیبہ، عبداللہ بن بریدۃ، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ میں سے جو جس زمین پر فوت ہوگا اسے قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ وہ اس علاقے کے لوگوں کو (جنت کی طرف) لے جائے گا اور ان کیلئے روشنی یعنی رہنما ہوگا۔ یہ حدیث غریب ہے عبداللہ بن مسلم اس حدیث کو ابوطیبہ سے وہ برید سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس زمین پر میرا صحابی فوت ہوا یا دفن ہوا تو قیامت کے دن اس زمین کے وہ مسلمان جو اس صحابی کی اتباع، عزت اور احترام کرتے تھے اس کی برکت سے اس صحابی کی رہنمائی میں قبروں سے محشر تک پھر محشر سے جنت تک پہنچیں گے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ

ابوبکر بن نافع، نضر بن حماد، سیف بن عمر، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ مُنْكَرٌ لَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہتے ہوں تو ان سے کہہ دو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہو۔ یہ حدیث منکر ہے۔ ہم اس حدیث کو عبیداللہ بن عمر کی روایت سے صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: لَعْنَةُ اللهِ عَلَى شَرِّكُمْ: ''فيه اشارة الى ان لعنهم يرجع اليهم'' اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنے والے کی برائی (لعنت) خود اسی کی طرف لوٹ جاتی ہے کیونکہ فتنہ وشر والا تو وہی ہوتا ہے جبکہ صحابہ تو اہل خیر میں سے ہیں اور اللہ کی رضا اور رحمت کے مستحق ہیں۔ اسی طرح ایک اور روایت ابن عدیؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کی ہے کہ ''ان شرار امتي اجرؤہم علی اصحابي'' بلاشبہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ کے بارے میں گستاخ ہیں اور اسی طرح ایک مرفوع حدیث میں ہے ''یکون فی آخر الزمان قوم یسمون الروافضة یرفضون الاسلام فاقتلوہم فانہم مشرکون وینتحلون حب اہل البیت ولیسوا کذلك انہم یسبون ابابکر وعمر'' کہ آخری زمانہ میں ایک قوم ہوگی جن کو روافض کہا جائے گا کیونکہ وہ اسلام کو چھوڑ چکے ہوں گے وہ مشرکین ہیں وہ اپنے کو محبان اہل بیت کہیں گے مگر ہوں گے جھوٹے کیونکہ وہ (حضرت) ابوبکر وعمر کو گالیاں دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دشمنان صحابہ روافض ہیں اور دشمنان اہل بیت خوارج ہیں ان کی دشمنی سے صحابہ واہل بیت کے درجات عزت تا قیامت کم نہیں ہوں گے بلکہ بڑھتے رہیں گے۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۸۰)

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ إِنَّ بَنِي هِشَامِ بْنِ الْمُغِيرَةِ اسْتَأْذَنُونِي فِي أَنْ يُنْكِحُوا ابْنَتَهُمْ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ فَلَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ ثُمَّ لَا آذَنُ إِلَّا أَنْ يُرِيدَ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ أَنْ يُطَلِّقَ ابْنَتِي وَيَنْكِحَ ابْنَتَهُمْ فَإِنَّهَا بَضْعَةٌ مِنِّي يَرِيبُنِي مَا رَابَهَا وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہشام بن مغیرہ کے خاندان والوں نے مجھ سے اجازت چاہی کہ ہم اپنی لڑکی (عکرمہ کی بہن) کا نکاح علی سے کر دیں۔ لیکن میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ میں اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔ آپ نے تین مرتبہ اسی طرح کہنے کے بعد فرمایا ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ علی بن ابی طالب اگر میری بیٹی کو طلاق دینا چاہے تو دے دے اور ان کی بیٹی سے نکاح کر لے۔ میری بیٹی فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جو اسے برا لگتا ہے وہ مجھے برا لگتا ہے جس چیز سے اسے تکلیف ہوتی ہے

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

مجھے اس چیز سے تکلیف ہوتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْأَحْمَرِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ أَحَبَّ النِّسَاءِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةُ وَمِنَ الرِّجَالِ عَلِيٌّ قَالَ إِبْرَاهِيمُ يَعْنِي مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابراہیم بن سعید جوہری، اسود بن عامر، جعفر احمر، عبداللہ بن عطاء، ابن بریدۃ، حضرت بریدہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت فاطمہ سے اور مردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھی۔ ابراہیم کہتے ہیں یعنی آپ کے اہل بیت میں سے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمٰعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَلِيًّا ذَكَرَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّمَا فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي يُؤْذِينِي مَا آذَاهَا وَيُنْصِبُنِي مَا أَنْصَبَهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ هٰكَذَا قَالَ أَيُّوبُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ وَقَالَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ رَوَى عَنْهُمَا جَمِيعًا

حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ابوجہل کی بیٹی کا ذکر کیا تو یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جو چیز اسے تکلیف دیتی ہے وہ مجھے تکلیف دیتی ہے اور جو چیز اسے تھکا دیتی ہے وہ مجھے بھی تھکا دیتی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ایوب بھی ابن ابی ملیکہ سے وہ ابوزبیر اور کئی دوسرے حضرات سے روایت کرتے ہیں جبکہ بعض حضرات ابن ابی ملیکہ سے روایت مسور کے حوالے سے روایت کرتے ہیں۔ احتمال یہ ہے کہ انہوں نے دونوں سے روایت کی ہو۔ چنانچہ عمرو بن دینار بھی ابن ابی ملیکہ سے اور مسور سے اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب کا شان ورود یہ ہے کہ بعض روایات میں آتا ہے ابوجہل کے بھائی حارث بن ہشام نے چاہا کہ ابوجہل کی بیٹی غوراء کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردے اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی کہ غوراء سے نکاح کریں بہرحال جب اس بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کا مرحلہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بات کی اجازت کبھی نہیں دوں گا اور پھر طلاق والی بات ارشاد فرمائی نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دیتا لیکن یہ ضرور ہے کہ اللہ کے دوست کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ہرگز یکجا نہیں ہوسکتیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب یہ سخت الفاظ سنے تو فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اظہار معذرت کے بعد عرض کیا کہ یارسول اللہ کہ میں وہ کام کبھی نہیں کروں گا جو آپ کو پسند نہ ہو اور جس سے آپ کو تکلیف ہو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں کیا تھا۔ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف طرق سے منقول ہے چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت مسور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر

کھڑے ہوئے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہشام ابن مغیرہ کے بیٹے حارث مجھ سے اس بات کی منظوری چاہتے ہیں کہ ابوجہل کی بیٹی کا نکاح علی ابن ابی طالب سے کردیں لیکن میں اس بات کو منظور نہیں کرتا اور بار بار کہتا ہوں کہ میں منظور نہیں کروں گا اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ارادہ ہی کرلیا تو وہ میری بیٹی کو طلاق دے دے اور ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرلے فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اسکو خفا کیا اس نے مجھ کو خفاء کیا۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۳۷۴)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ابوجہل کی بیٹی کے ساتھ دوسرا نکاح کرنے کی ممانعت کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس نکاح سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دکھ پہنچتا اور ان کے دکھ پہنچنے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ پہنچتا اور یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے نقصان کا باعث بنتی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خوف تھا کہ اس نکاح سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی غیرت و حمیت کے منافی ہونے کے سبب کہیں وہ سخت آزمائش اور ابتلاء سے دوچار نہ ہوجائیں اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''میں اس بات کو منظور نہیں کرتا'' اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ نہیں تھی کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں کرسکتے بلکہ ان الفاظ کے ذریعے دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا اعلان کیا کہ قضاء وقدر الٰہی یوں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں فاطمہ رضی اللہ عنہا اور بنت ابوجہل ایک ساتھ نہیں رہ سکتیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حرام تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں ابوجہل کی بیٹی کو اپنے نکاح میں رکھیں اس حرمت کی دلیل اس آیت سے ہے ''وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ الآيه''۔

بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اگر کسی شخص کی بیوی اپنے خاوند کے دوسرا نکاح کرنے سے ناراض اور خفاء ہو تو وہ دوسرا نکاح نہ کرے بلکہ مساویانہ حقوق کی ادائیگی کے اطمینان پر شرعاً ایک سے زائد نکاح کی اجازت سنت اور باعث فضیلت ہے۔

حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ قَادِمٍ حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنِ السُّدِّيِّ عَنْ صُبَيْحٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَصُبَيْحٌ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ

سلیمان بن عبدالجبار بغدادی، علی بن قادم، اسباط بن نصر ہمدانی، سدی، صبیح مولیٰ ام سلمہ، حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی فاطمہ اور حسن حسین سے فرمایا کہ میں بھی ان سے لڑوں گا جس سے تم لڑو گے اور جس سے تم صلح کرو گے اس سے میں بھی صلح کروں گا۔ یہ حدیث غریب ہے ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں۔ حضرت ام سلمہ کے مولیٰ معروف (مشہور) نہیں ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ زُبَيْدٍ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

محمود بن غیلان، ابواحمد زبیری، سفیان، زبید، شہر بن حوشب، حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسن اور حسین علی اور فاطمہ کو ایک چادر اوڑھائی اور دعا کی کہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَلَّلَ عَلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ كِسَاءً ثُمَّ قَالَ اللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِي وَخَاصَّتِي أَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيرًا فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ وَأَنَا مَعَهُمْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ إِنَّكِ إِلَى خَيْرٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَهُوَ أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَفِي الْبَابِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ وَأَبِي الْحَمْرَاءِ

اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں اور خاص لوگ ہیں لہٰذا ان سے آلودگی کو دور کر کے انہیں اچھی طرح پاک کر دے۔ حضرت ام سلمہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں بھی ان کے ساتھ ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم خیر پر ہی ہو یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور یہ اس باب کی سب سے بہتر روایت ہے۔ اس باب میں حضرت انس عمرو بن ابن ابی سلمہ اور ابوحمراء سے بھی روایت ہے۔

تشریح: أَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ: کہ ان سے لڑنے والے سے میں لڑنے والا ہوں۔ حدیث الباب سے استدلال کر کے روافض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وحضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان دونوں کے ساتھیوں کو کافر کہتے ہیں کہ انہوں نے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور علی رضی اللہ عنہ سے جنگ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کفر ہے۔

جواب اول: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی صلح ہوگئی اسی طرح حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صلح کر لی جب صلح ہوگئی تو لڑائی ختم لہٰذا ان سے صلح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح ہے لہٰذا اعتراض باقی نہ رہا۔

جواب ثانی: أَنَا حَرْبٌ! حرب سے ہر جگہ کفر مراد نہیں ہوتا بلکہ حرب کا لفظ غضب کے اظہار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں سودخوروں کیلئے "فاذنوا بحرب من الله ورسوله" ہے اور حدیث میں ہے "من عادی ولیا فقد اٰذنته بالحرب" کہ اللہ کے ولی سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے

جواب ثالث: دشمنی کی جنگ کو حرب کہتے ہیں جبکہ ان حضرات کی لڑائی دشمنی وعناد کے طور پر نہ تھی بلکہ رائے کا اختلاف تھا یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہادی خطاء پر تھے، مجتہد مخطی بھی مستحق اجر ہوتا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ مَيْسَرَةَ بْنِ حَبِيبٍ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشْبَهَ سَمْتًا وَدَلًّا وَهَدْيًا بِرَسُولِ اللّٰهِ فِي قِيَامِهَا وَقُعُودِهَا مِنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ وَكَانَتْ إِذَا دَخَلَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ إِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَأَجْلَسَهَا فِي مَجْلِسِهِ

محمد بن بشار، عثمان بن عمر، اسرائیل، میسرۃ بن حبیب، منہال بن عمرو، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے عادات چال چلن خصلتوں اور اٹھنے بیٹھنے میں فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ سے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا۔ جب حضرت فاطمہ آتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو جاتے پھر ان کا بوسہ لیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہو جاتی آپ کا بوسہ لیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔ چنانچہ جب نبی

وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَيْهَا قَامَتْ مِنْ مَجْلِسِهَا فَقَبَّلَتْهُ وَأَجْلَسَتْهُ فِي مَجْلِسِهَا فَلَمَّا مَرِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَتْ فَاطِمَةُ فَأَكَبَّتْ عَلَيْهِ فَقَبَّلَتْهُ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَبَكَتْ ثُمَّ أَكَبَّتْ عَلَيْهِ ثُمَّ رَفَعَتْ رَأْسَهَا فَضَحِكَتْ فَقُلْتُ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ أَنَّ هٰذِهِ مِنْ أَعْقَلِ نِسَائِنَا فَإِذَا هِيَ مِنَ النِّسَاءِ فَلَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ لَهَا أَرَأَيْتِ حِينَ أَكْبَبْتِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَبَكَيْتِ ثُمَّ أَكْبَبْتِ عَلَيْهِ فَرَفَعْتِ رَأْسَكِ فَضَحِكْتِ مَا حَمَلَكِ عَلَى ذٰلِكَ قَالَتْ إِنِّي إِذًا لَبَذِرَةٌ أَخْبَرَنِي أَنَّهُ مَيِّتٌ مِنْ وَجَعِهِ هٰذَا فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي أَسْرَعُ أَهْلِهِ لُحُوقًا بِهِ فَذَاكَ حِينَ ضَحِكْتُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ عَائِشَةَ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار ہوئے تو فاطمہ آئیں اور آپ پر گر پڑیں آپ کا بوسہ لیا پھر سر اٹھا کر رونے لگیں۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت فاطمہ گر پڑیں پھر اپنا سر اٹھایا تو ہنس پڑیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ پہلے تو میں واقعی یہ سمجھتی تھی کہ وہ عورتوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہیں لیکن اچانک ایسا لگا کہ وہ عام عورتوں میں سے ایک عورت ہیں۔ پھر جب آپ فوت ہو گئے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں گر کر سر اٹھا کر رونے لگیں پھر آپ دوبارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئیں اور اپنا سر اٹھایا تو ہنس پڑیں کسی چیز نے آپ کو اس طرح کرنے پر ابھارا حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ آپ کی حیات طیبہ میں، میں نے یہ راز چھپایا۔ بات یہ ہے کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ آپ اسی مرض میں وفات پا جائیں گے اس پر میں رونے لگی اور دوسری مرتبہ فرمایا کہ تم اہل بیت میں سے سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ (یعنی جنت میں) اس پر میں ہنسنے لگی۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور کئی سندوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا منقول ہے۔

تشریح: حدیث الباب کی طرح کی حدیث ماقبل میں گزر چکی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے پاس بلوایا اور پہلی مرتبہ سرگوشی فرمائی تو فرمایا کہ پہلے حضرت جبرائیل مجھ سے سال میں ایک بار قرآن کا دور فرمایا کرتے تھے اس سال انہوں نے دوبار دور فرمایا ہے اس سے میں نے اخذ کیا کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگ گئیں کہ آپ ﷺ کی جدائی کا وقت قریب آ گیا پھر آپ ﷺ نے انکی تسلی کیلئے پھر سرگوشی فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم جنت میں عورتوں کی سردار ہو گی یا اس امت کے عورتوں کی سردار ہو گی اس پر میں خوش ہو گئی اور دوسری روایت کے الفاظ تھے کہ تم میرے گھر والوں میں سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کرو گی تو اس پر میں خوش ہو گئی۔ اس حدیث سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی افضلیت معلوم ہو رہی ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میں سے کون افضل ہے؟ اس میں تین قول ہیں۔

قول اوّل: بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔

دلیل اول: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ ﷺ کیساتھ رہیں گی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا علی رضی اللہ عنہ کیساتھ رہیں گی تو ظاہر ہے آپ ﷺ کا رتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بلند ہوگا اور قرآن میں بھی ہے ''یانساء النبی لستن کاحد من النساء'' کہ نبی کی ازواج کے

برابر کوئی عورت نہیں ہوسکتی۔

دلیل ثانی: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اجتہاد کا مقام حاصل تھا اور خلفاء اربعہ کے زمانے میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اسلئے یہ افضل ہیں۔

قول ثانی: دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا درجہ افضل ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے۔

دلیل اول: یہی حدیث الباب ہے۔ **دلیل ثانی:** وہ حدیث جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خطاب کر کے فرمایا میں، تم علی، حسن، حسین رضی اللہ عنہم جنت میں ایک ہی درجے میں ایک ہی محل میں ہونگے۔ باقی رہی یہ بات کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں گی یہ حدیث صحیح ہے لیکن صریح احادیث کے مقابلے میں یہ دلیل بے معنی ہے جیسا کہ قول ثانی والوں کی دلیل ہے۔

قول ثالث: امام سیوطیؒ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ اس بارے میں تین مسالک ہیں۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اس میں خاموش رہا جائے ان میں بعض حنفی اور بعض شافعیؒ علماء کا یہی مسلک ہے۔ امام مالکؒ سے اس بارے میں کسی نے پوچھا تو جواب دیا کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کا ٹکڑا ہیں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کے ٹکڑے پر کسی کو بھی فضیلت نہیں دیتا۔

امام سبکیؒ نے لکھا ہے کہ سب سے افضل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہیں ان کے بعد ان کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ جبکہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ حیثیات اور اعتبارات مختلف ہیں ان اعتبارات کی بنیاد پر فضیلت دینے میں تعبیر مختلف ہے لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا "اقدم ایمانًا" کی وجہ سے افضل ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا "اشد حبًا" کی وجہ سے افضل ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشت کا ٹکڑا ہونے کی وجہ سے افضل ہیں۔

حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَزِيدَ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ أَبِي الْجَحَّافِ عَنْ جُمَيْعِ بْنِ عُمَيْرٍ التَّيْمِيِّ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ عَمَّتِي عَلَى عَائِشَةَ فَسُئِلَتْ أَيُّ النَّاسِ كَانَ أَحَبَّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ فَاطِمَةُ فَقِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَتْ زَوْجُهَا إِنْ كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

جمیع بن عمیر تیمی کہتے ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ساتھ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے فرمایا کہ فاطمہؓ سے۔ پھر پوچھا کہ مردوں میں کس سے سب سے زیادہ محبت تھی انہوں نے فرمایا کہ ان کے (یعنی فاطمہؓ کے) شوہر سے اور میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ وہ (یعنی علیؓ) بکثرت روزے رکھتے اور نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے

تشریح: اس حدیث شریف میں حضرت فاطمہؓ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹیوں میں سب سے زیادہ پیار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ سے تھا اور جوان مردوں میں سب سے زیادہ پیار حضرت علیؓ سے تھا اور بڑے مردوں میں سب سے زیادہ پیار حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تھا۔ یا حضرت علیؓ کی فضیلت گھر کے افراد ہونے کے اعتبار سے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھر کے افراد ہونے کے اعتبار سے سب سے زیادہ مردوں میں علی محبوب تھے۔

بَابُ مِنْ فَضْلِ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: والد ماجد: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ والدہ ماجدہ: حضرت ام رومانِ فراسیہ (وفات نبوی کے بعد تک حیات رہیں) کنیت: ام عبداللہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بھانجے عبداللہ بن الزبیرؓ کے نام سے کنیت رکھی تھی) ولادت: ۴ یا ۵ نبوی میں۔ وفات: ۵۸ ہجری میں مدینہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح: ۶ یا ۷ سال کی عمر میں (حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے ۳ سال بعد) رخصتی: شوال سنہ دو ہجری میں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیوی (کے طور پر)، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح باذنِ الٰہی ہوا۔ مکثرین صحابہ میں سے تھیں۔ دو ہزار سے زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ اکابر صحابہ نے آپؓ سے استفادہ کیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے قتل کے بعد ان کے خون کا مطالبہ لے کر اٹھیں اور جنگ جمل پیش آئی ''وكانت من افقه نساء المسلمين، واعلمهن بالدين والادب''۔

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ دُرُسْتَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ قَالَتْ فَاجْتَمَعَ صَوَاحِبَاتِي إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ فَقُلْنَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ إِنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ وَإِنَّا نُرِيدُ الْخَيْرَ كَمَا تُرِيدُ عَائِشَةُ فَقُولِي لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْمُرُ النَّاسَ يُهْدُونَ إِلَيْهِ أَيْنَمَا كَانَ فَذَكَرَتْ ذَلِكَ أُمُّ سَلَمَةَ فَأَعْرَضَ عَنْهَا ثُمَّ عَادَ إِلَيْهَا فَأَعَادَتِ الْكَلَامَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّ صَوَاحِبَاتِي قَدْ ذَكَرْنَ أَنَّ النَّاسَ يَتَحَرَّوْنَ بِهَدَايَاهُمْ يَوْمَ عَائِشَةَ فَأْمُرِ النَّاسَ يُهْدُونَ أَيْنَمَا كُنْتَ فَلَمَّا كَانَتِ الثَّالِثَةُ قَالَتْ ذَلِكَ قَالَ يَا أُمَّ سَلَمَةَ لَا تُؤْذِينِي فِي عَائِشَةَ فَإِنَّهُ مَا أُنْزِلَ عَلَيَّ الْوَحْيُ وَأَنَا فِي لِحَافِ امْرَأَةٍ مِنْكُنَّ غَيْرِهَا قَالَ أَبُو عِيسَى هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ وَقَدْ رَوَى بَعْضُهُمْ هَذَا

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے ہدایا اور تحفوں کے ساتھ میری باری کا انتظار کیا کرتے تھے؟ کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ہوتے تو اسی دن ہدیہ لاتے) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میری سوکنیں سب حضرت ام سلمہ کے ہاں جمع ہوئیں اور کہنے لگیں: اے ام سلمہ! لوگ ہدایا بھیجنے کیلئے عائشہ کی باری کا انتظار کرتے ہیں حالانکہ ہم بھی اس طرح خیر خواہی چاہتی ہیں جس طرح عائشہ چاہتی ہیں۔ لہٰذا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں کہ لوگوں کو حکم دیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں بھی ہوں وہیں ہدایا بھیجا کریں۔ ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تذکرہ کیا تو آپ نے ان سے اعراض کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹے (جب ام سلمہ کی باری آگئی) تو ام سلمہ نے دوبارہ آپ سے عرض کیا: کہنے لگیں یارسول اللہ! میری ساتھ والیاں یعنی میری سوکنیں کہتی ہیں کہ لوگ اپنے ہدایا دینے کے لئے عائشہ کی باری کا انتظار کرتے ہیں لہٰذا آپ لوگوں کو حکم دیں کہ وہ ہدایا دیا کریں آپ جہاں کہیں بھی ہوں پھر جب ام سلمہؓ کی تیسری باری آئی تو انہوں نے یہی بار دھرائی تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام سلمہ! عائشہؓ کے معاملے میں تم

الْحَدِيثَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَقَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ عَوْفِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ رُمَيْثَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ شَيْئًا مِنْ هَذَا وَهَذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَلَى رِوَايَاتٍ مُخْتَلِفَةٍ وَقَدْ رَوَى سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ نَحْوَ حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ

مجھے تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اس لئے کہ اس کے علاوہ تم میں سے کسی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی۔ بعض حضرات یہ حدیث حماد بن زید سے وہ ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور ہشام بن عروہ سے عوف کے حوالے سے بھی منقول ہے۔ وہ رمیثہ سے اور وہ ام سلمہؓ سے اسی قسم کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ اس میں روایات مختلف ہیں۔ سلیمان بن ہشام بن عروہ سے حماد بن زید ہی کی حدیث کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں ہے کہ ازواج مطہرات کے میلان طبع اور ہم مزاج ہونے کے اعتبار سے دو فریق بنے ہوئے تھے واضح رہے کہ ازواج مطہرات کے یہ دو فریق عداوت اور حسد کی بناء پر نہیں بنے ہوئے تھے بلکہ دینی و دنیاوی فوائد کے حصول کیلئے خود بخود یہ تقسیم بن گئی تھی اور گھریلو نظام میں اس طرح فریق بننا کوئی عیب نہیں اگر عیب ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس تقسیم کو قائم نہ رکھنے دیتے بہرحال ازواج مطہرات کی آپس میں دو جماعتیں تھیں ایک جماعت میں حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت صفیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہن تھیں اور انکی سردار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جبکہ دوسری جماعت میں بقیہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن تھیں اس دوسری جماعت کی سردار حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

حدیث الباب میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی مرضی سے تحفے تحائف بھیجنے کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کے دن مخصوص کر رکھا تھا کیونکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے ہمارا جو تحفہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پہنچے گا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں زیادہ قبول ہوگا چونکہ یہ تحفے تحائف والا معاملہ ازواج مطہرات کے حقوق سے متعلق نہیں تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس سے منع بھی نہیں کرتے تھے۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت بھی ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں ان کے لحاف اور بستر میں ہوتا ہوں تو اس وقت بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آیت کریمہ ''انك لا تهدی من احببت۔ الایہ'' جب نازل ہوئی تو اس وقت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے لحاف میں تھی۔

جبکہ ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی دس فضیلتیں بیان کیں ہیں۔

(۱) میں آپ کی کنواری بیوی ہوں، میرے علاوہ اور کوئی زوجہ آپ کی کنواری نہیں تھی۔

(۲) میرے والدین دونوں ہی ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تھے، جبکہ اور کسی زوجہ کو یہ شرف حاصل نہیں۔

(۳) مجھ پر بہتان لگا تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری صفائی اور براءت نازل فرمائی۔

(۴) میں نے جبرئیل امین کو دیکھا ہے۔

(۵) آپ میرے ساتھ ایک لحاف میں ہوتے، اس وقت بھی آپ پر وحی نازل ہوتی۔
(۶) جبرئیل امین میرے نکاح سے پہلے، میری تصویر ایک سبز ریشم میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا کہ یہ آپ کی دنیا اور آخرت کی بیوی ہے۔ (۷) میں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔
(۸) رات کو آپ نوافل پڑھتے تو میں آپ کے سامنے لیٹی ہوتی تھی، سجدے کے وقت آپ میری ٹانگوں کو ایک جانب کر دیتے۔
(۹) آپ کی وفات میری باری میں ہوئی، اس وقت آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا۔
(۱۰) میرے کمرے میں آپ نے اس دنیا سے پردہ فرمایا اور پھر اسی کمرے میں ہی آپ کو دفن کر دیا گیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت عائشہؓ کا حضرت علی سے یہ مطالبہ تھا کہ ان کا قصاص لیا جائے، اسی میں جنگ جمل کا افسوسناک واقعہ پیش آیا، جس میں سینکڑوں صحابہ کرام دونوں طرف سے شہید ہو گئے، یہ ان کی اجتہادی خطا تھی، تاہم پھر بھی حضرت عائشہؓ کو جب یہ واقعہ یاد آتا تو اتنی روتی تھیں کہ آنسوؤں سے آپ کا دوپٹہ گیلا ہو جاتا تھا۔

۱۷ رمضان المبارک ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا، حضرت ابوھریرہؓ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، ان کی وصیت کے مطابق رات کے وقت ان کو دیگر ازواج مطہرات کے ساتھ جنت البقیع میں دفن کیا گیا، اس وقت ان کی عمر ۶۳ سال تھی۔

امام ترمذیؒ نے اس حدیث کی چار سندیں ذکر کی ہیں ایک سند تو حدیث کے شروع میں ہے دوسری سند امام بخاری کے استاد عبداللہ بن عبدالوھاب یہ حدیث حماد بن زید سے روایت کرتے ہیں۔ مگر یہ روایت مرسل نقل کرتے ہیں۔ آخر میں حضرت عائشہؓ کا ذکر نہیں کرتے۔ تیسری سند ابواسامہ والی یہ ہشام سے روایت کرتے ہیں مگر سند ام سلمہ تک پہنچاتے ہیں چوتھی سند سلیمان بن بلال ہیں۔ یہ حدیث ہشام سے روایت کرتے ہیں یہ مفصل حدیث ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي حُسَيْنٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ جِبْرِيلَ جَاءَ بِصُورَتِهَا فِي خِرْقَةِ حَرِيرٍ خَضْرَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هٰذِهِ زَوْجَتُكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ وَقَدْ رَوَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ عَلْقَمَةَ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَقَدْ رَوَى أَبُو أُسَامَةَ

عبد بن حمید، عبدالرزاق، عبداللہ بن عمرو بن علقمہ مکی، ابن ابی حسین، ابن ابی ملیکہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیل امین ایک مرتبہ ایک ریشمی کپڑے میں میری صورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے اور فرمایا کہ یہ (عائشہ) آپ کی دنیا و آخرت میں (ہونے والی) بیوی کی ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف عبداللہ بن عمرو بن علقمہ کی روایت سے جانتے ہیں۔ عبدالرحمن بن مہدی اس حدیث کو عبداللہ بن دینار سے اسی سند سے مرسلاً نقل کرتے ہوئے اس میں حضرت عائشہ کا ذکر نہیں کرتے۔ ابواسامہ بھی ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد

عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنْ هٰذَا

سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

تشریح: روایات میں تعارض: اس حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عائشہؓ کی تصویر سبز ریشم کے کپڑے کے ٹکڑے میں لائے جبکہ اس حدیث کے ایک اور طریق میں ہے کہ جبرئیل امین اپنی ہتھیلی میں حضرت عائشہؓ کی تصویر لائے بظاہر دونوں میں تعارض ہے

جواب اول: ان دونوں روایتوں میں بعض حضرات نے اس طرح تطبیق دی ہے کہ حضرت عائشہؓ کی تصویر ریشم کے سبز کپڑے میں تھی اور کپڑا حضرت جبرئیلؑ کے ہاتھ میں تھا۔

جواب ثانی: یا یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت جبرئیلؑ حضرت عائشہؓ کی تصویر دو بار لائے ہوں ایک بار ریشم کے کپڑے میں اور دوسری مرتبہ اپنی ہتھیلی میں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے مکہ میں نکاح کر لیا تھا پھر سن دو ہجری ماہ شوال میں حضرت عائشہؓ کی رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر نو سال تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ اس حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی فضیلت ثابت ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں ان کی تصویر دکھائی گئی۔ تصویر کا استعمال شرعی ضرورت کے بغیر جائز نہیں پھر یہاں کیسے ممکن ہے؟ ہوسکتا ہے کہ خواب میں تصویر کا یہ واقعہ تصویر کی حرمت سے پہلے کا ہو کیونکہ یہ حرمت تو مدینہ آنے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ تصویر کی حرمت کا حکم اس دنیا میں ہے عالم خواب میں اسے دیکھا جاسکتا ہے۔ بہرحال یہ فضیلت کسی اور زوجہ کو حاصل نہیں ہوئی۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَائِشَةُ هٰذَا جِبْرِيلُ وَهُوَ يُقْرِئُ عَلَيْكِ السَّلَامَ قَالَتْ قُلْتُ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ تَرَى مَا لَا نَرَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

سوید بن نصر، عبداللہ بن مبارک، معمر، زہری، ابوسلمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ (میرے سامنے) یہ جبرائیل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے جواب دیا "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ" آپ وہ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ جِبْرِيلَ يُقْرِئُ عَلَيْكِ السَّلَامَ فَقُلْتُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ

سوید، عبداللہ بن مبارک، زکریا، شعبی، ابوسلمہ بن عبدالرحمن، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے مجھے فرمایا کہ جبرائیل تمہیں سلام کہتے ہیں۔ پس میں نے کہا وَعَلَيْهِ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ یہ حدیث صحیح ہے۔

اللهِ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

تشریح: هٰذَا جِبْرِيلَ يُقْرِئُ عَلَيْكِ السَّلَامَ: اس حدیث سے بھی بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جبرائیل علیہ السلام کا سلام آتا ہے جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اللہ پاک اور جبرائیل علیہ السلام دونوں کا سلام آتا تھا جیسا کہ ماقبل میں روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ گزری ہے۔

تَرٰى مَا لَا نَرٰى: مطلب یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام میرے گھر میں میرے بستر پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وحی لاتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نور نبوت سے دیکھتے تھے جبکہ میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو نہ دیکھتی تھی۔

حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ الرَّبِيعِ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمَخْزُومِيُّ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَا أَشْكَلَ عَلَيْنَا أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثٌ قَطُّ فَسَأَلْنَا عَائِشَةَ إِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

حمید بن مسعدۃ، زیاد بن ربیع، خالد بن سلمہ مخزومی، ابو بردۃ، حضرت ابو موسی سے روایت ہے کہ جب ہم لوگوں یعنی (صحابہ کرام) کو جب بھی کسی حدیث (یا کسی مسئلہ) کے بارے میں اشکال ہوتا تو ہم حضرت عائشہ سے اس کے بارے میں پوچھتے تو اس کے متعلق ہم ان کے پاس ضرور علم پالیتے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

قاسم بن دینار کوفی، معاویہ بن عمرو، زائدہ، عبدالملک بن عمیر، حضرت موسیٰ بن طلحہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ فصیح کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: ان احادیث سے حضرت عائشہ صدیقہ کا علم اور ان کی فضیلت کو بیان کیا گیا کہ صحابہ کرام کو جب کسی مسئلہ کی ضرورت پڑتی تو حضرت عائشہ سے رجوع فرماتے۔

ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی خاتون، عالمہ، فاضلہ اپنے فن میں ماہر اور باکمال ہو تو شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان سے مسائل معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ وَبُنْدَارٌ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَعْمَلَهُ عَلَى جَيْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ قَالَ

ابراہیم بن یعقوب و بندار، یحیٰی بن حماد، عبدالعزیز بن مختار، خالد حذاء، ابو عثمان نہدی، حضرت عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غزوہ ذات السلاسل کے لشکر کا امیر مقرر کیا۔ حضرت عمرو بن عاص فرماتے ہیں جب میں غزوہ سے واپس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ لوگوں میں سے کون

فَأَتَيْتُهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ۔ میں نے پھر پوچھا کہ مردوں میں کون؟ آپ نے فرمایا ان کے والد ابوبکر سے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ عَنْ إِسْمَعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قَالَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ إِسْمَعِيلَ عَنْ قَيْسٍ

ابراہیم بن سعید جوہری، یحیی بن سعید اموی، اسماعیل بن ابی خالد، قیس بن ابی حازم، حضرت عمرو بن عاص روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا لوگوں میں کون آپ کو زیادہ محبوب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ، میں نے پھر پوچھا مردوں میں سے کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے والد یعنی ابوبکر سے یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔ اسماعیل اسے قیس سے روایت کرتے ہیں۔

تشریح: یہ غزوہ ذات السلاسل واقع ہوا۔ اس کو غزوہ ذات السلاسل اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ ایک چشمہ کا نام ہے اس چشمہ پر یہ غزوہ واقع ہوا اسلئے۔ یا مشرکین نے بھاگنے کے بجائے اپنے پاؤں میں بیڑیاں ڈال رکھیں تھیں اسلئے اس کو سلاسل کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ وَفِي الْبَاب عَنْ عَائِشَةَ وَأَبِي مُوسَى هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ هُوَ أَبُو طُوَالَةَ الْأَنْصَارِيُّ مَدِينِيٌّ ثِقَةٌ

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، عبداللہ بن عبدالرحمن بن معمر انصاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا عائشہ کی تمام عورتوں پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کی تمام کھانوں پر فضیلت ہے۔ اس باب میں حضرت عائشہ اور ابوموسیٰ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور عبداللہ بن عبدالرحمن بن معمر کی کنیت ابوطوالہ انصاری مدنی ہے۔ وہ ثقہ ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی مکمل شرح الخیر الشذی ابواب الاطعمۃ جلد ۵ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحٰقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ غَالِبٍ أَنَّ رَجُلًا نَالَ مِنْ عَائِشَةَ عِنْدَ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ فَقَالَ أَغْرِبْ مَقْبُوحًا مَنْبُوحًا أَتُؤْذِي حَبِيبَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، ابواسحاق، حضرت عمرو بن غالب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عمار بن یاسر کی موجودگی میں کسی شخص نے حضرت عائشہ کو برا کہا تو انہوں نے فرمایا کہ مردود اور بدترین آدمی دفع ہو جا کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لاڈلی رفیقہ حیات کو اذیت پہنچاتا

هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: **أَغْرِبْ:** ہٹانا دور کرنا **مَقْبُوحًا مَنْبُوحًا:** اغرب کی ضمیر سے حال ہے۔ دھتکارا ہوا انسان۔

جنگ جمل کے موقع پر حضرت علیؓ نے حضرت عمار بن یاسر اور اپنے بیٹے حسن کو کوفہ میں بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت دیں وہاں جا کر حضرت عمارؓ نے اپنا خطاب یوں شروع کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ دنیا و آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں۔ اور بخاری شریف کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمارؓ نے فرمایا'' ولكن الله ابتلاكم لتتبعوه او اياها'' اس کے بعد فرمایا کہ اس وقت جس معرکہ کا سامنا ہے اس میں حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے درمیان اختلاف ہے، اس میں ہم سب کی آزمائش ہے کہ کون کس کا ساتھ دیتا ہے۔ حضرت علیؓ کا یا حضرت عائشہؓ کا۔ اس میں حضرت عمارؓ گویا اس آیت کی طرف اشارہ کر رہے تھے وقرن فی بیو تکن جس میں ازواج مطہرات کو اپنے گھروں میں رہنے کا حکم دیا گیا تھا۔ تو ان کے سامنے ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو برا بھلا کہا تو انہوں نے اس شخص کو ڈانٹا اور مجلس سے نکال دیا کہ تم انہیں اذیت پہنچانے والی باتیں کرتے ہو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیوی کو ستاتے ہو۔ تم تو دھتکارے ہوئے ہو۔ یہ صحابہ کرامؓ کا کمال تقویٰ تھا کہ آپس کے ظاہری اختلاف کے باوجود بھی کسی کی توہین برداشت نہیں کرتے تھے۔ دلائل کی بناء پر اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے مگر ذاتی عداوت یا کسی کی آبروریزی کرنا جائز نہیں۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زِيَادٍ الْأَسَدِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ يَقُولُ هِيَ زَوْجَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَعْنِي عَائِشَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

بندار، عبدالرحمن بن مہدی، ابوبکر بن عیاش، ابوحصین، عبداللہ بن زیاد اسدی، حضرت عبداللہ بن زید اسدی سے روایت ہے کہ میں نے عمار بن یاسر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت عائشہ دنیا و آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیوی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ أَحَبُّ النَّاسِ إِلَيْكَ قَالَ عَائِشَةُ قِيلَ مِنَ الرِّجَالِ قَالَ أَبُوهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

احمد بن عبدۃ ضبی، معتمر بن سلیمان، حمید، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی محبوب ترین شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ۔ مردوں میں سے پوچھا گیا تو فرمایا ان کے والد (ابوبکر) یہ اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

بَابُ فَضْلِ خَدِيجَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا

ام المومنین حضرت خدیجہؓ: یہ خویلد کی بیٹی ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی زوجہ محترمہ ان کی ولادت ہجرت سے ۶۸ سال قبل ہوئی۔ اور وفات ہجرت سے تین سال قبل ہوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پندرہ سال بڑی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد حضرت ابراہیم

کے علاوہ ان ہی سے تھیں۔ قاسم، عبداللہ رضی اللہ عنہم (لقب، طیب و طاہر) زینب، رقیہ، ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہن انہی کے بطن سے ہوئی۔

حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا غِرْتُ عَلَى أَحَدٍ مِنْ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا غِرْتُ عَلَى خَدِيجَةَ وَمَا بِي أَنْ أَكُونَ أَدْرَكْتُهَا وَمَا ذٰلِكَ إِلَّا لِكَثْرَةِ ذِكْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهَا وَإِنْ كَانَ لَيَذْبَحُ الشَّاةَ فَيَتَتَبَّعُ بِهَا صَدَائِقَ خَدِيجَةَ فَيُهْدِيهَا لَهُنَّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوہشام رفاعی، حفص بن غیاث، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی پر اتنا رشک نہیں آیا جتنا رشک میں نے حضرت خدیجہؓ پر کیا حالانکہ میں نے ان کو نہیں پایا۔ اس رشک کی وجہ صرف اتنی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں بکثرت یاد کرتے اور بکری ذبح کرتے تو حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کو تلاش کر کے ان کو گوشت کا ہدیہ بھیجتے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ابواب البر والصلۃ میں باب ماجاء فی حسن العہد کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا حَسَدْتُ أَحَدًا مَا حَسَدْتُ خَدِيجَةَ وَمَا تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بَعْدَ مَا مَاتَتْ وَذٰلِكَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَّرَهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حسین بن حریث، فضل بن موسیٰ ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے کسی زوجہ رسول پر اتنا رشک نہیں کیا جتنا رشک میں نے حضرت خدیجہؓ پر کیا۔ حالانکہ میرا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کی وفات کے بعد ہوا اس رشک کی وجہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں جنت میں ایسے گھر کی بشارت دی جو موتی سے بنا ہوا ہے۔ نہ اس میں شور و غل ہے نہ ایذاء و تکلیف ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: قَصَبٍ: یاقوت سے جڑا ہوا تازہ موتی جو اندر سے خالی ہو صَخَبَ: چیخ و پکار شور و غل نَصَبَ: تھکاوٹ۔

اس حدیث میں بھی حضرت خدیجہؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ ان کو جنت میں موتی کا محل دیا گیا ہے جس میں نہ شور و غل ہوگا اور نہ تھکاوٹ اور نہ ایذاء ہوگی انتہائی پر سکون اور لطف اندوز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے محبت تھی

إِلَّا بَعْدَ مَا مَاتَتْ: حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح حضرت حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ہوا پھر بھی مجھے ان پر رشک آتا ہے اگر وہ موجود ہوتیں تو میرا رشک ان پر مزید بڑھتا۔

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحٰقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ

ہارون بن اسحاق ہمدانی، عبدۃ، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ خَيْرُ نِسَائِهَا خَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَخَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَفِي الْبَاب عَنْ أَنَسٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

کو فرماتے ہوئے سنا کہ خدیجہ اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بہتر اور مریم بنت عمران اپنے زمانے کی عورتوں میں سب سے بہتر تھیں۔ اس باب میں حضرت انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَسْبُكَ مِنْ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَخَدِيجَةُ بِنْتُ خُوَيْلِدٍ وَفَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

ابوبکر بن زنجویہ، عبدالرزاق، معمر، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے (اتباع واقتداء کرنے) کے لئے چار عورتیں ہی کافی ہیں۔ مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اور فرعون کی بیوی آسیہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: وَخَيْرُ نِسَائِهَا مَرْيَمُ: ھا ضمیر کا مرجع کیا ہے اس میں مختلف قول ہیں۔ یہ ضمیر دو مرتبہ استعمال ہوئی ہے۔ ان دونوں ضمیروں میں چند قول ہیں۔ **اول:** علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ ان دونوں ضمائر کا مرجع دنیا ہے۔

ثانی: علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ پہلی ھا ضمیر سے مراد امت عیسی ہے جس میں حضرت مریم علیہا السلام ہیں اور دوسری ھا ضمیر سے مراد امت محمدیہ ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے اعتبار سے بہترین عورت اور حضرت خدیجہؓ امت محمدیہ کی خواتین میں سے بہترین خاتون ہیں۔

سوال: ''خیر نسائها مریم'' نسائها میں ضمیر مؤنث کی ہے جس کا مرجع پہلے نہیں ہے تو یہ اضمار قبل الذکر لازم آرہا ہے۔

جواب اول: ملا علی قاریؒ نے اسکا جواب یہ دیا ہے کہ یہ ضمیر دنیا کی طرف راجع ہے لہٰذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ عبارت یوں ہوگی ''خیر نساء الدنیا ای فی زمانها مریم'' یعنی زمانے کی عورتوں میں حضرت مریم علیہا السلام دنیا کی ساری عورتوں سے افضل تھیں۔

ثانی: ''خیر نسائها'' خبر مقدم اور مریم مبتدا مؤخر ہے اصل عبارت اس طرح ہے ''مریم خیر نساء زمانها''

ثالث: علامہ توربشتیؒ نے اس کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ ''خیر نسائها مریم'' میں ضمیر امت کی طرف راجع ہے جس امت میں حضرت مریم تھیں اور ''وخیر نسائها خدیجه'' میں ضمیر امت محمدیہ کی طرف راجع ہے فلا تعارض۔ (التعلیق الصبیح ج ۷ ص ۳۶۵)۔

نیز ملا علی قاریؒ نے ان خواتین کے درمیانی فضیلت کا فیصلہ ایک روایت سے کیا ہے وہ روایت یہ ہے ''خدیجة خیر نساء عالمها ومریم خیر نساء عالمها وفاطمة خیر نساء عالمها'' یعنی خدیجہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں سب عورتوں سے بہتر تھیں مریم علیہا السلام اپنے زمانے میں سب عورتوں سے بہتر اور فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانے میں سب عورتوں سے بہتر تھیں۔

بَابُ مَنَاقِبِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

قال الله تعالى ''ازواجه امهتهم''۔ رسول کریم ﷺ نے کئی شادیاں کیں جبکہ اپنی امت کو ایک وقت میں چار بیویاں رکھنے کی اجازت دی ہے لہٰذا اس امت میں عورتوں کے حقوق کی وضاحت اور اس کا اہتمام تمام امتوں سے زیادہ ہے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی تھی اسلئے ان کی تعلیمات میں عورتوں کے حقوق کی وہ تفصیل نہیں مل سکتی جو تفصیل رسول کریم ﷺ کی تعلیمات میں مل سکتی ہے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی تعداد اور نام: رسول کریم ﷺ کی کل ازواج کی تعداد گیارہ ہے جبکہ آپ کی وفات کے وقت ۹ بیویاں موجود تھیں، آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں۔

اول: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا، ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا، ہجرت نبوی سے تین سال پہلے مکہ میں انکا انتقال ہوا۔

ثانی: حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، ان سے مکہ میں رسول کریم ﷺ کا نکاح ہوا تھا ۵۴ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

ثالث: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، ۱۰ نبوی میں ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح مکہ مکرمہ میں ہوا تھا اور مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال یا دوسرے سال میں رخصتی ہوئی، ۵۷ھ میں انکا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں

رابع: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا، ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح ۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا اور ۴۵ھ میں ان کا انتقال ہوا۔

خامس: حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا، ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح ۳ھ میں ہوا چند ماہ بعد ان کا انتقال ہوا **سادس:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح ۴ھ میں ہوا اور حضرت ام سلمہ کا انتقال ۵۹ھ میں ہوا ایک قول کے مطابق ۶۲ھ میں ہوا۔

سابع: حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا، ان سے رسول کریم ﷺ کا نکاح ۵ھ میں ہوا اور ان کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا

ثامن: حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا، ان کے ساتھ رسول کریم ﷺ کا نکاح حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے ذریعہ سے ہوا، نجاشی نے چارسو دینار دیکر نکاح پڑھایا ۴۴ھ میں ام حبیبہ کا مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔

تاسع: حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا، غزوۂ بنی المصطلق میں قید ہو کر آئیں ۶ھ میں یہ غزوہ ہوا، رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور ۵ھ میں ان سے نکاح کیا، انکے خاندان کے سینکڑوں لوگ غلام تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سب کو آزاد کر دیا کہ یہ اب رسول کریم ﷺ کے سسرال بن گئے ہیں ۵۰ھ میں حضرت جویریہ کا انتقال ہوا

عاشر: حضرت میمونہؓ، حضرت ابن عباسؓ کی خالہ تھیں ۷ھ میں رسول کریم ﷺ نے ان سے نکاح کیا، مکہ و مدینہ کے درمیان وادی فاطمہ کے پاس مقام سرف میں نکاح ہوا، اسی جگہ شب زفاف ہوئی اسی جگہ انکا ۵۱ھ میں انتقال ہو گیا اور اسی جگہ برلب سڑک ان کی قبر بنی۔

احدی عشرہ: حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا ۷ھ میں غزوۂ خیبر میں قید ہو گئیں اور رسول کریم ﷺ نے ان کو آزاد کیا اور پھر ان سے خیبر سے واپسی پر راستے میں نکاح کیا، ۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ ان گیارہ ازواج مطہرات میں سے صرف دو یعنی خدیجۃ الکبریٰ اور زینب بنت خزیمہ کا انتقال رسول کریم ﷺ کی موجودگی میں ہوا، باقی ۹ ازواج مطہرات کا انتقال رسول کریم ﷺ کے انتقال

کے بعد ہوا۔ ازواج مطہرات کے علاوہ رسول کریم ﷺ کی چار باندیاں بھی تھیں ان میں سے ایک حضرت ماریہ قبطیہ ہیں جن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور دوسری حضرت ریحانہ، تیسری حضرت جمیلہ اور چوتھی کا نام حضرت نفیسہ تھا۔

تعدد ازواج کی حکمت: رسول کریم ﷺ کی کثرت ازواج پر بھی اعداء اسلام اور ملحدین اعتراض کرتے ہیں کہ اتنی زیادہ شادیاں کرنا دنیا کی محبت اور عیش و عشرت کی علامت ہے ایک نبی کیلئے یہ مناسب نہیں کہ اتنی زیادہ شادیاں کرے؟ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے نفسانی خواہشات کے تحت اتنی شادیاں نہیں کی تھیں بلکہ اسکے اور نیک مقاصد تھے اگر رسول کریم ﷺ صرف خواہش نفس کیلئے شادیاں کرتے تو آپ ﷺ اپنی جوانی کی عمر میں پہلی شادی ایسی خاتون سے نہ کرتے جس کی عمر چالیس سال تھی جو دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں پھر جب تک حضرت خدیجہ ؓ زندہ رہیں تب تک رسول کریم ﷺ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی، حضرت خدیجہ ؓ کی وفات کے بعد بھی آپ ﷺ نے دوسری شادی ایک بیوہ خاتون سے کی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے زیادہ شادیاں خواہش نفس کیلئے نہیں کیں یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی گیارہ بیویوں میں سے صرف ایک زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ ؓ کنواری تھیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ کی جوانی اور پیغمبرانہ طاقت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اس سے بھی زیادہ شادیاں کرتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کے چالیس مردوں کی طاقت عطا فرمائی تھی اس کے باوجود آپ نے چند بیوہ خواتین کے ساتھ اپنے آپ کو روکے رکھا یہ آپ ﷺ کی بڑی قربانی تھی، یہود حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام پر تو زیادہ شادیوں کا اعتراض نہیں کرتے حالانکہ انہوں نے سو سو شادیاں کیں جبکہ رسول کریم ﷺ کی چند شادیوں پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ عرب میں ان شادیوں کا عام رواج تھا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ نے عرب کے جس قبیلہ میں شادی کی وہ قبیلہ اسلام کے قریب ہوا اور اسلام اور مسلمانوں سے ان کی عداوت میں کمی آ گئی یوں بہت سارے لوگ مسلمان ہو گئے حضرت جویریہ ؓ کے نکاح سے انکے خاندان کے تین سو غلام آزاد کر دیئے گئے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ رسول کریم ﷺ ایک عظیم عالمگیر پیغمبر تھے، آپ کی تعلیمات عالم گیر تھیں، گھریلو تعلیمات کو امت کے سامنے پیش کرنے کیلئے ازواج مطہرات کی اشد ضرورت تھی تاکہ ازدواجی زندگی کے مخفی گوشوں سے متعلق عائلی شرعی نظام اور تدبیر منزل سے متعلق تمام پہلو باہر کے معاشرے تک آسانی سے پہنچ جائیں اور چونکہ یہ کام اسلامی نظام اور اسکے مسائل پر مشتمل بہت بڑا اور وسیع تھا جس کو ایک یا دو خواتین آسانی سے سرانجام نہیں دے سکتی تھیں اسلئے عقلی اور شرعی تقاضا تھا کہ اس کام کو سنبھالنے کیلئے خواتین کی اچھی خاصی ایک جماعت ہو، اس مقصد اور اس حکمت کے تحت رسول کریم ﷺ نے کئی شادیاں کیں۔

حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا سَلْمُ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ ثِقَةً عَنِ الْحَكَمِ بْنِ أَبَانَ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ قِيلَ لِابْنِ عَبَّاسٍ بَعْدَ صَلَاةِ الصُّبْحِ مَاتَتْ فُلَانَةُ لِبَعْضِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَجَدَ قِيلَ لَهُ أَتَسْجُدُ هَذِهِ السَّاعَةَ فَقَالَ أَلَيْسَ

عباس عنبری، یحییٰ بن کثیر عنبری ابوغسان، مسلم بن جعفر، حکم بن ابان، حضرت عکرمہ سے روایت ہے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فجر کی نماز کے بعد کہا گیا نبی اکرم کی فلاں بیوی فوت ہوگئی ہیں۔ وہ فوراً سجدے میں گر گئے۔ ان سے کہا گیا آپ اس وقت سجدہ کیوں کر رہے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کیا رسول اللہ نے نہیں فرمایا کہ جب تم کوئی نشانی دیکھو تو سجدہ

قَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمْ آيَةً فَاسْجُدُوا فَأَيُّ آيَةٍ أَعْظَمُ مِنْ ذَهَابِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

کیا کرو پس نبی اکرم کی ازواج مطہرات کے اٹھ جانے سے بڑھ کر کونسی نشانی ہوگی یہ حدیث حسن غریب ہے ہم اس حدیث کوصرف اس سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: یہ ازواج مطہرات میں سے کونسی تھیں بعض نے کہا کہ حضرت صفیہؓ یا حضرت حفصہؓ تھیں چنانچہ فجر کی نماز کے بعد جب حضرت عبداللہ بن عباس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ کی وفات کی اطلاع ملی تو وہ سجدہ میں گر گئے ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے سجدہ کیوں کیا؟ تو جواب دیا کہ اللہ کی نشانی کے ظہور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کا حکم دیا ہے اس لئے میں نے سجدہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا دنیا میں رہنا عذاب سے امن کا ضامن ہے اور ان کا وجود دنیا سے چلے جانے سے امن اور برکت اٹھ گئی اب اللہ کا عذاب بھی آسکتا ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی یاد میں اور زیادہ عبادت میں مشغول ہونا چاہیے تا کہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہیں۔

إِذَا رَأَيْتُمْ آيَةً فَاسْجُدُوا: بعض حضرات نے اس سے صرف سجدہ مراد لیا ہے اور بعض حضرات نے مطلق نماز مراد لی ہے۔ بہر حال دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کی کوئی خوفناک نشانی ظاہر ہو جائے تو اس موقع پر نماز اور دعا میں مشغول ہونا چاہیے۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ سَعِيدٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا كِنَانَةُ قَالَ حَدَّثَتْنَا صَفِيَّةُ بِنْتُ حُيَيٍّ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ بَلَغَنِي عَنْ حَفْصَةَ وَعَائِشَةَ كَلَامٌ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ أَلَا قُلْتِ فَكَيْفَ تَكُونَانِ خَيْرًا مِنِّي وَزَوْجِي مُحَمَّدٌ وَأَبِي هَارُونُ وَعَمِّي مُوسَى وَكَانَ الَّذِي بَلَغَهَا أَنَّهُمْ قَالُوا نَحْنُ أَكْرَمُ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهَا وَقَالُوا نَحْنُ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَنَاتُ عَمِّهِ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ هَاشِمٍ الْكُوفِيِّ وَلَيْسَ إِسْنَادُهُ

حضرت صفیہ بنت حییؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس تشریف لائے مجھے حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ سے ایک بات پہنچی تھی میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ان سے یوں کیوں نہیں کہا کہ تم مجھ سے بہتر کیسے ہو سکتی ہو۔ حالانکہ میرے شوہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ میرے والد ہارونؑ ہیں اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں۔ حضرت حفصہؓ کو یہ بات پہنچی تھی کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہؓ نے کہا تھا کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ اس لئے کہ ہم آپ کی بیویاں بھی ہیں اور چچا کی بیٹیاں بھی۔ اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی روایت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کوصرف ہاشم کوفی کی روایت سے جانتے ہیں۔

حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت صفیہ کو

أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ بَلَغَ صَفِيَّةَ أَنَّ حَفْصَةَ قَالَتْ بِنْتُ يَهُودِيٍّ فَبَكَتْ فَدَخَلَ عَلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ تَبْكِي فَقَالَ مَا يُبْكِيكِ قَالَتْ قَالَتْ لِي حَفْصَةُ إِنِّي بِنْتُ يَهُودِيٍّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكِ لَابْنَةُ نَبِيٍّ وَإِنَّ عَمَّكِ لَنَبِيٌّ وَإِنَّكِ لَتَحْتَ نَبِيٍّ فَفِيمَ تَفْخَرُ عَلَيْكِ ثُمَّ قَالَ اتَّقِي اللهَ يَا حَفْصَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

پتا چلا کہ حضرت حفصہ نے ان کے بارے میں کہا کہ وہ یہودی کی بیٹی ہیں۔ اس پر صفیہ رونے لگیں۔ اتنے میں ان کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے جبکہ وہ رو رہی تھیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا: کیا چیز تمہیں رُلا رہی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حفصہؓ نے مجھے یہودی کی بیٹی کہا ہے۔ اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیٹی ہو تمہارے چچا بھی نبی ہیں اور تم نبی کی بیوی ہو۔ پس وہ (یعنی حفصہ) تم پر کس بات میں فخر کرتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حفصہ اللہ سے ڈرو۔ یہ حدیث سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا مشہور یہودی سردار حی بن اخطب کی بیٹی تھیں اور حی بن اخطب حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھے بہر حال حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا غزوہ خیبر میں قید ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ آئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا انکا پہلا خاوند کنانہ بن ابی حقیق غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا چونکہ سوکنوں کی آپس کی کشمکش ایک غیر اختیاری بشری معاملہ ہے اسلئے حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کی زبان سے صفیہ رضی اللہ عنہا کیلئے ''بنت یہودی'' کا لفظ استعمال ہو گیا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو مخاطب کرتے ہوئے انکی دلجوئی کیلئے فرمایا کہ تیرے پاس تو بہت بڑا اعزاز ہے اور تم کو تین عظمتیں حاصل ہیں (۱) تم حضرت ہارونؑ کی اولاد سے ہو۔ (۲) حضرت موسیٰؑ کی بھتیجی ہو۔ (۳) نبی کی بیوی ہو۔ مرقات میں ہے کہ حضرت حفصہ بنت عمر کو بھی تین انبیاء سے نسبت حاصل تھی۔

اول: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں **ثانی:** حضرت اسحاق علیہ السلام کی بھتیجی ہیں **ثالث:** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ہیں لہٰذا مطلب یہ ہے کہ صفیہ تم غم نہ کرو حفصہ تم سے افضل نہیں بلکہ برابر ہیں۔

اتَّقِي اللهَ يَا حَفْصَةُ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھی سمجھا دیا کہ طعنے غیبت ایذاء رسانی تمہاری شایان شان نہیں اس لئے اس معاملہ میں اللہ سے ڈرو اور زمانہ جاہلیت والی باتیں زبان سے نکالنے میں گریز کرو ایسی باتیں اللہ کو پسند نہیں بعض نے کہا ہے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے ان کو خریدا پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کر لیا ان کی آزادی کو مہر قرار دیا۔ ۵۰ ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔

حضرت صفیہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتی ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے میں نے یہ خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چاند اتر آیا ہے۔ انہوں نے یہ خواب اپنی والدہ کو سنایا وہ ان پر شدید غصہ ہوئیں اور ان کے چہرے پر ایسا سخت تھپڑ مارا جس سے اس کے چہرے پر ایک نشان پڑ گیا اور ساتھ ہی ان کی والدہ نے کہا کہ تم عرب کے بادشاہ کے پاس جانا چاہتی ہو پھر جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آ گئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا یہ نشان دیکھ کر وجہ پوچھی؟ تو انہوں نے سارا واقعہ آپ کو بتایا۔ حضرت صفیہ جب مدینہ منورہ آئیں تو خواتین

ان کو دیکھنے کے لئے آنے لگیں کیونکہ ان کا حسن و جمال بہت مشہور تھا حضرت عائشہؓ بھی ان کو دیکھنے آئیں جب حضرت عائشہؓ واپس ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ''کیف رایت یا عائشة''۔ بتاؤ صفیہ کیسی تھی؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا بس میں نے ایک یہودیہ عورت کو دیکھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی بات نہ کرو صفیہ نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ ان کے بارے میں ایسی بات کرنا مناسب نہیں۔ یہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۵۰ ہجری یا ۵۲ ہجری میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا وَكَانَ الَّذِي بَلَغَهَا أَنَّهُمْ قَالُوا: عربی قواعد کے لحاظ سے أَنَّهُمْ قَالُوا کی جگہ انهن قلن ہونا چاہیے مگر مذکر کے الفاظ اہل بیت کے اعتبار سے ہیں اگرچہ ان سے مراد حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ ہی ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَالِدٍ ابْنُ عَثْمَةَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ يَعْقُوبَ الزَّمْعِيُّ عَنْ هَاشِمِ بْنِ هَاشِمٍ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ وَهْبٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا فَاطِمَةَ عَامَ الْفَتْحِ فَنَاجَاهَا فَبَكَتْ ثُمَّ حَدَّثَهَا فَضَحِكَتْ قَالَتْ فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلْتُهَا عَنْ بُكَائِهَا وَضَحِكِهَا قَالَتْ أَخْبَرَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ يَمُوتُ فَبَكَيْتُ ثُمَّ أَخْبَرَنِي أَنِّي سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ فَضَحِكْتُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن بشار، محمد بن خالد بن عثمہ، موسیٰ بن یعقوب زمعی، ہاشم بن ہاشم، عبداللہ بن وہب نے حدیث کے راوی ہاشم کو بتایا کہ حضرت سلمہ نے اُن کو خبر دی کہ نبی اکرم نے فتح مکہ کے سال حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ رونے لگیں پھر دوبارہ سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگی۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ سے پہلے رونے اور بعد میں ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں فرمایا کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی وفات کی خبر دی جسے سن کر میں رونے لگی پھر فرمایا کہ جنت میں مریم بنت عمران کے علاوہ تم تمام عورتوں کی سرادر ہوگی یہ سن کر میں ہنسنے لگی۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث میں مذکورہ واقعہ کو فتح مکہ کے ساتھ ملانا راوی کا سہو ہے کیونکہ یہ واقعہ یا تو حجۃ الوداع کے زمانے کا ہے یا مرض الموت کے زمانے کا ہے۔ حدیث کے متعلق مباحث ماقبل میں گزر چکی ہیں البتہ ایک سوال اور جواب سمجھ لیں۔

سوال: اس حدیث کی اس باب کیساتھ بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آتی اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی منقبت کا ذکر ہے جس کا ذکر اہل بیت کے باب میں ہونا چاہئے تھا نہ کہ ازواج مطہرات کے مناقب کے ساتھ۔ **جواب اول:** اس بارے میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ روایت ضمنی طور پر اس باب کے تحت آگئی۔ **جوابِ ثانی:** اس روایت میں حضرت فاطمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ام سلمہ کو اپنے رونے اور ہنسنے کی وجہ بتلا کر اپنا حق پورا کر دیا۔ اس سے ازواج مطہرات کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اُمت کے تمام افراد پر ان کا حق پورا کرنا ضروری ہے خواہ وہ افراد خاص ہوں یا عام ہوں۔ **جوابِ ثالث:** اس حدیث کو ذکر کر کے اُس حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں یہ بات ہے کہ حضرت مریم بنت عمران جنت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی

بیوی ہوں گی اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کی فضیلت ثابت ہورہی ہے۔(مرقاۃ ج ۱۱ ص ۷ ۳۴۳)

إِلَّا مَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ: اس استثناء سے کیا مراد ہے۔شارحین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح روایات میں اس استثناء کا ذکر موجود نہیں ہے۔اب مطلب یہ ہوگا کہ حضرت فاطمہ جنت کی تمام عورتوں کی سردار ہیں۔(۲) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استثناء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ذکر فرمایا ہو جب تک آپ کی طرف وحی نہ آئی تھی کہ حضرت فاطمہ دنیا کی تمام عورتوں سے افضل ہیں اور جنت کی سردار ہیں جب وحی آگئی تو اس استثناء کا ذکر ترک کردیا۔

(معارف ترمذی ج ۴ ص ۶۳۲)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ فَدَعُوهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَرُوِيَ هٰذَا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا

محمد بن یحیی، محمد بن یوسف، سفیان، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کیلئے بہتر ہو اور میں اپنے گھر والوں کیلئے تم میں سب سے بہتر ہوں اور جب تمہارا ساتھی مرجائے تو اسے چھوڑ دو (یعنی اس کو برائی سے یاد نہ کرو) یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اور ہشام بن عروہ سے بھی ان کے والد کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرسلاً منقول ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں یہ بتایا جارہا ہے کہ بہترین شخص اللہ کی نظر میں وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو لفظ ''اھلہٖ'' سے مراد اپنی بیویاں اور اولاد ہیں۔بعض نے کہا کہ اس سے رشتہ دار بھی مراد ہیں۔

وَإِذَا مَاتَ صَاحِبُكُمْ: بعض نے کہا کہ صاحب سے مراد شوہر یا بیوی ہے مطلب یہ ہے کہ زوجین میں سے اگر کوئی مرجائے تو اسے اللہ کی رحمت کے حوالے کردو۔بعض نے کہا کہ اس ''صاحب'' سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مراد ہیں کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھ پر حسرت اور افسوس نہ کرنا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ الْوَلِيدِ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبَلِّغُنِي أَحَدٌ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَصْحَابِي شَيْئًا فَإِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَخْرُجَ إِلَيْهِمْ وَأَنَا سَلِيمُ الصَّدْرِ قَالَ عَبْدُ اللهِ فَأُتِيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ فَقَسَّمَهُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص میرے صحابہ کے متعلق میرے سامنے ان کی برائی بیان نہ کرے کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ جب میں ان کی طرف جاؤں تو میرا دل ان کے بارے میں صاف ہو عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ مال لایا گیا تو آپ نے اسے تقسیم کیا اس کے بعد میں بیٹھے

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَيْتُ إِلَى رَجُلَيْنِ جَالِسَيْنِ وَهُمَا يَقُولَانِ وَاللّٰهِ مَا أَرَادَ مُحَمَّدٌ بِقِسْمَتِهِ الَّتِي قَسَمَهَا وَجْهَ اللّٰهِ وَلَا الدَّارَ الْآخِرَةَ فَتَثَبَّتُّ حِينَ سَمِعْتُهُمَا فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهُ فَاحْمَرَّ وَجْهُهُ وَقَالَ دَعْنِي عَنْكَ فَقَدْ أُوذِيَ مُوسَى بِأَكْثَرَ مِنْ هٰذَا فَصَبَرَ. هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَقَدْ زِيدَ فِي هٰذَا الْإِسْنَادِ رَجُلٌ

ہوئے دو آدمیوں کے پاس گیا۔ وہ کہہ رہے تھے اللہ کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تقسیم سے جو انہوں نے کی اس سے نہ تو اللہ کی رضا اور آخرت کا ارادہ نہیں کیا۔ جب میں نے ان کی یہ بات سنی تو میں نے اُسے پھیلایا۔ پس میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا تو آپ کا چہرہ انور سرخ ہو گیا اور آپ نے فرمایا مجھے چھوڑ دو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے زیادہ اذیت پہنچائی گئی۔ لیکن انہوں نے صبر کیا۔ یہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے اور اس سند میں ایک شخص (روای) کا اضافہ ہے۔

أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى وَالْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنِ السُّدِّيِّ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ أَبِي هِشَامٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَائِدَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُودٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مِنْ هٰذَا مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ

روایت کی محمد بن اسماعیل نے انہوں نے عبید اللہ بن موسیٰ سے اور حسین بن محمد سے انہوں نے اسرائیل سے انہوں نے سدی سے انہوں نے ولید بن ابی ہشام سے انہوں نے زید بن زائدہ سے انہوں نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی قسم کی حدیث نقل کی ہے یعنی اس سند کے علاوہ کسی اور سند سے۔

تشریح: اس حدیث میں بھی ازواج مطہرات کی فضیلت بیان کی گئی ہے وہ اس طرح کہ جب میں گھر واپس آؤں تو مجھے ایسی بات نہ بتایا کریں جس سے میرے دل میں تکدر اور ناراضگی پیدا ہو کیونکہ میں گھر سے جب نکلتا ہوں تو میرا دل ہر ایک سے صاف ہوتا ہے اگر کبھی کسی زوجہ سے ایسی بات ہو جائے تو وقتی طور پر ناراضگی ہوتی ہے اور اس کو میں دل میں نہیں رکھتا۔

اس حدیث میں یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان سے دل صاف رکھنا چاہیے خاص کر کے صحابہ اور صحابیات اور ازواج مطہرات کے بارے میں دل صاف رکھنا تو ایمان کا حصہ ہے۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کسی ذمہ دار شخص کے لئے کوئی ایسی ویسی بات کرے تو ذمہ دار کو اطلاع دینا ٹھیک ہے چغلی اور غیبت کے زمرے میں نہیں آتا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جاہل لوگوں سے بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔

بَابُ فَضْلِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَاصِمٍ قَالَ سَمِعْتُ زِرَّ بْنَ

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں تمہارے

حُبَيْشٍ يُحَدِّثُ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ فَقَرَأَ عَلَيْهِ لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَقَرَأَ فِيهَا إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الْحَنِيفِيَّةُ الْمُسْلِمَةُ لَا الْيَهُودِيَّةُ وَلَا النَّصْرَانِيَّةُ وَلَا الْمَجُوسِيَّةُ مَنْ يَعْمَلْ خَيْرًا فَلَنْ يُكْفَرَهُ وَقَرَأَ عَلَيْهِ لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ كَانَ لَهُ ثَانِيًا لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ إِلَّا تُرَابٌ وَيَتُوبُ اللهُ عَلَى مَنْ تَابَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ هٰذَا الْوَجْهِ رَوَاهُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبْزَى عَنْ أَبِيهِ عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ إِنَّ اللهَ أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِأُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ إِنَّ اللهَ تَعَالَى أَمَرَنِي أَنْ أَقْرَأَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ

سامنے قرآن پڑھوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت البینۃ پڑھ کر سنائی۔ اور اس میں اس طرح پڑھا (یعنی اللہ کے نزدیک دین ایک طرف کی ملت ہے نہ کہ یہودیت نہ کہ نصرانیت، نہ کہ مجوسیت اور جو شخص جو نیکی کرے گا اسے ضرور اس کا اجر ملے گا) پھر آپ نے لوان لابن آدم۔ آخر تک پڑھا (یعنی اگر کسی کے پاس مال کی بھری ہوئی ایک وادی بھی ہو تو پھر بھی اسے خواہش ہوگی کہ اسے دوسری بھی مل جائے اور اگر دو ہوں تو تیسری کی خواہش کرے گا۔ اور یہ کہ ابن آدم کا پیٹ مٹی کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں جو توبہ کرتا ہے) یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دوسری سند سے بھی منقول ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمن ابزی اسے اپنے والد سے اور وہ ابی بن کعب سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔ حضرت قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ نبی اکرم نے حضرت ابی کعب سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے سامنے قرآن پڑھوں۔

تشریح: حضرت ابی بن کعبؓ کے حالات اور اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب الزھد باب ماجاء لوکان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثا کے عنوان میں گزر چکی ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ کے سامنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت سنانے کا حکم اللہ کی طرف سے دیا گیا اس کے متعلق بھی تفصیلی حدیث بمع شرح ماقبل میں گزر چکی ہے۔

ترمذی شریف میں دونوں آیتوں کو ذکر کیا گیا۔ پہلی حدیث إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الْحَنِيفِيَّةُ الْمُسْلِمَةُ لَا الْيَهُودِيَّةُ دوسری حدیث لَوْ أَنَّ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِنْ مَالٍ لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ كَانَ لَهُ ثَانِيًا لَابْتَغَى إِلَيْهِ ثَالِثًا

ان دونوں منسوخ آیات سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں یہ احکام منسوخ نہیں ہیں۔

(۱) دین اسلام کے آنے کے بعد دیگر تمام مذاہب اور ادیان باطل ہو گئے۔ (۲) جو شخص نیکی کے اعمال کرے گا تو اسے ان کا بدلہ ضرور دیا جائے گا۔ (۳) دوسری آیت میں انسان کے حریصانہ مزاج کا ذکر ہے کہ اسے دنیا کا مال و دولت جتنا مل جائے وہ مزید کی تلاش میں رہے گا۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْأَنْصَارِ وَقُرَيْشٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعرانہ کے مقام پر جب غزوہ حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو قریش اور قبائل عرب کو بڑے بڑے عطیے دیئے، اور انصار کو کچھ نہ دیا، پس انصار میں چہ میگوئیاں ہوئیں، یہاں تک کہ کہنے والوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وطن اور قوم کی محبت غالب آگئی! اور ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ ہی میں ٹھہر جائیں! چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو حویلی میں جمع کیا، اور ان سے درج ذیل خطاب فرمایا:

''اے انصار کے لوگو! تمہاری یہ کیا چہ میگوئیاں ہیں جو میرے علم میں آئی ہیں؟ اور یہ کیا ناراضگی ہے جو تم اپنے دلوں میں محسوس کر رہے ہو؟ کیا ایسا نہیں ہے کہ میں تمہارے پاس اس حالت میں آیا کہ تم گمراہ تھے، پس اللہ نے تمہیں ہدایت دی؟ اور تم محتاج تھے، پس اللہ نے تمہیں غنی کر دیا؟ اور تم باہم دشمن تھے، پس اللہ نے تمہارے دل جوڑ دیئے؟'' لوگوں نے کہا: کیوں نہیں! بیشک ہم ایسے ہی تھے، اللہ نے اور اس کے رسول نے ہم پر فضل و کرم فرمایا!

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انصار کے لوگو! مجھے جواب کیوں نہیں دیتے؟'' انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم کیا جواب دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''تم چاہو تو سچ کہہ سکتے ہو، اور سچ ہی کہو گے اور تمہاری بات سچ مانی جائے گی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس اس حالت میں آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلایا گیا، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دھتکار دیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محتاج تھے، ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غم خواری کی!'' اے انصار کے لوگو! تم متاع حقیر کی وجہ سے ناراض ہو گئے، جس کے ذریعہ میں نے لوگوں کے دل جوڑے، تا کہ وہ مسلمان ہو جائیں، اور تم کو تمہارے اسلام کے حوالے کر دیا، اے انصار کے لوگو! کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں، اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اپنے ڈیروں میں پلٹو؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے! اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار ہی سے ہوتا۔ اگر سارے لوگ ایک راہ چلیں، اور انصار دوسری راہ، تو میں انصار کی راہ چلوں گا۔ اے اللہ! انصار پر رحم فرما! اور انصار کے بیٹوں، اور انصار کے بیٹوں کے بیٹوں (پوتوں) پر بھی!'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خطاب سن کر انصار اس قدر روئے کہ ڈاڑھیاں تر ہو گئیں، اور وہ کہنے لگے: ہم راضی ہیں کہ ہمارے نصیب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں! اس خطاب کی باتیں اس باب کی روایات میں متفرق طور پر مذکور ہیں، اور دیگر روایات میں بھی ترتیب نہیں ہے، متفرق روایات کو اس عنوان کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الطُّفَيْلِ بْنِ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا الْهِجْرَةُ لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ

بندار، ابو عامر، زہیر بن محمد، عبداللہ بن محمد بن عقیل، طفیل بن ابی بن کعب، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں بھی انصار کا ایک آدمی ہوتا اسی سند سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ سَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَكُنْتُ مَعَ الْأَنْصَارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

فرمایا اگر انصار کسی وادی یا گھاٹی میں چلنے لگیں تو میں انصار کے ساتھ ہوں گا۔ یہ حدیث حسن ہے۔

تشریح: لَكُنْتُ امْرَأً مِنَ الْأَنْصَارِ: تو میں بھی ایک انصار کا آدمی ہوتا اس سے نسب میں تبدیلی کی خواہش یا تمنا کا اظہار مقصود نہیں ہے کیونکہ نسب میں تبدیلی حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب دنیا کے تمام نسبوں اور نسلوں سے اعلیٰ واشرف ہے اس کو چھوڑ کر کسی اور نسب کی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

لہٰذا حدیث الباب میں نسبت کا ذکر ہے کہ اگر اللہ پاک نے ہم کو ہجرت کی عزت نہ دینا ہوتی تو ہم مکہ میں پیدا ہونے کے باوجود اپنے آپ کو مہاجر نہ کہتے بلکہ انصاری کہلاتے چونکہ ہجرت نصرت سے افضل ہے اس لئے اللہ پاک نے ہم کو مکہ میں پیدا کیا اور مدینہ میں ہمارا قیام کرایا اس لئے ہم مہاجر کہلائے اس سے معلوم ہوا کہ مہاجر صحابہ انصار صحابہ سے افضل ہیں قرآن میں بھی اللہ پاک نے مہاجرین کا ذکر انصار سے پہلے کیا کما فی القرآن "من المهاجرين والانصار" لہٰذا مہاجر انصار سے اور انصار باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں۔

بعض حضرات نے کہا کہ آپ کے اس فرمان سے دراصل انصار کا اکرام ہے کہ ہجرت کے بعد نصرت کا اعلیٰ مرتبہ ہے لیکن اس میں ہجرت کی افضلیت اور رتبہ مہاجرین کی برتری کی طرف بھی اشارہ ہے۔ (مرقاۃ ج ۱۱ ج ۴۲۲)

وَادِيًا أَوْ شِعْبًا: یہ راوی کا شک ہے شعب پہاڑی راستے کو کہتے ہیں یہاں پر رائے مراد ہے یعنی معنوی راستہ۔ مطلب یہ ہے کہ سارے جہان کی رائے ایک طرف ہو اور انصار کی رائے دوسری طرف ہو تو میں انصار کی رائے کے موافق رائے دوں گا اور انصار کی رائے کو باقی آراء پر ترجیح دوں گا یہ مطلب نہیں کہ میں انصار کی رائے کی اتباع کروں گا بلکہ سارا جہان رسول کریم ﷺ کا متبع ہے جبکہ رسول کریم ﷺ وحی کے متبع ہیں کما فی القرآن "واتبع ما اوحی الیك من ربك" اور اگر حسی راستہ مراد ہو تو پھر اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی ایسا ہو کہ تم لوگ دو گروہوں میں بٹ کر کسی منزل کی طرف چلو ایک گروہ انصار پر مشتمل ہو اور دوسرا گروہ باقی لوگوں پر تو میں اس گروہ کو اختیار کروں گا جس میں انصار ہوں گے گویا اس میں انصار کی جماعت کی فضیلت کا ذکر ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغَضُهُمْ إِلَّا مُنَافِقٌ مَنْ أَحَبَّهُمْ فَأَحَبَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَأَبْغَضَهُ اللّٰهُ فَقُلْنَا لَهُ أَنْتَ سَمِعْتَهُ مِنَ الْبَرَاءِ

حضرت براء بن عازب ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے سنا یا حضرت براء نے یوں کہا کہ نبی کریم ﷺ نے انصار کے متعلق فرمایا کہ ان سے وہی محبت کرتا ہے جو مومن ہے اور صرف منافق ہی انصار سے بغض رکھتا ہے۔ جو انصار سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتے ہیں اور جو ان سے بغض رکھتا ہے اللہ اس سے بغض رکھتے ہیں حدیث کے راوی شعبہ کہتے ہیں کہ ہم نے عدی بن ثابت سے پوچھا کہ کیا آپ نے یہ حدیث براء سے خود سنی۔ انہوں نے کہا ہاں حضرت براء

فَقَالَ إِيَّايَ حَدَّثَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

نے مجھ ہی سے تو بیان کی۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: انصار سے محبت وہی کرے گا جو کامل مومن ہوگا اور انصار سے بغض وہی کرے گا جو اعتقادی یا عملی منافق ہوگا کیونکہ ایمان اگر چہ دل سے ہے مگر اس کی ظاہری علامات جسم میں موجود ہیں حدیث الباب سے بھی انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز حدیث الباب سے دینی محبت و دینی عداوت مراد ہے، دنیاوی اختلاف مراد نہیں تو مطلب یہ ہوا کہ انصار سے محبت ان کے دین کی وجہ سے وہی کرے گا جو کامل مومن ہوگا اور انصار سے عداوت ان کے دین کی وجہ سے وہی رکھے گا جو منافق ہوگا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ جَمَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاسًا مِنَ الْأَنْصَارِ فَقَالَ هَلُمَّ هَلْ فِيكُمْ أَحَدٌ مِنْ غَيْرِكُمْ فَقَالُوا لَا إِلَّا ابْنَ أُخْتٍ لَنَا فَقَالَ إِنَّ ابْنَ أُخْتِ الْقَوْمِ مِنْهُمْ ثُمَّ قَالَ إِنَّ قُرَيْشًا حَدِيثٌ عَهْدُهُمْ بِجَاهِلِيَّةٍ وَمُصِيبَةٍ وَإِنِّي أَرَدْتُ أَنْ أَجْبُرَهُمْ وَأَتَأَلَّفَهُمْ أَمَا تَرْضَوْنَ أَنْ يَرْجِعَ النَّاسُ بِالدُّنْيَا وَتَرْجِعُونَ بِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى بُيُوتِكُمْ قَالُوا بَلَى فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ وَادِيًا أَوْ شِعْبًا لَسَلَكْتُ وَادِيَ الْأَنْصَارِ وَشِعْبَهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے انصار میں سے چند لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا قریب آ جاؤ کیا تم میں کوئی غیر تو نہیں؟ لوگوں نے کہا ہمارے ایک بھانجے کے علاوہ کوئی نہیں۔ آپؐ نے فرمایا قوم کا بھانجا انہی میں سے ہوتا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ قریش نئی نئی جاہلیت چھوڑ کر مسلمان ہوئے ہیں اور نئی مصیبت سے بھی دوچار ہوئے ہیں (قتل، قید وغیرہ) میں چاہتا ہوں کہ کسی طرح ان کی دل شکنی کا کوئی علاج کروں انہیں اچھا بدلہ دوں اور ان سے الفت کروں۔ کیا تم لوگ اس بات پر راضی نہیں کہ لوگ دنیا لے کر گھروں کو لوٹیں اور تم رسول اللہ کی ساتھ اپنے گھروں کو لوٹو۔ انصار نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر دوسرے لوگ ایک گھاٹی یا وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی یا گھاٹی میں چلیں تو میں انصار کی وادی یا گھاٹی میں چلوں گا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُعَزِّيهِ فِيمَنْ أُصِيبَ مِنْ أَهْلِهِ وَبَنِي عَمِّهِ يَوْمَ الْحَرَّةِ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنَا أُبَشِّرُكَ بِبُشْرَى مِنَ اللهِ إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِذَرَارِيِّ الْأَنْصَارِ

احمد بن منیع، ہشیم علی بن زید بن جدعان، نضر بن انس، حضرت زید بن ارقم سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت انس بن مالک کو خط لکھا وہ ان کو اس مصیبت میں تسلی دے رہے تھے جو ان کے اہل و عیال اور چچازاد بھائیوں کو حرہ کے دن پہنچی تھی چنانچہ حضرت زید نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں آپ کو اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک بشارت اور خوشخبری سناتا ہوں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے

وَلِذَرَارِيِّ ذَرَارِيهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ قَتَادَةُ عَنِ النَّضْرِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ

سنا ہے کہ اے اللہ انصار کی اور ان کی اولاد کی اور ان کی اولاد کی اولاد کی بھی مغفرت فرما۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور روایت کی قتادہ نے نضر بن انس سے انہوں نے زید بن ارقم سے۔

تشریح: واقعہ حرہ کے متعلق بحث ابواب الفتن میں تفصیل سے گزر چکی ہے اس حدیث شریف میں حضرت انسؓ کو تسلی دینے کے لئے حضرت زید بن ارقم نے خط لکھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی جو انصار کی فضیلت میں مذکور تھی۔

حدیث الباب میں تین نسلوں کیلئے دعا دی گئی ہے پہلے درجے والے تو انصار صحابہ کرام ہیں اور دوسرے درجہ والے انصار کے بیٹے تابعین اور تیسرے درجہ والے انصار تابعین کے بیٹے تبع تابعین ہوئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں کیلئے دعا فرمائی جو خیر القرون کا مصداق ہیں یا یہ بھی بعید نہیں کہ بیٹوں اور پوتوں سے ان کی قیامت تک کی نسلیں مراد ہوں جن میں بیٹوں کے ساتھ بیٹیاں بھی شامل ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ وَعَبْدُ الصَّمَدِ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْرِئْ قَوْمَكَ السَّلَامَ فَإِنَّهُمْ مَا عَلِمْتُ أَعِفَّةٌ صُبُرٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عبدۃ بن عبداللہ خزاعی بصری، ابوداؤد وعبدالصمد، محمد بن ثابت بنانی، ثابت بنانی، انس بن مالک، حضرت ابوطلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے مجھ سے فرمایا کہ اپنی قوم کو میرا سلام کہنا۔ کیونکہ میری معلومات کے مطابق وہ لوگ پرہیز گار اور صابر ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَعِفَّةٌ: ''عفیف'' کی جمع ہے پاکباز لوگ مراد ہیں جو ہر قسم کے سوال وفحاشی سے پاک ہوں۔

صُبُرٌ: یہ صابر کی جمع ہے میدان جہاد ودیگر مشکلات میں ثابت قدم اور صبر کرنے والے لوگ مراد ہیں۔

حضرت ابوطلحہ کا نام زید بن سہل بن اسود بن حرام ہے یہ حضرت انسؓ کے سوتیلے باپ اور حضرت ام سلیم کے شوہر ہیں غزوہ بدر اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چالیس سال زندہ رہے ان کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ ۳۴ھ، ۵۰ھ، ۵۱ھ۔ نمازِ جنازہ حضرت عثمانؓ نے پڑھائی۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنِي الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا إِنَّ عَيْبَتِي الَّتِي آوِي إِلَيْهَا أَهْلُ بَيْتِي وَإِنَّ كَرِشِي الْأَنْصَارُ فَاعْفُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ وَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَنَسٍ

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہوجایئے: میرے خاص اور راز دار لوگ جن کی طرف میں لوٹ کر جاتا ہوں، میرے اہل بیت ہیں، اور میرے مخلص اور راز دار دوست انصار ہیں، لہٰذا تم لوگ ان کے برے سے درگذر کرو اور ان کے نیک سے (عذر) قبول کرو۔ یہ حدیث حسن ہے اور اس باب میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ كَرِشِي وَعَيْبَتِي وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ فَاقْبَلُوا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوا عَنْ مُسِيئِهِمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا انصار میرے خاص اور رازدار لوگ ہیں۔ عنقریب لوگ بڑھتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے لہٰذا ان کے نیکوکار سے (لغزش پر عذر) قبول کرلو اور ان کی غلطیوں سے (جبکہ وہ اپنی غلطی پر معقول عذر پیش نہ کرسکے) درگزر کرو۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ دَاوُدَ الْهَاشِمِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي صَالِحُ بْنُ كَيْسَانَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ يُوسُفَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُرِدْ هَوَانَ قُرَيْشٍ أَهَانَهُ اللهُ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

احمد بن حسن، سلیمان بن داؤد ہاشمی، ابراہیم بن سعد، صالح بن کیسان، زہری، محمد بن ابی سفیان، یوسف، حکم، محمد بن سعد، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو قریش کی ذلت چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کردیں گے یہ حدیث غریب ہے عبد بن حمید بھی یعقوب بن ابراہیم بن سعد سے وہ اپنے والد سے وہ صالح بن کیسان سے اور وہ ابن شہاب سے اسی سند سے اسی کی مانند نقل کرتے ہیں۔

تشریح: إِنَّ عَيْبَتِي: چمڑے کا بکس یا تھیلا پتوں کی بنی ہوئی ٹوکری۔ آدمی کے بھید کی جگہ

الكرش: جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھ، یہ دو تشبیہیں دی گئی ہے۔ انصار میرے گھر والے (خاندان) ہیں اور میری اوجھ پیٹھ انصار ہیں۔

حدیث الباب میں خطاب یا تمام امت کو ہے یا خلفاء وامراء سے خطاب ہے کہ اگر کوئی انصاری شخص کسی کے ذاتی معاملہ میں کچھ زیادتی کردے اور وہ انصاری معذرت کرے تو اس کا عذر قبول کرو اگر وہ عذر نہ کرے تو از خود اس کی اچھائیوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کو معاف کردو اور اس سے درگزر کرو کہ یہ ہمارے رسول کریم ﷺ کے میزبان ہیں اس حدیث میں بھی رسول کریم ﷺ کے اہل بیت اور انصار سے محبت کا ذکر ہے۔

وَإِنَّ النَّاسَ سَيَكْثُرُونَ وَيَقِلُّونَ: عرب وعجم کے قبائل جب جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے تو انصار کی تعداد کم پڑ جائے گی اور ان کی تعداد بڑھ جائے گی۔

مُسِيئِهِمْ اور مُحْسِنِهِمْ میں هم ضمیر: کس کی طرف لوٹ رہی ہے۔

ا۔ هم ضمیر انصار اور اہل بیت دونوں کی طرف لوٹ رہی ہے۔

۲۔ یا قرب کی وجہ سے ھم ضمیر تو صرف انصار کی طرف لوٹ رہی ہے اور اس کے مفہوم میں اہل بیت بھی داخل ہوں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ وَالْمُؤَمَّلُ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِي لَا يَبْغَضُ الْأَنْصَارَ رَجُلٌ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، بشر بن سری ومومل، سفیان، حبیب بن ابی ثابت، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ انصار سے وہ شخص بغض نہیں رکھتا جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ طَارِقِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ أَذَقْتَ أَوَّلَ قُرَيْشٍ نَكَالًا فَأَذِقْ آخِرَهُمْ نَوَالًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوکریب، ابویحیی حمانی، اعمش، طارق بن عبدالرحمن، سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ تو نے قریش کو پہلے لوگوں کو (قتل وقحط وغیرہ کے ذریعہ) عذاب کا مزہ چکھایا اب ان کے پچھلے لوگوں کو بخشش اور رحمتوں کا مزہ چکھا۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: ان دونوں احادیث میں انصار کی فضیلت کا بیان ہے۔ اس حدیث میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی کہ اے اللہ جس طرح قریش کے ابتدائی لوگوں کو عبرتناک سزا کا مزہ چکھایا تو ان کے اخیر لوگوں کو بخشش کا مزہ چکھا دے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الْوَرَّاقُ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ

عبدالوہاب وراق، یحیی، اعمش ہم سے روایت کی عبدالوہاب وراق نے انہوں نے یحیی سے اور وہ اعمش سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ جَعْفَرٍ الْأَحْمَرِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَلِنِسَاءِ الْأَنْصَارِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

قاسم بن دینار کوفی، اسحاق بن منصور، جعفر احمر، عطاء بن سائب، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے لئے دعا کی یا اللہ انصار کو اور ان کی اولاد اور ان کی اولاد کی اولاد کو ان کی عورتوں کو بخش دے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح بھی اوپر حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي أَيِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ أَوْ بِخَيْرِ الْأَنْصَارِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَنُو النَّجَّارِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ بَنُو سَاعِدَةَ ثُمَّ قَالَ بِيَدِهِ فَقَبَضَ أَصَابِعَهُ ثُمَّ بَسَطَهُنَّ كَالرَّامِي بِيَدَيْهِ قَالَ وَفِي دُورِ الْأَنْصَارِ كُلِّهَا خَيْرٌ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ هَذَا الْحَدِيثُ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں انصار کے گھروں یعنی قبائل میں سے بہترین قبیلہ نہ بتاؤں یا فرمایا کہ کیا میں تمہیں بہترین انصار کے متعلق نہ بتاؤں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا جی ہاں! کیوں نہیں اے اللہ کے رسول۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبیلہ بنونجار ہیں اور پھر وہ لوگ جوان کے قریب ہیں یعنی بنوعبدالاشھل، پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں یعنی بنوالحارث بن خزرج، پھر وہ لوگ جو ان سے قریب ہیں یعنی بنوساعدہ۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور اپنی انگلیوں کو بند کر کے کھولا جیسے کوئی اپنے ہاتھوں سے کچھ پھینکتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انصار کے تمام گھروں میں خیر اور بھلائی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ انس اس حدیث کو ابوسعید ساعدی اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِي أُسَيْدٍ السَّاعِدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دُورِ الْأَنْصَارِ دُورُ بَنِي النَّجَّارِ ثُمَّ دُورُ بَنِي عَبْدِ الْأَشْهَلِ ثُمَّ بَنِي الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ ثُمَّ بَنِي سَاعِدَةَ وَفِي كُلِّ دُورِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ فَقَالَ سَعْدٌ مَا أَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا قَدْ فَضَّلَ عَلَيْنَا فَقِيلَ قَدْ فَضَّلَكُمْ عَلَى كَثِيرٍ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَأَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ اسْمُهُ مَالِكُ بْنُ رَبِيعَةَ

محمد بن بشار، محمد بن جعفر، شعبہ، قتادہ، انس بن مالک، حضرت ابواسید ساعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار کے گھروں میں سب سے بہتر گھر بنونجار کا ہے پھر بنوعبدالاشھل کا پھر بنو حارث بن خزرج کا پھر بنو ساعدۃ کا اور انصار کے تمام گھروں میں خیر ہے۔ حضرت سعد بن عبادہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو دوسروں پر فضیلت دی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور ابواسید ساعدی کا نام مالک بن ربیعہ ہے۔ ان سے کہا گیا کہ تمہیں بھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سوں پر فضیلت دی ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ بْنِ سَلْمٍ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ

ابوالسائب سلم بن جنادۃ بن سلم، احمد بن بشیر، مجالد، شعبی، حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ دِيَارِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انصار کے گھروں میں سے سب سے بہتر گھر بنو نجار کے ہیں۔ یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ بَشِيرٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ الْأَنْصَارِ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

ابوسائب، احمد، مجاہد، شعبی، حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انصار میں سے بہترین لوگ قبیلہ بنو عبد الاشھل کے لوگ ہیں یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔

تشریح: بِخَيْرِ دُورِ الْأَنْصَارِ أَوْ بِخَيْرِ: ''اى فضل بالنسبة الى غيرهم من اهل المدينة'' انصار کے تمام قبیلوں میں تعمیم بعد التخصیص ہے پہلے تو آپ ﷺ نے خاص خاص قبیلوں کا ذکر فرمایا پھر مجموعی طور پر تمام ہی قبیلوں کے بارے میں فرمایا کہ انصار کے ہی قبائل خیر و بھلائی کی فضیلت رکھتے ہیں اور ان کے سب قبیلے دوسرے اہل مدینہ سے افضل ہیں۔

امام عسقلانیؒ نے فرمایا ہے کہ پہلے جو خیر کا لفظ ہے وہ تو افضل کے معنی میں ہے اور دوسرا خیر ''فضل'' کے معنی میں مستعمل ہوا ہے مطلب یہ ہوا کہ انصار کے تمام قبائل کو خیر و بھلائی حاصل ہے لیکن مراتب کے اعتبار سے ان میں تفاوت ہے کہ پہلے چار قبائل انصار میں زیادہ فضیلت والے اس لئے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ان چار قبائل نے دین عالی کی نصرت اور رسول کریم ﷺ کی خاص خدمت انجام دی ہو۔

بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الْمَدِينَةِ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ سُلَيْمٍ الزُّرَقِيِّ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِحَرَّةِ السُّقْيَا الَّتِي كَانَتْ لِسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ائْتُونِي بِوَضُوءٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ فَقَالَ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ عَبْدَكَ وَخَلِيلَكَ وَدَعَا لِأَهْلِ مَكَّةَ بِالْبَرَكَةِ وَأَنَا عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ أَدْعُوكَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ أَنْ تُبَارِكَ لَهُمْ فِي مُدِّهِمْ وَصَاعِهِمْ مِثْلَيْ مَا بَارَكْتَ لِأَهْلِ مَكَّةَ مَعَ الْبَرَكَةِ

حضرت علی بن ابی طالب سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب آپ "حرہ سقیا" کے مقام پر پہنچے جو سعد بن ابی وقاص کی ملک تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لاؤ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر آپ کھڑے ہوگئے اور قبلہ رخ ہوگئے اور پھر یہ دعا کی کہ اے اللہ ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے اور دوست تھے۔ انہوں نے اہل مکہ کیلئے برکت کی دعا کی تھی۔ میں بھی تیرا بندہ اور رسول ہوں لہٰذا میں تجھ سے اہل مدینہ والوں کیلئے دعا کرتا ہوں کہ ان (اہل مدینہ) کے مد اور صاع میں اس سے دوگنی برکت عطا فرما جو تو نے اہل مکہ والوں کیلئے برکت عطا فرمائی ہے اور ہر برکت کے ساتھ دو برکتیں۔ یہ حدیث حسن صحیح

بَرَكَتَيْنِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ عَائِشَةَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ

ہے اور اس باب میں حضرت عائشہ، عبداللہ بن زید اور ابوہریرہ سے بھی روایت ہے۔

تشریح: اس باب وحدیث میں مدینہ کی فضیلت کا بیان ہے مدینہ نام سے پہلے اس شہر کا نام یثرب تھا۔ یثرب ہونے کی چند وجوہات بیان کی ہیں۔

۱۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس شہر کے ایک حصہ کا نام یثرب ہے اس وجہ سے اس کا نام یثرب پڑ گیا۔

۲۔ قول عمالقہ جب یہاں آباد ہوئی تو اس میں ایک شخص تھا جس کا نام یثرب تھا اس لئے اس کا نام یثرب پڑ گیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں تشریف لائے تو انہوں نے یثرب بدل کر مدینہ رکھا۔

باقی اس حدیث شریف میں جو دعا ذکر کی گئی ہے وہ کتاب الدعوات، باب مایقول اذا رأی الباکورۃ من الثمر میں آ چکی ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا أَبُو نُبَاتَةَ يُونُسُ بْنُ يَحْيَى بْنِ نُبَاتَةَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ وَرْدَانَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ الْمُعَلَّى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

عبداللہ بن ابی زیاد، ابونباتہ یونس بن یحیی بن نباتہ، سلمہ بن وردان، ابوسعید بن المعلی، حضرت علی بن ابی طالب اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ یہ حدیث اس سند سے حسن ضعیف ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَامِلٍ الْمَرْوَزِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ الزَّاهِدُ عَنْ كَثِيرِ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَبِهٰذَا الْإِسْنَادِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هٰذَا خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيمَا سِوَاهُ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِلَّا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رُوِيَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ

محمد بن کامل مروزی، عبدالعزیز بن ابی حازم زاہد، کثیر بن زید، ولید بن رباح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اس سند سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میری مسجد میں ایک نماز مسجد حرام کے علاوہ دوسری کسی مسجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے بہتر ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ متعدد طرق سے مرفوعاً منقول ہے۔

تشریح: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِي رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اس کی شرح میں مختلف اقوال ہیں۔

اول: بعض حضرات کا قول ہے کہ یہ حصہ بھی حجر اسود کی طرح جنت سے اتارا گیا ہے۔

ثانی: بعض نے کہا کہ یہاں تشبیہ مخدوف ہے کہ روضة من ریاض الجنة جنت کے باغ کی طرح ہے۔

ثالث: بعض حضرات نے کہا یہاں مجازی معنی مراد ہے کہ جو شخص اس جگہ درود وسلام اور عبادت کرے گا اسے یہ عمل جنت لے جائے گا۔

اس حدیث کی بقیہ شرح کتاب الصلوۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَيُّوبَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَطَاعَ أَنْ يَمُوتَ بِالْمَدِينَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا فَإِنِّي أَشْفَعُ لِمَنْ يَمُوتُ بِهَا وَفِي الْبَاب عَنْ سُبَيْعَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ الْأَسْلَمِيَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ أَيُّوبَ السَّخْتِيَانِيِّ

بندار، معاذ بن ہشام، ہشام، ایوب، نافع، حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کی طاقت رکھتا ہے کہ وہ مدینہ میں مرے تو اسے چاہیے کہ وہ وہیں پر مرے کیونکہ میں اس شخص کی شفاعت کروں گا جو مدینہ منورہ میں مرے گا۔ اس باب میں سبیغہ بنت حارث اسلمیہ سے بھی منقول ہے۔ یہ حدیث اس سند یعنی ایوب سختیانی کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: جو شخص مدینہ میں ہی رہے اور وہیں فوت ہو جائے تو اس کے لئے بشارت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اس کے لئے خصوصی سفارش فرمائیں گے اسی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي ببلد رسولك"۔ اللہ پاک نے ان کی دعا قبول فرمائی۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا الْمُعْتَمِرُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ مَوْلَاةً لَهُ أَتَتْهُ فَقَالَتْ اشْتَدَّ عَلَيَّ الزَّمَانُ وَإِنِّي أُرِيدُ أَنْ أَخْرُجَ إِلَى الْعِرَاقِ قَالَ فَهَلَّا إِلَى الشَّامِ أَرْضِ الْمَنْشَرِ وَ اصْبِرِي لَكَاعِ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ صَبَرَ عَلَى شِدَّتِهَا وَلَأْوَائِهَا كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَسُفْيَانَ بْنِ أَبِي زُهَيْرٍ وَسُبَيْعَةَ الْأَسْلَمِيَّةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

محمد بن عبدالاعلی، معتمر بن سلیمان، عبیداللہ بن عمر، نافع، حضرت ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ ان کی (آزاد کردہ) لونڈی ان کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا کہ مجھ پر (فقر و تنگدستی کا) سخت وقت آ گیا ہے لہٰذا میں چاہتی ہوں کہ میں عراق چلی جاؤں۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ شام کیوں نہیں چلی جاتی ہو جو ارض محشر ہے۔ پھر اے نادان صبر کیوں نہیں کر لیتی اس لئے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مدینہ منورہ کی سختی اور بھوک پر صبر کیا میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا (فرمایا) شفیع ہوں گا۔ اس باب میں حضرت ابوسعید، سفیان ابی زہیر اور سبیعہ اسلمیہ سے احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں بھی مدینہ میں رہنے اور معاشی تنگی برداشت کرنے کی فضیلت بیان ہو رہی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی آزاد کردہ باندی معاشی تنگی کی بناء پر عراق جانا چاہتی تھی لیکن ابن عمر نے اسے ثابت قدمی کے ساتھ وہیں رہنے کا فرمایا۔

كُنْتُ لَهُ شَهِيدًا أَوْ شَفِيعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ: أَوْ واؤ کے معنی میں ہے اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے قیامت کے دن گواہ اور سفارشی ہونگے۔ اگر ''او'' کو تقسیم کے لئے قرار دیں تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ اہل مدینہ میں سے بعض کے لئے گواہ اور باقی اہل مدینہ کے لئے سفارشی ہوں گے یا مدینہ میں مقیم گنہگاروں کے لئے سفارشی اور مدینہ کے اطاعت گزاروں کے لئے گواہ ہوں گے یا جو اہل مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں وفات پا گئے ان کے لئے گواہ ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد کے لوگوں کے لئے شفیع ہونگے۔

حَدَّثَنَا أَبُو السَّائِبِ حَدَّثَنَا أَبِي جُنَادَةُ بْنُ سَلْمٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آخِرُ قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى الْإِسْلَامِ خَرَابًا الْمَدِينَةُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ جُنَادَةَ عَنْ هِشَامٍ

ابوسائب، ابوجنادۃ بن سلم، ہشام بن عروہ، عروۃ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ منورہ مسلمانوں کے شہروں میں سے سب سے آخر میں ویران ہوگا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف جنادہ کی روایت سے جانتے ہیں اور وہ ہشام سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک پیشین گوئی فرمائی ہے۔ کہ جب تمام شہر اور آبادیاں اجڑ جائیں گی تو سب سے اخیر میں مدینہ بھی بے آباد ہو جائے گا مدینہ کا یہ مقام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کے برکت کی وجہ سے ہے۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْإِسْلَامِ فَأَصَابَهُ وَعَكٌ بِالْمَدِينَةِ فَجَاءَ الْأَعْرَابِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ ثُمَّ جَاءَهُ فَقَالَ أَقِلْنِي بَيْعَتِي فَأَبَى فَخَرَجَ الْأَعْرَابِيُّ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا الْمَدِينَةُ كَالْكِيرِ تَنْفِي خَبَثَهَا وَتُنَصِّعُ طَيِّبَهَا وَفِي الْبَابِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

حضرت جابرؓ سے روایت ہے ایک اعرابی نے نبی اکرمؐ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی پھر مدینہ منورہ میں ہی اسے بخار ہو گیا۔ چنانچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اپنی بیعت ختم کر دیں۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیعت ختم کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ دیہاتی وہاں سے نکل آیا پھر وہ دوبارہ حاضر ہوا اور آ کر کہنے لگا میری بیعت ختم کر دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر انکار کر دیا۔ پھر وہ دیہاتی وہاں سے نکل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مدینہ طیبہ ایک بھٹی کی مثل ہے جو میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ اور طیب (پاکیزہ چیز) کو خالص کر دیتی ہے۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ بھی روایت ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَنَّ أَعْرَابِيًّا بَايَعَ: اعرابی سے کون مراد ہے ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ میں اس کے نام سے واقف نہیں ہوں۔ علامہ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ اس دیہاتی کا نام قیس بن ابی حازم ہے لیکن یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ جب یہ مدینہ پہنچے تو

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو چکی تھی۔

أَقِلْنِي بَيْعَتِي: اس بیعت سے کون سی بیعت مراد ہے۔ **اول:** ظاہر حدیث سے تو یہی معلوم ہو رہا ہے کہ یہ بیعت اسلام تھی۔ اسے وہ شخص توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ثانی: یا ہجرت پر بیعت مراد ہے وہ شخص مدینہ منورہ پر رہنے کی بیعت کو توڑنا چاہ رہا تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نعوذ باللہ مرتد ہو رہا تھا اگر ایسی صورت ہوتی تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی نہ آتا۔ اصل بات یہ تھی کہ اس کو بخار تھا اور وہ مدینہ سے جانے کی اجازت لے رہا تھا جیسا کہ جو کوئی شخص کہیں جانا چاہ رہا ہوتا تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر جاتا تھا تو یہ شخص بھی جانے کی اجازت لے رہا تھا۔ بعد میں جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم ہوا کہ وہ چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ لوہے کی بھٹی کی طرح ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے اسی طرح مدینہ بھی اپنے ہاں سے برے بندوں کو نکال دیتا ہے۔

سوال: منافقین تو مدینہ میں رہتے تھے انہیں تو بھٹی نے صاف نہیں کیا اور نہ ہی انہیں نکالا گیا۔

جواب: منافقین مدینہ میں ابتداء ہی سے آباد تھے وہ اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی محبت کی وجہ سے مدینہ میں نہیں رہتے تھے۔ حدیث میں ایسے لوگوں کا نکلنا مراد نہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اسلام کی وجہ سے مدینہ کی رہائش کو اختیار کیا۔ پھر ان کے دل میں کوئی فتور اور فساد آ گیا ہو تو مدینہ ایسے لوگوں کو نکال دیتا ہے۔

حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ لَوْ رَأَيْتُ الظِّبَاءَ تَرْتَعُ بِالْمَدِينَةِ مَا ذَعَرْتُهَا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حَرَامٌ وَفِي الْبَابِ عَنْ سَعْدٍ وَعَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ وَأَنَسٍ وَأَبِي أَيُّوبَ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ وَرَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ وَسَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ نَحْوُ حَدِيثُ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

انصاری، معن، مالک، قتیبہ، مالک، ابن شہاب، سعید بن مسیب، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں کسی ہرن کو بھی مدینہ منورہ میں چرتے ہوئے دیکھ لوں تو اس کو خوف زدہ نہ کروں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دو پتھریلی زمینوں کے درمیان حرم ہے۔ اس باب میں حضرت سعد، عبداللہ بن زید، اور سہل بن حنیف سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ حَدَّثَنَا الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَلَعَ لَهُ أُحُدٌ فَقَالَ هٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ حَرَّمَ مَكَّةَ وَإِنِّي أُحَرِّمُ مَا

قتیبہ، مالک، انصاری، معن، مالک، عمرو بن ابی عمرو، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو احد پہاڑ نظر آیا تو ارشاد فرمایا کہ یہ ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم بھی اسے محبوب رکھتے ہیں۔ اے اللہ ابراہیم نے مکہ کو حرم بنایا اور میں دو پتھریلی زمینوں کے درمیان

بَيْنَ لَابَتَيْهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

یعنی مدینہ منورہ کو حرم ٹھہراتا ہوں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

تشریح: حرم مکہ و مدینہ کا تفصیلی حکم کتاب الحج کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عِيسَى بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ غَيْلَانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْعَامِرِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَرِيرٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَيَّ هَؤُلَاءِ الثَّلَاثَةِ نَزَلْتَ فَهِيَ دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِينَةَ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قِنَّسْرِينَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ الْفَضْلِ بْنِ مُوسَى تَفَرَّدَ بِهِ أَبُو عَامِرٍ

حسین بن حریث، فضل بن موسی، عیسیٰ بن عبید، غیلان بن عبداللہ عامری، ابوزرعہ بن عمرو بن جریر، حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل کی کہ ان تین جگہوں میں سے جہاں بھی جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہریں گے وہی دارالہجرہ ہوگا۔ مدینہ، بحرین اور قنسرین۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف فضل بن موسیٰ کی روایت سے جانتے ہیں۔ اس روایت کے ساتھ ابوعامر منفرد ہیں۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَصْبِرُ عَلَى لَأْوَاءِ الْمَدِينَةِ وَشِدَّتِهَا أَحَدٌ إِلَّا كُنْتُ لَهُ شَفِيعًا أَوْ شَهِيدًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ أَخُو سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ

محمود بن غیلان، فضل بن موسی، ہشام بن عروہ، صالح بن ابی صالح، ابوصالح، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص مدینہ کی بھوک اور سختی برداشت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا شفیع یا (فرمایا) گواہ ہوں گا۔ یہ حدیث اس سند سے حسن غریب ہے اور صالح بن ابی صالح، سہیل بن ابی صالح کے بھائی ہیں۔

تشریح: دَارُ هِجْرَتِكَ الْمَدِينَةَ أَوِ الْبَحْرَيْنِ أَوْ قِنَّسْرِينَ: اولاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین شہروں میں سے کسی ایک کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا۔ پھر بعد میں مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔

بحرین سے کونسا شہر مراد ہے اس بارے میں تین قول ہیں۔ **اول:** بصرہ اور عمان کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔

ثانی: اس سے یمن کا شہر مراد ہے۔ **ثالث:** عمان کا ایک جزیرۃ مراد ہے۔

قنسرین شام کا ایک شہر ہے۔ اس باب کی آخری حدیث میں مدینہ میں رہنے والوں کے لئے شفاعت کا بیان ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ مَكَّةَ

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ

قتیبہ، لیث، عقیل، زہری، ابوسلمہ، حضرت عبداللہ بن عدی بن

الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ ابْنِ حَمْرَاءَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاقِفًا عَلَى الْحَزْوَرَةِ فَقَالَ وَاللهِ إِنَّكِ لَخَيْرُ أَرْضِ اللهِ وَأَحَبُّ أَرْضِ اللهِ إِلَى اللهِ وَلَوْلَا أَنِّي أُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ وَقَدْ رَوَاهُ يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ نَحْوَهُ وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدِيثُ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَدِيِّ ابْنِ حَمْرَاءَ عِنْدِي أَصَحُّ

حمرا سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حزورہ کے مقام پر کھڑے ہوئے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم اے مکہ تو اللہ کی ساری زمین سے بہتر ہے اور اللہ کے نزدیک پوری زمین سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مجھے تم سے نکالا نہ جاتا تو میں تم سے کبھی نہ نکلتا۔ یہ حدیث حسن غریب صحیح ہے۔ یونس نے زہری سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔ محمد بن عمرو اسے ابوسلمہ سے وہ ابوہریرہؓ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ زہری کی ابوسلمہ سے عبداللہ بن عدی بن حمرا کے واسطے منقول حدیث میرے (یعنی امام ترمذی) کے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَأَبُو الطُّفَيْلِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَكَّةَ مَا أَطْيَبَكِ مِنْ بَلَدٍ وَأَحَبَّكِ إِلَيَّ وَلَوْلَا أَنَّ قَوْمِي أَخْرَجُونِي مِنْكِ مَا سَكَنْتُ غَيْرَكِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

محمد بن موسیٰ بصری، فضل بن سلیمان، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، سعید بن جبیر و ابوالطفیل، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے فرمایا تو کتنا اچھا شہر ہے اور مجھے کتنا عزیز ہے اگر مجھے میری قوم یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے علاوہ کہیں نہ ٹھہرتا۔ یہ حدیث مبارکہ اس سند سے حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: علماء کرام میں یہ بحث اختلافی ہے کہ مکہ افضل ہے یا مدینہ! بعض نے مکہ کو افضل قرار دیا کیونکہ وہاں مسجد حرام ہے اور اس میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ملتا ہے اور بعض نے مدینہ کو افضل کہا ہے کیونکہ مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ ہے بہرحال دونوں فضیلت کی جگہیں ہیں البتہ دونوں کی جہات فضیلت مختلف ہیں۔

بَابُ فِي فَضْلِ الْعَرَبِ

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو بَدْرٍ شُجَاعُ بْنُ الْوَلِيدِ عَنْ قَابُوسَ بْنِ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ

محمد بن یحییٰ ازدی و احمد بن منیع، ابوبدر شجاع بن ولید، قابوس بن ابی ظبیان، ابوظبیان، حضرت سلمان سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے سلمان مجھ سے بغض نہ رکھنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے میں نے

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا سَلْمَانُ لَا تَبْغَضْنِي فَتُفَارِقَ دِينَكَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ أَبْغَضُكَ وَبِكَ هَدَانَا اللهُ قَالَ تَبْغَضُ الْعَرَبَ فَتَبْغَضُنِي هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَدْرٍ شُجَاعِ بْنِ الْوَلِيدِ

عرض کیا یارسول اللہ میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے ذریعے ہدایت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم عرب سے بغض رکھو گے تو گویا مجھ سے بغض رکھو گے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ابوبدر بن شجاع بن ولید کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ چونکہ ایران سے تعلق رکھتے تھے عرب میں جب رہنے لگے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حفظ ماتقدم کے طور پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ تم فارسیت اور عربیت کا فرق نہ کرنا اور اہل عرب سے نفرت اور بغض نہ رکھنا ورنہ مجھ سے بغض رکھنا شمار ہوگا۔

كَيْفَ أَبْغُضُكَ: حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں حالانکہ آپ کے ذریعہ ہم کو ہدایت ملی ہے جب انسان اپنے والدین سے عداوت نہیں کرتا جن سے جسم حاصل ہوا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو ہم کو ایمان، قرآن، بلکہ رحمان ملا ہے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسے بغض رکھ سکتا ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل عرب سے اس لئے بغض رکھنا کہ وہ عرب ہیں تو یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض ہے جبکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عربی اور قرآن بھی عربی ہے اہل جنت کی زبان بھی عربی جیسا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة عربی'' الحاصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہر چیز سے محبت رکھنا ایمان کی اور بغض رکھنا کفر کی علامت ہے۔ اہل عرب کی کوتاہیوں سے حتی الوسع صرف نظر کرتے ہوئے عفو ودرگزر کیا جائے اور برداشت کیا جائے تا کہ دل میں ان کی نفرت اور بغض پیدا نہ ہو۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ طَارِقِ بْنِ شِهَابٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ حُصَيْنِ بْنِ عُمَرَ الْأَحْمَسِيِّ عَنْ مُخَارِقٍ وَلَيْسَ حُصَيْنٌ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْقَوِيِّ

عبد بن حمید، محمد بن بشر عبدی، عبداللہ بن عبداللہ بن اسود، حصین بن عمر الاحمسی، مخارق بن عبداللہ، طارق بن شہاب، حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص عربوں کو دھوکہ دے گا وہ میری شفاعت میں داخل نہیں ہوگا اور اسے میری محبت نصیب نہیں ہوگی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف حصین بن عمرا حمسی عن مخارق کی روایت سے جانتے ہیں۔ وہ مخارق سے روایت کرتے ہیں حصین بن عمر محدثین (رحمہم اللہ) کے نزدیک زیادہ قوی نہیں۔

تشریح: مَنْ غَشَّ الْعَرَبَ: ''ای خانهم وقال شارح ای ابغضهم غش العرب'' غش کے لفظی معنی ملاوٹ

کرنے کے ہیں یہاں عرب کے بارے میں دل میں کھوٹ رکھنا، عداوت رکھنا، ان سے خیانت کرنا مراد ہے۔ شارح نے کہا ہے کہ اس سے مراد اہل عرب سے بغض رکھنا ہے۔

لَمْ يَدْخُلْ فِي شَفَاعَتِي: شفاعت سے مراد شفاعت صغریٰ ہے یعنی خصوصی شفاعت بخش مراد ہے شفاعت کبریٰ جو کہ ہر امتی کے لئے ہوگی وہ مراد نہیں۔

وَلَمْ تَنَلْهُ مَوَدَّتِي: ''ای لم تصبه محبتی ایاہ او لم تصل'' یعنی وہ میری محبت تک نہیں پہنچ سکتا یا اس کو میری دوستی کا مرتبہ حاصل نہیں ہوگا کہ میں اس کو اپنا دوست رکھوں یا آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ اس شخص کو کبھی یہ سعادت حاصل نہیں ہوسکتی کہ وہ مجھے اپنا دوست و محبوب رکھے یا میری محبت کا ذائقہ (جو ہر امتی کو نبی سے ہوتی ہے) نہیں چکھ سکے گا یا وہ دعویٰ محبت میں جھوٹا ہے۔ بہر حال ان صورتوں میں کامل محبت کی نفی مراد ہے۔

عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ بِذَاكَ الْقَوِيِّ: امام ترمذیؒ کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ حصین بن عمر چونکہ روایت حدیث میں قوی نہیں سمجھے جاتے اسلئے ان کی روایت کردہ یہ حدیث ضعیف کہلائے گی اور فضائل میں ضعیف حدیث بھی معتبر مانی جاتی ہے اور دوسرا یہ کہ اس حدیث کی تائید بہت ساری احادیث سے ہوتی ہے جو تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں مثلاً حاکم کی حدیث ہے کہ ''حب العرب ایمان وبغضهم کفر فمن احب العرب فقد احبنی ومن ابغض العرب فقد ابغضنی'' (عرب سے محبت ایمان اور ان سے بغض کفر ہے جس نے عرب سے محبت کی پس تحقیق اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے عرب سے بغض رکھا پس تحقیق اس نے مجھ سے بغض رکھا)۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۷)

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي رَزِينٍ عَنْ أُمِّهِ قَالَتْ كَانَتْ أُمُّ الْحُرَيْرِ إِذَا مَاتَ أَحَدٌ مِنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْهَا فَقِيلَ لَهَا إِنَّا نَرَاكِ إِذَا مَاتَ رَجُلٌ مِنَ الْعَرَبِ اشْتَدَّ عَلَيْكِ قَالَتْ سَمِعْتُ مَوْلَايَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ هَلَاكُ الْعَرَبِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي رَزِينٍ وَمَوْلَاهَا طَلْحَةُ بْنُ مَالِكٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ سُلَيْمَانَ بْنِ حَرْبٍ

یحیی بن موسی، سلیمان بن حرب، حضرت محمد بن ابی رزین اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ ام الحریر کا یہ حال تھا کہ جب کوئی عربی فوت ہوجاتا تو ان پر یہ حادثہ سخت گذرتا تھا، (یعنی بہت غمگین ہوجاتی تھیں) ان سے کہا گیا ہم تمہیں یوں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی عربی مرجاتا ہے تو یہ تم پر سخت گزرتا ہے، ام الحریر فرمانے لگیں، میں نے اپنے آقا طلحہ بن مالک خزاعی کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے قریب ہونے کی ایک علامت مسلمان عربوں کا ہلاک ہونا بھی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف سلیمان بن حرب کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: الْعَرَبِ: ''ای مسلمهم او جنسهم'' اہل عرب سے مراد یا تو مسلمان عرب ہیں یا جنس عرب ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب اہل عرب اس دنیا سے اٹھ جائیں گے تو سمجھو کہ قیامت آ گئی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام ملکوں سے آخر میں ملک عرب فنا

ہوگا نیز اس حدیث میں اشارہ ہے کہ عرب کو قیادت وسیاست کا مقام حاصل ہے تمام غیر عرب انکے تابع ہیں۔(مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۷)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْأَزْدِيُّ حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ حَدَّثَتْنِي أُمُّ شَرِيكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَفِرَّنَّ النَّاسُ مِنَ الدَّجَّالِ حَتَّى يَلْحَقُوا بِالْجِبَالِ قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ يَا رَسُولَ اللهِ فَأَيْنَ الْعَرَبُ يَوْمَئِذٍ قَالَ هُمْ قَلِيلٌ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

محمد بن یحیی ازدی، حجاج بن محمد، ابن جریج، ابوزبیر، جابر بن عبد اللہ، حضرت ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لوگ ضرور دجال سے بھاگیں گے یہاں تک کہ وہ پہاڑوں میں جا چھپیں گے۔ ام شریک نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ تھوڑے ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: قَالَتْ أُمُّ شَرِيكٍ: ام شریک نے یہ سوال کیا کہ عرب کے لوگ جن کا کام صرف جہاد کرنا ہے کیا وہ اس وقت نہیں ہوں گے ''فان'' میں فا شرط محذوف کی جزا ہے مطلب یہ ہوگا کہ جب یہ حال ہوگا تو عرب کہاں ہوں گے۔ ام شریک انصاری ہیں ان کا تعلق لدی بن غالب سے ہے تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت عرب اتنے تھوڑے ہوں گے کہ جہاد کی قدرت نہیں رکھیں گے اس سے معلوم ہوا کہ جہاد کے لئے قدرت شرط ہے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدَبٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَامٌ أَبُو الْعَرَبِ وَيَافِثُ أَبُو الرُّومِ وَحَامٌ أَبُو الْحَبَشِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَيُقَالُ يَافِثُ وَيَافِتُ وَيَفَثُ

بشر بن معاذ عقدی، یزید بن زریع، سعید بن ابی عروبہ، قتادہ، حسن، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سام عرب کے باپ، یافث رومیوں کے باپ اور حام حبشیوں کے باپ ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے اور یافث کو یافت یعنی یفت بھی کہتے ہیں۔

تشریح: حضرت نوح علیہ السلام کے تین صلبی بیٹے ہیں۔ سام! عربوں کے جدامجد ہیں۔ حام! حبشیوں کے جدامجد ہیں اور یافث! اہل روم کے جدامجد ہیں۔ اس حدیث کی مکمل شرح ماقبل سورۃ والصافات کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْعَجَمِ

حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ حَدَّثَنَا صَالِحُ بْنُ أَبِي صَالِحٍ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ ذُكِرَتِ الْأَعَاجِمُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سفیان بن وکیع، یحیی بن آدم، ابوبکر بن عیاش، صالح بن ابی صالح مولیٰ عمرو بن حریث، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے عجمیوں کا ذکر کیا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (دین کی طلب میں) مجھے ان

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَأَنَا بِهِمْ أَوْ بِبَعْضِهِمْ أَوْثَقُ مِنِّي بِكُمْ أَوْ بِبَعْضِكُمْ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَيَّاشٍ وَصَالِحُ بْنُ مِهْرَانَ مَوْلَى عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ

عجمی لوگوں پر یا ان میں سے بعض پر، تم سب عربوں سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ اعتماد ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف ابوبکر بن عیاش کی روایت سے جانتے ہیں صالح وہ مہران کے بیٹے اور عمرو بن حریث کے مولیٰ ہیں۔

تشریح: أَوْثَقُ مِنِّي بِكُمْ أَوْ بِبَعْضِكُمْ: حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان عجمی لوگوں پر یا ان میں سے بعض پر تم سب عربوں سے یا تم میں سے بعض سے زیادہ اعتماد ہے۔

اس کی شرح میں علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ فرمان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مطلق تمام صحابہ کرامؓ کے متعلق نہیں فرمایا بلکہ وہ لوگ جن کو جہاد اور راہ خدا میں صدقہ کرنے کا حکم دیا تو انہوں نے سستی دکھائی اور لاپروائی کا معاملہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سمجھانے کے لئے ان کے سامنے عجمی لوگوں کی مثال دی۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ عمومی طور پر عربی لوگ عجمی لوگوں سے افضل ہیں لیکن کبھی ایسا ہو سکتا ہے کہ بعض ایسی صفات جو عجمیوں میں پائی جاتی ہیں عربوں میں نہیں پائی جاتی۔ یہ ایک جزوی فضیلت ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی تشریح میں سرے سے یہ کہنا کہ اس میں عجمی لوگوں کی فضیلت کا بیان بالکل مقصود نہیں درست نہیں چنانچہ حدیث کا ظاہری اسلوب ہی بتلا رہا ہے کہ بعض امور بعض صفات میں غیر عرب میں بعض عربوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنِي ثَوْرُ بْنُ زَيْدٍ الدِّيلِيُّ عَنْ أَبِي الْغَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ أُنْزِلَتْ سُورَةُ الْجُمُعَةِ فَتَلَاهَا فَلَمَّا بَلَغَ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ قَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا رَسُولَ اللهِ مَنْ هٰؤُلَاءِ الَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِنَا فَلَمْ يُكَلِّمْهُ قَالَ وَسَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ فِينَا قَالَ فَوَضَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى سَلْمَانَ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ بِالثُّرَيَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ. هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَقَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علی بن حجر، عبداللہ بن جعفر، ثور بن زید دیلی، ابوالغیث، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ جب سورت جمعہ نازل ہوئی تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سورت پڑھی جب (وَآخَرِينَ مِنْهُمْ) پر پہنچے تو ایک آدمی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون ہیں جو ہم سے ابھی نہیں ملے؟ آپ خاموش رہے۔ راوی فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی بھی ہم میں موجود تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ حضرت سلمان فارسی پر رکھا اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر بھی ہوتا تو بھی اس قوم میں سے کچھ لوگ اسے حاصل کر لیتے۔ یہ حدیث حسن ہے اور کئی سندوں سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً منقول ہے۔

تشریح: اس حدیث کی شرح ابواب التفسیر سورۃ جمعہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

بَابٌ فِي فَضْلِ الْيَمَنِ

۱۔یمن یمین سے ماخوذ ہے۔یہ ان شہروں اور بستیوں کو کہا جاتا ہے جن کا محل وقوع خانہ کعبہ کے دائیں سمت ہے۔
۲۔یا یہ یمن سے بنا ہے بمعنی برکت چونکہ یہ متبرک علاقہ ہے اس لئے یمن کہا جاتا ہے۔
۳۔بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جب بابل شہر سے لوگ منتشر ہوئے تو بعض لوگ بیعت اللہ کے دائیں طرف اور بعض لوگ بائیں طرف آباد ہوئے دائیں طرف والوں کو یمن اور بائیں طرف والوں کو شام کہا جاتا ہے۔
۴۔عربوں کے جدامجد کا نام یمن بن قحطان تھا جو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد میں سے تھے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق یمن سے ہوا اس سے معلوم ہوا کہ عربوں کے جدامجد کے نام پر ملک کا نام یمن رکھا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا عِمْرَانُ الْقَطَّانُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَظَرَ قِبَلَ الْيَمَنِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ عِمْرَانَ الْقَطَّانِ

عبداللہ بن ابی زیاد، ابوداؤد طیالسی، عمران قطان، قتادہ، انس، حضرت زید ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف دیکھا اور یہ دعا کی: اے اللہ! ان کے دلوں کو (ہماری طرف) متوجہ فرمادے اور ہمارے لیے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرمادے۔یہ حدیث حضرت زید بن ثابت کی روایت سے حسن غریب ہے۔ہم اس کو صرف عمران قطان کی روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: اللّٰهُمَّ أَقْبِلْ بِقُلُوبِهِمْ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل یمن کے لئے دعا اس وجہ سے فرمائی کہ اہل مدینہ کا اناج وغیرہ یمن سے آتا تھا اسی وجہ سے ان کے صاع اور مد میں برکت کی دعا فرمائی۔

وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَمُدِّنَا: صاع اور مد دو پیمانے ہیں جن کے ذریعے غلہ کا لین دین ہوتا ہے صاع میں تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ آتا تھا اور مد اس کا چوتھائی ہے اور یہاں ''صاع اور مد'' میں برکت کی دعا فرمائی گئی ہے گویا ظرف بول کر مظروف مراد لیا گیا ہے۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ

قتیبہ، عبدالعزیز بن محمد، محمد بن عمرو، ابوسلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے پاس اہل یمن آئے ہیں جو بہت کمزور دل اور نرم طبیعت والے ہیں۔ایمان بھی یمن سے نکلا ہے اور حکمت بھی یمن ہی سے نکلی ہے۔اس باب میں حضرت ابن

يَمَانِيَةٌ وَفِي الْبَاب عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

عباس اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: أَرَقُّ أَفْئِدَةً: ''الرقة ضد القساوة والغلظة'' اس کے معنی نرمی اور شفقت کے ہیں جو قساوت یعنی سنگ دلی اور بے رحمی کی ضد ہے۔ ''افئدة'' فواد کی جمع ہے جس کے معنی دل کے ہیں بعض نے کہا ''فواد'' دل کے باطن کو کہتے ہیں بعض نے کہا کہ ظاہر دل پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

قُلُوبًا: اسکا مطلب یہ ہے کہ اہل یمن نصیحت کو بہت جلد قبول کر لیتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق فرماتے ہیں کہ ''افئدة'' کے معنی دل کے ہیں اور قلوب قلب کی جمع ہے جس کے معنی ہیں پلٹنا یعنی ایک حالت کو چھوڑ کر دوسری حالت کی طرف آنا بعض نے فواد اور قلب کا معنی ایک ہی کیا ہے اس لئے کہا جائے گا دونوں کا ذکر تاکید کیلئے ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حُبَابٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا أَبُو مَرْيَمَ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ وَالْقَضَاءُ فِي الْأَنْصَارِ وَالْأَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ وَالْأَمَانَةُ فِي الْأَزْدِ يَعْنِي الْيَمَنَ

احمد بن منیع، زید بن حباب، معاویہ بن صالح، ابومریم انصاری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خلافت وحکومت قریش میں ہے، قضاء انصار میں ہے، اذان حبشہ میں ہے، امانت ازد میں ہے یعنی یمن (کے لوگوں) میں ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَرْفَعْهُ وَهٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ زَيْدِ بْنِ حُبَابٍ

ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے عبدالرحمن بن مہدی انہوں نے معاویہ بن صالح انہوں نے ابومریم انصاری اور وہ ابوہریرہؓ اسی کی مانند حدیث نقل کرتے ہوئے اسے مرفوع نہیں کرتے یہ حدیث زید بن حباب کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: اَلْمُلْكُ فِي قُرَيْشٍ: خلافت اور حکومت کا نظام قریش میں رہے گا جب تک کہ وہ اسلام کے احکام پر عمل پیرا ہوں گے اس کی تفصیلی بحث ابواب الفتن باب الخلفاء من قریش کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

وَالْقَضَاءُ فِي الْأَنْصَارِ: قضاء سے کیا مراد ہے؟

عند البعض اس سے نگرانی مراد ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک قبیلہ کا ایک نگران مقرر کر رکھا تھا اس کے ذمہ ایک کام تو یہ تھا کہ وہ تبلیغ کا کام کرے دوسرا کام یہ تھا کہ جو لوگ اسلام میں داخل ہو رہے ہیں ان کی دلجوئی کر دیں۔ بعض نے کہا کہ اس سے قضاء کا معروف معنی مراد ہے۔ حضرات انصار کو جزوی طور پر قضاء کا شرف حاصل تھا۔ تو مطلب یہ ہے کہ اگر فریقین میں کوئی نزاع ہو جائے تو انصار اصول وضوابط کے مطابق ان کو حل کریں۔

وَالْأَذَانُ فِي الْحَبَشَةِ: چونکہ حضرت بلال حبشی تھے ان کا تعلق اس قبیلہ سے تھا اس لئے یہ شرف اسی قبیلہ کو حاصل ہے۔

وَالْأَمَانَةُ فِي الْأَزْدِ: ازد قبیلہ سے کونسا مراد ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ اس سے یمن کا مشہور قبیلہ ازد شنوءہ ہے۔ یہ قبیلہ

والے امانت کواحسن انداز سے نبھاتے تھے۔

راوی نے یمن کا اضافہ کر کے عموم کی طرف اشارہ کیا کہ صرف ازد شنوءہ مراد نہیں بلکہ اس سے بالعموم تمام اہل یمن مراد ہیں۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ حَدَّثَنِي عَمِّي صَالِحُ بْنُ عَبْدِ الْكَبِيرِ بْنِ شُعَيْبِ بْنِ الْحَبْحَابِ حَدَّثَنِي عَمِّي عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَزْدُ أَزْدُ اللهِ فِي الْأَرْضِ يُرِيدُ النَّاسُ أَنْ يَضَعُوهُمْ وَيَأْبَى اللهُ إِلَّا أَنْ يَرْفَعَهُمْ وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ يَقُولُ الرَّجُلُ يَا لَيْتَ أَبِي كَانَ أَزْدِيًّا يَا لَيْتَ أُمِّي كَانَتْ أَزْدِيَّةً هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَرُوِيَ عَنْ أَنَسٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ مَوْقُوفًا وَهُوَ عِنْدَنَا أَصَحُّ

عبدالقدوس بن محمد عطار، صالح بن عبدالکبیر، بن شعیب، عبدالسلام بن شعیب، شعیب، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ازد (یعنی) یمن کے رہنے والے اللہ کی زمین پر اس کے دین کے مددگار ہیں۔ لوگ ان کو پست کرنا چاہیں گے لیکن اللہ تعالیٰ ان کی ایک نہ مانیں گا بلکہ انہیں اور بلند کرے گا لوگوں پر ضرور ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ آدمی کہے گا کاش میرا باپ یمنی ہوتا کاش میری ماں یمنی ہوتی۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس کو صرف اسی سند سے جانتے ہیں اور یہ انس سے مرفوعاً بھی مروی ہے اور وہ ہمارے نزدیک زیادہ صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنِي غَيْلَانُ بْنُ جَرِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنْ لَمْ نَكُنْ مِنَ الْأَزْدِ فَلَسْنَا مِنَ النَّاسِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ صَحِيحٌ

ہم سے روایت کی عبدالقدوس بن محمد عطار بصری انہوں نے محمد بن کثیر انہوں نے مہدی بن میمون انہوں نے غیلان بن جریر سے انہوں نے حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ اگر ہم قبیلہ ازد سے نہ ہوتے، تو کامل لوگوں میں سے نہ ہوتے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

تشریح: اَلْاَزْدُ: یہ مشہور قبیلہ ہے یہ ازد بن غوث میں سے ہے انصار مدینہ کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے۔

اَلْاَزْدُ اَزْدُ اللهِ: امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ ازد قبیلہ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا مختلف وجوہات کی بناء پر ہے

اول: چونکہ یہ لوگ پہلے سے ہی بڑے بہادر جنگ میں ثابت قدم رہنے والے تھے اسلام پھیلانے میں انصار کی بہت بڑی خدمات ہیں اس اعتبار سے اس قبیلہ کے لوگ اللہ کے دین اور اللہ کے رسول کے معاون و مددگار ہونے کی حیثیت سے اللہ کا لشکر ثابت ہوئے اس لئے ان کے فضل و شرف کو ظاہر کرنے کیلئے ان کے قبیلے کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی۔

ثانی: اور عند البعض کہ اس کی اضافت اختصاص اور تشریف کیلئے ہے جیسا کہ بیت اللہ و ناقۃ اللہ میں اضافت ہے۔

ثالث: اضافت کی نسبت شجاعت و بہادری کی وجہ سے ہے اس صورت میں یہ کلام تشبیہ کے طور پر ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ قبیلہ ازد کے لوگ معرکہ شجاعت میں اللہ کے شیر ثابت ہوئے ہیں۔ (مرقاۃ ایضاً)

يُرِيدُ النَّاسُ: کفار ان کو ذلیل کرنا چاہیں گے مگر اللہ پاک ہمیشہ ان کو غالب و عزت والا رکھے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اب تک

انصار کا بہت بڑا احترام ہے اور رہے گا اور آخرت میں بدرجہ اولیٰ ہوگا۔

وَلَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ: ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قبیلہ ازد کی اتنی زیادہ عزت ہوگی کہ لوگ اس پر رشک کریں گے حتیٰ کہ بڑی عزت والے انسان بھی کہا کریں گے کہ کاش ہم بھی ازدی ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ قبیلہ ازد کی بڑی عزت ہوگی۔ بہرحال قبیلہ ازد کی دینی اور اُخروی شرافت مراد ہے۔

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ زَنْجُوَيْهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي عَنْ مِينَاءَ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ رَجُلٌ أَحْسِبُهُ مِنْ قَيْسٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ الْعَنْ حِمْيَرًا فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَائَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَائَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ ثُمَّ جَائَهُ مِنَ الشِّقِّ الْآخَرِ فَأَعْرَضَ عَنْهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللّٰهُ حِمْيَرًا أَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ وَأَيْدِيهِمْ طَعَامٌ وَهُمْ أَهْلُ أَمْنٍ وَإِيمَانٍ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ وَيُرْوَى عَنْ مِينَاءَ هٰذَا أَحَادِيثُ مَنَاكِيرُ

ابوبکر بن زنجویہ، عبدالرزاق، ان کے والد، میناء مولیٰ عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں میں نے سنا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا، میرا گمان ہے کہ وہ شخص قبیلہ قیس سے تھا، کہنے لگا: یارسول اللہ! قبیلہ حمیر پر لعنت فرمادیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منہ پھیرلیا، وہ شخص پھر دوسری طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا، آپ نے پھر اس سے اعراض کیا، پھر وہ تیسری جانب سے آیا، اس مرتبہ بھی آپ نے اس سے منہ پھیرلیا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قبیلہ حمیر پر رحمت نازل فرمائے، ان کے منہ سلام ہیں، ان کے ہاتھ طعام ہیں، اور وہ امن وسلامتی اور ایمان والے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو صرف اسی سند سے عبدالرزاق کی روایت سے جانتے ہیں۔ میناء سے اکثر منکر احادیث مروی ہیں۔

تشریح: الْعَنْ حِمْيَرًا: ''ای ادع علیھم بالبعد'' یعنی ان کے لئے رحمت سے دوری کی دعا کریں۔

حِمْيَرًا أَفْوَاهُهُمْ سَلَامٌ: ''ای ذات سلام او محل سلام'' اس سے قبیلہ حمیر کی بڑی دو خوبیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ایک تو یہ کہ انکے ہاں سلام کا بہت چرچا ہے جب بھی ایک دوسرے سے ملتے ہیں انکے منہ سے ''السلام علیك'' ضرور نکلتا ہے۔

وَأَيْدِيهِمْ طَعَامٌ: دوسری خوبی ان کی یہ ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے لوگوں کو خوب کھلاتے ہیں اور خوب تقسیم کرتے ہیں۔

امام طیبیؒ فرماتے ہیں کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ وہ سلام پھیلاتے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتے ہیں گویا انہوں نے احسان اور حلاوۃ ایمان دونوں کو جمع کردیا اور تیسری خوبی یہ ہے کہ انکے دل میں امن ہے کہ وہ کسی کو ستاتے نہیں چوتھی خوبی یہ ہے کہ وہ اہل ایمان بھی ہیں یعنی یا تو فی الحال ایمان والے ہیں یا آئندہ ایمان والے ہونگے مذکورہ صفات کی موجودگی میں ان پر بددعا کیسے کروں۔ (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۵)

بَابٌ فِي غِفَارٍ وَأَسْلَمَ وَجُهَيْنَةَ وَمُزَيْنَةَ

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْأَنْصَارُ وَمُزَيْنَةُ وَجُهَيْنَةُ وَغِفَارٌ وَأَشْجَعُ وَغِفَارٌ وَمَنْ كَانَ مِنْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ مَوَالِيَّ لَيْسَ لَهُمْ مَوْلًى دُونَ اللهِ وَاللهُ وَرَسُولُهُ مَوْلَاهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

احمد بن منیع، یزید بن ہارون، ابو مالک اشجعی، موسیٰ بن طلحہ، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انصار، قبیلہ مزینہ، جہینہ، اشجع، غفار اور قبیلہ بنی عبدالدار کے لوگ میرے مددگار ہیں، اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں، اللہ اور اس کے رسول ہی ان کے مددگار ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَغِفَارٌ: یمن کا مشہور قبیلہ ہے اس سے حضرت ابوذر غفاریؓ مراد ہیں۔

اسلم: اس نام کے تین قبیلے ہیں، اسلم خزاعہ، اسلم مذحج، اسلم بجیلہ حدیث میں ان تین میں سے ایک کی تعین نہیں۔

وَجُهَيْنَةُ: یہ قبیلہ قضاعہ کا بطن ہے اس سے عقبہ بن عامرؓ ہیں۔

وَمُزَيْنَةُ: مشہور قبیلہ ہے اس سے عبداللہ بن مغفل مزنیؓ مراد ہیں۔

وَأَشْجَعُ: یہ ایک قبیلہ ہے نعیم بن مسعود اشجعیؓ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

بَابٌ فِي ثَقِيفٍ وَبَنِي حَنِيفَةَ

حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ أَخْرَقَتْنَا نِبَالُ ثَقِيفٍ فَادْعُ اللهَ عَلَيْهِمْ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اهْدِ ثَقِيفًا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ

ابوسلمہ یحییٰ بن خلف، عبدالوہاب ثقفی، عبداللہ بن عثمان بن خثیم، ابوزبیر، حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (غزوہ طائف کے موقع پر) کچھ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلادیا ہے، لہٰذا ان کیلئے بددعا کردیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! قبیلہ ثقیف کو ہدایت عطا فرمادے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

تشریح: حدیث الباب میں مذکور عرض و معروض غزوہ طائف میں ہوئی جب اہل ایمان کو بنوثقیف سے بہت تکلیف پہنچی مگر رسول کریم ﷺ نے اپنے کریمانہ و رحیمانہ اخلاق کے پیش نظر بنوثقیف کے خلاف بددعا کرنے کی بجائے بنوثقیف کے حق میں دعا فرمائی چنانچہ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے بنوثقیف مسلمان ہوگئے تھے پھر انہی میں حضرت محمد بن قاسم جنگی سپہ سالار بن کر اُبھرے اور اسلام کی سربلندی کا ذریعہ بنے۔

حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَخْزَمَ الطَّائِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقَاهِرِ بْنُ شُعَيْبٍ حَدَّثَنَا هِشَامٌ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَكْرَهُ ثَلَاثَةَ أَحْيَاءٍ ثَقِيفًا وَبَنِي حَنِيفَةَ وَبَنِي أُمَيَّةَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ

زید بن اخزم طائی، عبدالقاہر بن شعیب، ہشام، حسن، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپ تین قبیلوں یعنی ثقیف، بنی حنیفہ اور بنی امیہ کو ناپسند کرتے تھے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس حدیث کوصرف اسی سند سے جانتے ہیں۔

تشریح: ثَلَاثَةَ أَحْيَاءٍ: جمع ''حی'' بمعنی قبیلہ۔

ثَقِيفًا: بنوہوازن کا خاندان ہے اس خاندان کے مورث کا لقب ثقیف تھا اس قبیلہ کا نام قسی بن منبہ بن بکر ابن حنیفہ ہوازن ہے۔

وَبَنِي حَنِيفَةَ: یہ وہ قبیلہ ہے جس نے مسیلمہ کذاب جیسے فتنہ ساز کو جنم دیا اور بنو امیہ وہ قبیلہ ہے جس میں عبیداللہ بن زیاد پیدا ہوا تھا یہ وہی ابن زیاد ہے جو یزید بن معاویہ کی طرف سے کوفہ وبصرہ کا گورنر تھا اور اسی نے اپنی ماتحت فوج کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا تھا۔علامہ ابن سیرینؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک ایک طشت میں رکھ کر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے چھڑی کے ساتھ سر مبارک کو ہلایا اور ہونٹوں پر چونکے لگائے تھے۔(نعوذ باللہ) (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۴)

الحاصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ تینوں قبائل کو ناپسند فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان قبائل میں بعض لوگ بڑے موذی وخطرناک ہوئے ہیں اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ان تینوں قبائل کا ہر فرد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند ہے۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق بنوامیہ سے ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوہرے داماد ہیں اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہی اعزاز ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ دنیا میں کوئی شخص بھی کسی نبی کا دوہرا داماد بننے کا شرف حاصل نہیں کرسکا۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُصْمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ وَمُبِيرٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ وَاقِدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُصْمٍ يُكْنَى أَبَا عُلْوَانَ وَهُوَ كُوفِيٌّ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ شَرِيكٍ وَشَرِيكٌ يَقُولُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُصْمٍ وَإِسْرَائِيلُ يَرْوِي عَنْ هٰذَا الشَّيْخِ وَيَقُولُ عَبْدُ اللهِ بْنُ عِصْمَةَ وَفِي الْبَابِ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ

علی بن حجر، فضل بن موسیٰ، شریک، عبداللہ بن عصم، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبیلہ بنو ثقیف میں ایک کذاب اور ایک ہلاک کرنے والا ہے۔عبدالرحمن بن واقد نے شریک سے اسی سند سے اسی کی مانند حدیث نقل کی ہے۔عبداللہ بن عصم کی کنیت ابوعلوان ہے اور وہ کوفی ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے۔ہم اس حدیث کوصرف شریک کی روایت سے جانتے ہیں۔ وہ عبداللہ بن عصم سے روایت کرتے ہیں۔اسرائیل ان سے روایت کرتے ہوئے انہیں عبداللہ بن عصم کہتے ہیں اس میں حضرت اسماء بنت ابوبکر سے بھی روایت ہے۔

تشریح: فِي ثَقِيفٍ كَذَّابٌ: یہ ایک جلیل القدر صحابی مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیٹا مختار ثقفی تھا۔ یہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ودیگر شہداء

کی شہادت کا بدلہ لینے کا بہانہ بنا کر علم وفضل وتقویٰ کا لبادہ اوڑھ کر اٹھا تو بہت سے لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے چنانچہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قصاص میں بہت سے لوگوں سمیت ابن زیاد کو بھی ہلاک کیا چونکہ یہ خبث باطن کا شکار تھا اس لئے ایک وقت ایسا بھی آیا کہ اس نے دعویٰ نبوت کر دیا اسی وجہ سے اس کو کذاب کہا جانے لگا۔ بعض حضرات نے کہا کہ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتا تھا اور بعض نے کہا کہ اس نے کوفہ میں دعویٰ نبوت کیا اس وجہ سے کذاب کہا جانے لگا نیز اس وجہ سے بھی اس کو کذاب کہا جاتا ہے کہ یہ شخص یہ دعویٰ کرتا تھا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آتے ہیں اور وحی لاتے ہیں۔ بالآخر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے اپنی فوج لے کر کوفہ پر چڑھائی کی مختار نے بھی مقابلہ کیا تو شکست کھا گیا اور پھر چودہ رمضان ۶۷ ہجری کو مقتول ہوا۔ مختار کے انہی فریب اور جھوٹ سے بھرے حالات کی بناء پر علماء نے اس کو کذابوں میں سے ایک بڑا کذاب شمار کیا ہے اس کی قبر کوفہ میں ہے روافض اس کی قبر کا بہت زیادہ احترام کرتے ہیں حالانکہ یہ مرتد ہو کر مرا تھا۔ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۴)

وَمُبِيرٌ: یعنی ہلاکو حجاج بن یوسف تھا تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت ظالم تھا پیدائش کے وقت یہ ماں کا دودھ نہیں پیتا تھا شیطان نے انسانی شکل میں آ کر مشورہ دیا کہ اس کیلئے کالی بکری ذبح کر کے اسکے خون میں اس کو لت پت کر دو اور کچھ خون اس کو چٹوا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا پھر یہ دودھ پینے لگ گیا بڑا ہونے کے بعد اسکو کھانے میں لذت جب ملتی تھی کہ جب یہ کسی کو قتل کر دیتا۔ حجاج نے ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو جیل میں بند کر کے بے گناہ قتل کیا اور جیل بھی ایسی تھی کہ جس کی چھت نہیں تھی سردی گرمی سے بچاؤ کیلئے کوئی ذریعہ نہیں تھا مقتولین کی مذکورہ تعداد جنگوں کے علاوہ ہے جنگوں میں مارے جانے والوں کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے مشہور ہے کہ ابومسلم خراسانی روافض نے چھ لاکھ انسانوں کو بے گناہ مارا لیکن ظلم کے حوالے سے حجاج اس سے بڑھ کر تھا حتیٰ کہ ایک دفعہ حجاج کی جیل سے بیک وقت پچاس ہزار آدمیوں کی لاشیں بھی برآمد ہوئیں۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَعْرَابِيًّا أَهْدَى لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَكْرَةً فَعَوَّضَهُ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَتَسَخَّطَهَا فَبَلَغَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ فُلَانًا أَهْدَى إِلَيَّ نَاقَةً فَعَوَّضْتُهُ مِنْهَا سِتَّ بَكَرَاتٍ فَظَلَّ سَاخِطًا لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ لَا أَقْبَلَ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ أَوْ أَنْصَارِيٍّ أَوْ ثَقَفِيٍّ أَوْ دَوْسِيٍّ وَفِي الْحَدِيثِ كَلَامٌ أَكْثَرُ مِنْ هٰذَا هٰذَا حَدِيثٌ قَدْ رُوِيَ مِنْ غَيْرِ وَجْهٍ عَنْ

احمد بن منیع، یزید بن ہارون، ایوب، سعید مقبری، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک جوان اونٹنی ہدیہ میں دی۔ آپ نے اسے اس کے بدلے چھ جوان اونٹنیاں عنایت فرمائیں۔ اس پر بھی وہ خفا رہا۔ پس جب یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ فلاں شخص نے مجھے بطور ہدیہ ایک اونٹنی دی میں نے اس کے بدلے چھ اونٹنیاں دی لیکن وہ اس کے باوجود ناراض ہے لہذا میں نے فیصلہ کیا ہے کہ قریشی انصاری اور ثقفی اور دوسی کے علاوہ کسی شخص سے ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ اس حدیث میں اور چیزوں کا بھی تذکرہ ہے۔ یہ حدیث

أَبِي هُرَيْرَةَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ يَرْوِي عَنْ أَيُّوبَ أَبِي الْعَلَاءِ وَهُوَ أَيُّوبُ بْنُ مِسْكِينٍ وَيُقَالُ ابْنُ أَبِي مِسْكِينٍ وَلَعَلَّ هٰذَا الْحَدِيثَ الَّذِي رُوِيَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ هُوَ أَيُّوبُ أَبُو الْعَلَاءِ وَهُوَ أَيُّوبُ بْنُ مِسْكِيْنٍ وَيُقَالُ ابْنُ أَبِي مِسْكِيْنٍ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کئی سندوں سے منقول ہے۔ یزید بن ہارون، ایوب ابی العلاء سے روایت کرتے ہیں۔ اور یہ ایوب بن مسکین ہیں۔ انہیں ابن ابی مسکین بھی کہا جاتا ہے۔ شاید یہ وہی حدیث ہے جو ایوب سے سعید مقبری کے حوالے سے منقول ہے۔ ایوب، ابوعلاء اور ایوب بن مسکین ایک شخص ہیں۔ ابن ابی مسکین بھی انہی کو کہتے ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمٰعِيلَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحٰقَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أَهْدَى رَجُلٌ مِنْ بَنِي فَزَارَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَاقَةً مِنْ إِبِلِهِ الَّذِي كَانُوا أَصَابُوا بِالْغَابَةِ فَعَوَّضَهُ مِنْهَا بَعْضَ الْعِوَضِ فَتَسَخَّطَ فَسَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ إِنَّ رِجَالًا مِنَ الْعَرَبِ يُهْدِي أَحَدُهُمُ الْهَدِيَّةَ فَأُعَوِّضُهُ مِنْهَا بِقَدْرِ مَا عِنْدِي ثُمَّ يَتَسَخَّطُهُ فَيَظَلُّ يَتَسَخَّطُ فِيهِ عَلَيَّ وَايْمُ اللّٰهِ لَا أَقْبَلُ بَعْدَ مَقَامِي هٰذَا مِنْ رَجُلٍ مِنَ الْعَرَبِ هَدِيَّةً إِلَّا مِنْ قُرَشِيٍّ أَوْ أَنْصَارِيٍّ أَوْ ثَقَفِيٍّ أَوْ دَوْسِيٍّ هٰذَا أَصَحُّ مِنْ حَدِيثِ يَزِيدَ بْنِ هَارُونَ

محمد بن اسماعیل، احمد بن خالد حمصی، محمد بن اسحاق، سعید بن ابی سعید مقبری، ابوسعید مقبری، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنوفزارہ کے ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹنی دی جو اسے غابہ مقام سے ملے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس بدلے میں کچھ دیا تو وہ خفا ہو گیا۔ چنانچہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عرب کے لوگ مجھے ہدیہ دیتے ہیں اور جو کچھ میرے پاس ہوتا ہے میں انہیں دے دیتا ہوں لیکن پھر بھی وہ اسے ناپسند کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے مجھ پر ناراض ہوتے ہیں۔ اللہ کی قسم میں آج کے بعد قریشی، انصاری اور ثقفی اور دوسی کے علاوہ کسی عرب سے ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔ یہ حدیث یزید بن ہارون کی روایت سے زیادہ صحیح ہے۔

تشریح: **بَكْرَةٌ**: کا معنی ہے نوجوان اونٹنی **فَتَسَخَّطَهُ**: وہ چھ اونٹنیاں لے کر بھی ناراض ہوا۔

وَلَقَدْ هَمَمْتُ: یہ جواب قسم ہے اس سے پہلے قسم مقدر ہے۔ **بِالْغَابَةِ**: جگہ کا نام ہے۔

حضرات صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بھی صحابی آپ ﷺ کو ہدیہ دیتا تو اس صحابیؓ کے ذہن میں اس کے بدلے کی امید نہیں ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی نبی کریم ﷺ ہدیہ دینے والے کو کچھ نہ کچھ دے دیتے تھے۔ مذکورہ حدیث الباب میں آپ ﷺ نے ہدیہ دینے والے شخص کو بدلے میں چھ اونٹنیاں بھی دیں مگر پھر بھی وہ ناخوش تھا اس کے طرز عمل سے آپ ﷺ کو بہت دکھ ہوا چنانچہ نبی کریم ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ میں ان چار قبائل کے علاوہ کسی کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا۔

(۱) قبیلہ قریش (۲) انصار مدینہ (۳) قبیلہ ثقیف (۴) قبیلہ دوس چونکہ یہ قبائل وسیع الظرف، بلند ہمت اور سخاوت والے تھے

اوران میں حرص وحوس نہیں تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ہدیہ قبول کرنے کا ذکر کیا۔

حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَخْبَرَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ خَلَّادٍ يُحَدِّثُ عَنْ نُمَيْرِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَسْرُوحٍ عَنْ عَامِرِ بْنِ أَبِي عَامِرٍ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْحَيُّ الْأَسْدُ وَالْأَشْعَرُونَ لَا يَفِرُّونَ فِي الْقِتَالِ وَلَا يَغُلُّونَ هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ قَالَ فَحَدَّثْتُ بِذٰلِكَ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ لَيْسَ هٰكَذَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هُمْ مِنِّي وَإِلَيَّ فَقُلْتُ لَيْسَ هٰكَذَا حَدَّثَنِي أَبِي وَلٰكِنَّهُ حَدَّثَنِي قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ هُمْ مِنِّي وَأَنَا مِنْهُمْ قَالَ فَأَنْتَ أَعْلَمُ بِحَدِيثِ أَبِيكَ هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ لَا نَعْرِفُهُ إِلَّا مِنْ حَدِيثِ وَهْبِ بْنِ جَرِيرٍ وَيُقَالُ الْأَسْدُ هُمُ الْأَزْدُ

ابراہیم بن یعقوب، وہب بن جریر، جریر، عبداللہ بن ملاد، نمیر بن اوس، مالک بن مسروح، حضرت عامر بن ابی عامر اشعری اپنے والد سے نقل کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنواشعر اور بنواسد بھی کتنے اچھے قبیلے ہیں۔ یہ لوگ جنگ میں فرار نہیں ہوتے اور مال غنیمت سے چراتے نہیں (یعنی خیانت نہیں کرتے) وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ روای کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت معاویہ کو سنائی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح نہیں بلکہ اس طرح فرمایا وہ مجھ سے ہیں اور میرے ہی ہیں۔ ابوعامر کہتے ہیں میں نے کہا میرے والد نے مجھ سے اس طرح بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ حضرت معاویہ نے فرمایا تم اپنے باپ کی روایت کو زیادہ بہتر جانتے ہوگے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ ہم اس روایت کو صرف وہب بن جریر کی روایت سے جانتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسد اور ازد دونوں ایک ہی قبیلہ ہیں۔

تشریح: نِعْمَ الْحَيُّ الْأَسْدُ: ''اسد'' مشہور قبیلہ کا نام ہے یہ قبیلہ ''اسد'' کے نام سے مشہور ومتعارف ہوا۔ انصار مدینہ اس قبیلہ سے نسلی تعلق رکھتے تھے۔

اَلْأَشْعَرِ: یہ عمرو بن حارثہ اسدی کا لقب تھا جو اپنے زمانہ میں یمن کا ایک ممتاز اور سربراہ شخص تھا اور یہ اپنے قبیلے کا مورث اعلیٰ بھی سمجھا جاتا تھا اس لقب کی نسبت سے اس قبیلہ کا نام ''اشعری'' کہلاتا تھا اس قبیلے کے لوگوں کو ''اشعریون'' اور ''اشعرون'' بھی کہا جاتا تھا مذکورہ دونوں قبائل کا تعلق یمن سے ہے ان میں بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیدا ہوئے۔

هُمْ مِنِّي: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ دونوں قبائل کے تین وصف بیان کیے۔

اول: بہادری: کہ دشمن کے مقابلے میں کفار کی صفوں میں گھس کر لڑتے ہیں جنگ سے بھاگتے نہیں جیسا کہ قرآن میں ہے ''هٰذان خصمان اختصموا''۔ **ثانی**: امانت داری: کہ کبھی مال غنیمت میں خیانت نہیں کرتے۔

ثالث: کہ ان کو مجھ سے روحانی وقلبی قرب ہے۔ ''ای من اتباعی فی سنتی وطریقتی او من اولیائی'' یعنی وہ میری اتباع

کرنیوالے اور میری سنت اور میرے طریقے پر چلنے والے ہیں یا یہ کہ ان قبیلوں کے لوگ میرے دوستوں اور مددگاروں میں سے ہیں۔

وَأَنَا مِنْهُمْ: مجھے بھی ان سے قرب ہے "ای من اولیائہم" میں بھی انکا دوست اور مددگار ہوں یہ اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ ان قبیلوں کے مومن و مسلمان تقوی و پرہیز گاری کے مقام پر ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "ان اولیاؤہ الا المتقون" (مرقاۃ جلد ۱۱، صفحہ ۲۶۳)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللهُ لَهَا وَفِي الْبَاب عَنْ أَبِي ذَرٍّ وَأَبِي بَرْزَةَ الْأَسْلَمِيِّ وَبُرَيْدَةَ وَأَبِي هُرَيْرَةَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، شعبہ، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا قبیلہ اسلم کو اللہ صحیح وسالم رکھے اور قبیلہ غفار کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔ اس باب میں حضرت ابوذر، ابوبریدہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ وَغِفَارٌ غَفَرَ اللهُ لَهَا وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

علی بن حجر، اسماعیل بن جعفر، عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا قبیلہ اسلم کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ قبیلہ غفار کو اللہ تعالیٰ بخش دے اور عُصَیہ نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُؤَمَّلٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ نَحْوَ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَزَادَ فِيهِ وَعُصَيَّةُ عَصَتِ اللهَ وَرَسُولَهُ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمد بن بشار، مؤمل، سفیان، عبداللہ، شعبہ ہم سے روایت کی محمد بن بشار نے انہوں نے مؤمل سے انہوں نے سفیان سے اور وہ عبداللہ سے شعبہ کی مانند نقل کرتے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: غِفَارٌ غَفَرَ اللهُ: "غفار" عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں یہ قبیلہ حاجیوں کا مال چرایا کرتا تھا اور اپنی اس برائی کے سبب عام قبائل میں اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اسی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قبیلہ کے حق میں دعا فرمائی کہ اس قبیلہ کے ذہن پر جو داغ لگا ہوا ہے اس کو مٹا دے اور قبیلہ والوں کو مغفرت وبخشش سے نواز دے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ارشاد گرامی دعائیہ جملہ کے بجائے جملہ خبریہ ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ذریعے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے اس قبیلہ کی جاہلی زندگی کے واقعات کو کالعدم قرار دے دیا ہے اور اس غفار قبیلہ کو ایمان واسلام کی بدولت مغفرت وبخشش سے نواز دیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ قبیلہ غفار یہ بغیر جنگ وجدال کے اسلام لایا تھا اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

عُصَيَّةُ: یہ اس بدنصیب قبیلہ کا نام ہے جس نے ستر مسلمان قراء کو بئیر معونہ پر مکر و فریب کے ذریعہ بڑی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ آنحضرت ﷺ کو جس کا بڑا رنج ہوا اور آپ ﷺ ایک ماہ تک قنوت نازلہ میں اس قبیلہ کے لوگوں پر لعنت اور بددعا فرماتے رہے اس قبیلہ کے خلاف رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے اس لئے یہ قبیلہ ہماری دعاؤں کا مستحق نہیں۔

أَسْلَمُ سَالَمَهَا اللهُ: اس جملہ کے دو مطلب ہیں۔ **اول:** یہ جملہ دعائیہ ہو اس قبیلہ کے لوگوں نے بغیر کسی جنگ وجدال کے اسلام قبول کر لیا تھا اس لئے نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔

ثانی: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جملہ ایک خبر بتلانے کے لئے ارشاد فرمایا ہو کہ اللہ پاک نے انہیں قید و بند اور ذلت سے محفوظ رکھا۔

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا الْمُغِيرَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَغِفَارٌ وَأَسْلَمُ وَمُزَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ جُهَيْنَةَ أَوْ قَالَ جُهَيْنَةُ وَمَنْ كَانَ مِنْ مُزَيْنَةَ خَيْرٌ عِنْدَ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ أَسَدٍ وَطَيِّئٍ وَغَطَفَانَ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

قتیبہ، مغیرۃ بن عبدالرحمن، ابوزناد، اعرج، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے۔ غفار، اسلم، مزینہ، اور جہینہ کے لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک اسد، طی اور غطفان کے لوگوں سے بہتر ہوں گے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: اس حدیث شریف میں آپ ﷺ نے تین قبیلوں غفار، اسلم، مدینہ اور جہینہ کے لوگوں کو قبیلہ اسد، طئی اور غطفان سے بہتر قرار دیا ہے ان قبیلوں کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قبیلہ اسد، طئی اور غطفان سے پہلے اسلام قبول کیا ہے اور اسلامی تعلیمات پر اچھے انداز سے عمل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ قَالَ جَاءَ نَفَرٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبْشِرُوا يَا بَنِي تَمِيمٍ قَالُوا أَبْشَرْتَنَا فَأَعْطِنَا قَالَ فَتَغَيَّرَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَ نَفَرٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ اقْبَلُوا الْبُشْرَى فَلَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ

محمد بن بشار، عبدالرحمن بن مہدی، سفیان، جامع بن شداد، صفوان بن محرز، حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بنوتمیم کا ایک وفد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بنوتمیم تمہیں بشارت ہو۔ وہ کہنے لگے۔ آپ ہمیں بشارت دے رہے ہیں تو کچھ عنایت بھی کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ پھر یمن والوں کی ایک جماعت آئی تو آپ نے ان سے فرمایا تم لوگ خوشخبری قبول کر لو۔ اس لئے کہ بنوتمیم نے قبول نہیں کی۔ انہوں نے عرض کیا

قَالُوا قَدْ قَبِلْنَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ
ہم نے اسے قبول کیا۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: سن ۹ھ میں بنوتمیم کا ایک وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم بشارت قبول کرلو بنوتمیم میں سے کچھ لوگوں نے کہا کہ بشارت تو آپ نے دے دی مگر ہمیں کچھ مال بھی دے دیں ان لوگوں کا مقصد اس خوشخبری کو رد کرنا نہیں تھا العیاذ باللہ لیکن معاشی تنگی کی بناء پر ان کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دی ۔ان کا یہ انداز نبی کریم ﷺ کو برا لگا آپ ﷺ کا چہرہ انور نا گواری سے تبدیل ہو گیا آپ ﷺ کا چہرہ دو وجوہ سے متغیر ہوا۔ ایک یہ کہ بنوتمیم کے لوگوں نے دنیا کو بشارت کیسے ترجیح دی یا اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی مال دینے کے لئے موجود نہیں تھا اس لئے چہرہ انور متغیر ہو گیا۔ اتنے میں یمن کا ایک وفد خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ بشارت قبول کرلو کیونکہ بنوتمیم نے اسے قبول نہیں کیا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یمن کے قبیلہ سے مراد قبیلہ حمیر کے افراد تھے جن میں حضرت نافع بن زید حمیری بھی ہیں آپ ﷺ ان کی خوشخبری قبول کرنے کی وجہ سے خوش ہوئے۔

حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَسْلَمُ وَغِفَارُ وَمُزَيْنَةُ خَيْرٌ مِنْ تَمِيمٍ وَأَسَدٍ وَغَطَفَانَ وَبَنِي عَامِرِ بْنِ صَعْصَعَةَ يَمُدُّ بِهَا صَوْتَهُ فَقَالَ الْقَوْمُ قَدْ خَابُوا وَخَسِرُوا قَالَ فَهُمْ خَيْرٌ مِنْهُمْ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ

محمود بن غیلان، ابو احمد، سفیان، عبدالملک بن عمیر، عبدالرحمن بن ابی بکرۃ، حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسلم، غفار، اور مزینہ کے لوگ تمیم اسد اور غطفان اور بنو عامر بن صعصعہ کے لوگوں سے بہتر ہیں اور ان کا ذکر کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلند آواز کرتے تھے۔ چنانچہ لوگ کہنے لگے یہ لوگ محروم ہو گئے اور خسارے میں رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ان سے بہتر ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

تشریح: وَبَنِي عَامِرٍ: یعنی بنوتمیم اور بنو عامر (دونوں قبیلوں) سے اسلم، غفار، جہینہ اور مزینہ کے قبائل بہتر ہیں کیونکہ مذکورہ چاروں قبائل نے بنوتمیم سے اسلام لانے میں سبقت اختیار کی تھی لہٰذا سبقت کرنے والا لا بعد والے سے دینی امور میں مقدم اور قابل تعریف ہوتا ہے۔

وَأَسَدٍ وَغَطَفَانَ: یہ دو قبیلوں کے نام ہیں یہ دونوں قبیلے آپس میں ایک دوسرے کے حلیف تھے اور اس زمانہ کے عام دستور کے مطابق ان دونوں قبائل نے آپس میں عہد و پیمان کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے کے معین و مددگار رہیں گے۔

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ آدَمَ ابْنُ بِنْتِ أَزْهَرَ السَّمَّانِ حَدَّثَنِي جَدِّي أَزْهَرُ السَّمَّانُ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا اللّٰهُمَّ

بشر بن آدم بن ابنہ از ہر سمان، از ہر سمان، ابون عون، نافع، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ یا اللہ ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے عرض کیا اور

بَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا فَقَالَ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي شَامِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي يَمَنِنَا قَالُوا وَفِي نَجْدِنَا قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا أَوْقَالَ مِنْهَا يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ غَرِيبٌ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ مِنْ حَدِيثِ ابْنِ عَوْنٍ وَقَدْ رُوِيَ هٰذَا الْحَدِيثُ أَيْضًا عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہمارے نجد میں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرتبہ بھی شام اور یمن ہی کے لئے برکت کی دعا کی لوگوں نے دوبارہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہاں سے شیطان کا سینگ (یعنی اس کے مددگار) نکلے گا۔ یہ حدیث اس سند یعنی ابن عون کی روایت سے حسن صحیح غریب ہے۔ اور سالم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بھی منقول ہے وہ اپنے والد سے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔

تشریح: حدیث الباب میں شام سے مراد فلسطین کی زمین ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کی آخری آرام گاہ ہے۔
شام میں برکت سے مراد یا تو وہاں کی برکتوں میں اضافہ ہے جو اہل مدینہ اور تمام مومنین کو حاصل ہو اسی طرح یمن میں برکت سے ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی برکتیں مراد ہیں اور ایک قول کے مطابق ان دونوں ملکوں کے لئے دعا کا ظاہری داعیہ یہ بھی ہے کہ اہل مدینہ کے لئے غلہ اور دوسری غذائی اشیاء انہی دونوں ملکوں سے آتی تھیں۔

قَالَ هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ: ''ہناك'' سے مراد نجد کی سمت ہے اور نجد کی سمت سے مراد وہی حجاز کی مشرقی سمت ہے جس کا ذکر پیچھے حدیث میں ''نحو المشرق'' کے الفاظ سے آیا ہے، زلزلے سے مراد ظاہری اور باطنی زلزلے ہیں۔ باطنی کا مطلب ہے کہ وہاں کے لوگوں کا روحانی چین وسکون کا ختم ہو جانا اور فتنوں سے مراد وہ آفات اور مصائب ہیں جن سے دین میں ضعف وکمزوری پیدا ہو جائے اور نیکی ودیانت میں کمی ہو جائے۔

يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ: سینگ نکلنے سے مراد ہے۔ شیطان کے حقیقت میں دو سینگ جو اس کے سر کے جانبین میں سے ہیں یا اس سے شیطان کا غلبہ مراد ہے۔ یا شیطان کے معارف ومددگار مراد ہیں۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ أَيُّوبَ يُحَدِّثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ شِمَاسَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نُؤَلِّفُ الْقُرْآنَ مِنَ الرِّقَاعِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طُوبَى لِلشَّامِ فَقُلْنَا لِأَيٍّ ذٰلِكَ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ لِأَنَّ مَلَائِكَةَ الرَّحْمٰنِ بَاسِطَةٌ أَجْنِحَتَهَا عَلَيْهَا هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ

محمد بن بشار، وہب بن جریر، جریر، یحیی بن ایوب، یزید بن ابی حبیب، عبدالرحمن بن شماسہ، حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے چمڑے کے ٹکڑوں سے قرآن جمع کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا شام کیلئے بھلائی ہے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کس وجہ سے؟ تو ارشاد فرمایا اس لئے کہ رحمن کے فرشتے ان پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ ہم اس حدیث کو یحیی بن ایوب کی

غَرِيبٌ إِنَّمَا نَعْرِفُهُ مِنْ حَدِيثِ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ روایت سے جانتے ہیں۔

تشریح: مَلَائِكَةُ الرَّحْمٰنِ: اس سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں کہ فرشتے اپنے بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ ملک شام میں رہنے والے ابدال پر یا تمام اہل شام پر اللہ تعالیٰ کی رحمت چھائی ہوئی ہے۔ فرشتوں کے بازو سے مراد صفات وقوائے ملائکہ ہیں۔ باقی فرشتوں کے بازوؤں کو اہل دنیا کے بازوؤں پر قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ (التعلیق الصبیح ج ۷ ص ۴۰۴)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَنْتَهِيَنَّ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا إِنَّمَا هُمْ فَحْمُ جَهَنَّمَ أَوْ لَيَكُونُنَّ أَهْوَنَ عَلَى اللهِ مِنَ الْجُعَلِ الَّذِي يُدَهْدِهُ الْخِرَاءَ بِأَنْفِهِ إِنَّ اللهَ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ إِنَّمَا هُوَ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ النَّاسُ كُلُّهُمْ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خُلِقَ مِنْ تُرَابٍ وَفِي الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَابْنِ عَبَّاسٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے ان آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے باز رہیں (جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے) وہ جہنم کا کوئلہ ہیں۔ اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک گوبر کے کیڑے سے بھی زیادہ ذلیل ہو جائے گا۔ جو اپنے ناک سے گوبر کی گولیاں بناتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور آباؤ اجداد کے فخر کو دور کر دیا ہے۔ اب تو لوگ یا مومن متقی ہیں یا فاجر بد بخت اور نسب کی حقیقت یہ ہے کہ سب لوگ آدم علیہ سلام کی اولاد ہیں اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس باب میں حضرت ابن عمر وابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی احادیث منقول ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔

حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ الْمَدَنِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَدْ أَذْهَبَ اللهُ عَنْكُمْ عُبِّيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ مُؤْمِنٌ تَقِيٌّ وَفَاجِرٌ شَقِيٌّ وَالنَّاسُ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ وَسَعِيدٌ الْمَقْبُرِيُّ قَدْ سَمِعَ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَيَرْوِي عَنْ أَبِيهِ أَشْيَاءَ كَثِيرَةً عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَقَدْ رَوَى سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعِيدٍ

ہارون بن موسیٰ بن ابی علقمہ فروی مدینی، ان کے والد، ہشام بن سعد، سعد، سعید بن ابی سعید، ابوسعید، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کا تکبر اور باپ دادا پر فخر کرنا دور کر دیا ہے اب دو قسم کے لوگ ہیں متقی مومن یا بدکار اور بد بخت۔ پھر تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ سعید مقبری نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے احادیث سنی ہیں اور بواسطہ والد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بہت سی احادیث نقل کی ہیں سفیان ثوری اور کئی حضرات یہ حدیث ہشام بن سعد وہ سعید مقبری سے وہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي عَامِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ

سے ابو عامر ہی کی حدیث کی مانند نقل کرتے ہیں۔ جو ہشام بن سعد سے منقول ہے۔

تشریح: فَحْمُ جَهَنَّمَ: جہنم کا کوئلہ **الْجُعَلِ:** کالا کیڑا جو پاخانہ کو اپنی ناک سے آگے لے جاتا ہے اس کو اُردو میں گبریلا، عربی میں خنفساء بھی کہتے ہیں۔ **يُدَهْدِهُ:** لڑھکاتا ہے **عُبِّيَّةَ:** نخوت، غرور وتکبر **وَفَخْرَهَا بِالْآبَاءِ:** جاہلیت کا آباء واجداد پر فخر کرنا۔

امام ترمذیؒ فضائل ومناقب کے اختتام میں مذکورہ احادیث ذکر کر کے اس بات کی طرف تنبیہ کرنا چاہتے ہیں کہ ان فضائل کی وجہ سے کوئی بھی انسان خود پسندی میں نہ آجائے اور عجب میں مبتلا نہ ہوا پنے گزشتہ آباء اجداد پر فخر کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا محض نسب پر فخر کرنے سے ایک ذرے کا بھی فائدہ نہیں ہوگا۔ نسب پر فخر کرنے کا مقام اللہ کے نزدیک اس کالے گبریلہ کی طرح ہے جو بدبو کو ہانکتا رہتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال مذکور میں حالت کفر کی حالت میں مرے ہوئے پر فخر کرنے والوں کو کالے کیڑے سے تشبیہ دی اور ان فوت شدہ لوگوں کو لید کے ساتھ تشبیہ دی اور ان کے اس عمل کو پاخانے کے لڑھکانے سے تشبیہ دی ہے۔

زمانہ جاہلیت کی اس رسم بد کو بالکلیہ ختم کر دیا گیا جاہلیت کی نخوت، تکبر اور جاہلیت کے اوپر فخر کو اسلام نے ختم کر دیا۔

اب دو قسم کے لوگ باقی ہیں یا تو ایمان والے اور پرہیزگار یا فاسق وفاجر بد بخت لوگ۔ ان میں سے کسی کے لئے بھی اپنے آباء و اجداد پر فخر کرنا جائز نہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ تکبر کسی بھی وقت انسان کے لئے جائز نہیں یہ صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کے لئے ہی زیادہ مناسب ہے۔

سند پر کلام: یہ حدیث ایک ہی ہے لیکن دو مختلف سندوں سے نقل کی گئی ہے۔ پہلی سند ابو عامر عقدی کی ہے وہ سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہؓ کے درمیان واسطہ نہیں بڑھاتے دوسری سند موسیٰ بن ابی علقمہ کی ہے یہ مجہول راوی ہے یہ راوی سعید مقبری اور حضرت ابو ہریرہؓ کے درمیان سعید کے والد کا واسطہ بڑھاتے ہیں ان دونوں اسناد میں پہلی سند صحیح ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ سفیان ثوری وغیرہ اور بہت سے ہشام کے تلامذہ ابو عامر عقدی کے متابع ہیں وہ بھی بغیر واسطے کے ذکر کرتے ہیں۔

سبحان اللہ وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ البلاغ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

بروز سوموار ۱۸ رجب المرجب ۱۴۴۰ ہجری ۲۵ مارچ ۲۰۱۹ بعد نماز مغرب اختتام پذیر ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کے صدقے خدمت حدیث کو قبول ومقبول بنائے اور رسول کریم ﷺ کے ارشاد "نضر اللہ امرأ سمع مقالتی فحفظھا ووعا ھا واداھا کما سمعھا" (طبرانی) کے پیش نظر حدیث پاک کی برکات سے مالا مال فرمائے آمین۔ "بحرمۃ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ وذریتہ وازواجہ واتباعہ الیٰ یوم الدین برحمتک یا ارحم الراحمین"۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمائل ترمذی

مع اُردو ترجمہ وشرح

خصائل نبوی

از

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس اللہ سرہ

ناشر
قرآن مجید ٭ دینی کتب ٭ اسلامی رسائل کا مرکز
ادارہ اشاعت الخیر
بیرون بوہڑ گیٹ مُلتان
061-4514929,0322-6748121

بسم الله الرحمن الرحيم

اللهم صل على سيدنا محمد النبي

الأمي وعلى اله وصحبه وبارك وسلم

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ بندۂ ناچیز کو اواخر سن ۱۳۴۳ھ میں باِمتثالِ حکم حضرت اقدس آقائی ومولائی حضرت الحاج مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ و برد مضجعہ ''بذل المجھود فی حل أبی داود'' کی طباعت کے لئے متفرق طور پر چند روز شہر دہلی رہنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں میرے ایک کرم فرما جناب محترم محمد عثمان خاں صاحب زاد مجدہم نے ''شمائل ترمذی'' کے مختصر سے ترجمہ کا حکم کیا۔ (اس وقت حضرت کی عمر مبارک ۲۹ برس تھی۔ محشی) میں اپنی نااہلیت کا معترف ہرگز بھی اس کا اہل نہیں تھا اور اسی وجہ سے اس سے قبل کسی تحریر یا تقریر کی کبھی نوبت بھی نہیں آئی تھی، لیکن ممدوح نے اپنے حسنِ ظن کی بنا پر میری کسی معذرت کو قبول نہ کیا۔ میں اپنے عجز وقصور کی وجہ سے ہرگز بھی امتثال نہ کرتا مگر چونکہ موصوف کے میرے والد ماجد صاحب نور اللہ مرقدہ و برد مضجعہ سے خصوصی مراسم تھے اور بمقتضائے حدیث: ''ان من أبر البر صلۃ الرجل أھل ودّ أبیہ بعد أن یولي'' (رواہ مسلم)

ترجمہ: ''بہترین صلہ رحمی والد کے بعد اس کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرنا ہے''۔

اس لئے مجھے اس کے بغیر چارہ کار ہی نہ ہوا کہ اپنی حیثیت کے موافق مختصر سا ترجمہ لکھ کر پیش کروں اور ناظرین سے اپنے اقرارِ عجز کے بعد عرض کروں کہ ان اوراق کی پریشانی، عبارت اور الفاظ کی غرابت، مضامین کے تشتت سے تسامح فرماتے ہوئے اصل مقصد اور آقائے عالم سید البشر نبی اکرم علیہ السلام الف الف صلوات تحیات کے اخلاق، اوصاف، عادات، معمولات کی طرف توجہ فرمائیں اور عقلمند شخص بدنما برقع کی وجہ سے حسین چہرہ سے بے توجہی نہیں کرتا اور سمجھدار آدمی بدمزہ چھلکے کی وجہ سے لذیذ گودے کو نہیں پھینکتا۔

اس ترجمہ میں چند امور کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے:

نمبر ۱: اکثر مضامین قدیم اکابرین کے کلام سے لئے گئے ہیں اور خود رائی وغیرہ سے احتراز کیا گیا۔

نمبر ۲: ''جمع الوسائل'' ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حنفی کی، ''مناوی'' شیخ عبد الرؤف مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ''مواہب لدنیہ'' شیخ ابراہیم بیجوری رحمۃ اللہ علیہ کی ''تہذیب التہذیب'' حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی اس رسالے کی زیادہ تر ماخذ رہی ہیں۔

نمبر ۳: ترجمہ چونکہ عوام کے لئے کیا گیا اس لئے مطلب خیز ترجمہ کیا گیا، لفظی ترجمے کی پابندی نہیں کی گئی۔

نمبر ۴: ترجمے سے زائد امور بطورِ فائدے کے ذکر کئے گئے اور ان کے شروع میں ''فائدہ'' کا لفظ بھی لکھ دیا۔

نمبر ۵: اکثر جگہ ترجمے سے زائد امور جو ربط کے لئے بڑھائے گئے وہ قوس (بریکٹ) میں لکھے گئے۔

نمبر ۶: احادیث کا اگر بظاہر آپس میں تعارض معلوم ہوا تو اس کو مختصر طور سے رفع کیا گیا۔

نمبر ۷: اختلاف مذاہب کا بھی مختصر طور پر کہیں کہیں ذکر کیا گیا، مگر مذہبِ حنفیہ کو اکثر جگہ خاص طور سے ذکر کیا ہے کہ قرب وجوار کے باشندے اکثر حنفی ہیں۔

نمبر ۸: حنفیہ کے قول کی دلیل بھی کہیں کہیں حسبِ ضرورت مختصر طریقے سے بیان کی گئی۔

نمبر ۹: جس جگہ حدیث میں کسی غزوے یا قصے کی طرف اشارہ تھا فائدے میں اس قصے کو مختصر طور سے ذکر کیا گیا۔

نمبر ۱۰: جس حدیث کی باب سے مناسبت خفی تھی اس کو بھی واضح کیا گیا۔

نمبر ۱۱: جو مضامین خاص طلبہ کے لئے مفید تھے اور عوام کو کارآمد نہیں تھے ان کو عربی حاشیے سے لکھا گیا بالخصوص سند حدیث کے متعلق اگر راوی کا نام ضبط کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی یا عبارت میں کسی نحوی ترکیب کے ذکر کی ضرورت سمجھی گئی۔

نمبر ۱۲: جو مضامین اختصار کی وجہ سے یہاں ذکر نہیں کئے گئے، اکثر جگہ ان کتب کا حوالہ لکھ دیا جہاں وہ مفصل مل سکتے ہیں، تاکہ شائقین کو تلاش میں سہولت رہے۔

نمبر ۱۳: ان سب امور میں اختصار کو نہایت مدِنظر رکھا گیا کہ پڑھنے والوں کی طبائع طول سے اکتا نہ جائیں۔

وما توفيقي الا بالله، عليه توكلت و اليه أنيب۔

زکریا عفی عنہ کاندھلوی۔ مقیم مدرسہ علوم سہارنپور، واردِ حال دہلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمد للہ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ قال الشیخ الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی

باب ① بَابُ مَا جَاءَ فِي خَلْقِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس ﷺ کے حلیہ مبارک کا بیان

فائدہ: مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں وہ احادیث ذکر فرمائی ہیں جو حضور اقدس ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضور اقدس ﷺ کے جمال مبارک کو کما حقہ تعبیر کر دینا ناممکن ہے، نورِ مجسم کی تصویر کشی قابو سے باہر ہے، لیکن اپنی ہمت و وسعت کے موافق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس کو ضبط فرمایا جس کا کچھ بیان یہ ہے۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کا پورا جمال ظاہر نہیں کیا گیا ورنہ آدمی حضور اکرم ﷺ کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھتے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا امت پر نہایت ہی بڑا احسان ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے کمالات معنوی علوم و معارف کے ساتھ کمالات ظاہری حسن و جمال کی بھی امت تک تبلیغ فرمائی کہ یہ "منم وخیال یارے" کے لئے معین و مددگار ہوتا ہے۔ نامراد عاشق جب وصال سے محروم ہوتا ہے تو محبوب کے گھر بار خدو خال کو یاد کر کے اپنے دل کو تسلی دیا کرتا ہے اور عادات و حالات ہی سے دل بہلایا کرتا ہے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے چار سو احادیث لے کر اس رسالہ کو مرتب فرمایا ہے اور ان چار سو احادیث کو چھپن بابوں پر تقسیم فرما کر اس باب اول میں چودہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو رَجَاءٍ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد (جس کو ٹھگنا کہتے ہیں) بلکہ آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا، اور نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونہ کی طرح، نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ بن جائے (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پُرنور اور کچھ ملاحت لئے ہوئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار (بلکہ ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) چالیس برس کی عمر

بَعَثَهُ اللهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ عَشْرَ سِنِينَ وَبِالْمَدِينَةِ عَشْرَ سِنِينَ فَتَوَفَّاهُ اللهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ سَنَةً وَلَيْسَ فِي رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ عِشْرُونَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ

ہو جانے پر حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دس سال قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے اور ساٹھ سے کچھ اوپر تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

تشریح: مشکل الفاظ کی وضاحت: اَلْبَائِنِ ظاہر وواضح۔ بَانَ (ض) الشيءُ بَيَانًا نمایاں اور واضح ہونا۔ الأَمْهَقِ (س) مَهَقًا بہت سفید ہونا، فهو الأَمْهَق، وهي مَهْقَاء۔ آدم گندم گوں۔ أَدِمَ (س) أَدَمًا وَ أُدمة گندم گوں ہونا، فجو آد، وهي أدماء۔۔ الْجَعْدِ گھونگھریالا، سکڑا ہوا۔ جَعُدَ (ک) الشَّعْرُ جُعودة بالوں کا گھونگھریالا ہونا۔ الْقَطِطِ چھوٹے گھونگھریالے بال۔ کہا جاتا ہے رَجُل قَطَطٌ اور جَعْدٌ قَطَطٌ (باء ساکن یا مکسور من الشَّعْر سیدھے بال (غیر پیچیدار) سَبِطَ (س) سَبَطًا بالوں کا نرم اور سیدھا ہونا۔

اس مدت کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی بھی نازل ہوتی رہی۔ اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر ساٹھ سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور آپ کی داڑھی مبارک میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔ (اس کا مفصل بیان باب فی شیب رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ میں آئے گا)۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا لیکن میانہ پن کے ساتھ کسی قدر طول کی طرف کو مائل، چنانچہ ہند بن ابی ہالہ وغیرہ سے روایت میں اس کی تصریح ہے۔ ان دونوں روایتوں پر اس حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی جماعت میں کھڑے ہوتے تو سب سے زیادہ بلند نظر آتے لیکن یہ درازی قد کی وجہ سے نہ تھا بلکہ معجزہ کے طور پر تھا تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کمالات معنویہ میں کوئی بلند مرتبہ نہیں ہے اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو۔

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبوت کے بعد مکہ مکرمہ میں قیام دس برس اس حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ اور اسی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ساٹھ سال کی ذکر کی گئی ہے۔ لیکن یہ روایت ان سب روایات کے خلاف ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام تیرہ برس بتایا گیا ہے اور تریسٹھ سال کی عمر ذکر کی گئی۔ بعض روایات میں پینسٹھ سال کی عمر آئی ہے چنانچہ اواخر کتاب میں تینوں روایتیں آنے والی ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تریسٹھ سال (عمر) کی روایتیں زیادہ ہیں۔ علماء نے ان احادیث میں دو طرح جمع فرمایا ہے۔ اول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور تین سال بعد رسالت ملی۔ اس کے دس سال بعد مکہ مکرمہ میں قیام ہوا اور اس بناء پر اس حدیث میں ان تین سال کا ذکر چھوٹ گیا جو نبوت اور رسالت کے درمیان تھے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ عموماً اعداد میں کسر کو شمار نہیں کیا جایا کرتا اسی بناء پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں دونوں جگہ دہائیاں ذکر کر دیں اور کسر کو چھوڑ دیا اور پینسٹھ سال والی روایات میں سن ولادت اور سن وفات کو مستقل شمار کیا گیا۔ غرض سب روایات کا حاصل ایک ہی ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اصح قول

کے موافق تریسٹھ سال کی ہوئی۔ اس لئے باقی روایات کو بھی اسی طرف راجع کیا جائے گا۔

(۲) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبْعَةً وَلَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ حَسَنَ الْجِسْمِ وَكَانَ شَعْرُهُ لَيْسَ بِجَعْدٍ وَلَا سَبِطٍ أَسْمَرَ اللَّوْنِ إِذَا مَشَى يَتَكَفَّأُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد تھے، نہ زیادہ طویل نہ بالکل چھوٹے قد کے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھونگریالہ پن تھا) نیز آپ گندمی رنگ کے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ چلتے تو آگے کو جھکے ہوئے چلتے۔

فائدہ: مشکل الفاظ کی وضاحت: يَتَكَفَّأُ آگے جھکتا ہوا چلنا۔ مجرد كَفَى الاناء برتن اوندھا کرنا، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکڑ کر اتراتے ہوئے نہیں چلتے تھے، بلکہ جس طرح اونچائی سے نشیب میں اترتے ہوئے ذرا آگے جھک جاتے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کے ساتھ چلتے تھے۔ أَسْمَرَ گندمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو بدن کھلا رہتا تھا وہ گندمی تھا، اور جو ڈھکا رہتا تھا وہ سفید تھا۔

اس حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رنگ مبارک کو گندمی فرماتے ہیں۔ پہلی روایت بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی تھی۔ اس میں اس کی نفی کی گئی تھی، وہاں ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا تھا، دونوں میں کچھ تعارض نہیں حاصل دونوں روایتوں کا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رنگ مبارک بالکل گندمی نہیں تھا کہ جس کی وجہ سے روشنی اور حسن میں کچھ کمی آئے بلکہ وہ چمک دمک اور خوبروئی تھی کہ اپنے ساتھ تھوڑی سی گندمیت کو بھی ملائے ہوئے تھی۔

نیز اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار کے بارے میں ''يَتَكَفَّأُ'' کا لفظ واقع ہوا ہے۔ اس کے ترجمہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگ جلدی چلنے کا ترجمہ کرتے ہیں اور بعض لوگ آگے کو جھکنے کا ترجمہ کرتے ہیں۔ اور بعض شراح قوت سے قدم اٹھانے کا ترجمہ کرتے ہیں۔ تینوں ترجمے صحیح ہیں اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفتار تینوں صفتوں کے ساتھ متصف تھی اور لفظ بھی تینوں معنیٰ کو متحمل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیز رفتاری کے ساتھ چلتے تھے، محبوبین زمانہ کی طرح عورتوں کی چال نہیں چلتے تھے۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت جھک کر چلنے کی تھی، متکبرانہ رفتار اور سینہ نکال کر نہیں چلتے تھے۔ نیز مردانہ رفتار پاؤں زمین سے اٹھا کر چلتے تھے نہ یہ کہ زمین پر پاؤں گھسیٹتے ہوئے چلیں۔

مر کر کسی کی زلف پہ معلوم ہو تجھے
فرقت کی رات کٹتی ہے کس پیچ و تاب میں

(۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ يَعْنِي الْعَبْدِيَّ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوعًا بَعِيدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ عَظِيمَ الْجُمَّةِ إِلَى شَحْمَةِ أُذُنَيْهِ الْيُسْرَى عَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ مَا رَأَيْتُ شَيْئًا قَطُّ أَحْسَنَ مِنْهُ

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد آدمی تھے۔ (قدرے درازی مائل جیسا کہ پہلے گزر چکا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں (کندھوں) کے درمیان قدرے اوروں سے زیادہ فاصلہ تھا۔ (جس سے سینہ مبارک کا چوڑا ہونا بھی معلوم ہوگیا) گنجان بالوں والے تھے، جو کان کی لو تک آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

فائدہ: اس حدیث میں ''رَجُلًا مَرْبُوعًا'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ جیم کے پیش کے ساتھ مرد کا کیا گیا۔ یہ صحیح ہوسکتا ہے اس قسم کے الفاظ کلام عرب میں ربط کے واسطے آجاتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں کوئی خاص صفت ظاہر نہیں ہوتی اس لئے بعض محدثین کی رائے ہے کہ یہ لفظ جیم کے زیر کے ساتھ ہے جس کے معنی سیدھے پن اور ٹیڑھے پن کے درمیان کے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس صورت میں یہ صفت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کی ہوگی، جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کچھ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، اس حدیث سے بعض علماء نے کچھ سرخ کپڑے کا مرد کے لئے مطلقاً پہننا جائز قرار دیا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ صحابی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں ''کسی چیز کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین نہیں دیکھا'' اس لئے کہا، تاکہ انسان کے علاوہ چاند سورج وغیرہ ہر چیز کو شامل ہوجائے۔

(۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ مِنْ ذِي لِمَّةٍ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ شَعَرٌ يَضْرِبُ مَنْكِبَيْهِ بَعِيدُ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ لَمْ يَكُنْ بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالطَّوِيلِ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مونڈھوں تک رہتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ ذرا زیادہ چوڑا تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے نہ ٹھگنے۔

مشکل الفاظ کی وضاحت: رَجُلًا کو رَجِلًا (جیم کے کسرہ کے ساتھ) بھی پڑھ سکتے ہیں، یعنی سیدھے بال والے، مگر اولیٰ رَجُلًا پڑھنا ہے۔ بُعَید (مصغر) کو بَعِید (مکبر) بھی پڑھ سکتے ہیں۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں کے بارے میں یہ روایت پہلی روایت سے مختلف ہوگئی اس لئے کہ اس میں کان کی لو تک کا ذکر کیا گیا تھا۔ لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے اس لئے کہ بال ایک حالت پر نہیں رہا کرتے، کبھی کم ہوتے ہیں، کبھی زائد ہوجاتے ہیں اور قصداً بھی کبھی کم کئے جاتے ہیں، کبھی بڑھائے جاتے ہیں۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا الْمَسْعُودِيُّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ وَلَا بِالْقَصِيرِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ ضَخْمُ الرَّأْسِ ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ طَوِيلُ الْمَسْرُبَةِ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے (یہ صفات مردوں کے لئے محمود ہیں اس لئے کہ قوت اور شجاعت کی علامت ہیں۔ عورتوں کے لئے مذموم ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔ اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تھے گویا کہ کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہ حضورؐ سے پہلے دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

فائدہ: اس قسم کی عبارت سے کہ ''میں نے فلاں جیسا کبھی نہیں دیکھا'' مبالغہ مقصود ہوا کرتا ہے اس کے مثل نہ ہونے میں۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں مبالغہ نہیں اس لئے کہ وہاں کمالِ جمال ہی تعبیر سے باہر ہے۔ علامہ مناوی نے لکھا ہے کہ ہر شخص یہ اعتقاد رکھنے کا مکلف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک جن اوصاف جمیلہ کے ساتھ متصف ہے کوئی دوسرا ان اوصاف میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا نہیں ہوسکتا اور یہ محض اعتقادی چیز نہیں ہے۔ سیر، احادیث و تواریخ کی کتابیں اس سے لبریز ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ نے کمالات باطنیہ کے ساتھ جمال ظاہری بھی علی الوجہ الاتم عطا فرمایا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن میں) دو شعر نقل کئے گئے ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ زلیخا کی سہیلیاں اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے دلوں کو کاٹ دیتیں۔ بالکل سچ فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم مرد و عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں جس قدر غرق تھے، اس کا کچھ شائبہ دیکھنا ہو تو میری کتاب ''حکایات صحابہ رضی اللہ عنہم'' کا باب نمبر ۸ دیکھو۔

(٦) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنِ الْمَسْعُودِيِّ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَأَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي حَلِيمَةَ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالُوا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ مَوْلَى غُفْرَةَ

ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں (یعنی پوتے ہیں) وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے تھے، نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے۔ بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرہ کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرہ مبارک میں تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لمبا بلکہ دونوں کے

قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ؓ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالطَّوِيلِ الْمُمَّغِطِ وَلَا بِالْقَصِيرِ الْمُتَرَدِّدِ وَكَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ جَعْدًا رَجِلًا وَلَمْ يَكُنْ بِالْمُطَهَّمِ وَلَا بِالْمُكَلْثَمِ وَكَانَ فِي وَجْهِهِ تَدْوِيرٌ أَبْيَضُ مُشْرَبٌ أَدْعَجُ الْعَيْنَيْنِ أَهْدَبُ الْأَشْفَارِ جَلِيلُ الْمُشَاشِ وَالْكَتَدِ أَجْرَدُ ذُو مَسْرُبَةٍ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ مَعًا بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ أَجْوَدُ النَّاسِ صَدْرًا وَأَصْدَقُ النَّاسِ لَهْجَةً وَأَلْيَنُهُمْ عَرِيكَةً وَأَكْرَمُهُمْ عَشِيرَةً مَنْ رَآهُ بَدِيهَةً هَابَهُ وَمَنْ خَالَطَهُ مَعْرِفَةً أَحَبَّهُ يَقُولُ نَاعِتُهُ لَمْ أَرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو عِيسَىٰ سَمِعْتُ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ الْحُسَيْنِ يَقُولُ سَمِعْتُ الْأَصْمَعِيَّ يَقُولُ فِي تَفْسِيرِ صِفَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

درمیان تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید سرخی مائل تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے ہڈیاں موٹی تھیں (مثلاً کہنیاں اور گھٹنے) اور ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر (معمولی طور سے زائد) بال نہیں تھے (یعنی بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے بدن پر بال زیادہ ہو جاتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر خاص خاص حصوں کے علاوہ جیسے بازو پنڈلیاں وغیرہ ان کے علاوہ اور کہیں بال نہ تھے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن مبارک کے ساتھ توجہ فرماتے تھے (یعنی یہ کہ صرف گردن پھیر کر کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس لئے کہ اس طرح دوسروں کے ساتھ لا پرواہی ظاہر ہوتی ہے اور بعض اوقات متکبرانہ حالت ہو جاتی ہے، بلکہ سینہ مبارک سمیت اس طرف رخ فرماتے۔ بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بھی فرمایا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توجہ فرماتے تو تمام چہرہ مبارک سے فرماتے، کن اکھیوں سے نہیں ملاحظہ فرماتے تھے۔ مگر یہ مطلب اچھا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مبارک شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ختم کرنے والے تھے نبیوں کے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی دل والے تھے اور سب سے زیادہ سچی زبان والے تھے۔ سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے۔ اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے۔ (غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل وزبان، طبیعت، خاندان اوصاف ذاتی اور نسبی ہر چیز میں سب سے افضل تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شخص یکا یک دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وقار اس قدر زیادہ تھا کہ اول وہلہ میں دیکھنے والا رعب کی وجہ سے ہیبت میں آ جاتا تھا) اول تو جمال وخوبصورتی کے لئے بھی رعب ہوتا

الْمُمَّغِطُ الذَّاهِبُ طُولاً وَقَالَ سَمِعْتُ أَعْرَابِيًّا يَقُولُ فِي كَلَامِهِ تَمَغَّطَ فِي نُشَّابَتِهِ أَيْ مَدَّهَا مَدًّا شَدِيدًا وَالْمُتَرَدِّدُ الدَّاخِلُ بَعْضُهُ فِي بَعْضٍ قِصَرًا وَأَمَّا الْقَطِطُ فَالشَّدِيدُ الْجُعُودَةِ وَالرَّجِلُ الَّذِي فِي شَعْرِهِ حُجُونَةٌ أَيْ تَثَنٍّ قَلِيلاً وَأَمَّا الْمُطَهَّمُ فَالْبَادِنُ الْكَثِيرُ اللَّحْمِ وَالْمُكَلْثَمُ الْمُدَوَّرُ الْوَجْهِ وَالْمُشْرَبُ الَّذِي فِي بَيَاضِهِ حُمْرَةٌ وَالْأَدْعَجُ الشَّدِيدُ سَوَادِ الْعَيْنِ وَالْأَهْدَابُ الطَّوِيلُ الْأَشْفَارِ وَالْكَتِدُ مُجْتَمِعُ الْكَتِفَيْنِ وَهُوَ الْكَاهِلُ وَالْمَسْرُبَةُ هُوَ الشَّعْرُ الدَّقِيقُ الَّذِي كَأَنَّهُ قَضِيبٌ مِنَ الصَّدْرِ إِلَى السُّرَّةِ وَالشَّثْنُ الْغَلِيظُ الْأَصَابِعِ مِنَ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ وَالتَّقَلُّعُ أَنْ يَمْشِيَ بِقُوَّةٍ وَالصَّبَبُ الْحُدُورُ تَقُولُ انْحَدَرْنَا فِي صَبُوبٍ وَصَبَبٍ وَقَوْلُهُ جَلِيلُ الْمُشَاشِ يُرِيدُ رُؤُوسَ الْمَنَاكِبِ وَالْعِشْرَةُ الصُّحْبَةُ وَالْعَشِيرُ الصَّاحِبُ وَالْبَدِيهَةُ الْمُفَاجَأَةُ يُقَالُ بَدَهْتُهُ بِأَمْرٍ أَيْ فَجَأْتُهُ

ہے، شوق افزوں مانع عرض تمنا آداب حسن، بار ہا دل نے اٹھائے ایسی لذت سننے کے مزے، اس کے ساتھ جب کمالات کا اضافہ ہو تو پھر رعب کا کیا پوچھنا۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مخصوص چیزیں عطا ہوئیں، (ان میں رعب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیا)۔ البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گھائل ہو کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب بنالیتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسا باجمال و باکمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھا نہ بعد میں دیکھا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر، محمد بن حسین سے سنا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اصمعی سے سنا اور وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مُمغط دراز قد ہے اور کہتے ہیں کہ میں نے ایک اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تَمَغَّطَ فِي نُشَّابَتِهٖ اپنا تیر بہت کھینچا مُتَرَدِّدُ۔ جس کا بدن کوتاہ قد ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے میں گھسا ہوا ہو قَطِطُ بہت گھنگریالے اور رجل ہلکے گھنگریالے بالوں والا۔ مُطَهَّمُ نہایت فربہ اور زیادہ گوشت والا۔ مُكَلْثَمُ گول چہرے والا۔ مشرب سرخی مائل گورے رنگ والا۔ أَدْعَجُ سخت سیاہ آنکھ کی پتلی والا۔ أَهْدَبُ جسکی پلکیں لمبی ہوں۔ كَتِدُ دونوں شانوں کے درمیان جگہ اسے کاہل بھی کہتے ہیں۔ مسربہ سینے سے ناف تک بالوں کی ایک لکیر۔ الشَّثْنُ جس کے ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں اور پاؤں گوشت سے بھرے ہوئے ہوں۔ تَقَلُّعُ آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلنا۔ الصَّبَبُ بلندی سے اترنا جیسے کہا جاتا ہے بلندی سے اترا۔ جَلِيلُ الْمُشَاشِ مونڈھوں کے سرے موٹے تھے۔ عشر اس سے مراد صحبت ہے اور عشیر صاحب کو کہتے ہیں۔ بَدَهْتُهُ اچانک پیش آنے والا۔ جیسے کہا جاتا ہے اچانک کوئی کام پیش آیا۔

(۷) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَيْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ إِمْلَاءً عَلَيْنَا مِنْ كِتَابِهِ قَالَ أَخْبَرَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ يُكْنٰى أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا أَتَعَلَّقُ بِهِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ أَطْوَلَ مِنَ الْمَرْبُوعِ وَأَقْصَرَ مِنَ الْمُشَذَّبِ عَظِيمُ الْهَامَةِ رَجِلُ الشَّعْرِ إِنِ انْفَرَقَتْ عَقِيقَتُهُ فَرَّقَ وَإِلَّا فَلَا يُجَاوِزُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ أُذُنَيْهِ إِذَا هُوَ وَفَّرَهُ أَزْهَرُ اللَّوْنِ وَاسِعُ الْجَبِينِ أَزَجُّ الْحَوَاجِبِ سَوَابِغَ مِنْ غَيْرِ قَرَنٍ بَيْنَهُمَا عِرْقٌ يُدِرُّهُ الْغَضَبُ أَقْنَى الْعِرْنَيْنِ لَهُ

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک دریافت کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کو بہت ہی کثرت سے اور وضاحت سے بیان کیا کرتے تھے۔ مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تا کہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں۔ (اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں حضرت حسن رضی اللہ تعالہ عنہ کی عمر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت سات سال کی تھی۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ میں اپنی کمسنی کی وجہ سے تامل اور کمال تحفظ کا موقع نہیں ملا تھا) ماموں جان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے شاندار تھے۔ اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبہ والے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک ماہ بدر کی طرح چمکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک بالکل متوسط قد والے آدمی سے کسی قدر طویل تھا۔ لیکن لانبے قد والے سے پست تھا، سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا، بال مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے۔ اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً خود مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے جس زمانہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک نہایت چمکدار تھا اور پیشانی مبارک کشادہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناک مبارک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداً دیکھنے والا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی ناک والا سمجھتا (لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کی وجہ سے بلند ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ مبارک کی پتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے، گوشت لٹکے ہوئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا۔ (یعنی تنگ منہ نہ تھا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نُورٌ يَعْلُوهُ يَحْسَبُهُ مَنْ لَمْ
يَتَأَمَّلْهُ أَشَمَّ كَثُّ اللِّحْيَةِ
سَهْلُ الْخَدَّيْنِ ضَلِيعُ الْفَمِ
مُفَلَّجُ الأَسْنَانِ دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ
كَأَنَّ عُنُقَهُ جِيدُ دُمْيَةٍ فِي
صَفَاءِ الْفِضَّةِ مُعْتَدِلُ الْخَلْقِ
بَادِنٌ مُتَمَاسِكٌ سَوَاءُ
الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ بَعِيدُ مَا بَيْنَ
الْمَنْكِبَيْنِ ضَخْمُ الْكَرَادِيسِ
أَنْوَرُ الْمُتَجَرَّدِ مَوْصُولُ مَا
بَيْنَ اللَّبَّةِ وَالسُّرَّةِ بِشَعَرٍ
يَجْرِي كَالْخَطِّ عَارِي الثَّدْيَيْنِ
وَالْبَطْنِ مِمَّا سِوَى ذٰلِكَ
أَشْعَرُ الذِّرَاعَيْنِ وَالْمَنْكِبَيْنِ
وَأَعَالِي الصَّدْرِ طَوِيلُ الزَّنْدَيْنِ
رَحْبُ الرَّاحَةِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ
وَالْقَدَمَيْنِ سَائِلُ الأَطْرَافِ
أَوْ قَالَ شَائِلُ الأَطْرَافِ
خُمْصَانُ الأَخْمَصَيْنِ مَسِيحُ
الْقَدَمَيْنِ يَنْبُو عَنْهُمَا الْمَاءُ
إِذَا زَالَ زَالَ قَلْعًا يَخْطُو تَكَفِّيًا
وَيَمْشِي هَوْنًا ذَرِيعُ الْمِشْيَةِ
إِذَا مَشَى كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ
وَإِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا
خَافِضُ الطَّرْفِ نَظَرُهُ إِلَى
الأَرْضِ أَطْوَلُ مِنْ نَظَرِهِ إِلَى
السَّمَاءِ جُلُّ نَظَرِهِ الْمُلاحَظَةُ

کے داندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سے سامنے کے دانتوں میں ذرا ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک ایسی خوبصورت اور باریک تھی جیسا کہ مورتی کی گردن صاف تراشی ہوئی ہوتی ہے اور رنگ میں چاندنی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضا نہایت معتدل اور پُر گوشت تھے اور بدن گھٹا ہوا تھا، پیٹ اور سینہ مبارک ہموار تھا، لیکن سینہ فراخ اور چوڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں (بڑی) تھیں (جو قوت کی دلیل ہوتی ہے) کپڑا اتارنے کی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک روشن اور چمکدار نظر آتا تھا، (یا یہ کہ بدن کا وہ حصہ بھی جو کپڑوں سے باہر رہتا تھا روشن اور چمکدار تھا) چہ جائیکہ وہ حصہ جو کپڑوں میں محفوظ ہو، (بندہ کے نزدیک یہ ترجمہ اچھا ہے)۔ ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح بالوں کی باریک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ مبارک بالوں سے خالی تھا، البتہ دونوں بازوؤں اور کندھوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ۔ نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لمبی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا ہونے اور ان کی ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے۔ قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے چھوٹے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو ایسا معلوم ہوتا گویا پستی میں اتر رہے ہیں، جب کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن سے پھر کر توجہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی (اس میں یہ اشکال ہے کہ ابوداؤد شریف میں روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرف اکثر دیکھا کرتے تھے، دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ عادت شریفہ تو زمین ہی کی طرف نگاہ رکھنے کی تھی لیکن چونکہ وحی کا بھی انتظار رہتا تھا اس لئے اس کے انتظار میں گاہ بگاہ

يَسُوقُ أَصْحَابَهُ وَيَبْدَأُ مَنْ لَقِيَ بِالسَّلَامِ

آسمان کی طرف بھی ملاحظہ فرماتے تھے۔ ورنہ عام اوقات میں عادت شریفہ نیچی نظر رہنے کی تھی۔

ادھر قاتل کی نظریں شرم سے اوپر نہیں اٹھتیں ادھر بسمل کھڑا ہے ہاتھ پر میت لئے دل کی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی، یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنے آگے کردیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ جاتے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔

تشریح: مشکل الفاظ کی وضاحت: **مُمَّغِط** بہت لمبا، اصمعی رحمہ اللہ نے ایک اعرابی سے دورانِ کلام سنا: **تَمَغَّط في نُشَّابته** کمان میں تیر ڈال کر بہت کھینچا۔ **نُشَّابة** تیر، جمع **نَشَاشِيب**۔ **مَغَطَ** (ف) **الشيئَ مَغْطًا** لمبا کرنے کے لئے کھینچا۔ **تَمَغَّطَ** کے بھی یہی معنی ہیں۔ **الْمُتَرَدِّد** اسم فاعل، اتنا ٹھگنا کہ بعض اعضاء بعض میں گھسے ہوئے معلوم ہوں۔ **تَرَدَّدَ** لوٹنا، واپس ہونا، بار بار لوٹنا۔ **الجَعْد** گھونگھریالے، سکڑے ہوئے بال۔ **القَطَط** چھوٹے گھونگھریالے بال، **قَطَّ الشَّعْرُ** بالوں کا چھوٹا اور گھونگھریالا ہونا **القَطَطُ الجَعْد** کے معنی میں مبالغہ ہے، ای **الشديد الجُعُودة** انتہائی درجہ کے چھوٹے گھونگھریالے۔ **رَجِلَ** (س) **الشَّعْرُ** بالوں کا قدرے گھونگھریالا ہونا، **فهو رَجِلٌ وَرَجَلٌ**، جمع **أرْجال**۔ **حَجِنَ** (س) **الشَّعْرُ** بالوں کا گھونگھریالا ہونا۔ **رَجِل** وہ شخص جس کے بالوں میں تھوڑا گھونگھریالا پن ہو، یعنی قدرے مڑے ہوئے ہوں (**سبوطة** اور **جعودة** کے درمیان)۔ **المُطَهَّم** بہت موٹا، **طَهَّمَ الشيئَ** موٹا بھاری ہونا، **البادن** موٹے بدن کا۔ **اَلْمُكَلْثَم** گول چہرہ، **كَلْثَم وَجْهُه** چہرے کے گوشت کا سمٹ جانا، **الكلثوم** چہرے اور رخسار پر گوشت چڑھا ہوا۔ **المُشْرَب** اسم مفعول، پلایا ہوا، **اشرب فلانا** پلانا، سیراب کرانا، اور مشرب: وہ شخص ہے جس کی سفیدی میں سرخی خوب ملادی گئی ہو۔ **أَدْعَج** سخت سیاہ آنکھ کی پتلی والا، **دَعِجَتِ** (س) **العينُ** آنکھ کا بہت سیاہ و سفید ہونا، یعنی پتلی بہت زیادہ سیاہ ہو، اور باقی سفید حصہ بہت سفید ہو۔ **أَهْدَب** لمبی پلکوں والا، جمع **هُدْب**، **الهُدْب** پلک، آنکھ کے پردے کے بال۔ **الشُّفْر** پلک کی جڑ، جمع **اشفار**۔ **الكَتِد** کندھوں کے درمیان کا حصہ، اس کے لئے دوسرا لفظ **الكاهل** ہے۔ **المَسْرُبَة** سینہ سے ناف تک کے باریک بال، گویا وہ چھڑی ہیں۔ **الشَّثْن** ہتھیلیوں اور پیروں کی انگلیوں کا موٹا ہونا، **شَثِنَتْ كَفُّه** ہتھیلی کا موٹا اور پر گوشت ہونا۔ **التَّقَلُّع** آگے کی طرف جھکتے ہوئے چلنا، جیسے اوپر سے دباؤ کے ساتھ آرہا ہو، دوسرے معنی اکڑ جانا یعنی قوت سے پیر اٹھانا۔ **الصَّبَبَ وَالصَّبُوْب** ڈھلان، **انحدرنا من صَبُوْب او من صَبَبٍ** ڈھلان میں اترنا، نشیب میں اترنا۔ **المُشَاشَة** مونڈھے کی ابھری ہوئی ہڈی، جمع **مُشَاش**۔ **جليل** عظیم یعنی مونڈھوں کے سرے موٹے تھے۔ **العِشْرَة** صحبت، اختلاط، آپس داری۔ **العَشِيْر** ہم صحبت، میل جول رکھنے والا (میاں بیوی) جمع **عُشَراء**۔ **البَدَاهة والبديهة** اچانک پیش آنے والا معاملہ، برجستگی، بے ساختگی، **بَدَهَه بامر** اچانک کوئی چیز سامنے لے آنا۔ **وَلَد** اور **وُلْد** دونوں صحیح ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ ابوجعفر کی کنیت **القَصْرِيُّ** تھی، وہ قصر احنف میں رہتے تھے۔

(یہ مشہور ترجمہ ہے اس بناء پر یہ اشکال پیش آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قصداً مانگ نکالنا روایات سے ثابت ہے۔ اس اشکال کے جواب میں علماء یہ فرماتے ہیں کہ اس کو ابتدائے زمانہ پر حمل کیا جائے کہ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام نہیں تھا، لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک یہ جواب اس لئے مشکل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ مشرکین کی مخالفت اور اہل کتاب کی موافقت کی وجہ سے مانگ نہ نکالنے کی تھی، اس کے بعد پھر مانگ نکالنی شروع فرمادی، اس لئے اچھا ترجمہ جس کو بعض علماء نے ترجیح دی ہے وہ یہ ہے کہ اگر بسہولت مانگ نکل آتی تو نکال لیتے اور اگر کسی وجہ سے بسہولت نہ نکلتی اور کنگھی وغیرہ کی ضرورت ہوتی تو اس وقت نہ نکالتے، کسی دوسرے وقت جب کنگھی وغیرہ موجود ہوتی نکال لیتے)۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے رہ جانا علماء نے اس کو تواضع پر حمل فرمایا ہے لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک اگر یہ حالت سفر پر محمول ہو تو انسب ہے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ سفر میں پسماندگان اور ضعفاء کی خبر گیری کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہا کرتے تھے، یہ حدیث بہت طویل ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، اخلاق، عادات، جملہ انواع مذکور ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے مضامین کی مناسبتوں سے اس کو کئی بابوں میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ اس کا کچھ حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کے باب میں اور کچھ حصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کے ذکر میں آئے گا۔

(۸) حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَلِيعَ الْفَمِ أَشْكَلَ الْعَيْنِ مَنْهُوسَ الْعَقِبِ قَالَ شُعْبَةُ قُلْتُ لِسِمَاكٍ مَا ضَلِيعُ الْفَمِ قَالَ عَظِيمُ الْفَمِ قُلْتُ مَا أَشْكَلُ الْعَيْنِ قَالَ طَوِيلُ شَقِّ الْعَيْنِ قُلْتُ مَا مَنْهُوسُ الْعَقِبِ قَالَ قَلِيلُ لَحْمِ الْعَقِبِ

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فراخ دہن تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، ایڑی مبارک پر بہت کم گوشت تھا۔ شعبہ فرماتے ہیں کہ میں نے سماک سے ضلیع الفم کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ دہن مبارک کشادہ تھا میں نے اشکل العین کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ آنکھوں کی سفیدی میں طوالت تھی میں نے کہا منہوس العقب کیا ہے کہا کہ ایڑی مبارک پر گوشت کا بہت کم ہونا۔

فائدہ: اہل عرب مرد کے لئے فراخ دہنی پسندیدہ سمجھتے ہیں، اور بعض لوگوں کے نزدیک اس جگہ فراخ دہنی سے فصاحت مراد ہے آنکھوں کی تعریف میں جو ترجمہ کیا گیا وہ صحیح قول کے موافق لکھا گیا ورنہ اس حدیث کے ترجمہ میں اس حدیث پاک کے ایک راوی سے فراخ چشم کا ترجمہ نقل کیا ہے، وہ اہل لغت کے نزدیک غلط ہے۔

خمار آلودہ آنکھوں پر ہزاروں میکدے قربان
وہ قاتل بے پئے ہی رات دن مخمور رہتا ہے

(۹) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْثَرُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ أَشْعَثَ يَعْنِي ابْنَ سَوَّارٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں، کہ میں ایک مرتبہ چاندنی رات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سرخ جوڑا

رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي لَيْلَةٍ إِضْحِيَانٍ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ إِلَيْهِ وَإِلَى الْقَمَرِ فَلَهُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ

زیب تن فرماتے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو، بالآخر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں۔ دیر وحرم میں روشنی شمس وقمر سے ہو تو کیا، مجھ کو تو تم پسند ہو اپنی نظر کو کیا کروں۔

(۱۰) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرُّؤَاسِيُّ عَنْ زُهَيْرٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَأَلَ رَجُلٌ الْبَرَاءَ بْنَ عَازِبٍ أَكَانَ وَجْهُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ قَالَ لَا بَلْ مِثْلَ الْقَمَرِ

سفیان بن وکیع سے وہ حمید بن عبد الرحمن سے وہ زہیر بن ابو اسحاق یہ وہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا؟۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔

مِثْلَ السَّيْفِ: ایک شخص نے آپ ﷺ کے چہرے مبارک کو تلوار کے ساتھ مشابہہ قرار دیا اس شخص نے یہ مشابہت چمک دمک میں دی ہے نہ کہ لمبا ہونے میں مگر چونکہ اس سے لمبا ہونے کا شبہ ہو گیا تھا اسی وجہ سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "لا بل كان مثل الشمس والقمر" کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک قوت ضیاء اور کثرت نور کی وجہ سے شمس وقمر کی طرح روشن ومنور تھا یعنی آپ ﷺ کا چہرہ مبارک نہ بالکل گول تھا نہ بالکل لمبا بلکہ مائل بہ گولائی تھا۔ باقی حدیث مبارک میں مہر کا ذکر ہے یہ مہر آپ ﷺ کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت سے تھی اور اس کی صورت یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتر کے انڈے کے برابر ایک جگہ بیضوی شکل میں جسم مبارک سے کچھ ابھری ہوئی تھی یہی مخصوص ابھار خاتم نبوت کہلاتا ہے۔ باقی اس کی رنگت اور گھٹنا بڑھنا مختلف ہوتا رہتا تھا اس کے بارے میں مختلف روایات ہیں اور اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اس مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں بعض روایتوں میں ہے کہ اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا اور بعض روایتوں میں یہ ہے کہ اس پر "وحده لا شريك له توجه حيث كنت فانك منصور" لکھا ہوا تھا آپ ﷺ کی نبوت کی یہ نشانی ماقبل آسمانی کتابوں میں بھی موجود تھی۔

فائدہ: تلوار کی تشبیہ میں یہ نقصان تھا کہ اس سے زیادہ طویل ہونے کا شبہ پیدا ہوتا تھا۔ نیز اس کی چمک میں سفیدی غالب ہوتی ہے نورانیت نہیں۔ اس لئے حضرت براء رضی اللہ عنہ نے تلوار سے انکار کر کے چاند سے تشبیہ دی۔ یہ تشبیہات سب تقریبی ہیں ورنہ ایک چاند کیا ہزار چاند میں بھی حضور اقدس ﷺ جیسا نور نہیں ہو سکتا۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے کہ اگر تجھے ممدوح کو عیب ہی لگانا ہے تو اسے چودھویں رات کے چاند سے تشبیہ دیدے، اس کے عیب لگانے کے لئے یہی کافی ہے۔

(۱۱) حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْمَصَاحِفِيُّ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي الْأَخْضَرِ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاف شفاف حسین وخوبصورت تھے کہ گویا کہ چاندی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک ڈھالا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

وَسَلَّمَ أَبْيَضَ كَأَنَّمَا صِيغَ مِنْ فِضَّةٍ رَجِلَ الشَّعْرِ — کے بال مبارک قدرے خمدار گھونگریالے تھے۔

فائدہ: سب سے پہلی روایت جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی گزر چکی ہے اس میں بالکل سفید رنگ کی نفی کی گئی تھی اس لئے اس حدیث سے یہ مراد نہیں کہ چاندی کی طرح سے بالکل سفید رنگ تھے بلکہ سفیدی سرخی مائل تھی اور چمک وحسن غالب تھا۔

(۱۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عُرِضَ عَلَيَّ الْأَنْبِيَاءُ فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ ضَرْبٌ مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رِجَالِ شَنُوئَةَ وَرَأَيْتُ عِيسَى بْنَ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي نَفْسَهُ الْكَرِيمَةَ وَرَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ مَنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبَهًا دِحْيَةُ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں، کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے۔ پس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا پتلے دُبلے بدن کے آدمی تھے گویا کہ قبیلہ شنوءۃ کے لوگوں میں سے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ہی ان کے ساتھ مشابہ ہوں، ایسے ہی جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ ان لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں دحیہ کلبی ہیں۔

مشکل الفاظ کی وضاحت: رجلٌ ضربٌ چھریرے بدن کا قد آور آدمی۔ أَقْرَبُ اسم تفضیل مضاف۔ الناس مضاف الیہ، رایت ای ممن رایت: الناس کی صفت، بہ: اقرب سے متعلق، شَبَهًا تمیز، عروۃ خبر اقرب من رایت میں اقرب مابعد کی طرف مضاف ہے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا یا شب معراج میں ہوا ہے یا خواب کی حالت میں ہوا ہے۔ بخاری شریف میں دونوں طرح کی روایتیں ہیں اور اختلاف میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ دونوں مرتبہ دیکھا ہو۔ نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں ہلکے بدن کا ترجمہ اپنے نزدیک راجح قول پر کیا ورنہ بعض علماء نے اس کے ترجمہ میں اور بھی اقوال فرمائے ہیں۔ ان تین انبیاء علیہم السلام کا ذکر اس لئے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام علاوہ ازیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں ہیں جملہ عرب ان کو مانتے تھے۔

(۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ سَعِيدٍ الْجُرَيْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ

سعید جریری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی

أَبَا الطُّفَيْلِ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا بَقِيَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ رَآهُ غَيْرِي قُلْتُ صِفْهُ لِي قَالَ كَانَ أَبْيَضَ مَلِيحًا مُقَصَّدًا صلوات اللّٰه وسلامه عليه

نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجئے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفید رنگ تھے۔ ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔

مشکل الفاظ کی وضاحت: اَلْمَلِیح حسین، جاذب صورت، دل کش، خوب رو، سفیدی میں سرخی کی آمیزش والا۔ مُقَصَّد معتدل، ہر عضو فٹ، قَصَدَ الامر درمیانی راہ اختیار کرنا (افراد و تفریط سے بچنا)۔

فائدہ: ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے سب سے اخیر میں وفات پائی ہے۔ ان کی وفات ۱۱۰ ہجری میں ہوئی ہے اس بناء پر انہوں نے کہا کہ اب میرے سوا کوئی دیکھنے والا نہیں رہا۔ علماء فرماتے ہیں کہ روئے زمین کی قید اس لئے لگائی کہ آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والوں میں موجود تھے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي ثَابِتٍ الزُّهْرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ ابْنُ أَخِي مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَجَ الثَّنِيَّتَيْنِ إِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّورِ يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ ثَنَايَاهُ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے دانت مبارک کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

فائدہ: علماء کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ یہ تشبیہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کو جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا اس کو نور کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لیکن علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ کوئی حسی چیز تھی تشبیہ نہیں جو بطور معجزہ کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دانتوں کے درمیان سے نکلتی تھی۔

حیا سے سر جھکا لینا ادا سے مسکرا دینا
حسینوں کو بھی کتنا سہل ہے بجلی گرا دینا

الغرض حلیہ مبارک میں ہر ہر چیز کمال حسن کو پہنچی ہوئی تھی۔

دامانِ نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہارِ توز داماں گلہ دارد

یعنی جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمال معنوی میں منتہا پر تھے، ایسے ہی جمال ظاہری میں بھی انتہا پر تھے۔ اللّٰھم صلی علی سیدنا محمد وآلہ بقدر حسنہ وجمالہ

② بَابُ مَا جَاءَ فِي خَاتَمِ النُّبُوَّةِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت کا بیان

فائدہ: یہ مضمون حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیہ شریف کے ذیل میں ہونے کی وجہ سے باب کا جزو ہونا چاہیے تھا مگر شدت اہتمام کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ یہ معجزہ اور علامات نبوت سے بھی ہے اس کو علیحدہ ذکر کیا جاتا ہے۔ مہر نبوت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر ولادت ہی کے وقت تھی جیسا کہ فتح الباری نے بواسطہ یعقوب بن حسن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے نقل کیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات میں جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو شک ہوا تو حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مہر نبوت کے نہ ہونے سے وصال پر استدلال کیا کہ اس وقت وہ نہیں رہی تھی۔ چنانچہ مناوی نے اس قصہ کو مفصل نقل کیا ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اس مہر نبوت پر کچھ لکھا ہوا تھا یا نہیں۔ ابن حبان رضی اللہ عنہم وغیرہ نے اس کی تصحیح کی ہے کہ اس پر (محمد رسول اللہ) لکھا ہوا تھا اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر (سر فانت المنصور) لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم جہاں چاہو جاؤ تمہاری مدد کی جائے گی۔ بعض اکابر کی رائے یہ ہے کہ یہ روایتیں ثبوت کے درجہ کو نہیں پہنچی ہیں۔ اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْجَعْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَ سَمِعْتُ السَّائِبَ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ فَمَسَحَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَةِ وَتَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهٖ وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهٖ فَنَظَرْتُ إِلَى الْخَاتَمِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَإِذَا هُوَ مِثْلُ زِرِّ الْحَجَلَةِ

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ مجھ کو میری خالہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی پیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو ممکن ہے کہ اپنی کسی غرض سے ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ سائب بن یزید کے علاج اور پانی پلانے ہی کی غرض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا۔ میں اتفاقاً یا قصداً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جو مسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی۔ (جو کبوتر کے انڈے کے برابر بیضوی شکل میں اس پردہ میں لگی ہوئی ہوتی ہے جو مسہری پر لٹکایا جاتا ہے علماء اس لفظ کے ترجمہ میں مختلف ہوئے ہیں جس کا میں نے یہ ترجمہ کیا ہے بعض لوگوں نے اور طرح سے ترجمہ کیا ہے لیکن امام نووی جو مشہور شارح مسلم ہیں نے ان ہی معنی کو ترجیح دی ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں اگر وضو کے پانی سے وضو کا بچا ہوا پانی مراد ہے تب کوئی اشکال واختلاف ہی نہیں اور اگر وضو کا پانی

ہی مراد ہو جو بدن سے دھو کر گرتا ہے جس کو ماءِ مستعمل کہتے ہیں تب بھی کوئی اشکال اس جگہ اس لئے نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فضلات تک بھی پاک ہیں، پھر ماءِ مستعمل کا کیا ذکر۔

(۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَعْقُوبَ الطَّالْقَانِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ بْنُ جَابِرٍ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ الْخَاتَمَ بَيْنَ كَتِفَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُدَّةً حَمْرَاءَ مِثْلَ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ

جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سرخ رسولی جیسی تھی۔ اور مقدار میں کبوتر کے انڈے جیسی تھی۔

فائدہ: مہر نبوت کی مقدار اور رنگ میں روایتیں کچھ مختلف ہیں۔ قرطبی نے ان میں اس طرح تطبیق کی ہے کہ وہ کم وزیادہ بھی ہو جاتی تھی اور رنگ میں مختلف ہوتی رہتی تھی۔ بندہ ناچیز کے نزدیک دوسری طرح جمع یہ بھی ممکن ہے کہ فی الحقیقت یہ سب تشبیہات ہیں اور تشبیہ ہر شخص کی اپنے ذہن کے موافق ہوتی ہے جو تقریبی حالت ہوتی ہے اور تقریب کے اختلاف میں اشکال نہیں ہوتا بندہ کے نزدیک یہ توجیہ زیادہ مناسب ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدِينِيُّ أَخْبَرَنَا يُوسُفُ بْنُ الْمَاجِشُونِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ عَنْ جَدَّتِهِ رُمَيْثَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ أَشَاءُ أَنْ أُقَبِّلَ الْخَاتَمَ الَّذِي بَيْنَ كَتِفَيْهِ مِنْ قُرْبِهِ لَفَعَلْتُ يَقُولُ لِسَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ يَوْمَ مَاتَ اهْتَزَّ لَهُ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ

رمیثہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون سنا اور میں اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنی قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مہر نبوت کو چوم لیتی۔ وہ مضمون یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن معاذ کے حق میں یہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ان کی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کا عرش بھی ان کی روح کی خوشی میں جھوم گیا۔

فائدہ: اس میں اختلاف ہے کہ عرش کی حرکت کی کیا وجہ اور کیا معنی ہیں۔ مشہور قول یہ ہے جس کے موافق ترجمہ لکھا گیا۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ عرش کے جھومنے سے مراد اہل عرش ہیں بعض کی رائے ہے کہ عرش سے مراد سعد رضی اللہ عنہ کا اپنا تخت ہے وغیرہ وغیرہ۔ مگر راجح قول اول ہی ہے یہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں۔ ان کے اور بھی فضائل کتب حدیث میں آتے ہیں۔ ہجرت سے قبل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تعلیم و تبلیغ کے لئے مدینہ طیبہ بھیجا تھا۔ ان کے ہاتھ پر یہ مسلمان ہوئے اور اپنی برادری کے سردار تھے اس لئے ان کے مسلمان ہوتے ہی تمام خاندان اسی روز مسلمان ہو گیا۔ سب سے اول جس خاندان نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا وہ یہی خاندان ہے۔ ۵ ہجری میں ان کا وصال ۳۷ سال کی عمر میں ہوا۔ ستر ہزار فرشتے ان کے جنازے کی نماز میں شریک ہوئے تھے لیکن باوجود ان سب کے حدیث شریف میں آتا ہے کہ قبر کی تھوڑی دیر کی تنگی ان کے لئے بھی پیش آئی۔ عبرت کی جگہ ہے آدمی کو عذاب قبر سے کسی طرح غافل نہیں ہونا چاہیے ہر وقت اس سے توبہ کرتے رہنا چاہیے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب کسی قبر

پر گزرہوتا تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہوجاتی تھی کسی نے عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کا بھی تذکرہ ہوتا ہے جس پر تو آپ نہیں روتے اس پر اس قدر روتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے جو اس سے نجات پالے اس کے لئے اس کے بعد ساری منزلیں سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس کے عذاب سے خلاصی نہ پاسکے اس کے لئے اس کے بعد کی ساری منزلیں اور بھی زیادہ دشوار ہوجاتی ہیں۔ نیز میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی سنا ہے کہ میں نے جتنے مناظر دیکھے ہیں ان میں قبر کا منظر سب سے زیادہ ہولناک پایا (مشکوٰۃ) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی غرض اس جگہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے قصہ سے نہیں بلکہ اس حدیث میں مہر نبوت کا ذکر آ گیا اس لئے انہوں نے ذکر فرمادیا۔ اور حضرت رمیثہ رضی اللہ عنہا کی غرض مہر نبوت کے بیان کرنے سے اپنے قریب ہونے کا بیان ہے کہ میں بہت ہی قریب تھی جبکہ میں نے یہ مضمون سنا، سننے میں کسی قسم کی غلطی وغیرہ کا احتمال نہیں۔

(۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ وَقَالَ بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّينَ

ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات بیان کیا کرتے تو یہ صفتیں بیان کرتے، اور حدیث مذکورہ سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین تھے۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے باب میں مفصل گزر چکی ہے اس لئے یہاں مختصر طور پر اس کی طرف اشارہ کردیا اور چونکہ اس میں مہر نبوت کا ذکر تھا اس لئے اس کو خاص طور سے ذکر کردیا یہ وہی حدیث ہے جو باب اول کے آٹھویں نمبر پر گزری ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ حَدَّثَنِي عِلْبَاءُ بْنُ أَحْمَرَ الْيَشْكُرِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو زَيْدٍ عَمْرُو بْنُ أَخْطَبَ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا زَيْدٍ ادْنُ مِنِّي فَامْسَحْ ظَهْرِي فَمَسَحْتُ ظَهْرَهُ فَوَقَعَتْ أَصَابِعِي عَلَى الْخَاتَمِ قُلْتُ وَمَا الْخَاتَمُ قَالَ شَعَرَاتٌ مُجْتَمِعَاتٌ

علباء بن احمر کہتے ہیں، کہ مجھ سے عمرو بن اخطب صحابی رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی علباء کہتے ہیں کہ میں نے عمرو سے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی انہوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

فائدہ: یہ پہلی روایات کیخلاف نہیں ہوئی اسلئے کہ اس کے اطراف میں بال بھی تھے انہوں نے صرف ان کا ذکر کردیا۔

(٦) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُسَيْنِ بْنِ وَاقِدٍ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللهِ بْنُ بُرَيْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي بُرَيْدَةَ يَقُولُ جَاءَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ قَدِمَ الْمَدِينَةَ بِمَائِدَةٍ عَلَيْهَا رُطَبٌ فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ مَا هٰذَا فَقَالَ صَدَقَةٌ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابِكَ فَقَالَ ارْفَعْهَا فَإِنَّا لَا نَأْكُلُ الصَّدَقَةَ قَالَ فَرَفَعَهَا فَجَاءَ الْغَدَ بِمِثْلِهِ فَوَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا هٰذَا يَا سَلْمَانُ فَقَالَ هَدِيَّةٌ لَكَ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَصْحَابِهِ ابْسُطُوا ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْخَاتَمِ عَلَى ظَهْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَآمَنَ بِهِ وَكَانَ لِلْيَهُودِ فَاشْتَرَاهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَذَا وَكَذَا دِرْهَمًا عَلَى أَنْ يَغْرِسَ لَهُمْ نَخْلًا فَيَعْمَلَ سَلْمَانُ فِيهِ حَتَّى تُطْعِمَ فَغَرَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّخلَ إِلَّا نَخْلَةً وَاحِدَةً غَرَسَهَا عُمَرُ فَحَمَلَتِ النَّخْلُ مِنْ عَامِهَا وَلَمْ تَحْمِلْ نَخْلَةٌ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا شَأْنُ هٰذِهِ النَّخْلَةِ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا غَرَسْتُهَا فَنَزَعَهَا رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَغَرَسَهَا فَحَمَلَتْ مِنْ عَامِهَا

بردۃ بن الحصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لے کر آئے جس میں تازہ کھجوریں تھیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سلمان یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے میرے پاس سے اٹھا لو (۱) دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر سلمان نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہدیہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی نوش فرمایا۔ (۲) پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت یہود بنی قریظہ کے غلام بنے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خریدا (۳) اور بدل کتابت بہت سے درہم قرار پائے اور نیز یہ کہ حضرت سلمان ان کیلئے (تین سو) کھجور کے درخت لگائیں اور ان درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا کہ سب درخت اسی سال پھل لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وہ درخت حضرت سلمان فارسیؓ کے ہاتھ کا لگایا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم لگایا ہوا درخت بھی اسی سال پھل لے آیا۔

فائدہ: ① اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ہم لوگ سے کیا مراد ہے۔ بعض کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جسے جمع کے لفظ سے تشریفاً تعبیر فرمایا اور بعض کے نزدیک جماعت انبیاء مراد ہیں اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ اقارب جن کو زکوۃ کا مال دینا جائز نہیں مراد ہیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک یہ تیسرا احتمال راجح ہے اور علامہ مناوی کے اعتراضات جو اس تیسری صورت میں ہیں زیادہ وقیع نہیں۔

② چنانچہ بیجوری نے اس کی تصریح کی ہے۔ حضرت سلمان کا اس طرح پر دونوں دن لانا حقیقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آقا بنانے کا امتحان تھا اس لئے کہ سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرانے زمانے کے علماء میں سے تھے اڑھائی سو برس اور بعض کے قول پر ساڑھے تین سو برس ان کی عمر ہوئی۔ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات میں جو پہلی کتب میں پڑھ رکھی تھیں یہ بھی دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدقہ نوش نہیں فرماتے اور ہدیہ قبول فرماتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت ہے، پہلی دونوں علامتیں دیکھنے کے بعد۔

③ مجازاً خریدا کے لفظ سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقت میں انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکاتب بنایا تھا۔ مکاتب بنانا اس کو کہتے ہیں کہ آقا غلام سے یہ معاملہ کرلے کہ اتنی مقدار جو آپس میں طے ہو جائے کما کر دے دو، پھر تم آزاد ہو۔

فائدہ: اس حدیث میں علماء نے بہت سی علمی تحقیقات فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ جب حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام تھے تو ان کا صدقہ اور ہدیہ جائز تھا یا نہیں، نیز ہدیہ اور صدقہ میں کیا کیا فرق ہیں وغیرہ وغیرہ طویل بحثیں ہونے کی وجہ سے اختصاراً ترک کر دی گئیں۔ البتہ اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک خاص معمول معلوم ہوا کہ ہدایا میں خدام وحضار کو شریک فرمایا کرتے تھے اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص معمول تھا۔ ہزاروں واقعات حدیث کی کتابوں میں اس معمول کے مذکور ہیں۔ اس مضمون میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد بھی نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا (الھدایا مشترکۃ) ہدیے جو دیئے جاتے ہیں وہ پاس بیٹھنے والوں میں مشترک ہوتے ہیں۔ محدثانہ حیثیت سے اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے اور کلام بھی ہے۔ یعنی ضعیف ہے مگر مضمون کے اعتبار سے واقعات سے تائید ہوتی ہے۔ یہ بات کہ کس قسم کے ہدیے مراد ہیں اور پاس بیٹھنے والوں سے کون مراد ہیں تفصیل طلب ہے۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک شیخ وقت کے پاس کوئی ہدیہ لایا، ایک پاس بیٹھنے والے نے عرض کیا الھدایا مشترکۃ انہوں نے فرمایا کہ شرک کے خواہاں نہیں ہم تو وحدت پسند کرتے ہیں یہ سب تمہاری نذر ہے وہ مقدار میں اتنا تھا کہ ان صاحب سے اٹھ بھی نہ سکا تو اپنے خادم کو حکم دیا کہ یہ ان کے گھر پہنچا دو اس نے پہنچا دیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں واقعہ پیش آیا کہ کچھ نقدی ہدیہ پیش کی گئی حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا الھدایۃ مشترکۃ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ اس سے خاص قسم کے ہدایا مراد ہیں اور یہ فرما کر خادم سے ارشاد فرمایا کہ اس کو اٹھا کر رکھ دو۔ علماء نے لکھا ہے کہ دونوں واقعے اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی موزوں ہیں ایک زاہد صوفی کے وہی مناسب تھا جو انہوں نے کیا اور ایک فقیہ کے یہی مناسب تھا اور یہ سچ ہے کہ امام ابو یوسفؒ فقہ کے مشہور امام ہیں اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ایک شرعی مسئلہ بن جاتا کہ ہدایا میں شرکت ضرور ہو جاتی اور امت کو دقت ہو جاتی۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب مبشرات اور منامات میں لکھی اس میں بہت سے عجیب واقعات ہیں منجملہ ان کے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابتدائی زمانہ میں مجھے شوق ہوا کہ ہمیشہ روزہ رکھوں۔ اس کے بعد علماء کے اختلافات کی وجہ سے مجھے تردد ہوا۔ خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک روٹی مرحمت فرمائی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا الهدايا مشتركة میں نے وہ روٹی سامنے کردی انہوں نے ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا الهدايا مشتركة میں نے ان کے سامنے بھی پیش کردی انہوں نے بھی ایک ٹکڑا اس میں سے لے لیا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا الهدايا مشتركة میں نے عرض کیا کہ اگر اس کو آپ ہی حضرات نے تقسیم فرمایا تو اس فقیر کے لئے کیا بچے گا؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ جب قرآن شریف کی آیت وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (سورۂ محمد) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر تم (ایمان لانے سے) روگردانی کرو گے تو اللہ جل شانہ تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لے آئے گا جو تم جیسی نہ ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے جو ہماری جگہ آئیں گے حضور اقدس ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر ارشاد فرمایا کہ یہ اور اس کی قوم۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ایمان ثریا پر معلق ہوتا تو فارس کے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی لے لیتے، علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بشارت ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خود اپنے ایمان لانے کا مفصل قصہ نقل فرماتے ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ اور اس میں ان علامات کا بھی ذکر ہے جن کا انہوں نے امتحان لیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں صوبہ اصبہان میں ایک جگہ کا رہنے والا ہوں جس کا نام "جے" تھا۔ میرا باپ اس جگہ کا چوہدری اور سردار تھا اور مجھ سے بہت زیادہ اس کو محبت تھی۔ میں نے اپنے قدیم مذہب مجوسیت میں اتنی زیادہ کوشش کی کہ میں آتش کدہ کا محافظ بن گیا۔ مجھے باپ نے ایک مرتبہ اپنی جائیداد کی طرف بھیجا راستہ میں میرا گزر نصاریٰ کے گرجے پر ہوا میں سیر کے لئے اس میں چلا گیا، میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا تو مجھے وہ پسند آ گئی اور اس دین کو پسند کرنے لگا شام تک میں وہیں رہا ان سے میں نے دریافت کیا کہ اس دین کا مرکز کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ملک شام میں ہے رات کو میں واپس گھر آیا۔ گھر والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تمام دن کہاں رہے؟ میں نے تمام قصہ سنایا باپ نے کہا بیٹا وہ دین اچھا نہیں ہے تیرا اور تیرے بڑوں کا جو دین ہے وہی بہتر ہے میں نے کہا ہرگز نہیں وہی بہتر ہے۔ باپ کو میری طرف سے خدشہ ہو گیا کہ کہیں چلا نہ جائے اس لئے میرے پاؤں میں ایک بیڑی ڈال دی اور گھر میں قید کر دیا میں نے ان عیسائیوں کو پاس کہلا بھیجا کہ جب شام سے سوداگر لوگ جو اکثر آتے رہتے تھے آئیں تو مجھے اطلاع کرا دیں چنانچہ کچھ سوداگر آئے اور ان عیسائیوں نے مجھے اطلاع کرا دی۔ جب وہ سوداگر واپس جانے لگے تو میں نے اپنے پاؤں کی بیڑی کاٹ دی اور بھاگ کر ان کے ساتھ شام چلا گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے تحقیق کی کہ اس مذہب کا سب سے زیادہ ماہر کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ گرجا میں فلاں پشپ ہے میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھے تمہارے دین میں داخل ہونے

کی رغبت ہے اور تمہاری خدمت میں رہنا چاہتا ہوں، اس نے منظور کر لیا۔ میں اس کے پاس رہنے لگا لیکن وہ کچھ اچھا آدمی نہ نکلا، لوگوں کو صدقہ کی ترغیب دیتا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو اپنے خزانے میں جمع کر لیتا غریبوں کو کچھ نہ دیتا۔ وہ مر گیا اس کی جگہ دوسرے شخص کو بٹھایا گیا وہ اس سے بہتر تھا اور دنیا سے بے رغبت تھا۔ میں اس کی خدمت میں رہنے لگا اور اس سے مجھے محبت ہوگئی بالآخر وہ بھی مرنے لگا تو میں نے اس سے پوچھا کسی کے پاس رہنے کی وصیت کر دو۔ اس نے کہا کہ میرے طریقے پر صرف ایک شخص دنیا میں ہے اس کے سوا کوئی نہیں ہے وہ موصل میں رہتا ہے تو اس کے پاس چلے جانا۔ میں اس کے مرنے کے بعد موصل چلا گیا اور اس سے جا کر اپنا قصہ سنایا اس نے اپنی خدمت میں رکھ لیا وہ بہترین آدمی تھا۔ آخر اس کی بھی وفات ہونے لگی تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا فلاں شخص کے پاس نصیبین میں چلے جانا میں اس کے پاس چلا گیا اور اس سے اپنا قصہ سنایا۔ اس نے اپنے پاس رکھ لیا وہ بھی اچھا آدمی تھا جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا عموریا میں فلاں شخص کے پاس چلے جانا، میں وہاں چلا گیا اور اس کے پاس اسی طرح رہنے لگا وہاں میں نے کچھ کمائی کا دھندا بھی کیا جس سے میرے پاس چند گائیں اور کچھ بکریاں جمع ہوگئیں۔ جب اس کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں نے اس سے پوچھا کہ اب میں کہاں جاؤں؟ اس نے کہا کہ خدا کی قسم! کوئی شخص اس طریقہ کا جس پر ہم لوگ ہیں عالم نہیں رہا۔ البتہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کا زمانہ قریب آگیا ہے جو دین ابراہیم پر ہوں گے، عرب میں پیدا ہوں گے اور ان کی ہجرت کی جگہ ایسی زمین ہے جہاں کھجوروں کی پیداوار کثرت سے ہے اور اس کے دونوں جانب کنکریلی زمین ہے وہ ہدیہ نوش فرمائیں گے اور صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی (یہ ان کی علامات ہیں) اسی وجہ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان علامات کی تحقیق کی تھی پس اگر تجھ سے ہو سکے تو اس سرزمین پہنچ جانا۔ اس کے انتقال کے بعد قبیلہ بنو کلب کے چند تاجروں کا وہاں سے گزر ہوا میں نے ان سے کہا کہ اگر تم مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلو تو میں اس کے بدلہ یہ گائیں اور بکریاں تمہاری نذر ہیں، انہوں نے قبول کر لیا اور مجھے وادی القریٰ (یعنی مکہ مکرمہ) لے آئے اور وہ گائے اور بکریاں میں نے ان کو دے دیں، لیکن انہوں نے مجھ پر یہ ظلم کیا کہ مجھے مکہ مکرمہ میں اپنا غلام ظاہر کیا اور مجھے بیچ دیا۔ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھے خرید لیا اور اپنے ساتھ اپنے وطن مدینہ طیبہ لے آیا۔ مدینہ طیبہ کو دیکھتے ہی میں نے ان علامتوں میں سے جو مجھے عموریا کے ساتھی (پادری) نے بتائی تھیں پہچان لیا کہ یہی وہ جگہ ہے۔ میں وہاں رہتا رہا کہ اتنے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک قبا ہی میں تشریف فرما تھے میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سن کر جو کچھ میرے پاس تھا لے جا کر پیش کر دیا اور عرض کیا کہ یہ صدقہ کا مال ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تناول نہیں فرمایا، صحابہ رضی اللہ عنہم (فقراء) سے فرمایا کہ تم کھالو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایک علامت تو پوری نکلی، پھر میں مدینہ واپس آگیا اور کچھ جمع کیا کہ اس دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ تشریف لائے میں نے کچھ کھجوریں اور کھانا وغیرہ پیش کیا اور عرض کیا کہ یہ ہدیہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ دوسری علامت بھی پوری ہوگئی، اس کے بعد میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک صحابی کے جنازے میں شرکت کی وجہ سے) بقیع میں

تشریف فرما تھے میں نے سلام کیا اور پشت کی طرف گھومنے لگا، آپ ﷺ سمجھ گئے اور اپنی چادر مبارک کمر سے ہٹادی میں نے مہر نبوت کو دیکھا میں جوش میں اس پر جھک گیا، اس کو چوم رہا تھا اور رو رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا سامنے آؤ۔ میں سامنے حاضر ہوا اور حاضر ہو کر سارا قصہ سنایا۔ اس کے بعد میں اپنی غلامی کے مشاغل میں پھنسا رہا ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنے آقا سے مکاتبت کا معاملہ کرلو۔ میں نے اس سے معاملہ کرلیا اس نے دو چیزیں بدل کتابت قرار دیں۔ ایک یہ کہ چالیس اوقیہ نقد سونا (ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً ۳ یا ۴ ماشہ کا) دوسری یہ کہ تین سو درخت کھجور کے لگاؤں اور ان کی پرورش کروں یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہوجائیں۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے درخت لگائے جس کا قصہ شمائل میں موجود ہے اور اتفاق سے کسی جگہ سے سونا حضور اکرم ﷺ کے پاس آگیا حضور اکرم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمادیا کہ اس کو جا کر اپنی بدل کتابت میں دے دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ کافی ہوگا وہ بہت زیادہ مقدار ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ اسی سے عجب نہیں پورا فرمادیں۔ چنانچہ میں لے گیا اور اس میں سے وزن کرکے چالیس اوقیہ سونا اس کو تول دیا (جمع الفوائد)

اس قصہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ شمائل کی روایت میں حضور اقدس ﷺ کا حضرت سلمان فارسی کو خریدنا اسی لحاظ سے کہا گیا کہ ان کا بدل کتابت حضور اکرم ﷺ ہی نے ادا فرمایا۔ اپنے دست مبارک سے درخت لگائے اور خود ہی اپنے پاس سے وہ سونا عطا فرمایا جو بدل میں قرار پایا تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دس سے زیادہ آقاؤں کی غلامی میں وہ رہے ہیں غزوۂ خندق میں انہی کے مشورے سے خندق کھدوائی گئی ورنہ عرب میں اس سے پہلے خندق کا دستور نہ تھا نہ لوگ خندق کو جانتے تھے۔

(٧) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْوَضَّاحِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَقِيلٍ الدَّوْرَقِيُّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ الْعَوَقِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ عَنْ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي خَاتَمَ النُّبُوَّةِ فَقَالَ كَانَ فِي ظَهْرِهِ بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ

ابونضرۃ کہتے ہیں، کہ میں نے ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کا حال پوچھا، تو انہوں نے یہ بتلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت مبارک پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

(٨) حَدَّثَنَا أَبُو الْأَشْعَثِ أَحْمَدُ بْنُ الْمِقْدَامِ الْعِجْلِيُّ الْبَصْرِيُّ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَاصِمٌ الْأَحْوَلُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَرْجِسَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي نَاسٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدُرْتُ هٰكَذَا مِنْ خَلْفِهِ

عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت مجمع تھا، میں نے اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پس پشت چکر لگایا (راوی نے اس جگہ غالباً چکر لگا کر فعلی صورت بیان کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرا منشاء سمجھ گئے اور اپنی پشت مبارک سے چادر اتاردی۔ میں نے مہر نبوت کی جگہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مٹھی کے ہم شکل دیکھا، جس کے چاروں طرف تل تھے جو گویا

فَعَرَفَ الَّذِي أُرِيدُ فَأَلْقَى الرِّدَاءَ عَنْ ظَهْرِهِ فَرَأَيْتُ مَوْضِعَ الْخَاتَمِ عَلَى كَتِفَيْهِ مِثْلَ الْجُمْعِ حَوْلَهَا خِيلَانٌ كَأَنَّهَا ثَآلِيلُ فَرَجَعْتُ حَتَّى اسْتَقْبَلْتُهُ فَقُلْتُ غَفَرَ اللهُ لَكَ يَا رَسُولَ اللهِ فَقَالَ وَلَكَ فَقَالَ الْقَوْمُ أَسْتَغْفَرَ لَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ نَعَمْ وَلَكُمْ ثُمَّ تَلَا هٰذِهِ الآيَةَ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ (محمد:۱۹)

مسوں کے برابر معلوم ہوتے تھے۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آیا اور میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ جل شانہ، آپ کی مغفرت فرمائے (یا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مغفرت فرمادی جیسا کہ سورت فتح میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے (لیغفر لك الله ماتقدم من ذنبك)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تیری بھی مغفرت فرمائے۔ لوگوں نے مجھ سے کہا کہ حضور نے تیرے لئے دعائے مغفرت فرمائی ہے۔ میں نے کہا ہاں اور تم سب کے لئے بھی اس لئے کہ اللہ جل شانہ کا حکم فرمایا ہے، کہ اے محمد مغفرت کی دعا کرو اپنے لئے بھی اور مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کے لئے بھی (اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو سب ہی کے لئے دعائے مغفرت فرما چکے ہیں)۔

(۳) بَابُ مَاجَاءَ فِي شَعْرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے بالوں کا بیان

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پٹھوں کی مقدار میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا اور ان میں کچھ تعارض نہیں اس لئے کہ بال بڑھنے والی چیز ہے ایک زمانہ میں اگر کان کی لوتک تھے تو دوسرے زمانے میں اس سے زائد اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر منڈانا چند مرتبہ ثابت ہے تو جس نے قریب کا زمانہ نقل کیا اس نے چھوٹے بال نقل کئے اور جس نے بال منڈھے ہوئے عرصہ ہوجانے کے وقت کو نقل کیا اس نے زیادہ بال نقل کئے۔

بعض علماء نے اس طرح بھی جمع فرمایا ہے کہ سر مبارک کے اگلے حصے کے بال نصف کانوں تک پہنچ جاتے تھے اور وسط مبارک کے اس سے نیچے تک اور اخیر سر مبارک کے کاندھوں کے قریب تک۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ شَعْرُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى نِصْفِ أُذُنَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک تھے۔

(۲) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہی برتن میں غسل کیا کرتے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک ایسے پٹھوں سے جو کان کی لوتک ہوا کرتے ہیں ان سے زیادہ تھے۔ اور ان سے کم

وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ لَهُ شَعْرٌ فَوْقَ الْجُمَّةِ وَدُوْنَ الْوَفْرَةِ

تھے جو مونڈھوں تک ہوتے ہیں۔ یعنی نہ زیادہ لمبے تھے نہ چھوٹے بلکہ متوسط درجہ کے تھے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ہر دو حضرات ننگے نہاتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود ہی فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا محل ستر اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا محل شرم کبھی نہیں دیکھا۔ نیز برتن کا ایک ہونا بھی اس پر حجت نہیں۔ اس کی کئی صورتیں ایسی ممکن ہیں کہ غسل بھی ہو جائے اور دوسرے کے سامنے ننگا بھی نہ ہونا پڑے۔ نیز اس حدیث سے عورت اور مرد کا ایک برتن سے اکٹھے نہانا ثابت ہوتا ہے۔ علماء کا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق اس صورت کے جواز پر اجماع ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ مرد پہلے غسل کرے اس کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرلے یہ بھی بالاتفاق سب کے نزدیک جائز ہے۔ تیسری صورت اس کا عکس ہے کہ عورت پہلے نہائے مرد اس کے بچے ہوئے پانی سے نہائے۔ یہ صورت حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ سب حضرات کے نزدیک جائز ہے۔ حنابلہ اس کو جائز نہیں بتلاتے البتہ اگر عورت کے غسل کے وقت مرد وہاں موجود ہو تو وہ بھی جائز فرماتے ہیں۔ ان حضرات کا استدلال اور جمہور کی طرف سے اس کا جواب علمی بحث ہونے کی وجہ سے یہاں ترک کر دیئے گئے۔ مختصراً عربی حاشیہ میں ذکر کیے گئے لیکن جب ایک معتمد امام اس کے خلاف ہے اور اس حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے تو اس میں احتیاط اولیٰ ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا اَبُوْ قَطَنٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرْبُوْعًا بَعِيْدَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ وَكَانَتْ جُمَّتُهُ تَضْرِبُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم متوسط القامۃ (درمیانے قد) تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کا درمیانی حصہ وسیع تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں کی لَو تک ہوتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث حلیہ شریف میں بھی مفصل گذر چکی ہے بالوں کے ذکر کی وجہ سے یہاں پھر اس کو مختصراً ذکر کر دیا گیا۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِاَنَسٍ كَيْفَ كَانَ شَعْرُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَكُنْ بِالْجَعْدِ وَلَا بِالسَّبِطِ كَانَ يَبْلُغُ شَعْرُهُ شَحْمَةَ اُذُنَيْهِ

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک کیسے تھے؟ ''انہوں نے فرمایا نہ بالکل پیچیدہ نہ بالکل کھلے ہوئے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی اور گھنگریالے پن لئے ہوئے تھے جو کانوں کی لو تک پہنچتے تھے''

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي طَالِبٍ قَالَتْ قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ قَدْمَةً وَلَهُ أَرْبَعُ غَدَائِرَ

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد ایک مرتبہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک چار حصے مینڈھیوں کے طور پر ہو رہے تھے۔

فائدہ: مشہور قول کے موافق ہجرت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ مکرمہ کو تشریف آوری چار مرتبہ ہوئی۔ اول عمرۃ القضاء میں جو سن سات ہجری میں تھا۔ پھر فتح مکہ میں سن آٹھ ہجری میں پھر اسی سفر میں عمرۃ الجعرانۃ کے لئے۔ پھر دس ہجری میں حج کے لئے۔ یہ تشریف آوری جس کا اس حدیث شریف میں ذکر ہے بیجوری کے قول کے مواقف فتح مکہ کے وقت ہوئی اور یہی مظاہر حق میں لکھا ہے۔ بعض علماء نے اور اوقات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ مردوں کے لئے عورتوں کی طرح مینڈھیاں مکروہ ہیں۔ اس حدیث سے مینڈھیوں سے وہی مراد لی جائیں جس میں تشبہ (بانساء) نہ ہو کہ تشبہ کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی ممانعت فرمائی ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ شَعَرَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِلَى أَنْصَافِ أُذُنَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نصف کانوں تک ہوتے تھے۔

(٧) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُسْدِلُ شَعَرَهُ وَكَانَ الْمُشْرِكُونَ يُفَرِّقُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ أَهْلُ الْكِتَابِ يَسْدِلُونَ رُؤُوسَهُمْ وَكَانَ يُحِبُّ مُوَافَقَةَ أَهْلِ الْكِتَابِ فِيمَا لَمْ يُؤْمَرْ فِيهِ بِشَيْئٍ ثُمَّ فَرَقَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأْسَهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بالوں کو بغیر مانگ نکالے ویسے ہی چھوڑ دیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے اور اہل کتاب نہیں نکالتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء ان امور میں جن میں کوئی حکم نازل نہیں ہوتا تھا اہل کتاب کی موافقت کو پسند فرماتے تھے۔ لیکن اس کے بعد یہ منسوخ ہو گیا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مخالفتِ اہل کتاب کرنے لگے۔

(٨) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ نَافِعٍ الْمَكِّيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَا ضَفَائِرَ أَرْبَعٍ

بیان کیا محمد بن بشار نے اور خبر دی عبدالرحمن بن مہدی نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم بن نافع مکی سے اور وہ ابن ابی نجیح سے اور وہ مجاہد سے اور وہ ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چار گیسوؤں والا دیکھا۔

فائدہ: بظاہر یہ وہی حدیث ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔

(۴) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ تَرَجُّلِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرنے کا بیان

فائدہ: بالوں میں کنگھا کرنا مستحب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے اور خود بھی اپنے مبارک بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيْسَى حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أُرَجِّلُ رَأْسَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا حَائِضٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں کنگھا کرتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

فائدہ: اس حدیث سے علماء نے یہ ثابت کیا ہے کہ حائضہ کو حالت حیض میں مرد کی خدمت کرنا جائز ہے۔ حیض سے عورت کا تمام جسم نجس نہیں ہوتا اور نہ ہی حیض سے عورت میں کوئی کمی آتی ہے البتہ صحبت وغیرہ ناجائز ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ هُوَ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهِ وَتَسْرِيحَ لِحْيَتِهِ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ حَتَّى كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر اکثر تیل کا استعمال فرماتے تھے اور اپنی داڑھی مبارک میں اکثر کنگھی کیا کرتے تھے۔ اور اپنے سر مبارک پر ایک کپڑا ڈال لیا کرتے تھے جو تیل کے کثرت استعمال سے ایسا ہوتا تھا جیسے تیلی کا کپڑا ہو۔

فائدہ: یعنی تیل سے چونکہ کپڑے خراب ہوجاتے ہیں جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظافت کے خلاف ہے اس لئے اس کی حفاظت کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا سر پر ڈال لیتے تھے تاکہ عمامہ وغیرہ خراب نہ ہو۔

(۳) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُحِبُّ التَّيَمُّنَ فِي طُهُورِهِ إِذَا تَطَهَّرَ وَفِي تَرَجُّلِهِ إِذَا تَرَجَّلَ وَفِي انْتِعَالِهِ إِذَا انْتَعَلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف سے ابتداء کرنے کو پسند فرماتے تھے وضو کرنے میں، جب وضو کرتے اور تیل اور کنگھی کرنے میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیل یا کنگھی کرتے اور جوتا پہننے میں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوتا پہنتے۔

فائدہ: ان تین چیزوں کی جو حدیث میں ذکر کی گئی ہیں کچھ قید نہیں۔ بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کی دائیں جانب سے ابتدا کرنا پسند فرماتے تھے اسی وجہ سے ترجمہ میں ہر چیز کا اضافہ کردیا اور اس کا اصلی قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کا وجود زینت اور شرافت ہے اس کے پہننے میں دایاں مقدم کرنا چاہیے کہ جیسے کپڑا، جوتا اور نکالنے میں بایاں مقدم۔ اور جس چیز کا وجود زینت نہیں

اس کے کرنے میں بایاں مقدم کرنا چاہئے جیسے پاخانہ جانا کہ اس میں جاتے وقت بایاں پاؤں مقدم ہونا چاہیے اور نکلتے وقت دایاں، برخلاف مسجد کے اس کا قیام شرافت اور بزرگی ہے اس لئے مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں اول داخل کرنا چاہیے اور نکلتے وقت بایاں پاؤں اول نکالنا چاہیے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانَ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُغَفَّلٍ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّرَجُّلِ إِلَّا غِبًّا

بیان کیا محمد بن بشار نے، کہا بیان کیا یحییٰ بن سعید نے، روایت کیا ہشام بن حسان نے وہ حسن (بصری) سے عبداللہ مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرنے کو منع فرماتے تھے۔ مگر گاہے بگاہے۔

فائدہ: إِلَّا غِبًّا: یہ لفظ اونٹ کا ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن پانی پر حاضر ہونے کے لئے بولا جاتا ہے پھر اس کا استعمال ہر اس فعل پر ہونے لگا جو ایک دن چھوڑ کر سرانجام دیا جائے یہاں پر روزانہ کنگھی کرنے سے ممانعت مراد ہے۔ (محشی)

قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ گاہے بگاہے سے مراد تیسرا دن ہے۔ ابوداؤد شریف میں ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی روزانہ کنگھا کرنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ ممانعت جب ہے جب کوئی ضرورت اس کی مقتضی نہ ہو ورنہ کچھ مضائقہ نہیں۔ نیز یہ ممانعت بطور کراہت تنزیہی کے ہے اور اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے کہ جب بالوں میں پراگندگی نہ ہو۔ پراگندگی کی صورت میں روزانہ کنگھی کرنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی النہی عن الترجل الا غبأ کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَرَفَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْأَوْدِيِّ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَرَجَّلُ غِبًّا

بیان کیا حسن بن عرفہ نے، کہا بیان کیا عبدالسلام بن حرب نے وہ روایت کرتے ہیں یزید بن ابی خالد سے وہ ابی العلاء الاودی سے وہ حمید بن عبدالرحمن سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گاہے بگاہے کنگھی کیا کرتے تھے۔

فائدہ جدیدہ: عَنْ رَجُلٍ: یہاں صحابی رسول کا نام ذکر نہیں کیا۔ صحابی کے نام کا ذکر نہ کرنا اس کی عدالت کے لئے مضر نہیں ہے۔ لان الصحابة كلهم عدول، بعض حضرات نے ان کے نام میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ (۱) بن عمرو، (۲) عبداللہ بن سرجس، (۳) بعض نے عبداللہ بن مغفل نقل کیا ہے۔

(۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي شَيْبِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وآله وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفید بال آجانے کا ذکر

فائدہ: اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمْ يَبْلُغْ ذٰلِكَ إِنَّمَا كَانَ شَيْبًا فِي صُدْغَيْهِ وَلٰكِنْ أَبُو بَكْرٍ خَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ

قتادہ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خضاب کیا کرتے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی سفیدی اس مقدار ہی کو نہ پہنچی تھی کہ خضاب کی نوبت آتی۔ سفیدی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف دونوں کنپٹیوں میں تھوڑی سی تھی، البتہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حنا اور کتم سے خضاب فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: کتم ایک گھاس ہے جس سے خضاب کیا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سیاہ ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر سرخ ہوتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف کتم کا خضاب سبز ہوتا ہے اور مہندی کے ساتھ ملا کر مائل بسیاہی ہو جاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے اگر غلبہ کتم کا ہوتا ہے تو خضاب سیاہ ہو جاتا ہے اور اگر غلبہ مہندی کا ہوتا ہے تو سرخ۔ الغرض خضاب دونوں سے جائز ہے مگر سیاہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ خالص سیاہ خضاب کی ممانعت احادیث سے ثابت ہے۔ اس حدیث کی مزید وضاحت ابواب اللباس باب ماجاء فی الخضاب کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَيَحْيَى بْنُ مُوسَى قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا عَدَدْتُ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتِهِ إِلَّا أَرْبَعَ عَشْرَةَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں چودہ سے زائد سفید بال نہیں گنے۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال بہت ہی کم تھے لیکن ان کی تعداد میں اختلاف ہے اس روایت سے چودہ معلوم ہوتے ہیں۔ بعض روایات سے سترہ، اٹھارہ اور بعض سے تقریباً بیس معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کچھ ایسا اختلاف نہیں، مختلف زمانوں پر بھی محمول ہو سکتی ہیں اور گننے کے فرق پر بھی حمل کی جا سکتی ہیں۔ سب روایات میں سفید بالوں کی قلت مقصود ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ وَقَدْ يُسْئِلَ عَنْ شَيْبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ إِذَا دَهَنَ رَأْسَهُ لَمْ يُرَ مِنْهُ شَيْبٌ وَإِذَا لَمْ يَدْهِنْ رُئِيَ مِنْهُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بالوں کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیل کا استعمال فرماتے تھے تو وہ محسوس نہیں ہوتے تھے۔ ورنہ کچھ سفیدی کہیں کہیں محسوس ہوتی تھی۔

فائدہ: تیل کے استعمال کے وقت چونکہ سب بال چمکنے لگتے تھے اس لئے بالوں کی سفیدی تیل کی چمک میں مخلوط ہو جاتی تھی یا اس وجہ سے کہ تیل کی وجہ سے بال جم جاتے تھے تو سفید بال اپنی قلت کی وجہ سے مستور ہو جاتے تھے اور جب تیل لگا ہوا نہیں ہوتا تھا تو (سفید بال) منتشر ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو جاتے تھے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْوَلِيدِ الْكِنْدِيُّ الْكُوفِيُّ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ إِنَّمَا كَانَ شَيْبُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوًا مِنْ عِشْرِينَ شَعَرَةً بَيْضَاءَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید بال تقریباً بیس تھے۔

فائدہ: یہ پہلے گزر چکا ہے کہ یہ روایت اوروں کے کچھ خلاف نہیں۔

(۵) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ بوڑھے ہو گئے ① حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سورتِ ہود، سورت واقعہ، سورت مرسلات، سورت عم یتساءلون، سورت اذا الشمس کورت نے بوڑھا بنا دیا۔

فائدہ: ① اس کی کیا وجہ؟ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعتدال اُس کا مقتضی تھا کہ آپ جوان ہی رہتے یا آپ کی عمر شریف کا مقتضی یہ تھا کہ آپ اس وقت تک جوان رہتے۔

ان سورتوں کی قید نہیں ان کے علاوہ سورۂ الحاقۃ، سورۂ القارعۃ، سورۂ غاشیہ وغیرہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ مقصود وہ سب سورتیں ہیں جن میں دہشت اثر امور کا ذکر ہے۔ جیسے قیامت، جہنم، صور، شقی لوگوں کا انجام وغیرہ وغیرہ۔ اسی لئے ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو امور میں جانتا ہوں اگر تمہیں معلوم ہو جاتے تو تم ہنسنا بہت ہی کم کر دیتے اور اکثر اوقات روتے رہا کرتے کہ بیبیوں (بیویوں) کے پاس جانا بھی چھوڑ دیتے (اوکما قال)

شرح سنۃ میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی انہوں نے پوچھا یا رسول اللہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سورۂ ہود نے مجھے بوڑھا بنا دیا کیا بات ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس میں ایک آیت ہے "وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ" (الشوریٰ) یعنی دین پر ایسے مستقیم رہو جیسا کہ حکم ہے اور ظاہر ہے کہ حکم کے موافق پوری استقامت بہت ہی مشکل امر ہے اس لئے صوفیا نے لکھا ہے کہ استقامت ہزار کرامتوں سے افضل ہے۔

اس کی مزید شرح کتاب التفسیر میں سورۃ واقعہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ صَالِحٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ نَرَاكَ قَدْ شِبْتَ قَالَ قَدْ شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَأَخَوَاتُهَا

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ پر کچھ ضعف وغیرہ اثر، بڑھاپے کا محسوس ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورت ہود جیسی سورتوں نے ضعیف کر دیا۔

فائدہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت کدہ سے تشریف لاتے ہوئے داڑھی مبارک پر ہاتھ پھیر رہے

تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس قدر جلدی آپ پر بڑھاپا آ گیا ہے اور یہ کہہ کر رونے لگے اور آنسو جاری ہو رہے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سورۂ ہود جیسی سورتوں نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

زمخشری کہتے ہیں میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص شام کے وقت بالکل سیاہ بال جوان تھا ایک ہی رات میں بالکل سفید ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے رات قیامت کا منظر دیکھا ہے کہ لوگ زنجیروں سے کھینچ کر جہنم میں ڈالے جا رہے ہیں اس کی دہشت مجھ پر کچھ ایسی غالب آئی کہ اس نے ایک ہی رات میں مجھے اس حالت میں پہنچا دیا۔ اللہ اکبر

(۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا شُعَيْبُ بْنُ صَفْوَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ التَّيْمِيِّ تَيْمِ الرَّبَابِ قَالَ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعِي ابْنٌ لِي قَالَ فَأُرِيتُهُ فَقُلْتُ لَمَّا رَأَيْتُهُ هٰذَا نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ أَخْضَرَانِ وَلَهُ شَعَرٌ وَقَدْ عَلَاهُ الشَّيْبُ وَشَيْبُهُ أَحْمَرُ

ابو رمثہ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ اپنے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگوں نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتلایا (کہ یہ تشریف فرما ہیں غالباً یہ پہلے سے پہچانتے نہ ہوں گے۔) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو مجھے معاً یہ کہنا پڑا کہ واقعی یہ اللہ کے سچے نبی ہیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی بھی سبز تھی اور چادر بھی سبز تھی) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بالوں پر بڑھاپے کے آثار غالب ہو گئے تھے لیکن وہ بال سرخ تھے۔

فائدہ: چہرۂ انور پر جو آثار ہیبت و وقار اور انوارِ نبوت تھے ان کو دیکھ کر بے اختیار آدمی کی زبان سے اس قسم کے الفاظ نکل جاتے تھے کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں بلا شبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹے نہیں ہو سکتے وغیرہ وغیرہ۔

متعدد حضرات صحابہؓ سے اس قسم کے الفاظ ابتدائی نظر میں حدیث کی کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں۔

حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرخ بالوں کا بھی ذکر ہے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا، یا نہیں۔ بعض خضاب کے قائل ہیں وہ اس سرخی کو خضاب پر محمول فرماتے ہیں۔ اور بعض لوگ قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ بال جب سفید ہوتا ہے تو اکثر مرتبہ سرخ ہوتا ہے یہ سرخی اصلی تھی خضاب کی نہیں تھی۔ خضاب کا بیان مستقل دوسرے باب میں آنے والا ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قِيلَ لِجَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَكَانَ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ قَالَ لَمْ يَكُنْ فِي رَأْسِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْبٌ إِلَّا

احمد بن منیع، سریج بن نعمان، حماد بن سلمہ، سماک بن حرب کہتے ہیں کہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں سفید بال تھے؟ انہوں نے کہا کہ صرف چند بال مانگ پر تھے جو تیل لگانے

شَعَرَاتٌ فِي مَفْرِقِ رَأْسِهٖ إِذَا ادَّهَنَ وَارَاهُنَّ الدُّهْنُ — کی حالت میں ظاہر نہیں ہوتے تھے۔

فائدہ: یہ روایت بظاہر اس روایت کے کچھ خلاف ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع باب میں گزر چکی ہے لیکن کوئی ایسا اشکال نہیں اس لئے کہ وہ دو چار بال مانگ میں تھے جو بالوں میں مستور ہو جاتے اور تیل نہ ملنے کے وقت ظاہر ہوتے تھے۔ اس لئے اگر کسی روایت میں ان کا ذکر نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

⑥ بَابُ مَا جَاءَ فِي خِضَابِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب کرنے کا ذکر

فائدہ: اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان میں سے چار حدیثیں اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔ ان میں روایات کے مختلف ہونے کی بناء پر علماء میں بھی اختلاف ہوا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خضاب کیا یا نہیں۔ اکثر حضرات کے نزدیک امام ترمذی رحمہ اللہ کا میلان خضاب نہ کرنے کی طرف ہے۔ حنفیہ بھی اسی طرف مائل ہیں چنانچہ در مختار میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خضاب نہ کرنا زیادہ صحیح ہے اور علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس کی یہی وجہ بتائی ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی داڑھی اور سر مبارک میں بخاری وغیرہ کی روایت کے موافق سترہ بال سفید تھے اور بیجوری شافعیؒ شارحِ شمائل اس کے قائل ہوئے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کبھی خضاب فرمایا اور اکثر نہیں کیا۔

مسئلہ: علماء حنفیہ کے نزدیک خضاب مستحب ہے لیکن مشہور قول کے موافق سیاہ خضاب مکروہ ہے اور علماء شافعیہ کے نزدیک خضاب سنت ہے مگر سیاہ خضاب حرام ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو رِمْثَةَ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ ابْنٍ لِي فَقَالَ ابْنُكَ هٰذَا فَقُلْتُ نَعَمْ أَشْهَدُ بِهٖ قَالَ لَا يَجْنِي عَلَيْكَ وَلَا تَجْنِي عَلَيْهِ قَالَ وَرَأَيْتُ الشَّيْبَ أَحْمَرَ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا أَحْسَنُ شَيْءٍ رُوِيَ فِي هٰذَا الْبَابِ وَأَفْسَرُ لِأَنَّ الرِّوَايَاتِ الصَّحِيحَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَبْلُغِ الشَّيْبَ وَأَبُو رِمْثَةَ اسْمُهٗ رِفَاعَةُ بْنُ يَثْرِبِيِّ التَّيْمِيُّ

ابو رمثہ کہتے ہیں، کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے لڑکے کو ساتھ لے کر حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں حضرت! یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے گواہ رہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی جنایت کا بدلہ اس پر نہیں (فائدہ میں اس کی وضاحت آئے گی) ابو رمثہ کہتے ہیں، کہ اس وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض بالوں کو سرخ دیکھا۔ امام ترمذی کہتے ہیں، کہ خضاب کے بارے میں یہ حدیث سب سے زیادہ صحیح اور واضح ہے۔

فائدہ: زمانہ جاہلیت کا دستور تھا کہ بیٹا باپ کے جرم میں ماخوذ ہو جاتا تھا۔ ابو رمثہ نے اسی قاعدہ کی بنا پر یہ عرض کیا کہ اگر کبھی اس امر کی ضرورت پیش آئے تو آپ اس کے گواہ رہیں کہ واقعی یہ میرا بیٹا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کی

اس رسم کو رد فرماتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا کہ اسلام کا یہ قاعدہ نہیں کہ "کرے کوئی اور بھرے کوئی" وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰی (الانعام: ۱۶۴)۔ کہ کوئی شخص دوسرے کے بوجھ کا ذمہ دار نہیں۔

(۲) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مَوْهَبٍ قَالَ سُئِلَ أَبُو هُرَيْرَةَ هَلْ خَضَبَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَبُو عِيسَى وَرَوَى أَبُو عَوَانَةَ هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَوْهَبٍ فَقَالَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ

سفیان بن وکیع بیان کرتے ہیں، شریک، عثمان بن موھب سے وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب کیا؟ انہوں نے کہا کہ ہاں کیا۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں کہ ابوعوانہ نے اس حدیث کو عثمان بن عبداللہ بن موھب سے روایت کیا۔ پس انہوں نے کہا ام سلمہ سے۔

(۳) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ هَارُونَ أَنْبَأَنَا النَّضْرُ بْنُ زُرَارَةَ عَنْ أَبِي جَنَابٍ عَنْ إِيَادِ بْنِ لَقِيطٍ عَنِ الْجَهْذَمَةِ امْرَأَةِ بَشِيرِ ابْنِ الْخَصَاصِيَّةِ قَالَتْ أَنَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ يَنْفُضُ رَأْسَهُ وَقَدِ اغْتَسَلَ وَبِرَأْسِهِ رَدْعٌ مِنْ حِنَّاءٍ أَوْ قَالَ رَدْغٌ مِنْ حِنَّاءٍ شَكَّ فِي هٰذَا الشَّيْخُ

جہذمہ جو بشیر بن خصاصیہ کی بیوی ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکان سے باہر تشریف لاتے ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کر رکھا تھا، اس لئے سر مبارک کو جھاڑ رہے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر حنا کا اثر تھا۔

(۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ رَأَيْتُ شَعَرَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَخْضُوبًا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔

فائدہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خضاب میں مختلف روایتیں ہیں، جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے لیکن اس روایت میں ایک خاص اشکال ہے وہ یہ کہ اس سے پہلے باب کی سب سے پہلی حدیث میں خود حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خضاب کی نفی مذکور ہو چکی ہے لیکن دونوں روایتیں اگر صحیح مان لی جائیں تو مختلف اوقات پر محمول ہو سکتی ہیں۔

⑦ بَابُ مَا جَاءَ فِي كُحْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرمہ کا بیان

فائدہ: سرمہ آنکھ میں ڈالنا مستحب ہے آدمی کو چاہیے کہ ثواب کی نیت سے سرمہ ڈالے کہ اس میں آنکھ کو فائدہ پہنچنے کے علاوہ اتباعِ سنت کا ثواب بھی ہے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ أَنْبَأَنَا أَبُو دَاوُدَ

محمد بن حمید الرازی، ابوداؤد طیالسی، عباد بن منصور،

الطَّیَالِسِیُّ عَنْ عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اکْتَحِلُوْا بِالْاِثْمِدِ فَاِنَّہٗ یَجْلُوا الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَۃٌ یَکْتَحِلُ مِنْھَا کُلَّ لَیْلَۃٍ ثَلٰثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ وَثَلَاثَۃً فِیْ ھٰذِہٖ

عکرمہ، ابن عباسؓ سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اثمد کا سرمہ آنکھوں میں ڈالا کرو اس لئے کہ وہ آنکھوں کی روشنی کو بھی تیز کرتا ہے اور پلکیں بھی زیادہ اگاتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ یہ بھی کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی جس میں سے تین تین سلائی ہر رات آنکھوں میں ڈالا کرتے تھے۔

فائدہ: اثمد ایک خاص سرمہ کا نام ہے جو سیاہی مائل ہوتا ہے۔ بلاد مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے۔ بعض اکابر اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیتے ہیں اور بعض نے توتیا بتلایا ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد تندرست آنکھوں والے اور وہ لوگ ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ مریض آنکھ اس سے زیادہ دکھنے لگتی ہے۔ سرمہ کا سوتے وقت ڈالنا زیادہ مفید ہے کہ آنکھ میں دیر تک باقی بھی رہتا ہے اور مسامات میں سرایت بھی اس وقت زیادہ کرتا ہے۔ سلائی کے بارے میں بھی مختلف روایتیں ہیں۔ بعض روایات میں دونوں آنکھوں میں تین تین (سلائیاں) وارد ہوئی ہیں جیسا کہ ابھی گزرا ہے اور بعض روایات میں دائیں آنکھ میں تین، بائیں میں دو وارد ہوئی ہیں۔ یہ مختلف اوقات پر محمول ہیں کہ بعض مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرماتے تھے اور بعض مرتبہ ایسا، حافظ ابن حجر ملا علی قاری رحمہ اللہ وغیرہ حضرات نے پہلی صورت کو راجح فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی متعدد احادیث میں یہی صورت نقل کی گئی ہے جیسا کہ آئندہ روایات میں آرہا ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس میں باب ماجاء فی الاکتحال کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْھَاشِمِیُّ الْبَصْرِیُّ أَخْبَرَنَا عُبَیْدُ اللّٰہِ بْنُ مُوْسٰی أَخْبَرَنَا إِسْرَائِیْلُ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُوْرٍ ح وَحَدَّثَنَا عَلِیُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ أَنْبَأَنَا عَبَّادُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ عِکْرِمَۃَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَکْتَحِلُ قَبْلَ أَنْ یَّنَامَ بِالْإِثْمِدِ ثَلَاثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ وَقَالَ یَزِیْدُ بْنُ ھَارُوْنَ فِیْ حَدِیْثِہٖ أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَتْ لَہٗ مُکْحُلَۃٌ یَکْتَحِلُ مِنْھَا عِنْدَ النَّوْمِ ثَلَاثًا فِیْ کُلِّ عَیْنٍ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین سلائی اثمد کے سرمہ کی ڈالا کرتے تھے اور ایک روایت میں ابن عباس ہی سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ جس سے سونے کے وقت تین تین سلائی آنکھ میں ڈالا کرتے تھے۔

(۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِیْعٍ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ یَزِیْدَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ عَنْ جَابِرٍ ھُوَ ابْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِالْإِثْمِدِ عِنْدَ النَّوْمِ فَإِنَّہٗ یَجْلُو الْبَصَرَ وَیُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اثمد کا سرمہ ضرور ڈالا کرو۔ وہ نگاہ کو روشن بھی کرتا ہے اور پلکیں بھی خوب اگاتا ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ خَيْرَ أَكْحَالِكُمُ الْإِثْمِدُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے سب سرموں میں سرمہ اثمد بہترین سرمہ ہے آنکھ کو بھی روشنی پہنچاتا ہے اور پلکیں بھی اگاتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے راویوں میں بشر بن مفضل کے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ان کا معمول چار سو رکعات نفل روزانہ پڑھنے کا تھا اور ایک دن افطار اور ایک دن روزہ، یہ دائمی معمول تھا۔

(۵) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُسْتَمِرِّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهُ يَجْلُو الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا کہ اثمد ضرور ڈالا کرو وہ نگاہ کو بھی روشن کرتا ہے پلکیں بھی اگاتا ہے۔

فائدہ: ان سب روایتوں میں اثمد کی ترغیب ہے لیکن ان سے وہی آنکھیں مراد ہیں جن کو موافق آجائے ورنہ بعض عوارض کی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ سرمہ موافق نہیں آتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ علماء نے ان ارشادات اور معمولات کی وجہ سے لکھا کہ سرمہ ڈالنا سنت ہے اور خاص اثمد کا سرمہ افضل ہے۔ لہٰذا اگر اثمد کے علاوہ کوئی اور سرمہ ڈالے تب بھی سنت ادا ہو جائے گی البتہ فضیلت اس کے لئے ہے۔

⑧ بَابُ مَا جَاءَ فِي لِبَاسِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لباس کا ذکر

فائدہ: اس باب میں مصنف نے سولہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ لباس کے بارے میں علماء فرماتے ہیں کہ آدمی کا لباس کوئی واجب ہوتا ہے کوئی مستحب، کوئی حرام، کوئی مکروہ اور کوئی مباح۔ آدمی کو لباس کے وقت اہتمام سے مندوبات کی طرف رغبت اور مکروہات سے اجتناب ہونا چاہیے۔ واجب وہ مقدار لباس ہے جس سے ستر عورت کیا جائے اور مندوب وہ ہے جس کے پہننے کی شریعت میں ترغیب آئی ہو۔ جیسے عمدہ کپڑا، بقرعید کے لئے اور سفید کپڑا جمعہ کے لئے۔ مکروہ وہ ہے جس کے نہ پہننے کی ترغیب آئی ہو، جیسے غنی کے لئے ہمیشہ پھٹے پرانے کپڑے پہننا۔ حرام وہ ہے جس کے پہننے کی ممانعت آئی ہو، جیسے مرد کے لئے ریشمی کپڑا بلا عذر پہننا۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ أَنْبَأَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى وَأَبُو تُمَيْلَةَ وَزَيْدُ بْنُ حُبَابٍ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبَّ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب کپڑوں میں کرتے کو زیادہ

الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

پسند فرماتے تھے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقَمِيصُ

علی بن حجر، فضل بن موسی، عبدالمومن بن خالد، عبداللہ بن بریدہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ پسندیدہ کپڑوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں قمیص ہے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کو زیادہ پسند کرنے کی وجوہ علماء نے مختلف تحریر فرمائی ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اس سے بدن اچھی طرح ڈھانکا جاتا ہے۔ بخلاف لنگی وغیرہ کے، اس لئے وہ (کرتہ) پسند تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ کم قیمت ہونے اور بدن پر بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے بخلاف چادر وغیرہ کے۔ بعض کی رائے ہے کہ اس سے تکبر پیدا نہیں ہوتا برخلاف بعض اور کپڑوں کے۔ بندہ ناچیز کے نزدیک اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ کرتہ میں ستر عورت بھی اچھی طرح سے ہوجاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تجمل اور زینت بھی اچھی ہوجاتی ہے۔ برخلاف اور کپڑوں کے کہ ان سے یا تجمل میں کمی رہے گی جیسے لنگی یا ستر عورت میں جیسے چادر۔ اس باب کی آٹھویں حدیث بظاہر اس حدیث کے مخالف ہے اس کے ساتھ تطبیق اسی جگہ ذکر کی جائے گی۔

(۳) حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو تُمَيْلَةَ عَنْ عَبْدِ الْمُؤْمِنِ بْنِ خَالِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْقَمِيصُ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى هٰكَذَا قَالَ زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ فِي حَدِيثِهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أُمِّهِ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَهٰكَذَا رَوَى غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي تُمَيْلَةَ مِثْلَ رِوَايَةِ زِيَادِ بْنِ أَيُّوبَ وَأَبُو تُمَيْلَةَ يَزِيدُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ عَنْ أُمِّهِ وَهُوَ أَصَحُّ

ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بعض لوگوں نے یہ بھی نقل کی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہننے کے لئے سب کپڑوں میں سے کرتہ پسند تھا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ اسی طرح زیاد بن ایوب نے اپنی حدیث میں بیان کیا، عبداللہ بن بریدۃ اپنی والدہ سے وہ ام سلمہ سے روایت کرتے ہیں اور اسی طرح روایت کیا ان کے علاوہ ابوتمیلہ نے زیاد بن ایوب کی حدیث کی مثل اور ابوتمیلہ نے اس حدیث میں عن امہ کا واسطہ زیادہ کیا اور یہی اصح ہے۔

فائدہ: ملا علی قاری رحمہ اللہ نے دمیاطی سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ سوت کا بنا ہوا تھا جو زیادہ لمبا بھی نہ تھا اور اس کی آستین بھی زیادہ لمبی نہ تھی۔ بیجوری نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف ایک ہی کرتہ تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول صبح کے کھانے میں شام کے لئے بچا کر رکھنے کا نہ تھا نہ شام کے کھانے میں صبح کے لئے بچانے کا تھا اور کوئی کپڑا کرتہ یا چادر یا لنگی یا جوتا دو عدد نہ تھے۔ علامہ مناوی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا نہ اس کی آستینیں لمبی ہوتی تھیں۔ دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ مبارک ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ نصف پنڈلی تک (کرتہ) ہونا چاہیے۔ ان احادیث کی مزید شرح ابواب اللباس (باب ماجاء فی القمص) میں بھی گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَجَّاجِ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بُدَيْلٍ يَعْنِي ابْنَ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيَّ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيدَ قَالَتْ كَانَ كُمُّ قَمِيصِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الرُّسْغِ

عبداللہ بن محمد بن الحجاج، معاذ بن ہشام، ابی، بدیل ابن میسرة عقیلی، شہر بن حوشب اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہونچے تک ہوتی تھی۔

فائدہ: یہ روایت بظاہر اس روایت کے خلاف ہے جس میں آستین کا پہونچے سے نیچا ہونا وارد ہوا ہے۔ علماء نے ان دونوں روایتوں کو چند طریق سے جمع کیا ہے۔ اولاً یہ کہ تعدد اوقات پر حمل کی جائیں کہ کبھی ایسی ہوتی تھیں اور کبھی اس طرح۔ دوم یہ کہ آستین جس وقت میں سکڑی ہوئی ہوتی تھی تو پہونچے تک جس وقت کہ سیدھی ہوتی تھی تو پہونچے سے نیچے تک بھی ہوجاتی تھی۔ بعض لوگوں نے دونوں روایتوں کو تخمینہ پر حمل فرمایا ہے اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ نے بذل المجہود میں تحریر فرمایا ہے کہ پہونچے تک کی روایات افضلیت پر محمول ہیں اور زیادہ کی روایت بیان جواز پر۔ علامہ جزری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کرتہ کی آستین میں سنت یہ ہے کہ پہونچے تک ہو اور کرتہ کے علاوہ چوغہ وغیرہ میں نیچے تک لیکن انگلیوں سے متجاوز نہ ہو۔ اس کی شرح بھی باب ماجاء فی القمص میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا أَبُو نُعَيْمٍ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُشَيْرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَهْطٍ مِنْ مُزَيْنَةَ لِنُبَايِعَهُ وَإِنَّ قَمِيصَهُ لَمُطْلَقٌ أَوْ قَالَ زِرُّ قَمِيصِهِ مُطْلَقٌ قَالَ فَأَدْخَلْتُ يَدِي فِي جَيْبِ قَمِيصِهِ فَمَسِسْتُ الْخَاتَمَ

قرۃ بن ایاس فرماتے ہیں، کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا تھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کا تکمہ کھلا ہوا تھا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر تبرکاً مہر نبوت کو چھوا۔

فائدہ: ان کی حاضری جس وقت ہوئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریبان کھلا ہوا تھا۔ اسی حالت میں ان کو زیارت ہوئی۔ محبت کا لازمہ ہے کہ محبوب کی ہر ادا دل میں کھپ جائے، عروہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے کو کبھی بھی گریبان کو گھنڈی نہیں لگائے دیکھا، گرمی ہو یا سردی ہمیشہ ان کی گھنڈیاں کھلی رہتی تھیں ان حضرات کے اسی عشق کی بدولت آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک ادا امت کے پاس محفوظ ہے۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر الامۃ احسن الجزاء

(۶) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ عَنِ الْحَسَنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَهُوَ يَتَّكِئُ عَلَى أُسَامَةَ بْنِ

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسامہ بن زید پر سہارا لگائے ہوئے مکان میں تشریف لائے۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک یمنی منقش کپڑا تھا جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لپٹے ہوئے تھے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باہر تشریف لا کر صحابہ کو نماز پڑھائی۔ امام ترمذی کے استاذ الاستاذ

زَيْدٍ عَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهِ فَصَلَّى بِهِمْ وَقَالَ عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْفَضْلِ سَأَلَنِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيثِ أَوَّلَ مَا جَلَسَ إِلَيَّ فَقُلْتُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ فَقَالَ لَوْ كَانَ مِنْ كِتَابِكَ فَقُمْتُ لِأُخْرِجَ كِتَابِي فَقَبَضَ عَلَى ثَوْبِي ثُمَّ قَالَ أَمْلِهِ عَلَيَّ فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَلْقَاكَ قَالَ فَأَمْلَيْتُهُ عَلَيْهِ ثُمَّ أَخْرَجْتُ كِتَابِي فَقَرَأْتُ عَلَيْهِ

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ امام یحییٰ بن معین نے مجھ سے یہ حدیث پوچھی۔ جب وہ پہلی مرتبہ میرے پاس حدیث پڑھنے آئے تو میں نے حدیث بیان کرنی شروع کی۔ حدثنا حماد بن سلمہ تو انہوں نے کہا اگر آپ اپنی کتاب سے حدیث بیان کرتے تو زیادہ قابل اعتماد ہوتا چنانچہ میں کھڑا ہوا کہ اپنی کتاب نکالوں تو انہوں نے میرا کپڑا پکڑا اور کہا پہلے مجھے یہ حدیث لکھوا دیجئے۔ اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ میری آپ سے ملاقات نہ ہو۔ چنانچہ میں نے اُن کو یہ حدیث لکھوادی۔ تو میں نے اپنی کتاب نکالی اور اُن کو حدیث پڑھ کر سنائی۔

فائدہ: یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کا ہے۔ چنانچہ دار قطنی نے اس کی تصریح کی ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا سہارا لگا رکھا تھا اور غالب یہ ہے کہ مرض الوفات کا قصہ ہے کہ اس قسم کے واقعات اس میں پیش آئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر ٹیک لگانے کے باب میں بھی یہ حدیث آئے گی۔ اس حدیث کی سند سے متعلق ایک عجیب قصہ امام ترمذیؒ نے نقل فرمایا ہے جس سے حضرات محدثین رحمۃ اللہ علیہم کا حدیث کے ساتھ شدتِ اشتیاق اور ان کی نگاہ میں دنیا کی بے ثباتی معلوم ہوتی ہے۔ محمد بن الفضل کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین (جو علم حدیث کے بڑے جلیل القدر امام ہیں حتی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ انہوں نے دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھی ہیں) نے بیٹھتے ہی اس حدیث کو مجھ سے دریافت کیا اور میں نے سنانا شروع کیا تو وہ فرمانے لگے کہ کاش! اپنی کتاب سے سناتے تاکہ زیادہ قابل اطمینان ہوتی۔ محمد بن فضلؒ کہتے ہیں کہ میں نے کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معینؒ نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور یہ کہنے لگے کہ پہلے مجھے حفظ ہی لکھاتے جاؤ موت وحیات کا کچھ اعتبار نہیں ممکن ہے کہ میں پھر مل سکوں نہ مل سکوں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ اول میں نے حفظ سنائی اور پھر کتاب لا کر دوبارہ دیکھ کر سنائی۔ اللہ اکبر۔ ان کو طرفین کی حیات کا اس قدر بھی اطمینان نہیں تھا کہ اندر سے کتاب لانے تک زیست کا یقین ہو اور حدیث کا شغف یہ کہ اس کے فوت ہو جانے کا بعید خطرہ بھی گوارا نہ ہوا۔

(۷) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِيَاسٍ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجَدَّ ثَوْبًا سَمَّاهُ بِاسْمِهِ عِمَامَةً أَوْ قَمِيصًا أَوْ رِدَاءً ثُمَّ يَقُولُ اللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا كَسَوْتَنِيهِ

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نیا کپڑا پہنتے تو اظہار مسرت کے طور پر اس کا نام لیتے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے یہ کرتہ مرحمت فرمایا۔ ایسے ہی عمامہ، چادر وغیرہ۔ پھر یہ دعا پڑھتے۔ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں۔ اور اس کپڑے کے پہننے پر تیرا ہی شکر ہے۔ یا اللہ تجھ ہی سے اس کپڑے کی بھلائی چاہتا ہوں اور ان مقاصد کی بھلائی اور خوبی چاہتا ہوں۔ جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے اور تجھ

أَسْأَلُكَ خَيْرَهُ وَخَيْرَ مَا صُنِعَ لَهُ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهِ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهُ

ہی سے اس کپڑے کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور ان چیزوں کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جن کے لئے یہ کپڑا بنایا گیا ہے۔

فائدہ: کپڑے کی بھلائی برائی تو ظاہر ہے اور جس چیز کے لئے بنایا گیا اس کا مطلب یہ ہے کہ گرمی، سردی اور زینت وغیرہ جس غرض کے لئے پہنا گیا اس کی بھلائی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں استعمال ہو عبادت پر معین ہو اور اس کی برائی یہ ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں استعمال ہو، عجب وتکبر وغیرہ پیدا کرے۔ اس حدیث کی مزید شرح ابواب اللباس باب مایقول اذالبس ثوبًا جدیدًا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُونُسَ الْكُوفِيُّ أَنْبَأَنَا الْقَاسِمُ بْنُ مَالِكٍ الْمُزَنِيُّ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ھشام بن یونس کوفی بیان کیا قاسم بن مالک مزنی نے جریری سے روایت کیا اور وہ ابونضرہ سے اور وہ سعید خدری رضی اللہ عنہ سے اور وہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

(۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَحَبَّ الثِّيَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُهُ الْحِبَرَةُ

محمد بن بشار خبر دی معاذ بن ہشام نے اور بیان کیا ابی نے قتادہ سے انہوں نے انس بن مالک سے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسندیدہ کپڑوں میں سے حَبرہ کو پسند کرتے تھے۔ اور اس کو پہنتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث بظاہر باب کی پہلی حدیث کے مخالف ہے جس میں کرتہ کا سب سے زیادہ پسندیدہ ہونا بیان کیا گیا ہے۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں بیان فرمائی ہیں سب سے زیادہ سہل تو یہ ہے کہ ان میں کچھ منافات ہی نہیں وہ بھی زیادہ پسند تھا اور یہ بھی، یا یہ کہا جائے کہ پہننے کے کپڑوں میں کرتا زیادہ پسند تھا اور اوڑھنے کے کپڑوں میں چادر۔ بعض لوگوں نے ثبوت کے لحاظ سے اس حدیث کو زیادہ قوی بتایا ہے۔ بعض لوگوں نے اس پہلی حدیث کو اقسام لباس پر حمل کیا ہے کہ کپڑوں کی سب قسموں میں کرتا زیادہ پسند تھا اور اس حدیث کو الوان پر یعنی رنگ کے لحاظ سے منقش چادر کا رنگ پسند تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ چادریں سبز رنگ کی ہوتی تھیں اور مقصود یہ ہے کہ رنگ کے اعتبار سے سبز رنگ پسند تھا کہ جنتی لباس سبز رنگ کا ہوگا۔ یہ حدیث ابواب اللباس کے آخر میں بھی گزر چکی ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنْبَأَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَوْنِ بْنِ أَبِي جُحَيْفَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرَاءُ كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَرِيقِ سَاقَيْهِ قَالَ سُفْيَانُ أُرَاهَا حِبَرَةً

ابوجحیفہ فرماتے ہیں، کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں پنڈلیوں کی چمک گویا اب بھی میرے سامنے ہے۔ سفیان جو حدیث کے راوی ہیں فرماتے ہیں، کہ میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ سرخ جوڑا منقش جوڑا تھا۔

فائدہ: یہ قصہ حجۃ الوداع کا ہے جیسا کہ بخاری وغیرہ کی روایت میں بالتصریح موجود ہے سفیان کی اس روایت کی مراد میں

منقش جوڑا اس لئے بتاتے ہیں کہ سرخ کپڑے کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے علماء کا اس میں اختلاف ہے چنانچہ حنفیہ کے بھی اس میں مختلف اقوال ہیں۔ سب سے پہلے باب میں گزر چکا ہے کہ اس میں تفصیل ہے جو کپڑے کی تعیین کے بعد علماء سے تحقیق کی جاسکتی ہے۔ حضرت قطب الارشاد مولانا علامہ رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاویٰ میں بکثرت یہ مضمون ہے کہ سرخ رنگ مرد کے لئے فتویٰ کی رو سے جائز ہے تقویٰ کے لحاظ سے ترک کرنا اولیٰ ہے کہ علماء میں مختلف فیہ ہے۔ یہ حدیث ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی ادخال الاصبع الاذن عندالاذان کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ أَحْسَنَ فِي حُلَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَانَتْ جُمَّتُهُ لَتَضْرِبُ قَرِيبًا مِنْ مَنْكِبَيْهِ

حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ میں نے کبھی کسی سرخ جوڑے والے کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک مونڈھوں کے قریب تک تھے۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے باب میں گزر چکی ہے یہاں سرخ جوڑے کی وجہ سے مکرر ذکر کی گئی۔

(۱۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ إِيَادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي رِمْثَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ بُرْدَانِ أَخْضَرَانِ

ابو رمثہ کہتے ہیں، کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے دیکھا۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے بھی دوجگہ گزر چکی ہے لباس کی وجہ سے اس باب میں مختصر طور پر ذکر کی گئی۔

(۱۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ الْعَنْبَرِيُّ عَنْ جَدَّتَيْهِ دُحَيْبَةَ وَعُلَيْبَةَ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ قَالَتْ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ أَسْمَالُ مُلَيَّتَيْنِ كَانَتَا بِزَعْفَرَانٍ وَقَدْ نَفَضَتْهُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو پرانی لنگیاں تھیں جو زعفران میں رنگی ہوئیں تھیں۔ لیکن زعفران کا کوئی اثر ان پر نہیں رہا تھا اور اس حدیث میں ایک طویل قصہ بھی ہے۔

فائدہ: زعفران کے رنگے ہوئے کپڑوں کی حدیث میں ممانعت بھی آئی ہے اسی لئے اس حدیث میں اس طرف اشارہ کر دیا ہے کہ اس پر زعفران کا اثر باقی نہیں رہا تھا تا کہ ان احادیث میں اختلاف واقع نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرانی دو چادریں پہننا تواضع کی وجہ سے تھا اس وجہ سے صوفیا نے شکستگی کی حالت کو اختیار فرمایا کہ یہ تواضع کی طرف لے جانے والی ہے اور تکبر سے دور کرنے والی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہے کہ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو تو پھر شکستگی کی حالت محمود نہیں۔ چہ جائیکہ بجائے اس نفع کے اور مضرت حاصل ہو جیسا کہ اس زمین پر ہو رہا ہے کہ بسا اوقات اس اظہار شکستگی کو اظہار کمال کا ذریعہ بنایا جاتا ہے اور زبان حال سے سوال ہوتا ہے۔ حضرت ابوالحسن شاذلی قدس سرہ کا جوا کابر صوفیا میں ہیں قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک

مرتبہ نہایت عمدہ لباس میں تھے کسی شکستہ حال نے ان پر اعتراض کیا تو آپ نے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری ہیئت حق تعالیٰ شانہ کا حمد وشکر ظاہر کر رہی ہے اور تیری حالت صورت سوال بن رہی ہے تو اپنی زبان حال سے لوگوں سے سوال کر رہا ہے الغرض بہ نیت تواضع لباس فاخرہ نہ پہننا افضل ہے بشرطیکہ کسی اور مضرت کی طرف سے نہ پہنچ جائے۔ اس کے بالمقابل اگر کوئی دینی مصلحت مقتضی ہو مثلاً کسی ہدیہ دینے والے مخلص کی دلداری مقصود ہو یا کسی اور قسم کی دینی منفعت اس پر مرتب ہوتی ہو تو عمدہ لباس پہننا بھی افضل اور مندوب ہو جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ستائیس اونٹنیوں کے بدلے میں ایک جوڑا خرید فرمایا اور پہنا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی چیز تھی ورنہ عام لباس میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت معمولی ہوتا تھا۔ اسی وجہ سے اکثر مشائخ تصوف کا یہی معمول رہا ہے البتہ حضرات نقشبندیہ اور شاذلیہ کا معمول اچھے لباس کا رہا ہے اور صورت سوال سے تحفظ کی رعایت اہم رہی جیسا کہ حضرت ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ نے فرمایا نفس کے دھوکے سے احتراز دونوں جانبوں میں ضروری ہے شکستہ حالت میں شہرت اور تواضع کے اظہار میں ریا اور عمدہ لباس میں تکبر ونخوت خطرناک امور ہیں۔ اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی لئے امام ترمذیؒ نے اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا۔ تقریباً دو ورق کا ہے شراح نے بھی اس کو اختصاراً چھوڑ دیا اس میں قیلۃ کے ابتدائی اسلام کا قصہ اور اس کی کیفیت ہے، البتہ مشہور روایات میں اتنا اور بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پرانے لباس میں غریبانہ نشست کے ساتھ تشریف فرما تھے ایک کھجور کی چھڑی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تھی ایک شخص حاضر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فقیرانہ ہیئت دیکھ کر رعب کی وجہ سے کانپنے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حالت کو خود ملاحظہ فرمایا، یا کسی نے عرض کیا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا کہ سکون اختیار کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ ان پر سے سب خوف جاتا رہا۔ بعض احادیث میں یہ قصہ خود قیلہ ہی کا معلوم ہوتا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے بیان میں اس کا تھوڑا سا ذکر بھی فرمایا ہے اور قیلہ ہی کی طرف قصہ کی نسبت کی ہے۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کے باب میں آ رہا ہے۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان باب ماجاء فی الثوب الاصفر کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُثْمَانَ بْنِ خُثَيْمٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ بِالْبَيَاضِ مِنَ الثِّيَابِ لِيَلْبَسْهَا أَحْيَاؤُكُمْ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ فَإِنَّهَا مِنْ خِيَارِ ثِيَابِكُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ سفید کپڑوں کو اختیار کیا کرو کہ یہ بہترین لباس میں سے ہے۔ سفید کپڑا ہی زندگی کی حالت میں پہننا چاہیے اور سفید ہی کپڑے میں مُردوں کو دفن کرنا چاہیے۔

فائدہ: اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید لباس پہننے کا ذکر نہیں اس لئے اس کو شمائل میں ذکر کرنا مخفی ہے لیکن یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب خود فرمائی تو خود پہننا بھی نکل آیا۔ چنانچہ بخاری وغیرہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید لباس زیب تن فرمانا بالتصریح ثابت ہے۔ یہ حدیث کتاب الجنائز باب ماجاء ما یستحب من الاکفان

کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

(۱۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا عُبَيْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي ثَابِتٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَبِي شَبِيبٍ عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَسُوا الْبَيَاضَ فَإِنَّهَا أَطْهَرُ وَأَطْيَبُ وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ

سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سفید کپڑے پہنا کرو۔ اس لئے کہ وہ زیادہ پاک وصاف رہتا ہے اور اسی میں اپنے مردوں کو کفنایا کرو۔

فائدہ: زیادہ پاک صاف رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر ذرا سا دھبہ کسی چیز کا پڑ جائے تو فوراً محسوس ہو جاتا ہے بخلاف رنگین کپڑے کے اس میں تھوڑا سا دھبہ کم محسوس ہوتا ہے۔ یہ حدیث ابواب الادب باب ماجاء فی لبس البیاض میں بھی گزر چکی ہے۔

(۱۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَنْبَأَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ أَبِي عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ صَفِيَّةَ بِنْتِ شَيْبَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ خَرَجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ غَدَاةٍ وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مِنْ شَعَرٍ أَسْوَدَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صبح کو مکان سے باہر تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن پر سیاہ بالوں کی چادر تھی۔

(۱۷) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَبِسَ جُبَّةً رُومِيَّةً ضَيِّقَةَ الْكُمَّيْنِ

حضرت مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رومی جبہ زیب تن فرما رکھا تھا۔ جس کی آستینیں تنگ تھیں۔

فائدہ: یہ قصہ غزوہ تبوک کا ہے علماء نے ایسی ہی احادیث سے استنباط فرمایا ہے کہ کفار کی بنائی ہوئی چیزیں ناپاک نہیں ہوتیں جب تک کہ کسی خارجی طریقے سے ان کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اس لئے کہ روم میں اس وقت تک لوگ مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے بنے ہوئے کپڑے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیب تن فرمائے ہیں۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الجبۃ والخفین کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

⑨ بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گزارہ کے بیان میں

فائدہ: یہ باب شمائل کے موجودہ نسخوں میں دو جگہ ملتا ہے ایک یہاں دوسرے اواخر کتاب میں، لیکن دو جگہ مذکور ہونے کی کوئی خاص وجہ نہیں اس لئے بعض نسخوں میں ہر دو باب کی احادیث کو ایک ہی جگہ جمع کر دیا ہے تاہم چونکہ اکثر نسخوں میں دو جگہ پایا جاتا ہے اس لئے یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا مقصود اس جگہ صرف نفس تنگی بیان کرنا ہے اور اس جگہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنگی کی حالت میں جو جو چیزیں استعمال یا نوش فرمائی ہیں ان کا ذکر مقصود ہے، اسی وجہ سے یہاں

صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں اور اُس جگہ زیادہ۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں اس چیز کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ گزشتہ باب میں جو لباس میں بعض ایسی چیزیں گزری ہیں جیسا کہ پرانی لنگی یا تنگ آستین کا جبہ وغیرہ جو عام معمول کے خلاف تھا یہ اس وقت کی عام تنگ حالی کی وجہ سے تھا کہ ابتداً عسرت زیادہ تھی پس الفاظ ترجمہ کے اگرچہ ایک ہیں لیکن مقصود علیحدہ ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَعَلَيْهِ ثَوْبَانِ مُمَشَّقَانِ مِنْ كَتَّانٍ فَتَمَخَّطَ فِي أَحَدِهِمَا فَقَالَ بَخْ بَخْ يَتَمَخَّطُ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي الْكَتَّانِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَإِنِّي لَأَخِرُّ فِيمَا بَيْنَ مِنْبَرِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحُجْرَةِ عَائِشَةَ رضي الله عنها مَغْشِيًّا عَلَيَّ فَيَجِيءُ الْجَائِي فَيَضَعُ رِجْلَهُ عَلَى عُنُقِي يُرَى أَنَّ بِي جُنُونًا وَمَا بِي جُنُونٌ وما هو إلاَّ الْجُوعُ

ابن سیرین کہتے ہیں، کہ ہم ایک مرتبہ ابوہریرہ کے پاس تھے۔ ان پر ایک لنگی اور ایک چادر تھی وہ دونوں کتان کی تھیں اور گیروی رنگ میں رنگی ہوئی تھیں۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان میں سے ایک سے ناک صاف کی پھر تعجب سے کہنے لگے کہ اللہ اللہ! آج ابوہریرہ کتان کے کپڑے سے ناک صاف کرتا ہے اور ایک وہ زمانہ تھا کہ جب میں منبر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے حجرہ کے درمیان شدت بھوک کی وجہ سے بے ہوش پڑا ہوا ہوتا تھا۔ اور لوگ مجھے مجنون سمجھ کر میری گردن کو پاؤں سے دباتے تھے اور حقیقتاً مجھے جنون وغیرہ کچھ نہیں تھا بلکہ شدت بھوک کی وجہ سے یہ حالت ہو جاتی تھی۔

فائدہ: کتان ایک عمدہ قسم کا کپڑا ہوتا ہے صاحب لغات الصراح نے لکھا ہے کہ ایک باریک قسم کا کپڑا ہے جو گھانس کے چھڑے سے بنتا ہے اور صاحب محیط اعظم نے لکھا ہے کہ کتان کو ہندی میں السی کہتے ہیں اس کی چھال سے کپڑا بھی بُنا جاتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گردن کو پاؤں سے دبانا اس وجہ سے تھا کہ اس زمانہ میں مجنون کی گردن پاؤں سے علاجاً دبائی جاتی تھی تاکہ افاقہ پائے۔ اس حدیث کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات میں اس لئے ذکر کیا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے خواص خدام کا جب یہ حال تھا تو اس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تنگی کا حال خود معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات اہل صفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان شمار ہوتے اور جو کچھ آتا تھا وہ ان حضرات پر تقسیم ہوتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ایک آیت کے متعلق کچھ تحقیق کی وہ بتا رہے تھے اور میں ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ چل نہ سکا اور گر کر بے ہوش ہو گیا۔ آج مسلمانوں کی تنگ حالی کا شور ہے اور روٹی کا سوال اتنا اہم ہے کہ اس کی خاطر ہر قسم کی بد دینی کو اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن کیا ان حالات کے عشر عشیر بھی ہمارے حالات ہیں اور یہ حضرات ان مصائب پر بھی کسی قسم کی دینی مداہنت برداشت نہ کر سکتے تھے۔ یہ حدیث ابواب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری حدیث میں گزر چکا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ

مالک بن دینار فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

الضَّبعِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ دِيْنَارٍ قَالَ مَا شَبِعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ قَطُّ وَلَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ قَالَ مَالِكٌ سَأَلْتُ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ مَا الضَّفَفُ فَقَالَ أَنْ يَّتَنَاوَلَ مَعَ النَّاسِ

وسلم نے کبھی روٹی سے اور گوشت سے شکم سیری نہیں فرمائی مگر حالت "ضفف" پر۔ مالک بن دینار کہتے ہیں، کہ میں نے ایک بدوی سے "ضفف" کے معنی پوچھے تو اس نے لوگوں کے ساتھ کھانے کے معنی بتائے۔

فائدہ: صفف کے معنی خفی تھے چنانچہ اب بھی اہل لغت اس میں مختلف ہیں اسی وجہ سے مالک بن دینار نے ایک بدوی سے دریافت فرمایا ہے، اجتماعی حالت میں پیٹ بھر کر کھانے کا مطلب بعض لوگوں نے یہ بیان کیا کہ اگر کسی جگہ دعوت وغیرہ میں نوبت آتی تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے، ویسے کبھی نوبت نہ آتی تھی۔ اس پر بعض علماء نے بڑے زور سے رد فرمایا ہے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایسے امر کی نسبت کرنا جس کو اگر آج کسی کی طرف نسبت کیا جائے تو سخت ناگوار ہو، نہایت بے ادبی ہے۔ مگر بندہ ناچیز کے نزدیک اس مطلب میں کوئی مانع نہیں، اس لئے اس زمانہ میں اگر کسی کی طرف اس امر کی نسبت کی جاتی ہے کہ اپنے گھر پیٹ بھر کر نہیں کھاتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص بخیل ہے اور اس زمانہ میں آنحضرتؐ کی طرف اس کا ایہام نہیں ہے۔ اس لئے اس وقت تک کی تنگ حالی معلوم ہے کہ کئی کئی وقت مسلسل فاقوں کی نوبت آتی تھی اور اس کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سخا اور کہ جو ہدیہ میں کہیں سے کچھ آجاتا تھا وہ اصحابِ صفہ پر تقسیم کیا جاتا تھا ایسی صورت میں پیٹ بھرنے کی نوبت کہاں آسکتی تھی لیکن شراح حدیث اس مطلب کو غلط بتاتے ہیں اور ان کا ارشاد حجت ہے اس لئے اگر یہ مطلب غلط ہو تو اللہ جل شانہ اپنے لطف سے معاف فرمائیں، اعوذ باللہ ان اقول فی حقہ صلی اللہ علیہ وسلم ما لا یلیق بشانہ۔

بالجملہ جن علماء نے اس مطلب کو ناپسند فرمایا ہے وہ حدیث کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت میزبانی میں تو شکم سیر ہو کر نوش فرماتے تاکہ مہمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جلد نہ اٹھ جائیں اور بھوکے نہ رہیں۔ نیز اس وقت جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں کوئی مہمان ہوتا تھا تو اس کیلئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود عسرت اور تنگی کے بھی فکر فرما کر کچھ نہ کچھ مہیا فرماتے تھے اور ہوسکتا ہے کہ مجمع کے ساتھ کھانا مراد ہو، عام ہے کہ اپنے گھر یا کسی دوسری جگہ، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مجمع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوں اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہاتھ کھینچ لینے کے بعد مجمع کا ہاتھ کھینچ لینا بدیہی ہے۔

تنبیہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شکم سیر ہونا جس جس جگہ وارد ہوا ہے ان سب مواضع میں وہی دو تہائی پیٹ بھر کر نوش فرمانا مراد ہے کہ یہ حالت بھی حالتِ مہمانی میں ہوتی ہے ورنہ شکم سیر ہونا کسی وقت بھی نہیں ہوتا تھا حالتِ مہمانی میں نہ حالتِ تنہائی میں۔

⑩ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ خُفِّ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موزہ کے بیان میں

فائدہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند قسم کے موزے استعمال فرمائے ہیں۔ موزے کے آداب میں سے دایاں موزہ پہلے پہننا ہے نیز موزہ کا پہننے سے قبل جھاڑ لینا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ معجزات میں طبرانی نے ایک روایت موزہ کے بارے میں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنگل میں ایک موزہ پہنا اور دوسرا پہننے کا قصد فرما رہے تھے کہ ایک کوا آ کر دوسرا موزہ اٹھا کر لے گیا اور اوپر لے جا کر اس کو پھینک دیا اس میں ایک سانپ گھسا ہوا تھا جو اس گرنے کی چوٹ سے باہر نکلا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ جل شانہ کا شکر ادا کیا اور آدابِ موزہ سے ایک قانون فرما دیا کہ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جب موزہ پہننے کا ارادہ کرے تو اس کو جھاڑ لیا کرے۔ امام ترمذیؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ دَلْهَمِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حُجَيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّجَاشِيَّ أَهْدَى لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ أَسْوَدَيْنِ سَاذَجَيْنِ فَلَبِسَهُمَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا

بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ نجاشی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سیاہ رنگ کے دو سادے موزے ہدیۃً بھیجے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا اور وضو کے بعد ان پر مسح بھی کیا۔

فائدہ: ''نجاشی'' حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب ہوتا تھا جیسا کہ ''شریف'' والیٔ مکہ کا لقب ہوتا تھا۔ ان نجاشی کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے علماء نے اس سے استنباط فرمایا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے اس لئے کہ یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے البتہ چونکہ دوسری حدیث میں کافر کے ہدیہ سے انکار بھی آیا ہے اس لئے علماء نے مختلف طرح سے دونوں کو جمع کیا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قَالَ الْمُغِيرَةُ بْنُ شُعْبَةَ أَهْدَى دِحْيَةُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُفَّيْنِ فَلَبِسَهُمَا وَقَالَ إِسْرَائِيلُ عَنْ جَابِرٍ عَنْ عَامِرٍ وَجُبَّةً فَلَبِسَهُمَا حَتَّى تَخَرَّقَا لَا يَدْرِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذَكِيٌّ هُمَا أَمْ لَا قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا هُوَ أَبُو إِسْحَاقَ الشَّيْبَانِيُّ وَاسْمُهُ سُلَيْمَانُ

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ دحیہ کلبی نے دو موزے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیے تھے ایک دوسری روایت میں موزوں کے ساتھ جبہ کے پیش کرنے کا بھی ذکر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنا یہاں تک کہ وہ پھٹ گئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ مذبوح جانور کی کھال کے تھے یا غیر مذبوح کے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ابواسحاق شیبانی ہیں اور ان کا نام سلیمان ہے۔

فائدہ: اس اخیر لفظ سے حنفیہ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ دباغت کے بعد مذبوح اور غیر مذبوح کی کھال دونوں استعمال کرنی جائز ہیں۔ بعض ائمہ کا اس میں اختلاف ہے جس کی بحث کتبِ فقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الجبۃ والخفین کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي نَعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین (جوتا) شریف کے ذکر میں

فائدہ: اس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتا کی ہیئت اور اس کے پہننے اور نکالنے کا طریقہ ذکر فرمایا ہے۔ نعل شریف کے برکات وفضائل حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مدظلہ کے رسالہ زاد السعید کے اخیر میں مفصل مذکور ہیں جس کو تفصیل مقصود ہو اس میں دیکھ لے۔ مختصر یہ ہے کہ اس کے خواص بے انتہا ہیں علماء نے بارہا تجربے کیے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت میسر ہوتی ہے، ظالموں سے نجات حاصل ہوتی ہے، ہر دلعزیزی میسر ہوتی ہے، غرض ہر مقصد میں اس کے توسل سے کامیابی ہوتی ہے۔ طریقِ توسل بھی اسی میں مذکور ہے امام ترمذیؒ نے اس باب میں گیارہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَ نَعْلُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ لَهُمَا قِبَالَانِ

قتادہ کہتے ہیں، کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعل شریف کیسے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہر ایک جوتے میں دو، دو تسمے تھے۔

فائدہ: عرب میں جوتا ایسا نہیں ہوتا تھا جیسا کہ یہاں ہند میں متعارف ہے بلکہ ایک چمڑے کی چپٹی پر دو تسمے ہوتے تھے۔ جس کا نقشہ یہ ہے (نعلین مبارک کا نقشہ کتاب کے آخر میں صفحہ نمبر پر ملاحظہ فرما دیں) یہ حدیث ابواب اللباس باب ما جاء فی نعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ مَثْنِيٌّ شِرَاكُهُمَا

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے تسمہ دوہرے تھے۔

فائدہ: یعنی ہر ہر تسمہ میں دو دو تسمہ تھے یعنی ہر تسمہ دوہرا تھا۔ اس حدیث کی سند میں ایک راوی خالد حذائی ہیں۔ حذائی کے معنی موچی کے ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ صاحب خود موچی نہیں تھے لیکن نشست و برخاست اور تعلق موچیوں سے تھا اس لئے ان کا لقب خالد موچی پڑ گیا کہ اسی سے پہچانے جاتے تھے۔ جس قسم کے آدمیوں سے تعلقات ہوتے ہیں ان کے ظاہری اور باطنی اثرات رنگ لائے بغیر نہیں رہتے۔

(۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ قَالَ أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ نَعْلَيْنِ جَرْدَاوَيْنِ لَهُمَا قِبَالَانِ فَقَالَ فَحَدَّثَنِي ثَابِتٌ بَعْدُ عَنْ أَنَسٍ أَنَّهُمَا كَانَتَا نَعْلَيِ

عیسیٰ کہتے ہیں، کہ حضرت انس نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے ان پر بال نہیں تھے مجھے اس کے بعد ثابت نے یہ بتلایا کہ وہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نعلین شریف تھے۔

فائدہ: اکثر چمڑے کو بغیر بال اتارے بھی عرب میں جوتا بنالیا جاتا تھا اس لئے راوی نے بالوں کا ذکر فرمایا۔

(۴) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ جُرَيْجٍ أَنَّهُ قَالَ لِابْنِ عُمَرَ رَأَيْتُكَ تَلْبَسُ النِّعَالَ السِّبْتِيَّةَ قَالَ إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبَسُ النِّعَالَ الَّتِي لَيْسَ فِيهَا شَعَرٌ وَيَتَوَضَّأُ فِيهَا فَأَنَا أُحِبُّ أَنْ أَلْبَسَهَا

عبید بن جریج نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آپ بغیر بالوں کے چمڑے کا جوتا پہنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا ہی جوتا پہنتے ہوئے اور اس میں وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس لئے میں ایسے ہی جوتے پسند کرتا ہوں۔

فائدہ: منشاء سوال کا یہ تھا کہ عرب میں اس وقت تک تنعم وتمدن ایسا نہ تھا اس لئے بالوں سمیت چمڑے کا جوتا عام طور سے بنالیا جاتا تھا۔ اسی لئے بخاری شریف کی مفصل حدیث میں ہے کہ عبید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں چند چیزیں آپ کے معمولات میں ایسی دیکھتا ہوں جو دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معمولات میں نہیں دیکھتا۔ منجملہ ان کے یہ بھی ذکر کیا کہ آپ صاف شدہ چمڑے کا جوتا پہنتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اتباع کے شدتِ اہتمام میں اس کا لحاظ فرماتے تھے۔ دوسرے حضرات عام دستور کے موافق ویسے ہی چمڑے کا بنا لیتے تھے۔ حدیث بالا میں اس میں وضو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرب کے جوتے میں چونکہ پنجہ نہیں ہوتا نیچے چپتی اور پر تسمہ اس لئے جوتا پہنے ہوئے بھی وضو ہوسکتا ہے اور بے تکلف پاؤں دھل سکتا ہے۔ اس لئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تعلیم وجواز کے واسطے ایسا بھی کر لیتے تھے۔ بعض علماء نے اس میں وضو کا مطلب یہ بتایا ہے کہ وضو کے بعد فوراً نعلین شریف پہن لیتے تھے پاؤں کے خشک ہونے کا انتظار نہ فرماتے تھے تاکہ یہ معلوم ہوجائے کہ فوراً تر پاؤں میں جوتا پہننے سے وضو میں کوئی نقص نہیں آتا۔

(۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ صَالِحٍ مَوْلَى التَّوْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی یہی نقل فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔

فائدہ: قِبَالَانِ: قبال پاپوش کے تسمے کو کہتے ہیں جو انگلیوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاپوش مبارک میں دو تسمے تھے ایک انگوٹھے اور اس کے برابر والی انگلی کے درمیان رہتا تھا جس طرح ہوائی چپل بنی ہوتی ہے اور دوسرا تسمہ بیچ کی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی (جس کو عربی میں بنصر کہتے ہیں) کے درمیان ہوتا تھا۔ موجودہ زمانے میں جس طرح منعل نعل کا نقشہ بنا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جوتا اس طرح ڈیزائن والا نہیں تھا بلکہ ویسے ہی بنانے والوں نے نقش ونگار بنا دیئے نعل کے نیچے تلوہ اور دو اس کے قبال تھے۔ کما مر

(٦) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ قَالَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ السُّدِّيِّ قَالَ حَدَّثَنِي مَنْ سَمِعَ عَمْرَو بْنَ حُرَيْثٍ يَقُولُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عمرو بن حریث فرماتے ہیں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتوں میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے

يُصَلِّي فِي نَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ جن میں دوسرا چمڑا سلا ہوا تھا۔

فائدہ: یعنی اس کی تلی دوہری تھی اوپر نیچے دو تہہ چمڑے کی تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ ٹوٹے ہوئے ہونے کی وجہ سے چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے۔

(۷) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ أَخْبَرَنَا مَعْنٌ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَمْشِيَنَّ أَحَدُكُمْ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ لِيُنْعِلْهُمَا جَمِيعًا أَوْ لِيُحْفِهِمَا جَمِيعًا حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ نَحْوَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک جوتی پہن کر کوئی نہ چلے یا دونوں پہن کر چلے یا دونوں نکال دے۔

فائدہ: اس حدیث کو شمائل میں ذکر کرنے سے یہ مقصود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ ایک جوتا پہننے کی نہیں تھی اس لئے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کو منع فرما رہے ہیں تو خود ایسا کیوں کرتے؟ بظاہر اس حدیث میں ممانعت سے مقصود عادتاً ایسا کرنا ہے لہٰذا اگر کسی عارض کی وجہ سے تھوڑی بہت دیر ایسے چلے مثلاً جوتا ٹوٹ جائے یا کوئی اور عارض پیش آجائے تو کچھ مضائقہ نہیں اس حدیث کے ذیل میں علما نے ایک موزہ اور ایک آستین پہننے کو بھی داخل فرمایا ہے۔ غرض معتاد طریقہ پر ہر چیز کو پہننا چاہیے تکلف اور بے تمیزی سے احتراز کرنا چاہیے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی کراھیۃ المشی فی النعل الواحدۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مَعْنٌ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى أَنْ يَأْكُلَ يَعْنِي الرَّجُلَ بِشِمَالِهِ أَوْ يَمْشِيَ فِي نَعْلٍ وَاحِدَةٍ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ کوئی شخص بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک جوتا پہنے۔

فائدہ: جمہور علماء کے نزدیک یہ ارشادات استحبابی ہیں یعنی حرام نہیں ہیں۔ لیکن بعض اصحاب ظاہر نے ناجائز بتایا ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ ح وَأَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى أَخْبَرَنَا مَعْنٌ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِينِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ فَلْتَكُنِ الْيُمْنَى أَوَّلَهُمَا تُنْعَلُ وَآخِرَهُمَا تُنْزَعُ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے جوتا پہنے تو دائیں سے ابتداء کرنی چاہیے اور جب نکالے تو بائیں سے پہلے نکالے، دایاں پاؤں جوتا پہننے میں مقدم ہونا چاہیے اور نکالنے میں مؤخر۔

فائدہ: چونکہ جوتا پاؤں کے لئے زینت ہے اس لئے دیر تک پاؤں میں رہنا چاہیے جیسا کہ پہلے بھی گزر چکا، ایسے ہی ہر وہ چیز جس کا پہننا زینت ہو اس کے پہننے میں دائیں کو مقدم کرے اور نکالنے میں بائیں کو جیسے کرتہ، پاجامہ، اچکن وغیرہ۔ یہ

حدیث ابواب اللباس باب ماجاء بای رجل یبد اذا انتعل کے ذیل میں بھی گزر چکا ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا أَبُو مُوسَى مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ قَالَ حَدَّثَنَا أَشْعَثُ هُوَ ابْنُ أَبِي الشَّعْثَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي تَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ وَطُهُورِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے کنگھی کرنے میں اور جوتا پہننے میں اور اعضاء وضو کے دھونے میں حتی الوسع دائیں سے ابتدا فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: ان تین کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کا یہی حکم ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ اور حتیٰ الوسع سے اس طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت بائیں سے ابتدا کی لاحق ہو تو مضائقہ نہیں۔ یہ حدیث ماقبل ابواب الصلوٰۃ باب مایستحب من التیمن فی الطھور کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

(۱۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَرْزُوقٍ أَبُو عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ قَيْسٍ أَبُو مُعَاوِيَةَ أَنْبَأَنَا هِشَامٌ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ لِنَعْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِبَالَانِ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ وَأَوَّلُ مَنْ عَقَدَ عَقْدًا وَاحِدًا عُثْمَانُ

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین شریف کے دو تسمے تھے۔ ایسے ہی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جوتہ میں بھی دوہرا تسمہ تھا ایک تسمہ کی ابتداء حضرت عثمان نے فرمائی۔

فائدہ: غالباً حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لئے اس کو اختیار فرمایا کہ دو تسموں کا ہونا ضروری نہ خیال کرلیا جائے۔

(۱۲) بَابُ مَاجَاءَ فِي ذِكْرِ خَاتَمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگوٹھی مبارک کا ذکر

فائدہ: اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ خَاتَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ وَرِقٍ وَكَانَ فَصُّهُ حَبَشِيًّا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

فائدہ: چاندی کی انگوٹھی جمہور کے نزدیک جائز ہے باقی پیتل لوہے وغیرہ کی حنفیہ کے نزدیک ناجائز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداً انگوٹھی نہیں بنوائی تھی مگر جب معلوم ہوا کہ سلاطینِ عجم بغیر مہر کے خطوط کی قدر نہیں کرتے اور تبلیغی خطوط سلاطین کے پاس ارسال کرنے شروع فرمائے تو سن چھ یا سن سات ہجری میں مہر بنوائی۔ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ انگوٹھی کا حکم کیا ہے۔ بعض علماء نے مطلقاً سنت فرمایا ہے بعض علماء نے غیر سلطان اور قاضی کے لئے مکروہ بتایا ہے۔ علماء حنفیہ (کثر اللہ تعالیٰ جمعهم و شکر سعیهم) کی تحقیق شامی کے قول کے موافق یہ ہے کہ بادشاہ قاضی متولی وغیرہ غرض جن کو مہر کی

ضرورت پڑتی ہو ان کے لئے سنت ہے اور ان کے علاوہ دوسروں کے لئے جائز تو ہے لیکن ترک کرنا افضل ہے اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی وقت بنوائی جب سلاطین کو خطوط لکھنے کے لئے اس کی ضرورت پیش آئی چنانچہ حدیث نمبر ٦ میں آ رہا ہے کہ ابوداؤد شریف وغیرہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بادشاہ کے علاوہ انگوٹھی پہننے کی ممانعت بھی آئی ہے مگر چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم سے پہننا بھی ثابت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت بھی دوسری احادیث میں آئی ہے اس لئے اس ممانعت کو اسی خلاف اولیٰ پر حمل کیا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ فَكَانَ يَخْتِمُ بِهٖ وَلَا يَلْبَسُهُ قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى أَبُوْ بِشْرٍ اِسْمُهٗ جَعْفَرُ بْنُ أَبِيْ وَحْشِيَّةَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہریں لگاتے تھے پہنتے تھے۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ ابوبشر کا نام جعفر بن ابی وحشیہ ہے۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے اس لئے حضرت ابن عمرؓ کی اس حدیث کی علماء نے چند توجیہات فرمائی ہیں۔ بعض نے یہ توجیہ کی ہے کہ مقصود استمرار ہے کہ ہمیشہ نہیں پہنتے تھے۔ بعض کی رائے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دو انگوٹھیاں تھیں ایک مہر والی اس کو مہر کے کام میں لاتے تھے اور پہنتے تھے دوسری پہننے کے لئے استعمال میں لاتے۔ ایسے ہی اور بھی مختلف طریق سے جمع کیا گیا ہے لیکن بندہ کے نزدیک اولیٰ یہی ہے کہ ہر وقت اس کو نہیں پہنتے تھے ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے دائیں ہاتھ کی انگوٹھی تھی نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو اس کے بعد اس کو پہننا چھوڑ دیا تھا۔ احادیث میں ایک منقش کپڑے کے متعلق بھی اس قسم کا واقعہ آتا ہے کہ نماز میں اس پر نگاہ پڑ گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال دیا تھا اور اس کے بدلہ میں ایک معمولی کپڑا پہن لیا تھا۔ انگوٹھی چونکہ ضرورت کی چیز تھی اس لئے مطلقاً تو اس کو ترک کرنا مشکل تھا اس لئے عام طور پر اس کا پہننا ترک فرما دیا ہو یہ اقرب ہے چنانچہ دوسرے باب کی چھٹی حدیث میں آ رہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی تھی۔

(۳) حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عُبَيْدٍ هُوَ الطَّنَافِسِيُّ أَخْبَرَنَا زُهَيْرٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍؓ قَالَ كَانَ خَاتَمُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ فَصُّهٗ مِنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی اُسی کا تھا۔

فائدہ: یہ حدیث بظاہر اس حدیث کے خلاف ہے جس میں حبشی نگینہ وارد ہوا ہے۔ جو لوگ دو انگوٹھیوں کے قائل ہیں وہ خود اس حدیث کو بھی دو ہونے پر قرینہ بتاتے ہیں۔ چنانچہ بیہقی وغیرہ کی یہی رائے ہے ان کے نزدیک تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن جو حضرات ایک انگوٹھی کے قائل ہیں وہ ان دونوں میں اس طرح جمع فرماتے ہیں کہ حبشی ہونے کے معنی یہ ہیں کہ حبشی رنگ یا حبشی طریقہ کا تھا یا اس کا بنانے والا حبشی تھا۔ بندہ کے نزدیک تعدد پر حمل اقرب ہے کہ مختلف اوقات میں مختلف انگوٹھیاں ہونا متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ ایک انگوٹھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنوائی پھر ہدیہ میں خدام نے پیش کیں جیسا کہ جمع الوسائل کی مختلف روایات سے یہ

مضمون ثابت ہوتا ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء ما یستحب من فص الخاتم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَكْتُبَ إِلَى الْعَجَمِ قِيلَ لَهُ إِنَّ الْعَجَمَ لَا يَقْبَلُونَ إِلَّا كِتَابًا عَلَيْهِ خَاتَمٌ فَاصْطَنَعَ خَاتَمًا فَكَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى بَيَاضِهِ فِي كَفِّهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل عجم کو تبلیغی خطوط لکھنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ عجم بلا مہر والے خط کو قبول نہیں کرتے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی بنوائی جسکی سفیدی گویا اب بھی میری نظروں کے سامنے پھر رہی ہے۔

فائدہ: اس اخیر کے جملہ سے اس قصہ کے خوب یاد ہونے کی طرف اشارہ ہے اور سفیدی سے اسکے چاندی ہونے پر اشارہ ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ نَقْشُ خَاتَمِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدٌ سَطْرٌ وَرَسُولٌ سَطْرٌ وَاللّٰهُ سَطْرٌ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا اس طرح کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سطر میں تھا رسول دوسری سطر میں لفظ اللہ تیسری سطر میں (بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس کی صورت (اللہ رسول محمد) تھی کہ اللہ پاک کا نام سب سے اوپر تھا یہ مہر گول تھی اور نیچے سے پڑھی جاتی تھی۔ مگر محققین کی رائے یہ ہے کہ کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ ظاہر الفاظ سے (محمد رسول اللہ) معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ: حدیث الباب کا حاصل یہ ہے کہ آپ ﷺ کی انگوٹھی میں اس طرح نقش تھا کہ پہلی سطر میں لفظ ''محمد'' دوسری سطر میں ''رسول'' اور تیسری سطر میں ''اللہ'' تھا۔ آپ ﷺ کے بعد یہ انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس رہی پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہی ان کے بعد جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ آیا تو ان کے پاس رہی لیکن ان کے آخری دور میں وہ انگوٹھی ایک دن معیقیب (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم تھے) کے ہاتھ سے بیرِ اریس میں گر پڑی اس کو بہت زیادہ تلاش کیا گیا مگر نہ ملی۔

سوال: بخاری شریف کی روایات میں اشکال ہوتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیرِ اریس کے کنارے پر بیٹھے تھے وہ انگوٹھی نکال کر اس سے کھیلنے لگے پس اس وقت وہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی راوی کہتے ہیں کہ ہم تین دن تک کنویں سے پانی نکالتے رہے لیکن ہمیں انگوٹھی نہ مل سکی؟ جواب: اس میں یہ احتمال ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام معیقیب کو پکڑا رہے ہوں تو اسی اثناء میں وہ کنویں میں گر گئی ہو اس وجہ سے سقوط کی نسبت دونوں کی طرف کر دی گئی۔

(۶) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَبُو عَمْرٍو أَنْبَأَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر اور

أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى كِسْرَى وَقَيْصَرَ وَالنَّجَاشِيِّ فَقِيلَ لَهُ إِنَّهُمْ لَا يَقْبَلُونَ كِتَابًا إِلَّا بِخَاتَمٍ فَصَاغَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا حَلْقَتُهُ فِضَّةٌ وَنُقِشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ

نجاشی کے پاس تبلیغی خطوط لکھنے کا قصد فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ حضور! یہ لوگ بدوں مہر کے خطوط قبول نہیں کرتے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہر بنوائی جس کا حلقہ چاندی کا تھا اس میں ''محمد رسول اللہ'' منقوش تھا۔

فائدہ: کسریٰ ملک فارس کے بادشاہ کا لقب ہے اور قیصر ملک روم کے اور نجاشی ملک حبشہ کے بادشاہ کا۔ کسریٰ شاہ فارس کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا والا نامہ عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ روانہ فرمایا تھا۔ کسریٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر بد دعا فرمائی کہ حق تعالیٰ شانہ اس کے ملک کو ٹکڑے ٹکڑے فرما دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا شاہ روم کے پاس دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ گرامی نامہ اقدس ارسال ہوا۔ وہ باوجود یقینِ نبوت کے ایمان نہیں لایا۔ نجاشی بادشاہ کے پاس عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ خط بھیجا جیسا کہ مواہب لدنیہ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے یہ وہ نجاشی نہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے جن پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ جنازہ پڑھی، یہ اور نجاشی ہیں۔ ان کے اسلام کا حال جیسا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے معلوم نہیں ہوا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ جات تو متعدد ہیں جو کتب سیر و حدیث میں مفصل مذکور ہیں۔ گرامی نامہ جات کو بعض لوگوں نے مستقل تصانیف میں جمع بھی کر دیا ہے۔ حدیث بالا میں تین والا نامہ جات کا ذکر ہے جن کا مختصر ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے ایک والا نامہ کسریٰ کے نام ہے، فارس کے ہر بادشاہ کا لقب کسریٰ ہے جو بھی ہو اس کسریٰ کا نام پرویز تھا جو نوشیروان کا پوتا تھا۔ والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللّٰہ الی کسری عظیم فارس سلام علیٰ من اتبع الھدیٰ و امن باللّٰہ و رسولہ اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریك لہ و ان محمداً عبدہ و رسولہ ادعوك بدعایۃ اللّٰہ فانی انا رسول اللّٰہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا ویحق القول علی الکافرین اسلم تسلم فان تولیت فان علیکم اثم المجوس (زرقانی)

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے کسریٰ کے نام جو فارس کا بڑا (اور سردار) ہے۔ سلامتی اس شخص کے لئے ہے جو ہدایت اختیار کرے اور اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی پکار (یعنی کلمہ) کی دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ میں اللہ کا وہ رسول ہوں جو تمام جہان کی طرف اس لئے بھیجا گیا ہے کہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے دل زندہ ہیں (یعنی ان میں کچھ عقل ہے کہ بے عقل آدمی بمنزلہ مردہ کے ہے) اور تا کہ اللہ کی حجت کافروں پر پوری ہو جائے (اور کل قیامت میں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ ہم کو علم نہ ہو سکا تو اسلام لے آ تا کہ سلامتی سے رہے ورنہ تیرے اتباع مجوس کا بھی وبال تجھ پر ہوگا کہ وہ تیری اقتدا میں گمراہ ہو رہے ہیں''۔

حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر روانہ فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسریٰ کا گورنر جو بحرین میں رہتا ہے اس کے ذریعے سے کسریٰ تک پہنچادیں۔ چنانچہ اسی ذریعہ سے وہاں تک خط لے کر پہنچے۔ کسریٰ نے یہ والا نامہ پڑھوا کر سنا اور اس کو چاک کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے بد دعا فرمائی اور اس کے بیٹے شیرویہ نے بری طرح سے اس کو قتل کیا جس کا قصہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ دوسرا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے قیصر کے نام تھا جو روم کا بادشاہ تھا۔ اس کا نام مورخین کے نزدیک ہرقل ہے یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا گیا۔ مسلمان تو قیصر بھی نہیں ہوا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والا نامہ کو نہایت اعزاز و اکرام سے رکھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان دونوں واقعات کا علم ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسریٰ نے اپنے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے اور قیصر نے اپنے ملک کی حفاظت کر لی۔ اس والا نامہ کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد عبداللہ و رسولہ الی ہرقل عظیم الروم، سلام علی من اتبع الھدی، اما بعد فانی ادعوك بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یوتك اللہ اجرك مرتین فان تولیت فان علیك اثم الیریسین ویا اھل الکتاب تعالوا لی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو افقولوا اشھد وا بانا مسلمون" (بخاری، اعلام السائلین) یا اھل الکتاب سے اخیر تک قرآن پاک کا مضمون ہے جو سورہ آل عمران کے چھٹے رکوع میں ہے)

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا (اور سردار) ہے سلامتی اس شخص کے لئے جو ہدایت اختیار کرے حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تجھ کو اسلام کے کلمہ (یعنی لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کی طرف دعوت دیتا ہوں، تو اسلام لے آ تا کہ سلامتی سے رہے اور حق تعالیٰ شانہ دوہرا اجر تجھ کو عطا فرمائے (کہ اہل کتاب کے لئے دوہرا اجر ہے جیسا کہ کلام پاک میں بھی سورہ حدید کے ختم پر اس کا ذکر ہے) اور اگر تو روگردانی کرے گا تو تیرے ماتحت زراعت پیشہ لوگوں کا وبال بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمے کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور وہ توحید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کریں اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے (جیسا کہ احبار اور رہبان کو بنایا جاتا تھا) اگر اس کے بعد بھی وہ اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم ان سے کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ (ہم تو اپنے مسلک کا صاف اعلان کرتے ہیں اب تم جانو تمہارا کام)۔

حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ جب اس والا نامہ کو لے کر گئے اور قیصر کے سامنے پڑھا گیا تو اسکا بھتیجا بھی وہاں موجود تھا۔ وہ نہایت غصہ میں بھر گیا اور کہنے لگا کہ اس خط کو مجھے دو۔ چچا، یعنی قیصر نے کہا کہ تو کیا کرے گا؟ اس نے کہا کہ یہ خط پڑھنے کے قابل نہیں ہے اس میں آپ کے نام سے ابتدا نہیں کی۔ پھر آپ کو بادشاہ کے بجائے روم کا بڑا آدمی لکھا ہے وغیرہ وغیرہ۔ قیصر نے کہا تو بے وقوف ہے تو چاہتا ہے میں ایسے شخص کے خط کو پھینک دوں جن کے پاس ناموسِ اکبر (یعنی حضرت جبرائیل علیہ

السلام) آتے ہوں اگر وہ نبی ہیں تو ان کو ایسے ہی لکھنا چاہیے۔اس کے بعد حضرت دحیہ کو بڑے اعزاز و اکرام سے ٹھہرایا۔ قیصر اس وقت سفر میں تھا واپسی پر اس نے اپنے ارکان و امراء سلطنت کو جمع کیا اور جمع کر کے ان سے کہا کہ میں تم کو ایک ایسی بات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جو سراسر خیر و فلاح ہے اور ہمیشہ کے لئے تمہارے ملک کے بقا کا ذریعہ ہے۔ بے شک یہ نبی ہیں ان کی اتباع کرلو اور ان کی بیعت اختیار کرلو۔اس نے ایک بند مکان میں جہاں سب طرف کے کواڑ بند کرا دیئے گئے تھے اس مضمون پر ایک لمبی تقریر کی۔ وہ لوگ اس قدر متوحش ہوئے کہ ایک دم شور و شغب ہو گیا ادھر اُدھر بھاگنے لگے مگر کواڑ سب بند تھے دیر تک ہنگامہ برپا رہا اس کے بعد اس نے سب کو چپ کرایا اور تقریر کی کہ درحقیقت ایک مدعی نبوت پیدا ہوا ہے میں تم لوگوں کا امتحان لینا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو اب مجھے اس کا اندازہ ہو گیا ہے وہ لوگ اس کے سامنے اپنی عادت کے موافق سجدے میں گر گئے اس کے بعد ان کو شاباشی وغیرہ دے کر رخصت کیا۔بعض روایات میں ہے کہ اس نے خط کو پڑھ کر چوما سر پر رکھا اور ریشمی کپڑے میں لپیٹ کرا پنے پاس رکھ لیا اور پوپ کو طلب کیا اس سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ بے شک یہ نبی آخر الزماں ہیں جن کی بشارتیں ہماری کتاب میں موجود ہیں۔قیصر نے کہا مجھے بھی اس کا یقین ہے مگر اشکال یہ ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو یہ لوگ مجھے قتل کر دیں گے اور سلطنت جاتی رہے گی (اعلام السائلین) جس وقت یہ والا نامہ سفر کی حالت میں قیصر کے پاس پہنچا تھا وہ اس وقت اپنی مذہبی ضرورت کے لئے بیت المقدس آیا ہوا تھا۔وہاں مکہ مکرمہ کا ایک بڑا تجارتی قافلہ بھی گیا ہوا تھا۔اس نے تحقیق حالات کے لئے اس قافلہ کے سرداروں کو بھی طلب کیا تھا جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں موجود ہے۔یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جب عمرہ حدیبیہ کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اہل مکہ کے درمیان چند سال کے لئے ایک عہد نامہ اور صلح نامہ تیار ہوا تھا کہ آپس میں لڑائی نہ کی جائے۔ابوسفیان جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے کہتے ہیں کہ اس صلح کے زمانہ میں میں ملک شام گیا ہوا تھا کہ اس اثنا میں ہرقل کے نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والا نامہ بھی گیا جس کو دحیہ کلبی لے کر گئے ہرقل کے پاس جب وہ گرامی نامہ پہنچا تو اس نے اپنے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس شہر میں کوئی شخص اس کا واقف ہے جو مدعی نبوت پیدا ہوا ہے؟ ان لوگوں نے کہا ہاں کچھ لوگ آئے ہوئے ہیں۔اس پر ہماری طلبی ہوئی چنانچہ میں قریش کے چند لوگوں کے ہمراہ اس کے پاس گیا، اس نے ہم سب کو اپنے پاس بٹھالیا اور پوچھا کہ اس شخص کے ساتھ جو نبوت کا دعویدار ہے تم میں سب سے زیادہ قریب رشتہ داری کس کی ہے؟ میں نے کہا کہ میں سب سے زیادہ قریب ہوں اس نے مجھے اپنے قریب بلایا اور باقی ساتھیوں کو میرے پیچھے بٹھایا اور ان سے کہا کہ میں اس سے چند سوالات کرتا ہوں تم غور سے سنتے رہنا اور جس بات کا جواب جھوٹ بتائے تو تم اس کو ظاہر کر دینا۔ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سخت ترین دشمن تھے کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر مجھے اپنی بدنامی کا اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ بعد میں مجھے جھوٹ سے بدنام کریں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا مگر خوفِ بدنامی نے سچ بولنے پر مجبور کیا اس کے بعد اس نے اپنے ترجمان کے ذریعے سے مجھ سے حسبِ ذیل سوالات کئے۔

س: یہ مدعی نبوت نسب کے اعتبار سے تم میں کیسے شخص سمجھے جاتے ہیں؟

ج: ہم میں بڑے عالی نسب ہیں۔

س: ان کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا؟

ج: کوئی نہیں ہوا۔

س: نبوت کے دعوے سے قبل تم کبھی ان کو جھوٹ بولنے کا الزام دیتے تھے؟

ج: کبھی نہیں۔

س: ان کے متبعین قوم کے شرفا ہیں یا معمولی درجے کے آدمی؟

ج: معمولی درجہ کے لوگ۔

س: ان کے متبعین کا گروہ بڑھتا جارہا ہے یا کم ہوتا جاتا ہے؟

ج: بڑھتا جاتا ہے۔

س: ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد اس سے بددل ہوکر دین سے پھر بھی جاتے ہیں یا نہیں؟

ج: نہیں۔

س: تمہاری ان کے ساتھ کبھی جنگ ہوئی ہے یا نہیں؟

ج: ہوئی ہے۔

س: نتیجہ کیسا رہا؟

ج: کبھی وہ غالب ہوجاتے کبھی ہم غالب ہوجاتے۔

س: وہ کبھی بدعہدی کرتے ہیں؟

ج: نہیں۔لیکن آج کل ہمارا اور ان کا ایک معاہدہ ہے نہ معلوم وہ اس کو پورا کریں گے یا نہیں۔ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ایک کلمہ کے سوا کسی چیز میں بھی مجھے موقع نہ ملا کہ کچھ اپنی طرف سے ملاؤں۔

س: ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟

ج: نہیں۔

بعض روایتوں میں یہ بھی ہے کہ ہرقل نے پوچھا کہ بدعہدی کا خوف کیوں ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا کہ میری قوم نے اپنے حلیفوں کی ان کے حلیفوں کے خلاف مدد کی ہے۔اس پر ہرقل نے کہا کہ جب تم ابتدا کر چکے ہو تو تم زیادہ بدعہد ہوئے۔ اس کے بعد ہرقل نے ازسرنو سلسلہ شروع کیا اور کہا کہ میں نے تم سے ان کے نسب کے بارے میں سوال کیا، تم نے عالی نسب بتایا۔انبیاء علیہم السلام اپنی قوم کے شریف خاندان ہی میں پیدا ہوتے ہیں۔میں نے پوچھا کہ ان کے بڑوں میں کوئی شخص بادشاہ ہوا ہے؟ تم نے کہا نہیں، مجھے یہ خیال ہوا تھا کہ شاید اس بہانے سے اس بادشاہت کو واپس لینا چاہتے ہیں۔میں نے ان کے متبعین کے بارے میں سوال کیا کہ شرفا ہیں یا کمزور لوگ؟ تم نے جواب دیا کہ کمزور لوگ ہیں، ہمیشہ سے انبیاء علیہم السلام کی اتباع کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوا کرتے ہیں۔(کہ شرفاء کو اپنی نخوت دوسروں کی اطاعت سے روکتی ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس دعویٰ سے قبل تم دروغ گوئی کا الزام ان پر لگاتے تھے یا نہیں تم نے انکار کیا۔میں نے یہ سمجھا تھا کہ شاید

لوگوں کے متعلق جھوٹ بولتے بولتے اللہ پر بھی جھوٹ بولنا شروع کر دیا ہو، (مگر جو شخص لوگوں کے متعلق جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتا ہے) میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے دین میں داخل ہو کر اس سے ناراض ہو کر کوئی مرتد ہوتا ہے؟ تم نے اس سے انکار کیا۔ ایمان کی خاصیت یہی ہے جبکہ اس کی بشاشت دلوں میں گھس جائے۔ میں نے پوچھا تھا کہ وہ لوگ بڑھتے رہتے ہیں یا کم ہوتے جاتے ہیں؟ تم نے کہا کہ بڑھتے جاتے ہیں۔ ایمان کا خاصہ یہی ہے کہ دین کی تکمیل کی جائے۔ میں نے ان سے جنگ کے بارے میں سوال کیا تھا تم نے کہا کہ کبھی وہ غالب کبھی ہم غالب، انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہمیشہ یہی برتاؤ رہا لیکن بہتر انجام انہیں کے لئے ہوتا ہے۔ میں نے بدعہدی کے متعلق سوال کیا تم نے انکار کیا۔ یہی انبیاء علیہم السلام کی صفت ہوتی ہے کہ وہ بدعہد نہیں ہوتے۔ میں نے پوچھا تھا کہ ان سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا؟ تم نے اس سے انکار کیا۔ میں نے خیال کیا تھا کہ اس سے قبل کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہوگا تو میں سمجھوں گا کہ یہ اسی کے قول کی تقلید کرتے ہیں جو ان سے پہلے کہا جا چکا ہے۔ اس کے بعد ہرقل نے ان سے پوچھا کہ ان کی تعلیمات کیا ہیں؟ ان لوگوں نے کہا کہ نماز پڑھنے کا، صدقہ کرنے، صلہ رحمی کا، عفت و پاکدامنی کا حکم کرتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ اگر یہ سب امور سچ ہیں جو تم نے بیان کئے ہیں تو وہ بلاشبہ نبی ہیں۔ مجھے تو یہ یقین تھا کہ وہ عنقریب پیدا ہونے والے ہیں مگر یہ یقین نہیں تھا کہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں ان تک پہنچ سکتا ہوں تو ان کے ملنے کی خواہش کرتا (مگر اپنے قتل اور سلطنت کے زوال کے خوف سے جا نہیں سکتا) اور میں ان کے پاس ہوتا تو ان کے پاؤں دھوتا۔ بلاشبہ ان کی سلطنت اس جگہ تک پہنچنے والی ہے جہاں میں ہوں۔ ہرقل کے اور بھی بہت سے قصے حدیث کی کتابوں میں ہیں یہ اپنی کتاب کا بھی ماہر تھا اور نجوم میں بھی مہارت رکھتا تھا اس لئے اس کو پہلے سے اس قسم کے خیالات ہو رہے تھے اور تحقیقات کر رہا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ اس نے اس والا نامہ کو نہایت احتیاط سے صندوق میں سونے کی ایک نلکی میں محفوظ رکھا جو نسلاً بعد نسل اسی طرح اس کی اولاد میں منتقل ہوتا چلا آیا۔

تیسرا والا نامہ جس کا حدیث بالا میں ذکر ہے نجاشی کے نام تھا۔ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حبشہ کے بادشاہ کا لقب نجاشی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بادشاہ حبشہ میں گزرے ہیں۔ پہلے کا نام اصحمہ تھا یہ مسلمان ہو گئے تھے ابتدائے اسلام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کی سلطنت حبشہ میں اس وقت ہجرت کی تھی جبکہ یہ مسلمان نہیں ہوئے تھے جس کا قصہ "حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہ" کے پہلے باب کے نمبر ⑩ پر کچھ مختصر سا گزر چکا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھ ان کے پاس بھی خط بھیجا تھا جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم من محمد رسول اللہ الی النجاشی ملك الحبشہ سلم انت فانی احمد الیك اللہ الذی لا الہ الا ھو الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن و اشھد ان عیسیٰ بن مریم روح اللہ و کلمتہ القاھا الی مریم البتول الطیبة الحصینة فحملت بہ فخلقہ من روحہ و نفخہ کما خلق آدم بیدہ و انی ادعوك الی اللہ وحدہ لا شریك لہ وَالموالاة علی طاعتہ و ان تتبعنی وَتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ و انی ادعوك و جنودك الی اللہ عزوجل وقد بلغت و نصحت فا قبلوا نصیحتی و السلام علی من اتبع الھدیٰ"

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے نام۔ تم صلح پسند ہو میں اس اللہ کی تعریف تمہارے پاس پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے ہر قسم کے نقص سے محفوظ ہے (یا بندے اس کے ظلم سے محفوظ ہیں) امن دینے والا نگہبان ہے (کہ بندوں کی آفات سے حفاظت فرماتا ہے) اور میں اقرار کرتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ اللہ کی ایک روح اور اس کے وہ کلمہ تھے جس کو اللہ جل شانہٗ نے پاک وصاف کنواری مریمؑ کی طرف بھیجا تھا پس وہ حاملہ بن گئیں حق تعالیٰ شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی ایک خاص روح سے پیدا کیا اور ان میں جان ڈال دی جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو (بغیر باپ کے) اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا۔ میں تمہیں اسی وحدہ لا شریك له کی بندگی کی دعوت دیتا ہوں، اور اس کی اطاعت پر تعاون کی طرف بلاتا ہوں اور اس بات کی طرف بلاتا ہوں کہ تم میری اتباع کرو اور جو شریعت میں لے کر آیا ہوں اس پر ایمان لاؤ بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں اور اللہ کی طرف تم کو اور تمہارے سارے لشکروں کو بلاتا ہوں۔ میں حق بات تم تک پہنچا چکا ہوں اور نصیحت کر چکا ہوں تم میری نصیحت قبول کرلو اور سلام (یا سلامتی) اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے"۔

محدثین کی ایک جماعت کی تحقیق یہ ہے کہ نجاشی پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے اس والا نامہ پر انہوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ اسی وقت مسلمان ہوئے۔ بہر حال انہوں نے اس والا نامہ کے جواب میں ایک عریضہ لکھا جس میں اپنے ایمان کا اقرار کیا اور اس کا اقرار کیا کہ آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا تھا وہ حرف بحرف صحیح ہے اور اپنے لڑکے کے ہاتھ ساٹھ نفر کی ایک جمعیت کے ساتھ اپنا عریضہ خدمت اقدس ﷺ میں بھیجا مگر افسوس کہ راستہ میں وہ کشتی سمندر میں ڈوب گئی اور ان میں سے کوئی بھی خدمت اقدس ﷺ کو نہ پہنچ سکا۔ خود ان نجاشی کا وصال بھی حضور اکرم ﷺ کی حیات ہی میں ہو گیا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے غائبانہ ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ (غائبانہ نماز کا مسئلہ ایک فقہی بحث ہے جس کی یہ جگہ نہیں ہے بہت سی وجوہ سے حنفیہ کے نزدیک ان کی خصوصیت تھی) ان کے بعد ان کی جگہ دوسرا نجاشی ہوا اس کے پاس بھی حضور اکرم ﷺ نے والا نامہ ارسال فرمایا جو حسب ذیل ہے۔

"هذا كتاب من النبى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الى النجاشى عظيم الحبشة سلام على من اتبع الهدى و آمن بالله و رسوله و شهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له لم يتخذ صاحبة ولا ولدا و ان محمداً عبده و رسوله واد عوك بدعاية الله فانى انا رسوله فاسلم تسلم ياهل الكتاب تعالوا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ولا يتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولوا فقولوا اشهد وا بانا مسلمون فان ابيت فعليك اثم النصارى"

"یہ خط اللہ کے نبی محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی کے نام ہے جو حبشہ کا بڑا اور سردار ہے، سلام اس شخص پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور اس کا اقرار کرے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ذات ہے نہ کوئی اس کا شریک، نہ کوئی بیوی ہے۔ اس کے لئے نہ کوئی اولاد، اور اس کا اقرار کرے کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول

ہیں۔ میں اللہ کی پکار یعنی کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تجھ کو دعوت دیتا ہوں تو مسلمان ہو جا اور سلامتی سے رہے گا۔ اے اہل کتاب! آؤ ایسے کلمے کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش نہ کریں۔ اللہ کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم سے کوئی ایک دوسرے کو رب نہ بنائے اللہ کے سوا۔ اگر اس سے بھی اہل کتاب روگردانی کریں تو مسلمانو! تم کہہ دو کہ تم لوگ گواہ رہو اس کے کہ ہم مسلمان ہیں۔ (بے دھڑک اپنے ایمان کا اعلان کرتے ہیں) اے نجاشی! اگر تو میری دعوت کو قبول کرنے سے انکاری ہے تو نصاریٰ کا گناہ بھی (بوجہ اس کے کہ وہ تیرے متبع ہیں) تجھ پر ہوگا۔ فقط''

اس خط میں غالباً حسبِ معمول بسم اللہ بھی ہوگی مگر میں نے جہاں سے نقل کیا ہے اس میں نہیں ہے۔ ان نجاشی کے متعلق یہ محقق نہیں ہوسکا کہ یہ ایمان لائے ہیں یا نہیں؟ ان کا نام کیا تھا۔ اکثر محدثین کی رائے یہ ہے کہ حدیث بالا میں تیسرا خط جو نجاشی کے نام ہے وہ یہی نجاشی ہیں چنانچہ بعض روایات میں نجاشی کے نام کے ساتھ یہ لفظ بھی ہے کہ وہ نجاشی نہیں ہیں جن کے جنازہ کی نماز حضور اکرم ﷺ نے پڑھی اور یہی صحیح ہے اگرچہ بعض محدثین نے صرف پہلے نجاشی کے خط کا ذکر کیا اور بعض نے صرف دوسرے کا۔

(۷) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَنْبَأَنَا سَعِيدُ بْنُ عَامِرٍ وَالْحَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ عَنْ هَمَّامٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ الْخَلَاءَ نَزَعَ خَاتَمَهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو اپنی انگوٹھی نکال کر تشریف لے جاتے۔

فائدہ: چونکہ اس میں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کا اسم شریف لکھا ہوا تھا اس لئے حضور اکرم ﷺ وہ پہنے ہوئے استنجے یا خانے کو نہ جاتے تھے۔ اسی بناء پر علماء نے اس انگوٹھی کو پہنے ہوئے پاخانہ جانے کو مکروہ لکھا ہے جس میں کوئی متبرک نام یا عبارت ہو۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی نقش الخاتم کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ فَكَانَ فِي يَدِهِ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ أَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ ثُمَّ كَانَ فِي يَدِ عُثْمَانَ حَتَّى وَقَعَ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ نَقْشُهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی وہ انگوٹھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں رہی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پھر ان ہی کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔ اس انگوٹھی کا نقش محمد رسول اللہ تھا۔

فائدہ: بیر اریس مسجد قبا کے قریب ایک کنواں ہے، یہ انگوٹھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں چھ برس تک ان کے پاس رہی اس کے بعد اتفاق سے ان سے اس کنویں میں گر گئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہر چند اس کنویں میں تلاش فرمایا تین دن تک اس کا پانی نکلوایا مگر ملی نہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس انگوٹھی کے گرتے ہی وہ فتن اور حوادث شروع ہو گئے تھے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخیر زمانہ میں بکثرت ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ اس حدیث میں حضرت ابن

عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں موجود ہونے کو بیان فرماتے ہیں اور اسی باب کو دوسری حدیث میں خود ابن عمر رضی اللہ عنہ انگوٹھی پہننے کی نفی بھی فرما چکے ہیں جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اس حدیث کے تعارض کا ایک خاص جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہتی تھی۔ پہننا اس کو لازم نہیں چنانچہ آئندہ باب میں آرہا ہے کہ حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس رہتی تھی۔

(۱۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

اس بیان میں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی کو دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

فائدہ: پہلے باب میں مصنف نے انگوٹھی کی کیفیت بتائی تھی اور اس باب میں اس کے پہننے کی کیفیت بتانا مقصود ہے اس باب میں مصنف نے نو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ الْبَغْدَادِيُّ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَالَا أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْبَسُ خَاتَمَهُ فِي يَمِينِهِ

محمد بن سہل بن عسکر البغدادی، عبداللہ بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ خبر دی یحییٰ بن حسان نے، خبر دی سلمان بن بلال نے، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین وہ اپنے والد سے وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بِلَالٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ نَحْوَهُ

محمد بن یحییٰ، احمد بن صالح، عبداللہ بن وہب، سلیمان بن بلال، شریک بن عبداللہ بن ابی نمر نے اسی طرح روایت کی ہے۔

فائدہ: اس بارے میں روایات مختلفہ وارد ہوئی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے یا بائیں میں۔ بعض علماء محدثین اس میں ترجیح کی طرف مائل ہوئے ہیں، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ وامام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے یہی ہے کہ دائیں ہاتھ میں پہننے کی روایات راجح ہیں۔ بعض علماء نے اس طرح جمع کیا ہے کہ اکثر داہنے ہاتھ مبارک میں پہنتے تھے اور گاہے بگاہے بائیں ہاتھ میں بھی پہن لیتے تھے۔ علماء کے درمیان یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ انگوٹھی کون سے ہاتھ میں پہننا افضل ہے۔ خود علمائے حنفیہ میں بھی اختلاف ہے بعض نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل کہا ہے اور بعض نے دونوں کو مساوی بتایا ہے۔ شامی نے یہی دو قول لکھے ہیں۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے حنفیہ کا ایک قول دائیں کے افضل ہونے کا لکھا ہے لیکن مذہب کے لحاظ سے راجح وہی قول ہے جو علامہ شامیؒ کی تحقیق ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے دونوں میں بلا کراہت جائز ہونے پر علماء کا اجماع نقل کیا ہے۔ مالکیہ نے بائیں ہاتھ میں پہننے کو افضل بتایا ہے الغرض احادیث سے بھی دونوں فعل ثابت ہیں اور

علماء بھی ترجیح کے اعتبار سے دونوں طرف گئے ہیں۔ درمختار میں قہستانی سے نقل ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا روافض کا شعار ہوگیا ہے اس لئے اس سے احتراز واجب ہے۔ صاحب درمختار لکھتے ہیں کہ ممکن ہے اس زمانہ میں روافض کا شعار ہو اب نہیں ہے۔ حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی نور مرقدہ سے ''کوکب دری'' میں نقل کیا گیا ہے کہ بائیں ہاتھ میں انگوٹھی چونکہ روافض کا شعار ہے اس لئے مکروہ ہے۔ حضرت علامہ خلیل احمد رحمہ اللہ سہارنپوری نے بھی ''بذل المجہود'' میں یہی تحریر فرمایا ہے اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ روافض کے کفر میں اگرچہ اختلاف ہے لیکن ان کے فاسق ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور فساق کے ساتھ تشبہ سے بھی احتراز ضروری ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُوْنَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ ابْنُ أَبِي رَافِعٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ فَسَأَلْتُهُ عَنْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ! رَأَيْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ وقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

حماد بن سلمہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن ابی رافع کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا میں نے اس سے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن جعفر کو داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین کی آخری حدیث کے تحت وضاحت سے گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ أَنْبَأَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْفَضْلِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دوسرے طریقہ سے بھی نقل کیا گیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔

فائدہ: ایک حدیث میں اس کے ساتھ یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ زینت دائیں ہاتھ کے ساتھ زیادہ موزوں ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ جو فنِ حدیث کے امام ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے احادیث کے دیکھنے سے جو محقق ہوا وہ یہ ہے کہ اگر زینت کے ارادہ سے پہنے تو دایاں ہاتھ موزوں ہے اور اگر مہر لگانے کے ارادہ سے پہنے تو بایاں ہاتھ موزوں ہے کہ دائیں ہاتھ کے ذریعہ انگوٹھی کو نکال کر مہر لگانے میں سہولت ہے اور احادیث میں دونوں ہاتھ میں پہننا وارد ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَيْمُونٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

(۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الصَّلْتِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ وَلَا إِخَالُهُ إِلَّا

صلت بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے اور مجھے جہاں تک خیال ہے کہ یہ کہا کرتے تھے کہ

قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی داہنے ہاتھ میں پہنتے تھے۔

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مختصر نقل کیا ہے، ابوداؤد شریف میں ذرا تفصیل سے ہے ابن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے صلت کو دائیں ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی (کن انگلی میں جس کو چھنگلی بھی کہتے ہیں) میں پہنے دیکھا۔ میں نے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی پہنے دیکھا اور اس کے نگینہ کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا اور جہاں تک خیال ہے وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ذکر کرتے تھے کہ آپ بھی اسی طرح پہنتے تھے۔ اسی حدیث میں دو مضمون ہیں ایک یہ کہ نگینہ کو اوپر کی جانب کر رکھا تھا۔ "بذل المجہود" میں مرقاۃ الصعود سے نقل کیا ہے کہ نگینہ کا ہاتھ کے اندر کے حصہ یعنی ہتھیلی کی طرف رکھنا زیادہ صحیح ہے اور اکثر روایات میں وارد ہے۔ چنانچہ شمائل میں بھی آئندہ روایات میں آرہا ہے۔ علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ یہی افضل ہے کہ اس میں نگینہ کی حفاظت بھی ہے اور عجب و تکبر سے حفاظت بھی۔

دوسرا مضمون یہ ہے کہ انگوٹھی کو سب سے چھوٹی انگلی میں پہننا امام نووی رحمہ اللہ نے اس کے سنت ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انگوٹھی اسی انگلی میں ہونی چاہیے اور نگینہ مردوں کی انگوٹھی میں ہتھیلی کی طرف ہونا چاہیے اور عورتوں کی انگوٹھی میں اوپر کی جانب کہ ان کا پہننا زینت کے لئے ہوتا ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین کی دوسری حدیث بھی اسی طرح مذکور ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ خَاتَمًا مِنْ فِضَّةٍ وَجَعَلَ فَصَّهُ مِمَّا يَلِي كَفَّهُ وَنَقَشَ فِيهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَنَهَى أَنْ يَنْقُشَ أَحَدٌ عَلَيْهِ وَهُوَ الَّذِي سَقَطَ مِنْ مُعَيْقِيبٍ فِي بِئْرِ أَرِيسٍ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چاندی کی انگوٹھی بنوائی۔ اس کا نگینہ ہتھیلی کی جانب رہتا تھا اس میں محمد رسول اللہ کندہ کرایا تھا۔ اور لوگوں کو منع فرمادیا تھا کہ کوئی شخص اپنی انگوٹھی پر یہ کندہ نہ کرائے۔ یہ وہی انگوٹھی تھی جو معیقیب سے حضرت عثمان کے زمانہ میں بیر اریس میں گر گئی تھی۔

فائدہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوروں کو اس لئے منع فرمادیا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کمال اتباع میں اگر یہی کندہ کرالیتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر دوسروں کی مہر کے ساتھ مخلوط ہو جاتی۔ معیقیب رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے انگوٹھی کے محافظ تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جن اوقات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی پہنے ہوئے نہیں ہوتے تھے اس وقت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہتی تھی۔ ایسے ہی پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کے دور میں رہا اور ایسے ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ حکومت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی یہی صورت تھی اسی دوران وہ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انگوٹھی دے رہے تھے یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے رہے تھے کہ اسی حالت میں انگوٹھی گری اور کنویں میں جا پڑی۔ اس میں روایات مختلف ہیں کہ وہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گری یا حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ کے پاس سے۔ علماء

نے یہی صورت جمع کی تجویز فرمائی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔ اس صورت میں دونوں روایتیں صحیح ہیں اس لئے کہ جب درمیان میں گری تو اس کی نسبت ہر ایک کی طرف صحیح ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ أَخْبَرَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ يَتَخَتَّمَانِ فِي يَسَارِهِمَا

محمد باقر فرماتے ہیں کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث امام ترمذی رحمہ اللہ کے باب کی سرخی کے خلاف ہوگئی اس لئے کہ باب داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا منعقد فرمایا تھا۔ اس کی توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ مقصود اس قسم کی روایات سے جبکہ اس باب میں بہت سی روایات اس کے خلاف ہیں اشارہ اس کے ضعف کی طرف ہے بندہ ناچیز کے نزدیک باب میں داہنے ہاتھ کی قید بیان افضلیت کے لئے ہے اور اس نوع کی روایات بیان جواز کے واسطے ہیں۔ بعض اکابر نے یہ بھی توجیہہ بیان فرمائی ہے کہ ترجمہ میں حسب عادت محدثین کلمۃ (ام فی یسارہ) محذوف ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے یا بائیں ہاتھ میں۔ اس توجیہہ پر کوئی روایت ترجمہ کے غیر مطابق نہ ہوگی۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى وَهُوَ ابْنُ الطَّبَّاعِ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَخَتَّمُ فِي يَمِينِهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (اور حضرت انس ہی سے یہ بھی بعض لوگوں نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے)

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں روایتیں صحیح نہیں ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہاتھ کی تعیین نہیں ہے۔ یہ محدثین کی غایت احتیاط ہے کہ وہ حدیث کے ہر ہر ٹکڑے پر گہری نظر ڈالتے ہیں کہ کونسی حدیث میں کونسا مضمون صحیح ہے۔ اور کون سا ایسا ہے جو اس حدیث میں صحیح نہیں ہے۔ دوسری حدیثوں میں اگرچہ صحیح طور پر ثابت ہو۔ یہی وہ چیز ہے جس کی بدولت حدیث شریف کا فن آج تک نہایت پختگی اور نورانیت وچمک کے ساتھ دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھی دائیں اور بائیں دونوں ہاتھوں میں پہننا روایات متعددہ سے ثابت ہے۔ داہنے ہاتھ کی روایات اس باب میں گزر چکی ہیں اور بائیں ہاتھ کی روایات بھی ابوداؤد ومسلم وغیرہ میں موجود ہیں۔ چنانچہ نووی رحمہ اللہ نے دونوں قسم کی روایات کو صحیح بتایا ہے لیکن محدثین کا قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ باوجود تین حدیث کے صحیح ہونے کے اگر کسی خاص طریقہ سے قواعد محدثین کے موافق صحیح نہیں ہوتی تو اس پر خاص طریقہ کلام فرماتے ہیں اس لئے امام نوویؒ نے کلام کیا ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَيْدٍ الْمُحَارِبِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ اتَّخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔ جس کو اپنے داہنے ہاتھ میں پہنا کرتے تھے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فَكَانَ يَلْبَسُهُ فِي يَمِينِهِ فَاتَّخَذَ النَّاسُ خَوَاتِيمَ مِنْ ذَهَبٍ فَطَرَحَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَا أَلْبَسُهُ أَبَدًا فَطَرَحَ النَّاسُ خَوَاتِيمَهُمْ

صحابہ نے بھی اتباعاً سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد وہ انگوٹھی پھینک دی اور فرمایا کہ اس کو کبھی نہیں پہنوں گا اور صحابہ نے بھی اپنی انگوٹھیاں پھینک دیں۔

فائدہ: سونا ابتداء اسلام میں جائز تھا پھر مردوں کے لئے حرام ہو گیا۔ اس کی حرمت پر جمہور کا اتفاق ہے۔ امام نوویؒ نے اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے۔ فقہی بحث اس مسئلہ میں طویل ہے جس کا یہ محل نہیں۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الخاتم فی الیمین کی پہلی حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

⑭ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار کا بیان

فائدہ: علماء کہتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے انگوٹھی کے بعد تلوار کا اس لئے ذکر کیا کہ حقیقتاً اس سے ایک خاص نظام العمل اور دستور السلطنت کی طرف اشارہ ہے کہ اول تبلیغی خطوط سلاطین کی طرف ارسال کئے جائیں اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو منافع دین اور دنیوی کے مالک ہیں ہی ورنہ پھر وہ اور تلوار۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چند تلواریں رہیں ان کے خاص خاص نام تھے۔ سب سے پہلے تلوار ماثور تھی جو وراثت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد سے پائی تھی۔ ایک کا نام قضیب ہے اور ایک کا قلعی، ایک کا تبار، ایک کا ذوالفقار وغیرہ وغیرہ تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں نقل فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ أَنْبَأَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے قبضہ کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

فائدہ: علامہ بیجوری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ ذوالفقار کا ذکر ہے۔ فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہی تلوار تھی۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي الْحَسَنِ قَالَ كَانَتْ قَبِيعَةُ سَيْفِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فِضَّةٍ

سعید بن ابی الحسن نے بھی یہی نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

(۳) حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ صُدْرَانَ الْبَصْرِيُّ أَخْبَرَنَا طَالِبُ بْنُ حُجَيْرٍ عَنْ هُودٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ دَخَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَى سَيْفِهِ ذَهَبٌ وَفِضَّةٌ قَالَ طَالِبٌ فَسَأَلْتُهُ عَنِ

ہود کے نانا مزیدۃ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار پر سونا اور چاندی تھا طالب جو اس حدیث کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے پوچھا کہ چاندی کس جگہ تھی انہوں

الْفِضَّةِ فَقَالَ كَانَتْ قَبِيعَةُ السَّيْفِ فِضَّةً | نے فرمایا کہ تلوار کا دستہ چاندی کا تھا۔

فائدہ: تلوار میں سونا لگانا جمہور کے علماء کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس حدیث سے اس لئے استدلال نہیں ہوسکتا کہ محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے۔ علامہ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اس لئے اس کی سند قابل اعتماد نہیں ہے۔ البتہ چاندی کی ٹوپی وغیرہ۔ جیسا کہ پہلی روایتوں میں آیا جائز ہے کہتے ہیں کہ چونکہ سونا ناجائز تھا اس لئے راوی نے صرف چاندی کی تحقیق کی کہ کس جگہ تھی سونے کو دریافت بھی نہیں کیا کہ کہاں تھا۔ یہ تین احادیث ابواب الجہاد باب ماجاء فی السیوف وحلیتھا کے تحت گزر چکی ہے یہ ہود عبداللہ بن سعد کے بیٹے ہیں اور اپنے دادا فریدہ اور سعید بن وہب سے روایت کی یہ دونوں صحابی ہیں اور ہود تابعی ہیں ان سے طالب بن حجر نے روایت کی۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ شُجَاعٍ الْبَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو عُبَيْدَةَ الْحَدَّادُ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ صَنَعْتُ سَيْفِي عَلَى سَيْفِ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ وَزَعَمَ سَمُرَةُ أَنَّهُ صَنَعَ سَيْفَهُ عَلَى سَيْفِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ حَنَفِيًّا

ابن سیرین کہتے تھے کہ میں نے اپنی تلوار سمرہ کے موافق بنوائی اور وہ کہتے تھے کہ ان کی تلوار حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کے موافق بنوائی گئی ہے وہ قبیلہ بنوحنیفہ کی تلوار کے طریق پر تھی۔

(۵) حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ سَعْدٍ بِهٰذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ

بیان کیا عقبہ بن مکرم بصری نے انہوں نے بیان کیا محمد بن بکر سے اور وہ روایت کرتے ہیں عثمان بن سعد سے اسی طرح کی اسناد کے ساتھ۔

فائدہ: بنوحنیفہ عرب کا ایک قبیلہ ہے (اس قبیلہ میں مسیلمہ کذاب بھی تھا) جو تلواروں کے عمدہ بنانے میں بہت مشہور ہے سب لوگ یکے بعد دیگرے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ویسے ہی تلوار بناتے رہے۔ یہ حدیث ابواب الجہاد باب ماجاء فی صفۃ سیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ دِرْعِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ کا بیان

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سات زرہیں تھیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔ ذات الفضول جو اپنی وسعت کی وجہ سے اس نام کے ساتھ مشہور تھی اور یہی وہ زرہ ہے جس کا قصہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے جو ابوالشحم یہودی کے پاس رہن تھی اور باقی کچھ کے نام یہ ہیں۔ ذات الحواشی، ذات الوشاح، فضہ، سغدیہ، بتراء، خرنق۔

اس باب میں دو حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِيدٍ الْأَشَجُّ أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر احد کی لڑائی میں دو زرہ

بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ قَالَ كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ فَنَهَضَ إِلَى الصَّخْرَةِ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَأَقْعَدَ طَلْحَةَ تَحْتَهُ فَصَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى اسْتَوَى عَلَى الصَّخْرَةِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَوْجَبَ طَلْحَةُ

تھیں (ایک ذات الفضول دوسری فضہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چٹان کے اوپر چڑھنے کا ارادہ کیا مگر (وہ اونچی تھی اور دو زرہوں کا وزن) نیز غزوہ احد میں وہ تکلیفیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تھیں کہ جن کی وجہ سے چہرۂ مبارک خون آلود ہو گیا تھا۔ غرض اس وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس چٹان پر نہ چڑھ سکے، اس لئے حضرت طلحہ کو نیچے بٹھا کر ان کے ذریعے سے اس چٹان پر چڑھے، حضرت زبیر کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طلحہ نے (جنت کو یا میری شفاعت کو) واجب کر لیا۔

فائدہ: جنگ احد کی لڑائی کی حالت نہایت خطرناک تھی، حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا واہمہ بعض لوگوں کو ہو گیا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اونچی جگہ اس لئے تشریف لے گئے تھے تاکہ سب صحابہ کرام صلی اللہ علیہ وسلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مطمئن ہو جائیں اور بعض اکابر نے لکھا ہے کہ کفار کو دیکھنے کے لئے (اونچی جگہ) چڑھے تھے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دن کمال شجاعت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا حتیٰ کہ جب غزوہ احد کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے کہ یہ دن تمام کا تمام طلحہؓ کا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا رکھا تھا۔ اسی سے زائد زخم ان کے بدن پر آئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہیں چھوڑا حتیٰ کہ ان کا ہاتھ بھی شل ہو گیا تھا۔ یہ حدیث بمع شرح ابواب الجہاد باب ماجاء فی الدرع کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ خُصَيْفَةَ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ عَلَيْهِ يَوْمَ أُحُدٍ دِرْعَانِ قَدْ ظَاهَرَ بَيْنَهُمَا

سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر جنگ احد میں دو زرہیں تھیں جن کو اوپر نیچے پہن رکھا تھا۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو زرہ پہننا یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل کے منافی نہیں اس لئے کہ اول تو کمال سلوک خود صوفیا کے بھی یہاں رجوع الی البدایت ہے یعنی عام معاملات میں عام لوگوں جیسا برتاؤ ہو لیکن شریعت کی پابندی طبیعت بن جائے۔ دوسری یہ بات ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں اس قسم کے امور کو تعلیم کے لئے ہوا کرتے ہیں اور یہ ظاہر بات ہے تیسری بات یہ بھی ہے کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا (سورۂ نساء، رکوع ۱۰) اے ایمان والو! (کافروں کے مقابلہ میں) اپنی تو احتیاط رکھو۔ (یعنی ان کے داؤ، گھاؤ سے بھی ہوشیار رہو اور مقابلہ کے وقت سامان ہتھیار ڈھال وغیرہ سے بھی درست رہو) پھر ان سے مقابلہ کے لئے متفرق طور پر یا مجتمع طور پر (جیسا موقع ہو) نکلو۔ (بیان القرآن) اس لئے حفاظت کا حسب موقع سامان لینا آیت شریفہ

کا امتثال ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اللہ جل شانہ کے ارشادات پر عمل کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔ اسی سلسلہ میں زرہ خود وغیرہ احتیاطی سامان کا استعمال ہے۔

(۱۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِغْفَرِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خود کا ذکر

فائدہ: خود لوہے کی بنی ہوئی ٹوپی ہوتی ہے جو لڑائی کے وقت سر کی حفاظت کے لئے اوڑھی جاتی ہے۔ فارسی اور اُردو میں اسے ''خود'' کہتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے سال مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پہن رکھا تھا مصنفؒ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ وَعَلَيْهِ مِغْفَرٌ فَقِيلَ لَهُ هٰذَا ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن جب شہر میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر خود تھی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب خود اتار چکے اور اطمینان ہوگیا تو) کسی نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ ابن خطل کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو قتل کردو۔

فائدہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے لئے جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل مکہ پر ایسی دہشت اور گھبراہٹ سوار تھی جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غایت شفقت اور مہربانی کی وجہ سے یہ فرما دیا تھا کہ جو شخص بیت اللہ میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے، اور جو اپنے گھر میں داخل ہوجائے وہ مامون ہے، جو ہتھیار ڈال دے وہ مامون ہے وغیرہ وغیرہ۔ البتہ گیارہ مرد اور چھ عورتیں ایسی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وجہ سے کہ ان کے جرائم ناقابل عفو تھے ان کے خون ہدر کردیئے تھے اور اس معافی کے عام اعلان سے ان کو مستثنیٰ کردیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ ان لوگوں کو امن نہیں ہے۔ ان میں سے بھی سات مرد اور دو عورتیں مسلمان ہوکر معافی میں آگئے تھے۔ باقی چار مرد اور چار عورتیں قتل کردیئے گئے۔ منجملہ ان آٹھ میں سے ایک ابن خطل بھی تھا یہ شخص اول مدینہ منورہ حاضر ہوکر مسلمان ہوا اور عبداللہ نام رکھا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی قبیلہ کی زکوٰۃ لینے کے لئے اس کو بھیجا اس نے اپنے ایک مسلمان غلام کو اس جرم میں جان سے مار ڈالا کہ اس نے کھانا پکانے میں کچھ دیر کردی تھی اور خود اس خوف سے کہ مدینہ منورہ لوٹا تو قصاص میں قتل کردیا جاؤں گا مرتد ہوکر مکہ مکرمہ چلا آیا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجو کرتا تھا، اور دو باندیاں گانے والی خریدیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہجو کے اشعار سے اس کو خوش کیا کرتی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منجملہ ان آٹھ کے اس کا خون بھی ہدر کردیا تھا۔ اسی لئے باوجود بیت اللہ میں داخل ہونے کے اس کو قتل کردیا گیا۔ اس کے قاتل میں محدثین کے بہت سے اقوال ہیں کہ کس نے قتل کیا۔ اس حدیث میں ایک فقہی بحث بھی ہے کہ حدود و قصاص حرم میں قائم ہوسکتی ہے یا نہیں؟ مسئلہ تفصیل طلب ہے اور

عام ضرورت بھی اس سے متعلق نہیں اس لئے اختصاراً ترک کر دیا گیا لیکن ایسے مواقع پر اس لئے تنبیہ کر دی جاتی ہے کہ اگر علم دوست حضرات یا طلبہ میں سے کوئی دیکھے تو وہ اس تنبیہ کے بعد مراجعت مشائخ سے تحقیق کر لے۔ اسی طرح اس حدیث سے مکہ مکرمہ میں بغیر احرام کے داخل ہونے کا جواز معلوم ہوتا ہے جس کا بیان دوسری حدیث میں آرہا ہے۔ یہ حدیث ابواب الجہاد باب ماجاء فی المغفر کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ أَحْمَدَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ وَهْبٍ حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ عَامَ الْفَتْحِ وَعَلَى رَأْسِهِ الْمِغْفَرُ قَالَ فَلَمَّا نَزَعَهُ جَائَهُ رَجُلٌ فَقَالَ لَهُ ابْنُ خَطَلٍ مُتَعَلِّقٌ بِأَسْتَارِ الْكَعْبَةِ فَقَالَ اقْتُلُوهُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَبَلَغَنِي أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ مُحْرِمًا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے مروی ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے وقت شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خود تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اتار دیا تو ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ابن خطل کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ امن والوں میں نہیں اس کو قتل کر ڈالو۔ زہری کہتے ہیں مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس روز محرم نہیں تھے۔

فائدہ: یہ اخیر جملہ امام زہری کا بھی ایک فقہی مسئلہ کی طرف اشارہ کرتا ہے، وہ یہ کہ حنفیہ کے نزدیک مکہ مکرمہ میں بلا احرام داخل ہونا جائز نہیں اس لئے کہ حدیث شریف میں میقات سے بدوں احرام کے تجاوز کرنے کی ممانعت آئی ہے اور شافعیہ کے نزدیک اس حدیث کی بنا پر جائز ہے۔ حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث اس لئے حجت نہیں بن سکتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے فتح مکہ کی غرض سے اس دن کی حرمت اٹھا دی گئی تھی۔ چنانچہ بخاری وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے لئے آج کے دن یہ حلال تھا کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ ابن خطل کا کعبہ کے پردہ سے لپٹنا ممکن ہے۔ آہ وزاری اور دعا کی غرض سے ہو کہ اس کو چونکہ امن نہیں دیا گیا تھا اور اپنی تمام حرکات بھی یاد تھیں کہ میں نے مرتد ہو کر کیا کچھ نہیں کیا، اس لئے دعا کی غرض سے ایسا کرتا ہو کہ کعبہ کی تعظیم و تکریم تو یہ لوگ کرتے ہی تھے اور اقرب یہ ہے کہ سابقہ دستور کے موافق اس وجہ سے امن کی امید ہو کہ کعبہ کی تعظیم کی وجہ سے مجرموں کو اس حال میں قتل نہیں کیا جاتا تھا۔

(۱۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ عِمَامَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کا ذکر

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مشہور روایات میں نہیں ہے۔ طبرانی کی ایک روایت میں سات ذراع آئی ہے۔ بیجوری رحمہ اللہ نے ابن حجر رحمہ اللہ سے اس حدیث کا بے اصل ہونا نقل کیا ہے۔ علامہ جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیر کی کتابوں کو خاص طور پر تلاش کیا مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمامہ کی مقدار مجھے نہیں ملی۔ البتہ امام نووی رحمہ اللہ سے یہ

نقل کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دو عمامے تھے ایک چھوٹا چھ ہاتھ کا۔ مناوی رحمہ اللہ کے قول کے موافق اور سات ہاتھ کا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے قول کے موافق، ایک بڑا بارہ ہاتھ کا۔ صاحب مدخل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار سات ہاتھ ہی بتائی ہے دوسرا نہیں بتایا۔ عمامہ باندھنا سنت مستمرہ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمامہ باندھنے کا حکم بھی نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ عمامہ باندھا کرو اس سے حلم میں بڑھ جاؤ گے (فتح الباری)۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کسی نے پوچھا کیا عمامہ باندھنا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں سنت ہے (عینی)۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عمامہ باندھا کرو، عمامہ اسلام کا نشان ہے اور مسلمان اور کافر میں فرق کرنے والا ہے (عینی) اس باب میں مصنف نے پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ دَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَكَّةَ يَوْمَ الْفَتْحِ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ میں جب شہر میں داخل ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا

فائدہ: یہ حدیث بظاہر گزشتہ باب کی روایات کے خلاف ہے۔ جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خود پہنے ہوئے مکہ مکرمہ میں تشریف لے جانا وارد ہوا ہے لیکن حقیقتاً کوئی اختلاف نہیں۔ اس لئے کہ خود پر عمامہ ہونے میں کوئی بعد نہیں دونوں روایتیں بسہولت جمع ہو سکتی ہیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ داخلہ کے وقت تو خود سر مبارک پر تھی اس کے بعد متصلاً ہی عمامہ باندھ لیا تھا چونکہ وہی وقت تقریباً تھا اس لئے اس روایت میں داخلہ کا وقت کہا گیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ لوہے کی ٹوپی کی اذیت کی وجہ سے اس کے نیچے عمامہ باندھ رکھا ہوگا۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی العمامۃ السوداء کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِمَامَةً سَوْدَاءَ

عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ دیکھا۔

فائدہ: مسلم شریف اور نسائی شریف میں ہے کہ عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ منظر گویا اس وقت میرے سامنے ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ سیاہ عمامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر تھا اور اس کا شملہ دونوں شانوں کے درمیان تھا۔

(۳) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ وَيُوسُفُ بْنُ عِيسَى قَالَا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ مُسَاوِرٍ الْوَرَّاقِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حُرَيْثٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ

عمرو بن حریث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔

فائدہ: مشہور قول کے موافق یہ خطبہ فتح مکہ کا خطبہ ہے جو کعبہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ جس

کا ذکر پہلی حدیثوں میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکا ہے لیکن بعض لوگوں نے اس وجہ سے کہ اس قصہ میں بعض جگہ منبر کا لفظ آیا ہے اور فتح مکہ کا وہ خطبہ منبر پر نہیں تھا اس لئے مدینہ منورہ کا کوئی اور خطبہ جمعہ مراد لیا ہے کہ بعض حدیثوں میں اس قصہ میں جمعہ کا لفظ بھی موجود ہے۔ ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ شریف میں میرک شاہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وصال کا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب سدل العمامۃ بین الکتفین کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ الْمَدِينِيُّ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ قَالَ نَافِعٌ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ قَالَ عُبَيْدُ اللهِ وَرَأَيْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ وَسَالِمًا يَفْعَلَانِ ذٰلِكَ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کے شملہ کو اپنے دونوں مونڈھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ڈال لیتے تھے نافع یہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا عبید اللہ جو نافع کے شاگرد ہیں وہ کہتے ہیں، کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے قاسم بن محمد کو اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ شملہ کے بارے میں مختلف رہی ہے، شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر تھا حتیٰ کہ بعض علماء نے یہاں تک لکھ دیا کہ بغیر شملہ کے باندھنا ثابت ہی نہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ گاہے بغیر شملہ چھوڑے بھی عمامہ باندھ لیتے تھے اور شملہ چھوڑنے میں بھی معمول رہا ہے اور کبھی دائیں جانب کبھی پیچھے دونوں کندھوں کے درمیان شملہ چھوڑتے تھے۔ کبھی عمامہ کے دونوں سرے شملہ کے طریقہ پر چھوڑ لیتے تھے۔ علامہ مناویؒ نے لکھا ہے کہ ثابت اگرچہ سب صورتیں ہیں لیکن ان میں افضل اور زیادہ صحیح دونوں کندھوں کے درمیان یعنی پچھلی جانب ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا أَبُو سُلَيْمَانَ وَهُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْغَسِيلِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطَبَ النَّاسَ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ خطبہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا۔ یعنی چکنی پٹی تھی۔

فائدہ: یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات کا ہے اور آخری وعظ ہے کہ اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ منبر پر تشریف لے گئے نہ کوئی خطبہ پڑھا۔ اس میں انصار کی مراعات کا خاص طور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ ان کے محاسن اور احسانات گنوائے اور یہ ارشاد بھی فرمایا کہ جو تم میں سے کسی چیز کا بھی امیر بنایا جائے وہ ان کی خاص طور سے رعایت کرے۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے پٹی کا باندھنا بھی موجّہ ہے اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک پر تیل کی زیادہ مالش ہوتی تھی جیسا کہ آئندہ آنے والا ہے اس پٹی کا چکنا ہونا بھی قرین قیاس ہے اور سیاہ عمامہ تو ظاہر ہے اس میں کسی قسم کا بعد نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت شریفہ تھی ہی۔ غرض علماء اس کے مطلب

میں دونوں طرف گئے ہیں۔ بعض علماء نے سیاہ عمامہ کا ترجمہ فرمایا ہے اور بعض نے چکنی پٹی کا، اور دونوں صحیح ہیں کہ لفظ بھی دونوں کو محتمل ہے اور قول بھی دونوں کے موافق ہے اس حدیث کے ایک راوی ابن الغسیل رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ حضرت حنظلہ کا لقب غسیل الملائکہ پڑ گیا تھا جس کا ترجمہ فرشتوں کا غسل دیا ہوا ہے۔ ان کا عجیب واقعہ گزرا ہے کہ جس وقت احد کی لڑائی کے لئے کوچ ہوا ہے اور روانگی کا اعلان ہوا تو یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مشغول تھے اس حالت میں شور سنا معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو رہا ہے یہ بھی خبر سنتے ہی روانہ ہو لئے اور اتنی مہلت نہ ہوئی کہ غسل سے فراغت پاتے وہاں پہنچ کر شہید ہو گئے چونکہ شہید کو غسل نہیں دیا جاتا اس لئے ان کو بھی غسل نہیں دیا گیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔ اس لئے تحقیق فرمائی اور واپسی پر ان کی اہلیہ سے یہ سارا حال معلوم ہوا۔ درحقیقت ان حضرات کے نزدیک دین پر مرمٹنا اس کے لئے جان دے دینا اتنا ہی سہل تھا جتنا ہم لوگوں کو اپنی خواہشات دینوی میں مشغول و منہمک ہو جانا آسان ہے۔

⑱ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِزَارِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کا ذکر

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لنگی باندھنے کی تھی۔ پاجامہ پہننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف فیہ ہے۔ علامہ بیجوریؒ کی تحقیق کے موافق راجح قول پہننے کا عدم ثبوت ہے البتہ یہ محقق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ وصال کے بعد ترکہ میں بھی تھا۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدا تو ہے اور ظاہر ہے کہ پہننے کے لئے خریدا ہے اس کے علاوہ متعدد احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہننا بھی وارد ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہی پہنتے تھے (زاد المعاد) ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اہل کتاب لنگی نہیں باندھتے پاجامہ پہنتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان کے خلاف کرو۔ پاجامہ بھی پہنو لنگی بھی باندھو۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل حدیث کے سلسلے میں کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کبھی پاجامہ پہنتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہنتا ہوں مجھے بدن کے ڈھانکنے کا حکم ہے اس سے زیادہ پردہ اور چیزوں میں نہیں ہے لیکن محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بتایا ہے (نیل الاوطار)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول لنگی باندھنے کا اور چادر اوڑھنے کا اکثر تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر چار ہاتھ لمبی اور اڑھائی ہاتھ چوڑی اور ایک قول کے موافق چھ ہاتھ تک لمبی اور تین ہاتھ ایک اور ہاتھ بالشت چوڑی بتائی جاتی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت لمبی اور دو ہاتھ چوڑی لکھتے ہیں کہ اس باب میں مصنف نے چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بُرْدَةَ قَالَ أَخْرَجَتْ إِلَيْنَا عَائِشَةُ كِسَاءً مُلَبَّدًا وَإِزَارًا

حضرت ابو بردة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمیں ایک پیوند لگی ہوئی چادر اور ایک موٹی لنگی دکھائی اور یہ فرمایا کہ

غَلِيظًا فَقَالَتْ قُبِضَ رُوحُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَيْنِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ان دو کپڑوں میں ہوا تھا۔

فائدہ: یعنی وصال کے وقت حضور اکرم ﷺ کا معمول ایسے ہی کپڑوں کے استعمال کا تھا حالانکہ اس وقت فتوحات بھی شروع ہو چکی تھیں، فی الجملہ وسعت بھی ہو گئی تھی، خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کی مالی حالت بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی اور فتح مکہ کے بعد سے تو دوسرے سلاطین اور دوسرے ملکوں سے ہدایا اور نذرانوں کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کا معمول اپنی معیشت کے لئے وہی قدیم طرز رہا جو کچھ آتا دوسروں میں تقسیم فرما دیتے۔ جس کا کچھ نمونہ ''حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' میں لکھ چکا ہوں۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی حدیثیں اس طرف مشیر ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو دنیاوی لذات اور تنعمات سے اعراض تھا۔ موٹا کپڑا تواضع اور انکساری کی طرف لے جاتا ہے اور باریک عمدہ لباس بسا اوقات عجب و تکبر اور خود بینی پیدا کرتا ہے۔ مجھ سے میرے محترم بزرگ مولانا مولوی حکیم جمیل الدین صاحب نگینوی ثم الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا علامہ رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا عجیب و غریب قصہ نقل فرمایا کہ حضرت اقدس صاحب حج کو تشریف لے گئے تو مطاف کے کنارہ پر ایک نابینا بزرگ تشریف فرما تھے جب حضرت طواف میں اس طرف گزرتے تو وہ البس لباس الصالحین ہلکی آواز میں کہتے اور جب حضرت طواف سے فراغت پر اس طرف تشریف لے گئے تو انہوں نے خشن خشن (موٹا موٹا) فرمایا جس سے تنبیہ مقصود تھی کہ صلحاء کا لباس موٹا کپڑا ہے یہ اکثری لباس تھا بعض اوقات عمدہ کپڑا پہننا بھی ثابت ہے جو بعض دینی مصالح کی وجہ سے تھا نیز ترک تکلف کی وجہ سے تھا کہ جیسا مہیا ہو گیا پہن لیا یہ نہیں کہ عمدہ کپڑے سے خصوصی احتراز فرماتے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی لبس الصوف کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَمَّتِي تُحَدِّثُ عَنْ عَمِّهَا قَالَ بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي بِالْمَدِينَةِ إِذَا إِنْسَانٌ خَلْفِي يَقُولُ ارْفَعْ إِزَارَكَ فَإِنَّهُ أَتْقَى وَأَبْقَى فَإِذَا هُوَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّمَا هِيَ بُرْدَةٌ مَلْحَاءُ قَالَ أَمَا لَكَ فِيَّ أُسْوَةٌ؟ فَنَظَرْتُ فَإِذَا إِزَارُهُ إِلَى نِصْفِ سَاقَيْهِ

عبید بن خالد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ میں مدینہ منورہ میں ایک مرتبہ جا رہا تھا کہ میں نے ایک شخص کو اپنے پیچھے سے یہ کہتے سنا کہ لنگی اوپر اٹھاؤ کہ اس سے نجاست ظاہری اور باطنی تکبر وغیرہ سے (نظافت بھی زیادہ حاصل رہتی اور کپڑا زمین پر گھسٹ کر خراب اور میلا ہونے سے) محفوظ رہتا ہے میں نے کہنے والے کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا تو آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ایک معمولی سی چادر ہے (اس میں کیا تکبر ہو سکتا ہے اور کیا اس کی حفاظت کی ضرورت ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اگر کوئی مصلحت تیرے نزدیک نہیں تو کم از کم) تمہارے لئے میری اتباع کافی ہے۔ میں نے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کو دیکھا تو نصف ساق تک تھی۔

فائدہ: لنگی یا جامہ وغیرہ کے ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کی بہت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ٹخنوں کے نیچے جتنے حصہ پر کپڑا لٹکتا

ہے وہ آگ میں جلایا جائے گا۔حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے لنگی کے بارے میں استفسار کیا۔وہ فرمانے لگے کہ تم نے بڑے واقف سے سوال کیا حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ مسلمان کی لنگی آدھی پنڈلی تک ہونی چاہیے اوراس کے نیچے ٹخنوں تک بھی کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن ٹخنوں سے نیچے جتنے حصہ پر لنگی لٹکے گی وہ آگ میں جلے گی اور جو شخص متکبرانہ کپڑے کو لٹکائے گا قیامت میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف نظر نہیں کریں گے (ابوداؤد)۔اس قسم کی وعیدیں اوراحادیث میں بھی آئی ہیں اس لئے اس کی طرف خاص طور سے توجہ کرنی چاہیے اسکے برعکس ہمارے اس زمانے میں خاص طور سے کپڑا نیچے لٹکایا جاتا ہے۔فالی اللہ المشتکی۔

(۳) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ مُوسَى بْنِ عُبَيْدَةَ عَنِ إِيَاسِ بْنِ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ يَأْتَزِرُ إِلَى أَنْصَافِ سَاقَيْهِ وَقَالَ هٰكَذَا كَانَتْ إِزْرَةُ صَاحِبِي يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنگی نصف ساق تک رکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی ہیئت تھی میرے آقا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی کی۔

(۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ أَخْبَرَنَا أَبُو الأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ نُذَيْرٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَضَلَةِ سَاقِي أَوْ سَاقِهِ فَقَالَ هٰذَا مَوْضِعُ الإِزَارِ فَإِنْ أَبَيْتَ فَأَسْفَلَ فَإِنْ أَبَيْتَ فَلا حَقَّ لِلإِزَارِ فِي الْكَعْبَيْنِ

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پنڈلی کا یا اپنی پنڈلی کا حصہ پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ حد ہے لنگی کی اگر تجھے اس پر قناعت نہ ہو تو اس سے کچھ نیچے سہی اگر اس پر بھی قناعت نہ ہو تو لنگی کا ٹخنوں پر کوئی حق نہیں۔لہذا ٹخنوں تک نہیں پہنچنا چاہیے۔

فائدہ: ٹخنوں سے نیچے لنگی یا پاجامہ وغیرہ لٹکانا حرام ہے لیکن علماء نے اس ضرورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ اگر کسی شخص کے ٹخنے میں پھنسی ہو جس سے مکھی وغیرہ بیٹھتی ہے تو ایسے شخص کو اس کی حفاظت کے لئے لنگی یا پاجامہ لٹکا لینا جائز ہے جب تک کہ زخم اچھا ہو۔یہ حدیث ابواب اللباس میں باب (مبلغ الازار) کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي مِشْيَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس ﷺ کی رفتار کا ذکر

فائدہ: حلیہ شریف کی روایات میں بھی حضور اکرم ﷺ کی رفتار کا ذکر تبعاً گزر چکا ہے۔اس باب میں صرف رفتار کی کیفیت کو مستقلاً بیان کرنا مقصود ہے اس باب میں تین روایتیں مصنف نے ذکر کی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ أَبِي يُونُسَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین کوئی نہیں دیکھا۔(چمک اور روشنی چہرہ

مَا رَأَيْتُ شَيْئًا أَحْسَنَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِي فِي وَجْهِهِ وَمَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَسْرَعَ فِي مِشْيَتِهِ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّمَا الْأَرْضُ تُطْوَى لَهُ إِنَّا لَنُجْهِدُ أَنْفُسَنَا وَإِنَّهُ لَغَيْرُ مُكْتَرِثٍ

میں اس قدر تھی) گویا کہ آفتاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے چہرہ مبارک پر چمک رہا ہے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا زمین گویا لپٹی جاتی تھی۔ (کہ ابھی چند منٹ ہوئے یہاں تھے اور ابھی وہاں) ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ چلنے میں مشقت سے ساتھ ہوتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی معمولی رفتار کے ساتھ چلتے تھے۔

فائدہ: یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی رفتار کے ساتھ بھی ہم لوگ اہتمام سے ساتھ رہ سکتے تھے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللهِ مَوْلَى غُفْرَةَ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ مِنْ وَلَدِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ عَلِيٌّ إِذَا وَصَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا مَشَى تَقَلَّعَ كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ فِي صَبَبٍ

ابراہیم بن محمد کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر فرماتے تو یہ فرماتے تھے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے تو ہمت اور قوت سے پاؤں اٹھاتے (عورتوں کی طرح سے پاؤں زمین سے گھسیٹ کر نہیں چلتے تھے۔ چلنے میں تیزی اور قوت کے لحاظ سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ) گویا اونچائی سے اتر رہے ہیں۔

فائدہ: یہ حدیث پہلے حلیہ شریف میں مفصل گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبِي عَنِ الْمَسْعُودِيِّ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ هُرْمُزَ عَنْ نَافِعِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَشَى تَكَفَّأَ تَكَفُّؤًا كَأَنَّمَا يَنْحَطُّ مِنْ صَبَبٍ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لے چلتے تو کچھ جھک کر چلتے گویا کہ بلندی سے اتر رہے ہیں۔

فائدہ: یہ مضمون بھی گزشتہ احادیث میں چند جگہ آ چکا ہے۔

(۲۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَقَنُّعِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قناع کا ذکر

فائدہ: قناع وہ کپڑا کہلاتا ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مبارک پر عمامہ سے نیچے رکھ لیتے تھے تاکہ تیل کی وجہ سے عمامہ خراب نہ ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی چند منافع علماء نے تحریر فرمائے ہیں۔ اس باب میں ایک ہی حدیث ذکر کی گئی ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسَى أَخْبَرَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا الرَّبِيعُ بْنُ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کپڑا اکثر رکھا کرتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا

وَسَلَّمَ يُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَأَنَّ ثَوْبَهُ ثَوْبُ زَيَّاتٍ : چکناہٹ کی وجہ سے تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا تھا۔

فائدہ: یعنی جیسا کہ اس کا کپڑا چکنا رہتا ہے ایسا ہی یہ کپڑا تیل کی کثرتِ استعمال سے چکنا رہتا تھا لیکن اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ شمار کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کپڑا میلا نہ ہوتا تھا نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں میں جوں پڑتی تھی۔ نہ کھٹل خون کو چوس سکتا تھا۔ (قاری) علامہ رازیؒ سے مناوی نے نقل کیا ہے کہ مکھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر کبھی نہیں بیٹھی۔

(۲۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي جِلْسَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نشست کا ذکر

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَنْبَأَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ حَسَّانَ عَنْ جَدَّتَيْهِ عَنْ قَيْلَةَ بِنْتِ مَخْرَمَةَ أَنَّهَا رَأَتْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَسْجِدِ وَهُوَ قَاعِدٌ الْقُرْفُصَاءَ قَالَتْ فَلَمَّا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم الْمُتَخَشِّعَ فِي الْجِلْسَةِ أُرْعِدْتُ مِنَ الْفَرَقِ

قیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد (میں کچھ ایسی عاجزانہ صورت) میں گوٹ مارے بیٹھے دیکھا کہ میں رعب کی وجہ سے کانپنے لگی۔

فائدہ: قرفصاء کی تصویر میں علماء نے اختلاف کیا ہے مشہور قول یہ ہے کہ دونوں رانیں کھڑی کر کے دونوں ہاتھوں سے ان کا احاطہ کرے اور سرین پر بیٹھے۔ اسی کو گوٹ مار کر بیٹھنا بھی کہتے ہیں رعب کی وجہ بظاہر یہ تھی کہ یہ حالت فکر و رنج کی تھی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر کسی معمولی بات سے نہیں ہو سکتی تھی اس لئے ان کو یہ خوف ہوا کہ مبادا امت پر کوئی عذاب تو نہیں آرہا۔ اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی فکر زیادہ رہتی تھی، یہ بظاہر وہی حدیث ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بارہویں نمبر پر تھوڑی سی گزر چکی ہے وہاں بھی اس کی طرف تھوڑا سا اشارہ کر دیا تھا اس حدیث میں کچھ حصہ اور بھی ہے جس کو مصنف نے مختصر کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ قیلہ کی یہ دہشت کی حالت دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ مسکینہ تو خوفزدہ ہو گئی۔ قیلہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی طرف تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادھر توجہ بھی نہیں فرمائی زبان مبارک سے صرف اتنا ارشاد فرمایا کہ اے مسکینہ سکون اختیار کر، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ جس قدر خوف و دہشت مجھ پر تھی ساری جاتی رہی۔ بعض روایات میں یہ قصہ کسی مرد کے متعلق مذکور ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس کے بیان میں گزر چکا ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ما جاء فی الثوب الاصفر کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَبَّادِ بْنِ تَمِيمٍ عَنْ عَمِّهِ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ

عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں چت لیٹے ہوئے دیکھا۔ اس وقت حضور اقدس صلی اللہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَلْقِيًا فِي الْمَسْجِدِ وَاضِعًا إِحْدَى رِجْلَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى

علیہ وسلم اپنے ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں کے اوپر رکھے ہوئے تھے۔

فائدہ: مسلم شریف کی روایت میں اس طرح لیٹنے کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ علماء نے دونوں کے درمیان مختلف طریقوں سے جمع فرمایا ہے۔ واضح توجیہ یہ ہے کہ اس طرح لیٹنے کی دو صورتیں ہیں جو دونوں حدیثوں کا علیحدہ علیحدہ مصداق ہیں ایک صورت تو یہ ہے کہ دونوں پاؤں پھیلا کر ایک قدم دوسرے قدم پر رکھ لے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور یہ صورت اس حدیث کا مصداق ہے جو شمائل میں ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ قدم کو دوسرے پاؤں کا گھٹنا کھڑا کر کے اس پر رکھے۔ یہ مسلم شریف کی روایت کا مصداق ہے اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ عرب میں عام طور سے لنگی باندھنے کا دستور تھا لنگی باندھ کر اس طرح لیٹنے سے ستر کے کھل جانے کا احتمال قوی ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔ اس جگہ یہ بھی اشکال کرتے ہیں کہ اس حدیث کی ہیئت نشست سے کوئی خاص تعلق نہیں۔ علماء نے اس کی مختلف وجوہ بتائی ہیں۔ سہل یہ ہے کہ باب میں بیٹھنے سے مراد عام لیا جائے بیٹھنے اور لیٹنے کو۔ اگر چہ لیٹنے کی بعض روایات سونے کے بیان میں آئیں گی یہ بھی ممکن ہے جو ابن حجرؒ نے لکھی ہے کہ جب اس قسم کا لیٹنا (باوجود یہ کہ روایت میں اس کی ممانعت آئی ہے) مسجد میں جائز ہے تو بیٹھنا ہر قسم سے جائز ہوا۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان والآداب باب ماجاء فی وضع احدی الرجلین علی الاخری مستلقیا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ أَنْبَأَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْمَدَنِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ رُبَيْحِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ احْتَبَى بِيَدَيْهِ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف رکھتے تھے تو گوٹ مار کر تشریف رکھتے تھے۔

فائدہ: گوٹ مار کر بیٹھنا یہ کہلاتا ہے کہ دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر کے سرین کے بل بیٹھے اور دونوں ہاتھوں سے پنڈلیوں پر حلقہ کر لے۔ بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا، لنگی عمامہ وغیرہ اس طرح لپیٹا جاتا ہے کہ کمر اور پنڈلیوں پر لپٹ جائے۔ یہ ہیئت تواضع اور مسکنت کی نشست ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر ایسے ہی تشریف رکھتے تھے اور صحابہ کرامؓ بھی۔ لیکن یہ مقصود نہیں کہ ہمیشہ ایسے ہی تشریف فرما ہوتے تھے اس لئے ابوداؤد کی اس روایت سے کچھ خلاف نہیں رہا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک مسجد شریف میں چار زانوں تشریف رکھتے تھے۔ ایسے ہی اور ان مختلف احادیث سے بھی خلاف نہیں رہا جو اس بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ اس طرح بیٹھنے میں علاوہ تواضع و انکسار کے راحت بھی ہے۔ اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ گوٹ مار کر بیٹھنا عرب کی دیواریں ہیں یعنی جنگل میں چونکہ دیواریں نہیں ہوتیں جس سے سہارا ہو سکے اس لئے قائم مقام دیوار کے ہے۔ بسا اوقات بجائے ہاتھوں کے کپڑا لپیٹ لیا جاتا ہے جو مزید راحت کا سبب ہوتا ہے۔

(۲۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي تُكَأَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تکیہ کا ذکر

فائدہ: مصنف نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ الْبَغْدَادِيُّ أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلَى وِسَادَةٍ عَلَى يَسَارِهِ

جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا جو بائیں جانب رکھا ہوا تھا۔

فائدہ: تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جانب جائز ہے حدیث میں بائیں جانب کا لفظ کسی تخصیص کی وجہ سے نہیں اتفاقی امر ہے لیکن قواعد محدثین کے لحاظ سے بائیں کا لفظ یہاں مشہور روایات میں نہیں ہے اس لئے امام ترمذیؒ نے باب کے ختم پر اس لفظ پر کلام کیا ہے۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان باب ماجاء فی الاتکاء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ أَخْبَرَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ أَخْبَرَنَا الْجُرَيْرِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا أُحَدِّثُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ الْإِشْرَاكُ بِاللهِ وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ قَالَ وَجَلَسَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مُتَّكِئًا قَالَ وَشَهَادَةُ الزُّورِ أَوْ قَوْلُ الزُّورِ قَالَ فَمَا زَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُهَا حَتَّى قُلْنَا لَيْتَهُ سَكَتَ

ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ کیا تم لوگوں کو کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ بتاؤں صحابہ نے عرض کیا کہ ضرور یا رسول اللہ ارشاد فرمائیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ کسی کو شریک بنانا اور والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹی بات کرنا (راوی کو شک ہے کہ ان دونوں میں سے کون سی بات فرمائی تھی) اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز پر ٹیک لگائے ہوئے تشریف فرما تھے اور جھوٹ کا ذکر فرماتے وقت اہتمام کی وجہ سے بیٹھ گئے اور بار بار ارشاد فرماتے رہے حتی کہ ہم لوگ یہ تمنا کرنے لگے کہ کاش اب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سکوت فرمائیں بار بار ارشاد نہ فرمائیں۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار ارشاد فرمانے پر سکوت کی تمنا یا تو اس عشق و محبت کی وجہ سے ہے جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار فرمانے پر تعب ہوگا اور ہم لوگوں کے لئے ایک بار فرمانا بھی کافی ہے اور ممکن ہے اس خوف سے ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ناراضگی اور غصہ کے آثار ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس خطرہ سے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا لفظ ارشاد فرمائیں کہ جو امت کے لئے باعث خسران بن جائے جن لوگوں کو کسی دینی و

دنیاوی دربار کی حاضری میسر ہوتی ہے وہ اس حالت سے خوب واقف ہوتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بار بار ارشاد فرمانا شدت اہتمام کی وجہ سے تھا کہ جھوٹ کی وجہ سے آدمی زنا قتل وغیرہ بہت سے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس کے منہ کی بدبو کی وجہ سے ایک میل دور چلے جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمن جھوٹا نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ کہ جھوٹ ایمان سے دور رہتا ہے (اعتدال)۔ اس حدیث شریف میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے۔ شریعت میں گناہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک صغیرہ کہلاتے ہیں جو وضو، نماز، روزہ، حج وغیرہ سے معاف ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے کبیرہ گناہ یعنی بڑے سخت گناہ کہلاتے ہیں جن کے متعلق ضابطہ یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ کے ہرگز معاف نہیں ہوتے البتہ حق تعالیٰ شانہٗ کسی کی رعایت فرما کر اپنے فضل سے معاف فرمائیں تو یہ امر آخر ہے مگر آئینی چیز یہی ہے کہ وہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔ اس میں اختلاف ہے کہ کبیرہ گناہ کتنے ہیں علماء نے مستقل تصانیف ان میں تحریر فرمائی ہیں۔ علامہ ذہبی رحمہ اللہ کی ایک کتاب اس مضمون میں مستقل ہے جس میں چار سو کبیرہ گناہ گنوائے ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے بھی دو جلدوں میں ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جو مصر میں چھپ چکی ہے اس میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ معاملات وغیرہ ہر باب کے کبیرہ گناہ مستقل گنوائے ہیں اور کل مجموعہ چار سو سرسٹھ مفصل شمار کرائے ہیں۔ ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل میں مشہور کبائر کو گنوایا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

آدمی کا قتل کرنا، زنا کرنا، اغلام بازی کرنا، شراب پینا، چوری کرنا، کسی پر تہمت لگانا، سچی گواہی کو چھپانا، جھوٹی قسم کھانا، کسی کا مال چھین لینا، بلا عذر کفار کے مقابلہ سے بھاگنا، سودی معاملہ کرنا، یتیم کا مال کھانا، رشوت لینا، اصول یعنی والدین وغیرہ کی نافرمانی کرنا، قطع رحمی کرنا، جھوٹی حدیث بیان کرنا، رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ دینا، ناپ تول میں کمی کرنا، فرض نماز کو وقت سے آگے پیچھے پڑھنا، زکوٰۃ نہ دینا، مسلمان یا کسی کافر کو جس سے معاہدہ ہو ناحق مارنا، کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرنا، غیبت کرنا بالخصوص کسی عالم دین کی یا حافظ قرآن کی، کسی ظالم سے چغلی کھانا، دیوث پن کرنا یعنی اپنی بیوی بیٹی وغیرہ کے ساتھ کسی کے فحش تعلق کو گوارا کرنا، قرم سازی یعنی بھڑوا پن کرنا کہ اجنبی مرد و عورت یا اس قسم کے دوسرے ناجائز تعلقات میں سعی کرنا، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑ دینا یعنی نیک کاموں کا حکم اور بری باتوں سے روکنے کو باوجود قدرت کے چھوڑ دینا، جادو سیکھنا یا سکھانا، کسی پر جادو کرنا، قرآن پاک پڑھ کر بھلا دینا، بلا مجبوری کسی جاندار کو جلانا، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا اور اس کے عذاب سے نہ ڈرنا، عورت کا خاوند کی نافرمانی کرنا، اس کی خواہش پر بلا وجہ انکار کرنا، چغلی کھانا۔

ملا علی قاریؒ نے مثال کے طور پر ان کو نقل کیا ہے۔ مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف کے شروع میں کبائر کا مستقل باب ہے اس میں بھی ان کو اور اس قسم کے اور چند گناہوں کو گنوایا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا خواہ اس کی ذات میں کسی کو شریک کرنے یا عبادت میں یا اس سے استعانت حاصل کرنے یا علم میں یا قدرت میں یا تصرف میں ''یا پیدا'' کرنے، یا پکارنے میں ''یا'' کہنے میں یا نام رکھنے میں یا ذبح کرنے میں یا نذر ماننے میں یا لوگوں کے اس کی طرف سے امور سونپنے میں، یعنی جیسے اللہ جل شانہٗ کے سب کام سپرد ہیں۔ اسی طرح اور کو بھی جاننے نیز امور ذیل بھی اس میں ذکر کیے ہیں۔

گناہ پر اصرار کی نیت رکھنا، نشہ کی چیز پینا، اپنے محرموں سے نکاح کرنا، جوا کھیلنا، کفار سے دوستی کرنا، باوجود قدرت کے

جہاد نہ کرنا، مردار کا گوشت کھانا، نجومی اور کاہن کی تصدیق کرنا، قرآن پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کو برا کہنا یا ان کا انکار کرنا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا کہنا، بیوی اور خاوند میں لڑائی کروانا، اسراف کرنا، فساد کرنا، کسی کے سامنے ننگا ہونا (یعنی بیوی کے علاوہ)، بخل کرنا، پیشاب اور منی سے کپڑے اور بدن کو پاک نہ کرنا، یعنی اگر لگ جائیں تو نہ دھونا، تقدیر کو جھٹلانا، تکبر کی وجہ سے پائنچہ ٹخنوں سے نیچے کرنا، نوحہ کرنا، برا طریقہ ایجاد کرنا، محسن کی ناشکری کرنا، کسی مسلمان کو کافر کہنا، حائضہ سے صحبت کرنا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا، جانور سے بدفعلی کرنا، امرد کو شہوت سے دیکھنا، کسی کے گھر میں جھانکنا، عالموں اور حافظوں کی حقارت کرنا، اگر ایک سے زیادہ بیبیاں ہوں تو ان کے درمیان مساوات نہ کرنا، امیر سے عہد شکنی کرنا وغیرہ وغیرہ بتائے ہیں۔ ان کبائر میں بھی درجات ہیں اسی وجہ سے حدیث بالا میں کبائر کو بڑا گناہ فرمایا گیا ہے اور مختلف احادیث میں مواقع کے مناسب مختلف قسم کے گناہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اصرار کرنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ بن جاتا ہے اور توبہ استغفار کرنے سے کبیرہ گناہ بھی باقی نہیں رہتا معاف ہوجاتا ہے۔ اور توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ دل سے اس فعل پر واقعی ندامت ہو اور آئندہ کو اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو کہ اب کبھی نہ کروں گا چاہے اس کے بعد کسی دوسرے وقت وہ پھر سرد ہی ہوجائے۔ اس سے وہ پہلی توبہ زائل نہیں ہوتی توبہ کے وقت یہ پختہ ارادہ ہونا چاہیے کہ پھر کبھی نہیں کروں گا۔ یہ حدیث ابواب البر والصلۃ میں باب ماجاء فی عقوق الوالدین کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ أَسُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا آكُلُ مُتَّكِئًا

ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تو ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

فائدہ: اس لئے یہ صورت تواضع کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت کھانا کھانے کی طرف منجر ہوتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے پیٹ بھی بڑھ جاتا ہے اور سرعت ہضم بھی حاصل نہیں رہتا۔ اپنا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ارشاد فرمایا تاکہ آپ کی اتباع کی جائے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ٹیک لگانے کی چار صورتیں ہیں اور چاروں اس میں داخل ہیں۔ اول یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو کو دیوار یا تکیہ وغیرہ سے سہارا لگائے، دوسرا یہ کہ ہتھیلی سے زمین پر سہارا لگائے، تیسرا یہ کہ چوزانو یعنی چوکڑی مار کر کسی گدے وغیرہ پر بیٹھے، چوتھا یہ کہ کمر گاؤ تکیہ یا دیوار سے لگائے کہ یہ سب ہی صورتیں بفرق مراتب ٹیک میں داخل ہیں۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی کراھیۃ الاکل متکئا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ عِيسٰى حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ

یوسف بن عیسیٰ، وکیع، اسرائیل، سماک بن حرب اور حضرت جابرؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے دیکھا۔ امام ترمذیؒ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى لَمْ يُذْكَرْ وَكِيْعٌ عَلٰى يَسَارِهٖ وَهٰكَذَا رُوِيَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ نَحْوَ رِوَايَةِ وَكِيْعٍ وَلَا نَعْلَمُ اَحَدًا رُوِيَ فِيْهِ عَلٰى يَسَارِهٖ اِلَّا مَا رُوِيَ اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِسْرَائِيْلَ

فرماتے ہیں کہ امام وکیع نے علی یسارہ کا ذکر نہیں کیا۔ اور اسی طرح اسرائیل کے علاوہ دوسرے رواۃ وکیع کی روایت کی طرح روایت کرتے ہیں۔ ان راویوں کی روایت میں علی یسارہ کا تذکرہ نہیں ہے۔ مگر اسحاق بن منصور اور اسرائیل کی روایت میں علی یسارہ کا تذکرہ ہے۔

فائدہ: یہ وہی حدیث ہے جو باب کے شروع میں گزر چکی ہے۔ مصنف رحمہ اللہ کو اس پر کلام کرنا مقصود تھا اسلئے مکرر ذکر فرمایا۔

(۲۳) بَابُ مَا جَاءَ فِيْ اِتِّكَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تکیہ کے علاوہ کسی اور چیز پر ٹیک لگانے کا ذکر

فائدہ: تکیہ کا ذکر پہلے باب میں گزر چکا ہے اس کے علاوہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آدمیوں پر بیماری کی حالت میں سہارا اور ٹیک لگانا بھی ثابت ہے۔ بظاہر اسی لئے مصنف رحمہ اللہ نے اس باب کو مستقل ذکر کیا۔ اس باب میں دو روایتیں ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ اَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ شَاكِيًا فَخَرَجَ يَتَوَكَّأُ عَلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ وَعَلَيْهِ ثَوْبٌ قِطْرِيٌّ قَدْ تَوَشَّحَ بِهٖ فَصَلّٰى بِهِمْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حجرہ شریف سے حضرت اسامہ پر سہارا کئے ہوئے تشریف لائے اور صحابہ کو نماز پڑھائی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ایک یمنی منقش چادر میں لپٹے ہوئے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لباس کے بیان میں نمبر ۶ میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُبَارَكِ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ مُسْلِمٍ الْخَفَّافُ الْحَلَبِيُّ اَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَرَضِهِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ فِيْهِ وَعَلٰى رَاْسِهٖ عِصَابَةٌ صَفْرَاءُ فَسَلَّمْتُ فَقَالَ يَا فَضْلُ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اُشْدُدْ بِهٰذِهِ الْعِصَابَةِ رَاْسِيْ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ قَعَدَ فَوَضَعَ كَفَّهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ ثُمَّ قَامَ فَدَخَلَ فِي الْمَسْجِدِ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ

فضل بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات کی حالت میں حاضر ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر اس وقت زرد پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے فضل اس پٹی سے میرے سر کو خوب زور سے باندھ دو۔ پس میں نے تعمیل ارشاد کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے اور میرے مونڈھے پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسجد تشریف لے گئے۔ اس حدیث میں ایک مفصل قصہ ہے۔

فائدہ: حضور اکرم ﷺ نے سر مبارک پر درد کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی تھی، بعض علماء نے بجائے پٹی کے عمامہ کا ترجمہ کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کا مختلف رنگ کے عمامے باندھنا ثابت کیا ہے۔ منجملہ ان کے زرد عمامہ کا ترجمہ اس حدیث سے کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا ہے مجمع الزوائد میں یہ مفصل مذکور ہے حضرت فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ کو بخار چڑھ رہا ہے اور سر مبارک پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرا ہاتھ پکڑ لے میں نے حضور اکرم ﷺ کا ہاتھ پکڑا حضور اکرم ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ کر ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو آواز دے کر جمع کر لو۔ میں لوگوں کو اکٹھا کر لایا حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد یہ مضمون ارشاد فرمایا۔ میرا تم لوگوں کے پاس سے چلے جانے کا زمانہ قریب ہے اس لئے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو میری کمر موجود ہے بدلہ لے لے اور جس کی آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو، میری آبرو سے بدلہ لے لے، جس کا کوئی مالی مطالبہ مجھ پر ہو وہ مال سے بدلہ لے لے۔ کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے بدلہ لینے سے حضور اکرم ﷺ کے دل میں بغض پیدا ہونے کا ڈر ہے کہ بغض رکھنا نہ میری طبیعت اور نہ میرے لئے موزوں ہے۔ خوب سمجھ لو کہ مجھے بہت محبوب ہے وہ شخص جو اپنا حق مجھ سے وصول کر لے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہٗ کے یہاں بشاشتِ نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک دفعہ کہہ دینے پر کفایت کرنا نہیں چاہتا پھر بھی اس کا اعلان کروں گا۔" چنانچہ اس کے بعد منبر سے اتر آئے ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور وہی اعلان فرمایا نیز بغض کے متعلق بھی مضمون بالا کا اعادہ فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمے کوئی حق ہو وہ بھی ادا کر دے اور دنیا میں رسوائی کا خیال نہ کرے کہ دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت کم ہے۔ ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ تین درہم میرے آپ کے ذمے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کسی مطالبہ کرنے والے کی تکذیب کرتا ہوں نہ اس کو قسم دیتا ہوں لیکن پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیسے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ایک سائل ایک دن آپ ﷺ کے پاس آیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔ حضور اکرم ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کے تین درہم ادا کر دو۔ اس کے بعد ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درہم بیت المال کے ہیں میں نے خیانت سے لے لئے تھے۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت فرمایا کیوں خیانت کی تھی؟ عرض کیا کہ میں اس وقت بہت محتاج تھا حضور اکرم ﷺ نے حضرت فضل رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان سے وصول کر لو اس کے بعد پھر حضور اکرم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ جس کسی کو اپنی حالت کا اندیشہ ہو وہ بھی دعا کرا لے (کہ اب روانگی کا وقت ہے) ایک صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے دعا فرمائی "یا اللہ! اس کو سچائی عطاء فرما۔ ایمان (کامل) عطاء فرما اور زیادتی نیند کے مرض سے صحت بخش دے"۔ اس کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، کوئی گناہ ایسا نہیں جو میں نے نہ کیا ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کو تنبیہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے ہو۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمر چپ رہو، دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے اس کے بعد حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس

کو سچائی اور (کامل) ایمان نصیب فرمائے اور اس کے احوال کو بہتر فرما دے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجمع سے کوئی بات کہی، جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں میرے بعد حق عمرؓ کے ساتھ ہے۔ جدھر بھی وہ جائیں، ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے کہ ایک اور صاحب اٹھے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بزدل ہوں۔ سونے کا مریض ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے بھی دعا فرمائی۔ حضرت فضل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم دیکھتے تھے کہ ان کے برابر بھی کوئی بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور اس طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا اور جو جو ارشادات مردوں کے مجمع میں فرمائے تھے یہاں بھی ان کا ایک اعادہ فرمایا۔ ایک صحابیہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی زبان سے عاجز ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی (مجمع الزوائد) ان حضرات کا اپنے آپ کو منافق فرمانا اس وجہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے یہ حضرات بہت زیادہ مغلوب رہتے تھے جس کے چند واقعات ''حکایات صحابہ'' کے باب دوم میں لکھے جاچکے ہیں۔ اسی غلبہ خوف سے اپنے اوپر نفاق کا شبہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو باتفاق اہل حق تمام امت میں افضل ہیں یہ شبہ ہو جاتا تھا جیسا کہ ''حکایاتِ صحابہ'' میں حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصہ سے مذکور ہے۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے تیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پایا ہے ان میں سے ہر شخص اپنے منافق ہونے سے ڈرتا تھا کہ مبادا میں منافق نہیں ہوں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جو مشہور اکابر صوفیا ہیں اور تابعی ہیں فرماتے ہیں کہ وہ مسلمان جو گزر چکے ہیں یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور وہ مسلمان جو موجود ہیں یعنی بقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہ اللہ علیہم کوئی بھی ان میں ایسا نہیں ہوا جو اپنے نفاق سے نہ ڈرتا ہو اور گزشتہ زمانے میں اور موجودہ دور میں کوئی بھی منافق ایسا نہیں ہے جو مطمئن نہ ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہ مقولہ ہے کہ جو نفاق سے نہ ڈرتا ہو وہ منافق ہے، ابراہیم تیمی رحمہ اللہ جو فقہا تابعین میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میں جب بھی اپنی بات کو اپنے فعل پر پیش کرتا ہوں تو ڈرتا ہوں کہ جھوٹ نہ ہو (بخاری شریف فتح الباری) یہی مطلب ہے ان سب حضرات کا نفاق سے خوف کا کہ اپنے اعمال کو ہیچ اور کالعدم سمجھتے تھے اور پند و نصیحت وغیرہ احوال کے اعتبار سے یہ ڈر رہتا تھا کہ یہ نفاق نہ بن جائے۔

﴿۲۴﴾ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَكْلِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ

فائدہ: یعنی کھانا تناول فرمانے کے بعد بعض آداب کا بیان۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ ثَلَاثًا قَالَ أَبُو عِيسَى وَرَوَى غَيْرُ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ هٰذَا الْحَدِيثَ قَالَ يَلْعَقُ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلیاں تین مرتبہ چاٹ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے پہلے انگلیاں چاٹ لینا مستحب ہے۔البتہ اس روایت کی بناء پر بعض کے نزدیک تین مرتبہ مستحب ہے۔ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تین مرتبہ مراد نہیں بلکہ تین انگلیاں چاٹنا مراد ہے جیسا کہ دوسری روایت میں ہے چنانچہ اسی باب میں خود کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت آگے آرہی ہے لیکن بعض شراح حدیث نے فرمایا ہے کہ یہ مستقل ادب ہے کہ تین مرتبہ چاٹنے سے بالکل صفائی ہوجاتی ہے اور تین انگلیاں جو دوسری روایت میں آرہا ہے وہ مستقل ادب ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ طَعَامًا لَعِقَ أَصَابِعَهُ الثَّلَاثَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا تناول فرماتے تو اپنی انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین ہی انگلیوں سے کھانا نوش فرمانے کی تھی۔اگرچہ بعض روایات سے پانچ انگلیوں سے کھانا بھی معلوم ہوتا ہے لیکن تین انگلیاں جن میں انگوٹھا اور مسبحہ (شہادت کی انگلی) اور وسطی (درمیانی انگلی) ہے اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔تین انگلیوں سے کھانے کی مصلحت لقمہ کا چھوٹا ہونا ہے تاکہ زیادہ مقدار میں نہ کھایا جائے۔امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ ان احادیث سے تین انگلیوں سے کھانے کا استحباب معلوم ہوتا ہے لہٰذا چوتھی یا پانچویں انگلی بلاضرورت شامل نہ کرے البتہ اگر ضرورت ہو تو یعنی کوئی ایسی چیز ہو جس کو تین انگلیوں سے کھانے میں دقت ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ پانچوں انگلیوں سے کھانا حریصوں کی علامت ہے اور لقمہ بڑا ہونے کی وجہ سے بسا اوقات فم معدہ پر بوجھ اور حلق میں اٹک جانے کا سبب بھی ہوجاتا ہے۔یہ حدیث ابواب الاطعمۃ میں باب ماجاء فی اللقمۃ تسقط کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ يَزِيدَ الصُّدَائِيُّ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِسْحَاقَ يَعْنِي الْحَضْرَمِيَّ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَلَا آكُلُ مُتَّكِئًا

حسین بن علی بن یزید الصدائی البغدادی، بیان کیا یعقوب بن اسحاق نے، یعنی حضرمی نے خبر دی شعبہ نے سفیان ثوری سے انہوں نے علی بن اکبر سے انہوں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ نَحْوَهُ

بیان کیا محمد بن بشار نے، بیان کیا عبدالرحمن بن مہدی نے، بیان کیا سفیان نے، انہوں نے روایت کی حضرت علی بن اقمر نے اسی طرح۔

(۵) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنِ ابْنٍ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ بِأَصَابِعِهِ الثَّلَاثِ وَيَلْعَقُهُنَّ

کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمانے کی تھی اور ان کو چاٹ بھی لیتے تھے۔

فائدہ: بعض روایات میں وارد ہوا ہے کہ پہلے بیچ کی انگلی چاٹتے تھے اس کے بعد شہادت کی انگلی، اس کے بعد انگوٹھا۔ یہی تین انگلیاں تھیں جن سے کھانا تناول فرمانے کا معمول میرے آقا کا تھا۔ اس ترتیب میں بھی علماء نے متعدد مصالح بیان فرمائے ہیں ایک یہ کہ انگلیاں چاٹنے کا دور اس طرح دائیں کو چلتا ہے کہ شہادت کی انگلی درمیانی انگلی کے دائیں جانب واقع ہوگی دوسری یہ کہ بیچ کی انگلی لمبی ہونے کی وجہ سے زیادہ ملوث ہوتی ہے اس لئے بھی اس سے ابتداء مناسب ہے۔

خطابی کہتے ہیں کہ بعض بے وقوف انگلیاں چاٹنے کو ناپسند اور قبیح سمجھتے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ انگلیوں پر جو کھانا لگا ہوا ہے وہی تو ہے جو اتنی دیر سے کھایا جا رہا تھا اس میں کیا نئی چیز ہوگئی؟ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کوئی شخص اپنے فعل کو قبیح سمجھے تو اس کے متعلق کلام کیا جاسکتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی فعل کو قباحت کی طرف منسوب کرنے سے اندیشہ کفر ہے (جامع الوسائل) درحقیقت ایسے امور میں عادت کو بڑا دخل ہوتا ہے جن کو عادت ہوتی ہے ان کو التفات بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر کسی کو کراہت طبعی اپنے فعل سے ہو تب بھی عادت کی کوشش کرنی چاہیے۔ بندہ جب حجاز گیا تو وہاں کے بعض احباب نے جو ہندوستان کبھی نہیں آئے تھے مجھ سے نہایت ہی تعجب اور بڑی حیرت سے یہ پوچھا کہ ہم نے سنا ہے کہ ہندوستان میں کوئی پھل آم کہلاتا ہے اس کے متعلق ایسی گندی بات سنی ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے پھر باہر نکالا جاتا ہے پھر اس کو منہ میں لے کر چوسا جاتا ہے پھر اس کو نکال کر دیکھتے ہیں پھر منہ میں لے لیتے ہیں۔ غرض اس اندازہ سے وہ گھناوٹ سے تعبیر کر رہے تھے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کو اس تذکرے سے قے آجائے گی لیکن کسی ہندی کو کراہت کا خیال بھی نہیں آتا ایک اسی پر کیا موقوف ہے فیرنی کا سارا چمچہ منہ میں لے لیا جاتا ہے پھر اسی لعاب کے بھرے ہوئے کو رکابی میں ڈال دیا جاتا ہے پھر دوبارہ اور سہ بارہ۔ اسی طرح اور سینکڑوں مناظر ہیں کہ ان کے عادی ہونے کی وجہ سے کراہت کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔

(٦) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ سُلَيْمٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أُتِيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِتَمْرٍ فَرَأَيْتُهُ يَأْكُلُ وَهُوَ مُقْعٍ مِنَ الْجُوعِ

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجوریں لائی گئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نوش فرما رہے تھے اور اس وقت بھوک کی وجہ سے اپنے سہارے سے تشریف فرما نہیں تھے بلکہ اکڑوں بیٹھ کر کسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے تھے۔

فائدہ: یعنی کمر کو دیوار وغیرہ کسی چیز سے ٹیک رکھا تھا۔ کسی چیز پر ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے لیکن اس جگہ پر چونکہ ضعف کے عذر سے تھا اس لئے نہ اس روایت پر ان احادیث کے خلاف کا اشکال ہوسکتا ہے جن میں ممانعت آئی ہے اور نہ اس روایت سے بلاعذر ٹیک لگا کر کھانے کا استحباب ہوسکتا ہے۔

(۲۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ خُبْزِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روٹی کا ذکر

فائدہ: یعنی کس قسم کی روٹی کھانے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا؟ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ مَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال نے مسلسل دو دن کبھی جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

فائدہ: یعنی کھجوروں سے اگر چہ اس کی نوبت آ گئی ہو لیکن روٹی سے کبھی یہ نوبت نہیں آئی کہ مسلسل دو دن ملی ہو لیکن اس پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ روایات سے ثابت ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیوں کو ایک سال کا نفقہ مرحمت فرما دیا کرتے تھے اب ان دونوں روایتوں میں بظاہر تعارض ہے۔ علماء نے اس کی مختلف توجیہیں فرمائی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ اس حدیث میں ''اہل لفظ'' زائد ہے اور مراد خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ اور اپنے لئے ذخیرہ ثابت نہیں۔ چنانچہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت باب کے اخیر میں اسی مضمون کی آرہی ہے۔ بعض نے تو یہ بھی توجیہ فرمائی ہے کہ ذخیرہ تو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ازواجِ مطہرات کے) حوالہ فرما دیا کرتے تھے لیکن ازواجِ مطہرات بھی شوقِ ثواب میں سب صدقہ فرما دیتی تھیں۔ بندہ ناچیز کے نزدیک ان کے علاوہ دو توجیہیں اور بھی ہیں لیکن چونکہ کسی بڑے کے کلام سے منقول نہیں اس لئے حجت نہیں تاہم محتمل ضرور ہیں اول یہ کہ سال بھر کا نفقہ اسی حساب سے ہو کہ مسلسل دو دن روٹی کا حساب نہ بیٹھتا ہو کبھی روٹی کبھی کھجوریں کبھی فاقہ۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ نفقہ کیا عجب ہے کہ کھجوریں ہوں۔ اس حدیث میں اس کی نفی نہیں بلکہ روٹی کی نفی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بُكَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا حَرِيزُ بْنُ عُثْمَانَ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ الْبَاهِلِيَّ يَقُولُ مَا كَانَ يَفْضُلُ عَنْ أَهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزُ الشَّعِيرِ

ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی۔

فائدہ: یعنی جو کی روٹی اگر کبھی پکتی تھی تو وہ مقدار میں اتنی ہوتی ہی نہیں تھی کہ بچتی، اس لئے کہ پیٹ بھرنے کو بھی کافی نہیں ہوتی تھی اور اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی کثرت اور اہلِ صفہ تو مستقل طور سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان تھے ہی۔ یہ حدیث ابواب الزہد باب ما جاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واہلہ کی چوتھی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(٣) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْجُمَحِيُّ حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ هِلَالِ بْنِ خَبَّابٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبِيتُ اللَّيَالِيَ الْمُتَتَابِعَةَ طَاوِيًا هُوَ وَأَهْلُهُ لَا يَجِدُونَ عَشَاءً وَكَانَ أَكْثَرُ خُبْزِهِمُ الشَّعِيرِ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی رات پے درپے بھوکے گذار دیتے تھے کہ رات کو کھانے کے لئے کچھ موجود نہیں ہوتا تھا اور اکثر غذا آپ کی جو کی روٹی ہوتی تھی گو کبھی کبھی گیہوں کی روٹی بھی مل جاتی تھی۔

فائدہ: حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں اگر چہ بعض لوگ ایسے تھے جو اہل ثروت تھے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غایت اخفاء کی وجہ سے ان کو علم ہی نہیں ہوتا تھا۔ ایسے ہی اہل عیال بھی اخفاء کرتے تھے۔

(٤) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الْمَجِيدِ الْحَنَفِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ دِينَارٍ حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ قِيلَ لَهُ أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ يَعْنِي الْحُوَّارَى فَقَالَ سَهْلٌ مَا رَأَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّقِيَّ حَتَّى لَقِيَ اللهَ تَعَالٰى فَقِيلَ لَهُ هَلْ كَانَتْ لَكُمْ مَنَاخِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ مَا كَانَتْ لَنَا مَنَاخِلُ قِيلَ كَيْفَ كُنْتُمْ تَصْنَعُونَ بِالشَّعِيرِ ؟ قَالَ كُنَّا نَنْفُخُهُ فَيَطِيرُ مِنْهُ مَا طَارَ ثُمَّ نَعْجِنُهُ

سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سفید میدہ کی روٹی بھی کھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں ہوگا۔ پھر سائل نے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تم لوگوں کے یہاں چھلنیاں تھیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں تھیں سائل نے پوچھا کہ پھر جو کی روٹی کیسے پکاتے تھے؟ (چونکہ اس میں تنکے وغیرہ زیادہ ہوتے ہیں) سہل نے فرمایا کہ اس آٹے میں پھونک مارلیا کرتے جو موٹے موٹے تنکے ہوتے تھے وہ اڑ جاتے تھے۔ باقی گوندھ لیتے تھے۔

فائدہ: اللہ الصمد، آج کل گیہوں کی روٹی بھی بغیر چھنے کھانا مشکل سمجھا جاتا ہے حالانکہ بغیر چھنے آٹے کی روٹی زود ہضم بھی ہوتی ہے اور میدہ کی روٹی نہایت ثقیل۔ لیکن پھر بھی تنعم کے زور میں بہت سے گھرانوں میں یہ فضول رواج جاری ہو گیا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے بدعت جو اسلام میں آئی ہے وہ چھلنیوں کا رواج ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ وہ بدعت ہے جو شرعاً سنت کے مقابل شمار کی جاتی ہے بلکہ جدید رواج کے اعتبار سے بدعت کہہ دیا ہے ورنہ اس کے جائز ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(٥) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَخْبَرَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يُونُسَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَا أَكَلَ نَبِيُّ اللهِ عَلٰى خِوَانٍ وَلَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانا میز پر تناول نہیں فرمایا نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا نہ آپ صلی

فِي سُكُرَّجَةٍ وَلَا خُبِزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَالَ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ فَعَلَى مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ؟ قَالَ عَلَى هٰذِهِ السُّفَرِ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ يُونُسُ هٰذَا الَّذِي رَوَى عَنْ قَتَادَةَ هُوَ يُونُسُ الْإِسْكَافُ

اللہ علیہ وسلم کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں میں نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہی چمڑے کے دستر خوان پر۔

فائدہ: یونس رضی اللہ عنہ اور قتادہ رضی اللہ عنہ جن کا ذکر ترجمہ میں آیا ہے وہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ہیں۔ علامہ مناوی اور ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ میز پر کھانا کھانا ہمیشہ سے متکبر لوگوں کی عادت رہی ہے۔ ''کوکب دری'' میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں چونکہ اس میں نصاریٰ کے ساتھ تشبہ بھی ہے اس لئے مکروہ تحریکی ہے تشبہ کا مسئلہ نہایت ہی اہم ہے۔ احادیث میں بہت کثرت کے ساتھ اس پر مختلف عنوانات سے تنبیہ کی گئی ہے کھانے پینے میں لباس میں حتیٰ کہ عبادات تک میں بھی اس سے روکا گیا ہے۔ جیسا کہ عاشورہ کے روزے اور اذان کی احادیث میں کثرت سے یہ مضمون کتب حدیث میں مذکور ہے مگر ہم لوگ اس میں خاص طور پر لا پرواہ ہیں (فالی اللہ المشتکیٰ)۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ کی پہلی حدیث کے ذیل میں بھی گزر چکا ہے۔

خوان: ''خوان'' خاء کے کسرہ اور ضمہ دونوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ یہاں خوان سے مراد میز یا چوکی ہے جس پر کھانا رکھا جاتا ہے تاکہ کھانا کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے۔ یہ مال دار، عیش پرست متکبر لوگوں کا شیوہ ہے۔ آپ نے کبھی بھی اس طرح کھانا نہیں کھایا۔

سکرجۃ: اس کے معنی چھوٹی پیالی یا طشتری کے ہیں جس میں دستر خوان پر چٹنی اچار وغیرہ رکھا جاتا ہے اس غرض سے کہ کھانے کے ساتھ اس کو کھایا جائے تاکہ بھوک بڑھے کھانے کی رغبت ہو اور کھانا جلدی ہضم ہو آپ ﷺ کے کھانے پر کوئی طشتری وغیرہ نہیں ہوتی تھی جیسا کہ عام طور پر مال دار لوگوں کے دستر خوان پر ہوتا ہے۔ یہ تقریر مرقاۃ کی تھی جبکہ منجد میں ہے کہ اس سے مراد وہ تشتری ڈش یا ٹرے ہے جس میں کھانا رکھا جاتا ہے یہ بھی سامانِ عیش وعشرت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز کیلئے الگ الگ برتن اور ٹرے ہوتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ولا خبز مرقق: اور نہ آپ ﷺ کے لئے باریک چپاتی پکائی گئی۔ شراح حدیث فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے لئے کبھی باریک چپاتی نہیں پکائی گئی ہاں اگر آپ کی خدمت میں کوئی باریک چپاتی پیش کرتا تو آپ ﷺ قبول کر کے تناول فرما لیتے۔ آگے سائل سوال کرتا ہے کہ وہ کس چیز پر رکھ کر کھانا کھاتے تھے۔ سائل کی مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں پوچھنا تھا کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سنت کی پیروی کرتے تھے بہر حال کھانا کھانے کیلئے زمین پر دستر خوان بچھا کر کھانا کھانا چاہئے اس میں زیادہ عاجزی وانکساری اور سنت ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ عَبَّادٍ الْمُهَلَّبِيُّ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَدَعَتْ لِي بِطَعَامٍ وَقَالَتْ مَا أَشْبَعُ مِنْ طَعَامٍ فَأَشَاءُ

مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا انہوں نے میرے لئے کھانا منگایا اور یہ فرمانے لگیں کہ میں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاتی مگر میرا رونے کو دل چاہتا ہے۔ پس رونے لگتی ہوں، مسروق نے پوچھا کہ

أَنْ أَبْكِيَ إِلَّا بَكَيْتُ قَالَ قُلْتُ لِمَ قَالَتْ أَذْكُرُ الْحَالَ الَّتِي فَارَقَ عَلَيْهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدُّنْيَا وَاللهِ مَا شَبِعَ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ مَرَّتَيْنِ فِي يَوْمٍ وَاحِدٍ

کیوں رونے کو دل چاہتا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آتی ہے جس پر ہم سے مفارقت فرمائی ہے کہ کبھی ایک دن میں دو مرتبہ گوشت یا روٹی سے پیٹ بھر کر کھانے کی نوبت نہیں آئی۔

فائدہ: اس حدیث کی شرح ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ النبی واھلہ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ يَزِيدَ يُحَدِّثُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا شَبِعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ حَتَّى قُبِضَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر میں کبھی جو کی روٹی سے بھی دو دن پے در پے پیٹ نہیں بھرا۔

فائدہ: یہ وہی حدیث ہے جو شروع باب میں گزر چکی ہے۔ اتنا فرق ہے کہ وہاں سب گھر والوں کا ذکر تھا۔ یہاں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اور صفات کا ذکر ہے مآل ایک ہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے اور اپنے گھر والوں کے لئے فقر ہی پسند تھا۔ اتنا ہوتا ہی نہیں تھا کہ سب پیٹ بھر سکیں جو کچھ ہوتا وہ غرباء پر تقسیم ہو جاتا تھا۔ حوالہ بالا ایضاً مذکورہ باب کی دوسری حدیث ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَمْرٍو أَبُو مَعْمَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ مَا أَكَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خِوَانٍ وَلَا أَكَلَ خُبْزًا مُرَقَّقًا حَتَّى مَاتَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اخیر تک میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا اور نہ چپاتی نوش فرمائی۔

فائدہ: یہ حدیث اسی باب کے نمبر ۵ میں گزر چکی ہے۔ روایات حدیث سے یہ بات تو تصریحاً ثابت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فقر کی حالت خود پسند فرمائی تھی اور جب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کسی فرشتے کی زبانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فقر وفاقہ اور ثروت وریاست کے درمیان ترجیح پوچھی جاتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی ہی قسم کو پسند فرماتے۔ چنانچہ متعدد احادیث اس مضمون کی وارد ہیں لیکن اس میں علماء کے دو قول ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (فقر وفاقہ کو) پسند فرمانے کی وجہ سے میسر ہی اتنا ہوتا تھا جس کا اوپر ذکر ہوا یا باوجود میسر ہونے کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تواضعاً تناول نہیں فرماتے تھے اور تقسیم فرما دیتے تھے۔

(۲۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ إِدَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سالن کا ذکر

فائدہ: اس بات میں تیس سے زائد احادیث ہیں۔ بعض نسخوں میں اس باب میں ایک مضمون اور بھی ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ سالن اور مختلف اشیاء کا ذکر جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَسْكَرٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ

قَالا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلالٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ فِي حَدِيثِهِ نِعْمَ الْإِدَامُ أَوِ الْأُدْمُ الْخَلُّ

عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ سرکہ بھی کیسا اچھا سالن ہے۔

فائدہ: اس لحاظ سے کہا کہ اس میں وقت ومحنت زیادہ نہیں ہوتی اور روٹی بے تکلف کھائی جاتی ہے ہر وقت میسر آ جاتا ہے۔ نیز تکلفات سے بعید ہے اور دنیوی گزران میں اختصار ہی مقصود ہے۔ اس کے علاوہ سرکہ میں خصوصی فوائد بھی بہت سے ہیں۔ سمیات کے لئے مفید ہے، بلغم اور صفراء کا قاطع ہے۔ کھانے کے ہضم میں معین ہے، پیٹ کے کیڑوں کا قاتل ہے، بھوک اچھی لگاتا ہے، البتہ سرد مزاج ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں کو مضر ہوتا ہے لیکن اس لحاظ سے کہ بہترین سالن ہے ہر وقت میسر آ سکتا ہے۔ جتنی بھی مدح ہو قرین قیاس ہے اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرماتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ کیا ہی اچھا سالن ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں برکت کی دعا فرمائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ پہلے انبیاء کا بھی یہ سالن رہا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس گھر میں سرکہ ہو وہ محتاج نہیں ہیں یعنی سالن کی احتیاج باقی نہیں رہتی جمع الوسائل میں ان روایات کو ابن ماجہ سے نقل کیا ہے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ میں باب ماجاء فی الخل کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلأُ بَطْنَهُ

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کیا تم کھانے پینے کی خاطر خواہ نعمتوں میں نہیں ہو حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ان کے ہاں معمولی قسم کی کھجوروں کی مقدار نہ ہوتی تھی کہ جس سے شکم سیر ہو جائے۔

فائدہ: صحابی کا مقصود ترغیب دینا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور دنیا کی مختصر گیری کی اور حدیث میں جب شکم سیر کھجوروں کی نفی ہوگئی تو روٹی سالن کا کیا ذکر؟ لہٰذا ترجمۃ الباب سے مناسبت بھی ظاہر ہوگئی۔ یہ حدیث کی شرح ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری حدیث کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

من الدقل: خاص قسم کی کھجور مراد ہے جو ردی اور معمولی سمجھی جاتی تھی اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیٹ بھرنے کے لئے معمولی کھجوریں بھی نہیں ملا کرتی تھیں جبکہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کے لئے بہت کچھ دے رکھا ہے جو چاہتے ہو کھاتے ہو اور جو چاہتے ہو پیتے ہو۔

لقد رأیت نبیکم: یہاں یہ الفاظ مخاطب کے ذہن میں اس بات کی اہمیت کو بٹھانے کیلئے کہے کہ جس ہستی کی بات کر رہا ہوں اور جس کی یہ حالت ذکر کر رہا ہوں وہ ایسی ہستی ہے کہ جس کو تم بھی اپنا سمجھتے ہو ہم سب کو ان کی اتباع کرنی چاہئے۔

(۳) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مُحَارِبِ بْنِ دِثَارٍ عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ

بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الإِدَامُ الْخَلُّ

وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ سرکہ بھی کیا ہی اچھا سالن ہے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات موجود ہوں اور اقرب یہ ہے کہ مختلف اوقات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہو۔ ابواب الاطعمۃ میں باب ماجاء فی الخل کے تحت گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ فَأُتِيَ بِلَحْمِ دَجَاجٍ فَتَنَحَّى رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ مَا لَكَ؟ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهَا تَأْكُلُ شَيْئًا نَتْنًا فَحَلَفْتُ أَنْ لَا آكُلَهَا قَالَ ادْنُ فَإِنِّي رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ لَحْمَ دَجَاجٍ

زہدم کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا ان کے پاس کھانے میں مرغی کا گوشت آیا مجمع میں سے ایک آدمی پیچھے ہٹ گیا ابوموسیٰ نے اس سے ہٹنے کی وجہ دریافت کی اس نے عرض کیا کہ میں نے مرغی کو گندگی کھاتے دیکھا ہے اس لئے میں نے مرغی نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کہ آؤ اور بے تکلف کھاؤ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت نوش فرماتے دیکھا اگر نا جائز یا ناپسند ہوتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیسے تناول فرماتے

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ مباحِ شرعی کی تحریم نہیں کرنی چاہیے اس لئے اپنی قسم کو توڑ و اور کفارہ دو۔ مرغی جمہور آئمہ کے نزدیک جائز ہے البتہ جلالہ کو (جلالہ وہ مرغی جو گندگی کھاتی ہو) علماء نے مکروہ فرمایا ہے۔ مرغی حار رطب ہوتی ہے۔ سریع الھضم ہے اخلاط اچھے پیدا کرتی ہے دماغ اور جملہ اعضائے رئیسہ کو قوت دیتی ہے۔ آواز بھی صاف کرتی ہے اور رنگ بھی خوشنما پیدا کرتی ہے، عقل کو بھی قوت دیتی ہے۔

رَجُلٌ: سے کون مراد ہیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ خود راوی حدیث مراد ہیں انہوں نے خود اپنے آپ کو غائب کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ بعض حضرات نے کہا کہ کوئی اور شخص تھا جیسا کہ آنے والی روایت میں ہے۔ یہی حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الدجاج کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ الْأَعْرَجُ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَهْدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عُمَرَ بْنِ سَفِينَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ أَكَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحْمَ حُبَارَى

سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔

فائدہ: حباریٰ ایک پرندہ ہے اس کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں۔ بعض نے تغدری کیا ہے بعض نے بٹیر اور بعض نے سرخاب اور بعض مترجمین نے چکا چکوئی کیا ہے۔ محیط اعظم میں لکھا ہے کہ حباریٰ کو فارسی میں ہو''برہ'' اور ''شوات'' اور ''شوال'' کہتے ہیں۔ ترکی میں تغدری اور ہندی میں چرز کہتے ہیں۔ جنگلی پرندہ ہے جس کا رنگ خاکی اور گردن بڑی اور پاؤں لمبے اور

چونچ میں تھوڑی سی لمبائی ہوتی ہے۔ بہت تیز اڑتا ہے اس کو جرج بھی کہتے ہیں۔ یونانی لوگ اس کو غلوفس کہتے ہیں، جثہ میں کونج اور مرغابی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب لغات الصراح نے بھی حباریٰ کا ترجمہ ''شوات'' لکھا ہے اور مظاہر حق میں تغدری لکھا ہے۔ حباریٰ کا ترجمہ اور حضرات نے بھی تغدری لکھا ہے۔ اس لئے یہی صحیح ہے۔ صاحب غیاث نے تغدری اور چرز لکھا ہے۔ صاحب بحر الجواہر نے بھی تغدری اور چرز لکھا ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ اس کو سرخاب بھی کہتے ہیں۔ لیکن صاحب محیط نے سرخاب جس کو چکوہ بھی کہتے ہیں دوسرا پرندہ لکھا ہے اور صاحب نفائس نے چکوا اور سرخاب کی عربی نحام لکھا ہے اس لئے اقرب یہی ہے کہ سرخاب دوسرا جانور ہے۔ سفینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مولیٰ کا لقب تھا۔ ان کو سفینہ اس لئے کہتے تھے کہ کشتی کی طرح سے سفر میں بہت سا سامان اپنے اوپر لاد لیتے تھے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ میں باب ماجاء فی اکل الحباری کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ الْقَاسِمِ التَّمِيمِيِّ عَنْ زَهْدَمٍ الْجَرْمِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ أَبِي مُوسَى قَالَ فَقُدِّمَ طَعَامُهُ وَقُدِّمَ فِي طَعَامِهِ لَحْمُ دَجَاجٍ وَفِي الْقَوْمِ رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَيْمِ اللهِ أَحْمَرُ كَأَنَّهُ مَوْلًى قَالَ فَلَمْ يَدْنُ فَقَالَ لَهُ أَبُو مُوسَى ادْنُ فَإِنِّي قَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهُ فَقَالَ إِنِّي رَأَيْتُهُ يَأْكُلُ شَيْئًا فَقَذِرْتُهُ فَحَلَفْتُ أَنْ لَا أَطْعَمَهُ أَبَدًا

زہدم کہتے ہیں کہ ہم ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس کھانا لایا گیا۔ جس میں مرغی کا گوشت بھی تھا مجمع میں ایک آدمی قبیلہ بنو تیم کا بھی تھا جو سرخ رنگ کا تھا، بظاہر آزاد شدہ غلام معلوم ہوتا تھا۔ اس نے یکسوئی اختیار کی ابوموسیٰ نے اسے متوجہ ہونے کو کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرغی تناول فرمانے کا ذکر فرمایا اس نے عذر کیا کہ میں نے اس کو کچھ ایسی ہی چیز کھاتے دیکھا جس کی وجہ سے مجھے اس سے کراہت آتی ہے اسلئے میں نے اس کے نہ کھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔

فائدہ: یہ وہی حدیث ہے جو پہلے مذکور ہوئی۔ اختلاف سند سے صورتاً قصہ میں کچھ اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ شمائل میں دونوں حدیثیں مختصر ذکر کی گئی ہیں۔ بخاری شریف میں یہ لمبا قصہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ کھاؤ اور قسم کا کفارہ ادا کرو کہ حلال چیز کے نہ کھانے کی قسم کے کیا معنیٰ؟

(٧) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عِيسَى عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الشَّامِ يُقَالُ لَهُ عَطَاءٌ عَنْ أَبِي أَسِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ

ابو اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا تیل کھانے میں بھی استعمال کرو اور مالش میں بھی اس لئے کہ بابرکت درخت کا تیل ہے۔

فائدہ: اس درخت پر مبارک کا اطلاق اللہ شریف کی اس آیت میں آیا ہے مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ الآية (النور: ٣٥) اور بابرکت ہونے کی وجہ سے علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ (یہ درخت) اکثر شام میں پیدا ہوتا ہے اور وہ زمین اس لئے بابرکت ہے کہ اس میں ستر نبی مبعوث ہوئے، بعض کہتے ہیں کہ برکت کا اطلاق اس لئے

ہے کہ اس میں منافع بہت ہیں۔ چنانچہ ابونعیم رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے کہ اس میں ستر بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے ایک جذام بھی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی ہر چیز میں منافع ہیں، اس کا تیل جلانے کے کام بھی آتا ہے، کھانے کے کام بھی آتا ہے، دباغت کے کام بھی آتا ہے۔ ایندھن جلانے کے کام آتا ہے حتیٰ کہ اس کی راکھ ریشم دھونے کے لئے خاص طور سے مفید ہے اس کے درخت کی عمر بہت ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد تو پھل لاتا ہے اور ایک ہزار برس کی عمر اکثر ہوتی ہے اس کے منافع طب کی کتب میں بکثرت ذکر کیے گئے ہیں۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الزیت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ قَالَ أَبُو عِيسَى وَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ كَانَ يَضْطَرِبُ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ فَرُبَّمَا أَسْنَدَهُ وَرُبَّمَا أَرْسَلَهُ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زیتون کا پھل کھاؤ اور مالش کرو اس لئے کہ وہ مبارک درخت سے پیدا ہوتا ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبدالرزاق اس حدیث میں مضطرب ہیں کیونکہ وہ کبھی مسند روایت کرتے ہیں اور کبھی مرسل روایت کرتے ہیں۔

(۹) حَدَّثَنَا السِّنْجِيُّ وَهُوَ أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ مَعْبَدٍ الْمَرْوَزِيُّ السِّنْجِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ فِيهِ عَنْ عُمَرَ

بیان کیا سنجی نے، انہوں نے بیان کیا عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے وہ زید بن اسلم سے وہ اپنے والد سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں لیکن اس میں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں کرتے۔

فائدہ: ان روایات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں ذکر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دی ہے تو خود استعمال فرمانا ظاہر ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الدُّبَّاءُ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ أَوْ دُعِيَ لَهُ فَجَعَلْتُ أَتَتَبَّعُهُ فَأَضَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ لِمَا أَعْلَمُ أَنَّهُ يُحِبُّهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو مرغوب تھا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا آیا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی دعوت پر تشریف لے گئے (راوی کو شک ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے) جس میں کدو تھا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مرغوب ہے اس لئے اس کے قتلے ڈھونڈ کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیتا تھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اگر برتن میں مختلف چیزیں ہوں تو اپنے علاوہ دوسری جانب سے بھی کسی مرغوب چیز کے اٹھا لینے میں کچھ حرج نہیں۔ بشرطیکہ ساتھی کو کراہت نہ آئے۔ ڈھونڈ کر پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شوربا زیادہ رکھنے کا معمول تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب بھی فرمائی ہے کہ شوربا زیادہ رکھا کرو کہ پڑوسی بھی منتفع ہو سکے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الدباء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ حَكِيمِ بْنِ جَابِرٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرَأَيْتُ عِنْدَهُ دُبَّاءً يُقَطَّعُ فَقُلْتُ مَا هٰذَا؟ قَالَ نُكَثِّرُ بِهِ طَعَامَنَا قَالَ اَبُوْ عِيْسٰى وَجَابِرٍ هٰذَا هُوَ جَابِرُ بْنُ طَارِقٍ وَيُقَالُ ابْنُ اَبِي طَارِقٍ وَهُوَ رَجُلٌ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلاَ يُعْرَفُ لَهٗ اِلاَّ هٰذَا الْحَدِيْثُ الْوَاحِدُ وَاَبُوْ خَالِدٍ اِسْمُهٗ سَعْدٍ

جابر بن طارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کیے جا رہے تھے میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جابر سے مراد جابر بن طارق ہیں۔ کہا گیا کہ ابن ابی طارق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کوئی ہیں ان کو صرف اسی حدیث سے پہچانتے ہیں ابو خالد کا نام سعد ہے۔

فائدہ: کدو کے فوائد بھی علماء حدیث نے بہت سے لکھے ہیں اور طب کی کتابوں میں بھی بہت سے منافع لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ عقل کو تیز کرتا ہے دماغ کو قوت دیتا ہے۔

(۱۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ إِنَّ خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَهُ فَقَالَ أَنَسٌ فَذَهَبْتُ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى ذٰلِكَ الطَّعَامِ فَقَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُبْزًا مِنْ شَعِيرٍ وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ قَالَ أَنَسٌ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَتَبَّعُ الدُّبَّاءَ حَوَالَيِ الصَّحْفَةِ فَلَمْ أَزَلْ أُحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مرتبہ دعوت کی میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو کی روٹی اور کدو گوشت کا شوربا پیش کیا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ پیالہ کی سب جانبوں سے کدو کے ٹکڑے تلاش فرما رہے تھے۔ اس وقت سے مجھے بھی کدو مرغوب ہو گیا۔

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خود بھی دعوت ہوگی یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خادمیت میں چلے گئے ہوں گے اس میں کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ داعی کو گراں نہ ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد کہ مجھے اس وقت سے کدو سے رغبت ہوگئی اس محبت کا ثمرہ ہے جو ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی، اور محبت کا مقتضیٰ یہی

ہے کہ محبوب کی ہر ادا پسند ہو۔ اس کی ہر بات دل میں جگہ کرنے والی ہو، جس درجہ کی محبت ہوگی، اسی مرتبہ میں محبوب کے اثرات کے ساتھ شغف ہوگا، لیکن اللہ کی شان ہے کہ آج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت کے دعوے داروں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی صورت بنانا بھی پسند نہیں،

ع ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

(۱۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ وَسَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا اور شہد بے انتہا پسند تھا۔

فائدہ: بظاہر حدیث میں حلوے سے مراد میٹھی چیز ہے لیکن بعض لوگوں نے اس سے متعارف حلوا مراد لیا ہے جو مٹھائی اور گھی وغیرہ سے بنایا جاتا ہے کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلوا بنوا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا یہ حلوا آٹے، شہد اور گھی سے بنایا گیا تھا۔ شکر کا اس زمانہ میں کچھ ایسا دستور نہ تھا اس لئے میٹھی چیز عموماً شہد یا کھجور سے بنائی جاتی تھی۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحلواء والعسل کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّهَا قَرَّبَتْ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنْبًا مَشْوِيًّا فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ وَمَا تَوَضَّأَ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ انہوں نے پہلو کا بھنا ہوا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور پھر بلا وضو کیے نماز پڑھی۔

فائدہ: بعض روایات سے آگ سے پکی ہوئی چیز کا ناقض وضو ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہی مذہب بعض علماء متقدین کا ہے لیکن خلفائے اربعہ اور ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ جو احادیث وجوب وضو پر دلالت کرتی ہیں وہ منسوخ ہیں یا مؤول ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ کی یہ حدیث بھی جمہور کی تائید کرتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیا وضو کئے بغیر نماز پڑھی۔

(۱۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ زِيَادٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ أَكَلْنَا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شِوَاءً فِي الْمَسْجِدِ

عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھنا ہوا گوشت مسجد میں کھایا۔

فائدہ: اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مسجد میں کھانا پینا جائز ہے بشرطیکہ ریزہ وغیرہ سے مسجد خراب نہ ہو ورنہ مکروہ ہوگا اور ممکن ہے کہ یہ حالت اعتکاف کا ذکر ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ہر سال اعتکاف کرنے کا تھا اور اس صورت میں مسجد میں کھانا پینا ظاہر ہے۔

(۱۶) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَنْبَأَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ أَبِي صَخْرَةَ جَامِعِ بْنِ شَدَّادٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ ضِفْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَأُتِيَ بِجَنْبٍ مَشْوِيٍّ ثُمَّ أَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحُزُّ لِي بِهَا مِنْهُ قَالَ فَجَاءَ بِلَالٌ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَأَلْقَى الشَّفْرَةَ فَقَالَ مَا لَهُ؟ تَرِبَتْ يَدَاهُ قَالَ وَكَانَ شَارِبُهُ قَدْ وَفَى فَقَالَ لَهُ أَقُصُّهُ لَكَ عَلَى سِوَاكٍ أَوْ قُصَّهُ عَلَى سِوَاكٍ

مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاقو لے کر اس میں سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے اسی دوران میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر نماز کی تیاری کی اطلاع دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلود ہوں اس کے دونوں ہاتھ۔ کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر کی اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات میرے ساتھ یہ پیش آئی کہ میری مونچھ بہت بڑھ رہی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ راوی کو الفاظ میں شک ہے کہ کیا لفظ فرمائے؟

فائدہ: اس حدیث میں چند مضمون قابل تنبیہ ہیں اول یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مہمان ہوا۔ اس کے مطلب میں علماء کے دو اقوال ہیں اور روایات مختلفہ سے دونوں کی تائید ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ ساتھ کا لفظ زائد ہے اور مقصود یہ ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان بنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میزبان کی مد میں پہلو کا گوشت بھنوایا اور کاٹ کاٹ کر کھلایا۔ جامع ترمذی شریف کی روایت اس مضمون کے کچھ زیادہ مناسب ہے اور ابوداؤد کی روایت تو گویا اس مضمون میں صریح ہے۔ جس کے لفظ یہ ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان بنا دوسرا یہ کہ میں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں کسی تیسرے شخص کے مہمان ہوئے۔ ''ساتھ'' کا لفظ روایات میں اس کی تائید کرتا ہے اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاٹ کر کھلانا تالیفِ قلوب کے لئے تھا تیسرا مطلب بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا مہمان بنایا مگر یہ صحیح نہیں۔ بندہ کے نزدیک اقرب یہ ہے کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہمان تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مع مہمانوں کے کسی جگہ دعوت تھی، جیسا کہ دستور عام ہے کہ اکابر کی دعوت بمع خدام و مہمانان ہوتی ہے اس صورت میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں کی روایتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کہ یہ اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مع مہمانوں کے دعوت کی وجہ سے یہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دونوں دوسرے کے مہمان تھے۔ دوسرا مضمون چاقو سے کاٹنے کے متعلق ابوداؤد شریف اور بیہقی کی روایات میں چاقو سے کاٹنے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ علماء حدیث نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان مختلف طریقوں سے تطبیق فرمائی ہے۔ سہل یہ ہے کہ وہ ممانعت چاقو سے کھانے کی ہے اور یہ واقعہ چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے کا ہے۔ اگر گوشت اچھی طرح نہ گلا ہو تو چاقو سے کاٹ کر ہاتھ سے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور ضابطہ کی بات یہ ہے کہ جس چیز میں اجازت اور ممانعت دونوں پائی جاتی ہوں اور وجوہ ترجیح میں سے کوئی وجہ نہ ہو تو قاعدے کے موافق ممانعت کو ترجیح ہوا کرتی ہے۔ یہ ضابطہ مستقل ہے بعض علماء نے لکھا ہے کہ جس حدیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے اس کے لفظ ہیں کہ چاقو سے گوشت نہ کاٹا کرو، یہ عجمیوں کا (یعنی

کفار کا) طریقہ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ممانعت اس طریق میں ہے جس سے کفار سے تشبہ ہوتا ہے۔ مطلقاً چاقو سے کاٹنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اور کفار کے ساتھ تشبہ سے بچنے کی تاکید تو سینکڑوں احادیث میں ہے۔ تیسری بات حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے یہ الفاظ تنبیہ سے ہے ایسے الفاظ کے معنی مقصود نہیں ہوتے، ملامت اور تنبیہ مقصود ہوتی ہے ہر زبان میں اس قسم کے الفاظ ڈانٹنے کے موقع میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس جگہ پر بعض علماء نے حضور اکرم ﷺ کے الفاظ ہونے کی وجہ سے اس کے نفیس نفیس معنی بھی بتائے ہیں لیکن ظاہر صرف تنبیہ ہے اور تنبیہ اس امر پر تھی کہ جب حضور اکرم ﷺ ایک مہمان کی وجہ سے اس کے اہتمام میں مشغول تھے تو اس کے درمیان میں اطلاع نہ کرنی چاہئے تھی بلکہ فراغت کا انتظار مناسب تھا۔ جبکہ نماز کے وقت میں گنجائش بھی تھی۔ چوتھی بات، لبوں کے کاٹنے کے متعلق، ظاہر یہی مطلب ہے جو ترجمہ میں لکھا گیا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کی لبیں بڑھی ہوئی تھیں اور حضور اکرم ﷺ نے کنگھے کے بجائے مسواک رکھ کر کاٹنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ بعض شراح حدیث اس طرف گئے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی اپنی لبیں مراد ہیں لیکن ابوداؤد شریف کی روایت میں تصریح ہے کہ میری لبیں بڑھی ہوئی تھیں جن کو حضور اقدس ﷺ کا ارشاد مختلف الفاظ سے وارد ہوا ہے جس میں داڑھی کے بڑھانے کا حکم ہے اور مونچھوں کے کاٹنے میں مبالغہ کرنے کی تاکید ہے اسی وجہ سے ایک جماعت علمائے سلف کی اس طرف ہے کہ مونچھوں کا منڈوانا سنت ہے لیکن اکثر علماء کی تحقیق یہ ہے کہ کتروانا سنت ہے لیکن کتروانے میں ایسا مبالغہ ہو کہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

(۱۷) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْفُضَيْلِ عَنْ أَبِي حَيَّانَ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ إِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَسَ مِنْهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کہیں سے گوشت آیا۔ اس میں سے دست (یعنی بونگ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دانتوں سے کاٹ کر تناول فرمایا (یعنی چھری وغیرہ سے نہیں کاٹا)۔

فائدہ: دانتوں سے کاٹ کر کھانے کی ترغیب بھی حضور اکرم ﷺ نے فرمائی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ کر کھایا کرو، اس سے ہضم بھی خوب ہوتا ہے اور بدن کو زیادہ موافق پڑتا ہے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الشعراء کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۱۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ زُهَيْرٍ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سَعْدِ بْنِ عِيَاضٍ عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ قَالَ وَسُمَّ فِي الذِّرَاعِ وَكَانَ يُرَى أَنَّ الْيَهُودَ سَمُّوهُ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ذراع یعنی دست کا گوشت مرغوب تھا اور اسی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا گیا۔ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر دیا تھا۔

فائدہ: فتح خیبر میں ایک یہودی عورت کو جب یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو دست کا گوشت یعنی بونگ مرغوب ہے تو ایک

بکری کا گوشت بھونا اور اس میں بہت زیادہ زہر ملا دیا اور دست میں خصوصیت سے بہت زیادہ زہر قاتل بھر کر حضور اکرم ﷺ کی دعوت کی اور سامنے پیش کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے لقمہ منہ میں رکھا لیکن نگلنے کی نوبت نہیں آئی تھی یا کچھ نگل بھی لیا تھا کہ اس کو تھوک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اس گوشت نے مجھے اطلاع دی ہے کہ اس میں زہر ہے لیکن کچھ نہ کچھ اثر پہنچ گیا تھا چنانچہ اس کا سمی اثر کبھی زور کرتا تھا اور آخر میں یہی سمی اثر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت عود کر کے حضور اکرم ﷺ کی شہادت کا سبب بنا۔ اس حدیث میں گوشت کے خود اطلاع دینے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اطلاع دینے کا ذکر ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں کہ اول گوشت نے معجزے کے طور پر خود کہا ہو کہ مجھ میں زہر ہے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اس کی تصدیق فرمائی ہو۔ اس اطلاع کے بعد حضور اکرم ﷺ نے خود بھی (کھانا) ترک فرما دیا اور ساتھیوں کو بھی کھانے سے منع فرما دیا۔ اس کے بعد اس عورت کو بلایا گیا اور اس سے پوچھا گیا کہ اس میں زہر ملایا ہے؟ اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں نے اس میں زہر ملایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے لئے انتقام نہیں لیا اس لئے اس عورت کو اس وقت معاف فرما دیا گیا۔ لیکن بشر بن براء صحابی رضی اللہ عنہ اس زہر سے شہید ہوئے۔ اس لئے روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شہادت پر اس عورت کو قصاصاً یا تعزیراً قتل فرمایا۔ اس کے بارے میں مختلف روایتیں آتی ہیں۔ بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص لیا بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ قصاص نہیں لیا اور دونوں صحیح ہیں۔ جیسا کہ اصل واقعہ سے معلوم ہو گیا ایسی صورت میں شرعاً قصاص واجب ہوتا ہے یا دیت وغیرہ، یہ فقہی مسئلہ ہے جو ائمہ میں مختلف اور علمی بحث ہے اس لئے ترک کر دی گئی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا کہ گمان یہ ہے کہ یہود نے زہر ملایا تھا یہ ان کے خیال کی بناء پر ہے بظاہر ان کو محقق نہیں ہوا اور نہ اصل واقعہ محقق ہو چکا اور یہود نے خود اقرار کیا کہ ہم نے ایسا کیا ہے جیسا کہ دوسری احادیث میں مفصل مذکور ہے۔

(۱۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ شَهْرِ بْنِ حَوْشَبٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ قَالَ طَبَخْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِدْرًا وَقَدْ كَانَ يُعْجِبُهُ الذِّرَاعُ فَنَاوَلْتُهُ الذِّرَاعَ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَنَاوَلْتُهُ ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِي الذِّرَاعَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ وَكَمْ لِلشَّاةِ مِنْ ذِرَاعٍ فَقَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَتَّ لَنَاوَلْتَنِي الذِّرَاعَ مَا دَعَوْتُ

ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہانڈی پکائی، چونکہ آقائے نامدار علیہ الصلوۃ والسلام کو بونگ کا گوشت زیادہ پسند تھا اس لئے میں نے ایک بونگ پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری طلب فرمائی، میں نے دوسری پیش کی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسری طلب فرمائی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بکری کی دو ہی بونگیں ہوتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تو چپ رہتا تو میں جب تک مانگتا رہتا، اس دیگچی سے بونگیں نکلتی رہتیں۔

فائدہ: حضور اقدس ﷺ کا یہ معجزہ تھا مسند احمد میں اس روایت کے ہم معنی ابو رافع رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ظاہر یہ ہے کہ یہ قصہ دونوں کے ساتھ پیش آیا۔ اس میں کچھ استعجاب نہیں اس قسم کے واقعات حضور اکرم ﷺ کی سوانح حیات میں

بکثرت ملتے ہیں، چند واقعات قاضی عیاض رحمہ اللہ کے شفاء میں ذکر کیے ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعوت کی اور اتنا کھانا تیار کیا کہ جو دو آدمیوں کو کافی ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا شرفاء انصار میں سے تیس آدمیوں کو بلا لاؤ، وہ بلا کر لے آئے اور ان کے کھانے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ساٹھ آدمیوں کو بلا کر لے آؤ اور ان کے فارغ ہونے کے بعد اوروں کو بلایا۔ غرض ایک سو اسی نفر کو یہ کھانا کافی ہو گیا۔

حضرت سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہیں سے ایک پیالہ میں گوشت آیا اور صبح سے لے کر رات تک مجمع آتا رہا اور اس میں سے کھاتا رہا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک تھیلی میں چند کھجوریں دس دانوں سے کچھ زیادہ تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ چند کھجوریں اس تھیلی میں ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس تھیلی میں سے تھوڑی سی نکالیں اور ان کو پھیلایا اور دعا پڑھی اور فرمایا کہ دس دس نفر کو بلاتے رہو اور کھلاتے رہو، اس طرح پورے لشکر کو کافی ہو گئیں اور جو بچیں وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس کر دی گئیں اور ارشاد فرمایا کہ اس تھیلی سے نکال کر کھاتے رہنا اور اس کو الٹ کر خالی نہ کرنا، چنانچہ یہ اس میں سے نکال نکال کر کھاتے رہتے تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے زمانۂ خلافت میں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں نکال کر کھائیں اور متفرق اوقات میں اس میں سے نکال کر صدقہ بھی کرتا رہتا تھا جس کی مقدار کئی من ہو گئی ہو گی لیکن حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے حادثہ کے وقت وہ (تھیلی) کسی نے مجھ سے زبردستی چھین لی اور مجھ سے جاتی رہی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ولیمہ میں میری والدہ نے ملیدہ تیار کیا اور ایک پیالہ میں میرے ہاتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پیالہ کو رکھ دو اور فلاں فلاں شخص کو بلا لاؤ اور جو تمہیں ملے اس کو بھی بلا لینا، میں ان لوگوں کو بلا کر لایا اور جو ملتا رہا اس کو بھی بھیجتا رہا۔ حتیٰ کہ تمام مکان اور اہل صفہ کے رہنے کی جگہ سب آدمیوں سے پُر ہو گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھتے رہیں اور کھاتے رہیں جب سب شکم سیر ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اس پیالہ کو اٹھا لو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ پیالہ ابتداء میں زیادہ بھرا ہوا تھا یا جس وقت میں نے اس کو اٹھایا اس وقت زیادہ پُر تھا۔

غرض اس قسم کے بہت سے واقعات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعات بڑے بڑے مجمعوں میں پیش آئے ہیں، ایسے واقعات کو خلاف واقعہ نقل کرنا بہت دشوار ہے اور جو لوگ ان واقعات میں شریک تھے وہ خلافِ واقعہ نقل پر سکوت نہیں کر سکتے تھے۔ حدیث بالا میں حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ کے اس کہنے پر کہ "بکری کی دو ہی بونگیں ہوتی ہیں" آئندہ کا سلسلہ بند ہو جانا ملا علی قاری رحمہ اللہ کے نزدیک اس بنا پر ہے کہ جب معجزات کرامات اور اس قسم کے خوارق کا پیش آنا فناء تامہ کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس

جواب کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ توجہ تام جو پہلے سے تھی باقی نہ رہی اور توجہ کے انقطاع کی وجہ سے یہ چیزیں منقطع ہوگئیں۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حقیقت میں ایک انعام الٰہی تھا اگر یہ انقیادِ تام کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے رہتے تو وہ باقی رہتا لیکن ان کی طرف سے اعتراض کی صورت پیدا ہوئی جو موقع کے مناسب نہ تھی اس لئے وہ اکرام تام بھی منقطع ہوگیا۔

(۲۰) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ فُلَيْحِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي عَبَّادٍ يُقَالُ لَهُ عَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ يَحْيَى بْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَتِ الذِّرَاعُ أَحَبَّ اللَّحْمِ إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنَّهُ كَانَ لَا يَجِدُ اللَّحْمَ إِلَّا غِبًّا وَكَانَ يَعْجَلُ إِلَيْهَا لِأَنَّهَا أَعْجَلُهَا نَضْجًا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بونگ کا گوشت کچھ لذت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پسند نہ تھا، بلکہ گوشت چونکہ گاہے گاہے پکتا تھا اور یہ جلدی گل جاتا ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پسند فرماتے تھے، تاکہ جلدی سے فارغ ہوکر اپنے مشاغل علیا میں مصروف ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دست کو پسند فرمانا روایات متعددہ سے معلوم ہوتا ہے لیکن وجوہ رغبت ممکن ہے کہ کئی ہوں، منجملہ ان کے یہ بھی ہو جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تجویز فرمائی، اور جس رغبت کی نفی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں وہ رغبت بظاہر میلان خاطر اور اشتہاء کا درجہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں ورنہ صرف پسندیدگی کا بظاہر انکار نہیں ہے۔ یہ حدیث ماقبل ابواب الاطعمۃ باب ماجاء ای اللحم کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ قَالَ سَمِعْتُ شَيْخًا مِنْ فَهْمٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَطْيَبَ اللَّحْمِ لَحْمُ الظَّهْرِ

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

فائدہ: یہ روایات ان روایات کے خلاف نہیں ہے جو دست کی پسندیدگی کے بارے میں گزری ہیں اس لئے کہ پسندیدگی اور عمدگی مختلف وجوہ سے دونوں میں ہوسکتی ہے۔ مثلاً قوت کے لحاظ سے یا ریشہ نہ ہونے یا چکنا ہونے کی وجہ سے وغیرہ وغیرہ، غرض مختلف لحاظ سے دو چیزیں پسندیدہ اور عمدہ ہوسکتی ہیں۔

(۲۲) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُؤَمَّلِ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔

فائدہ: یہ مضمون شروع باب میں متعدد روایات میں گزر چکا ہے۔

(۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ ثَابِتٍ أَبِي حَمْزَةَ الثُّمَالِيِّ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَعِنْدَكِ شَيْءٌ؟ فَقُلْتُ لَا إِلَّا خُبْزٌ يَابِسٌ وَخَلٌّ فَقَالَ هَاتِي، مَا أَقْفَرَ بَيْتٌ مِنْ أُدُمٍ فِيهِ خَلٌّ

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چچا زاد بہن) فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (فتح مکہ میں) میرے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ تیرے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے آ وہ گھر سالن سے خالی نہیں جس میں سرکہ نہ ہو۔

فائدہ: یہ قصہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت میں جس کو بیہقی نے تخریج کیا ہے زیادہ مفصل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو بھی رکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور! سوکھی روٹی ہے جس کو پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، لے آؤ۔ وہ لے آئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ٹکڑے کئے اور پانی میں بھگو کر نمک ملایا، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کچھ سالن بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ سرکہ کے سوا اور کچھ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منگوایا اور اس پر ڈال کر نوش فرمایا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ام ہانی! جس کے گھر میں سرکہ موجود ہو وہ گھر سالن سے خالی نہیں۔ اللہ اکبر! کیا سادہ زندگی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی، کاش! اللہ تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف اور اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم لوگوں کو بھی اس سادگی کی اتباع نصیب فرماتے۔ حق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں کھانا پینا صرف اضطرار اور مجبوری ہی کا درجہ رکھتا تھا ضرورت کے وقت جو میسر ہوا جیسا موجود ہوا نوش فرما لیا، کہ کھانا زندگی کی ضرورت سے تھا نہ یہ کہ ہم لوگوں کی طرح سے زندگی کھانے پینے کی ضرورت سے جس میں اصل مقصد پیٹ کا پالنا بن جائے اور دینی مشاغل مدزائد میں شمار ہو جائیں، وہاں مقصد زندگی دین کی اشاعت اور اس کو سرسبز کرنا تھا اور یہ ضروریات بشریہ مجبوری کے درجہ میں پوری کر لی جاتی تھی۔ نیز حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جہاں بے تکلفی ہو، تعلقات وسیع ہوں، سوال میں بھی مضائقہ نہیں ہے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی الخل کی آخر میں گزر چکی ہے۔

(۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ مُرَّةَ الْهَمْدَانِيِّ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر۔

فائدہ: اس حدیث سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت تمام عورتوں پر بھی ثابت ہوتی ہے اور ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر بھی نکلتی ہے۔ ثرید شوربے میں بھگوئے ہوئے روٹی کے ٹکڑوں کو کہتے ہیں جن میں علاوہ لذت وقوت کے سہولت وسرعتِ ہضم، جلد تیار ہو جانا وغیرہ وغیرہ منافع ہیں۔ عرب میں اس کا دستور تھا اور سب کھانوں میں افضل شمار ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی فضیلت میں بہت سی روایات آئی ہیں اس میں روایت میں علماء کا اختلاف ہے عورتوں سے مراد سب عورتیں ہیں یا کچھ مستثنیٰ ہیں، اس بناء پر اس میں اختلاف ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی ہے یا نہیں، کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضیلت بتائی ہے اور کوئی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت کا قائل ہے، کوئی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی افضلیت عن الکل کی طرف مائل ہے لیکن بندہ کے نزدیک ان میں سے ہر ایک کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے سب سے افضل ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقاہت اور محبوبیت کے ساتھ اس امر میں بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ وحی ان کے لباس میں نازل ہو جاتی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پہلی بیوی، پہلی مومنہ وغیرہ وغیرہ بہت سے امور کی بناء پر افضل ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جگر گوشہ اور جنت کی سردار وغیرہ وغیرہ امور میں سب سے افضل ہیں۔ اس حدیث کی تشریح ماقبل ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی فضل الثرید کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مَعْمَرٍ الْأَنْصَارِيُّ أَبُو طُوَالَةَ أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ کی فضیلت تمام عورتوں پر ایسی ہے۔ جیسے ثرید کی فضیلت ہے تمام کھانوں پر۔

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کا مقصد ان روایات کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ثرید پسند تھا چنانچہ مختلف روایات سے اس کے نوش فرمانے کا معمول معلوم ہوتا ہے۔ یہ حدیث ماقبل ابواب المناقب میں من فضل عائشۃ رضی اللہ عنہا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۶) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِنْ ثَوْرِ أَقِطٍ ثُمَّ رَآهُ أَكَلَ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ ثُمَّ صَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ پنیر کا ٹکڑا نوش فرما کر وضو فرماتے دیکھا اور پھر ایک دفعہ دیکھا کہ بکری کا شانہ نوش فرمایا اور وضو نہیں فرمایا۔

فائدہ: ابتدائے اسلام میں آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا تھا بعد میں یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنیر کے ٹکڑے سے جس زمانہ میں وضو فرمایا ہو وہ زمانہ آگ سے پکی ہوئی چیزوں سے وضو ٹوٹ جانے کا زمانہ ہو یا کسی اور وجہ سے وضو فرمایا ہو، مثلاً وضو پر وضو کا ارادہ فرمایا ہو یا پہلا وضو کسی اور وجہ سے جاتا رہا۔ لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرز بیان سے یہی مقصد معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو کرتے تھے۔ اسی لئے پنیر کے نوش فرمانے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، بعد میں یہ حکم باقی نہیں رہا، اسی لئے بکری کا گوشت نوش فرما کر وضو نہیں کیا۔

(۲۷) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَائِلِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ بَكْرُ بْنُ وَائِلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أَوْلَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى صَفِيَّةَ بِتَمْرٍ وَسَوِيقٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کھجور اور ستو سے فرمایا تھا۔

فائدہ: حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حضرت ہارون علیہ وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام کی اولاد سے ہیں، محرم سن ۷ ہجری میں جنگ خیبر میں باندی بن کر آئی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور سفر ہی میں ان کا ولیمہ ہوا۔ ولیمہ میں کیا چیز تھی؟ اس میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں بعض نے ''حَیس'' جو ایک قسم کا حلوا ہے، اس کا ولیمہ وارد ہوا ہے۔ بعض میں پنیر بھی آیا ہے، ظاہر یہ ہے کہ چونکہ سفر کا موقع تھا اسلئے ناشتہ وغیرہ میں جو کچھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خاص مخلصین کے پاس موجود تھا، سب ولیمہ میں شریک کر دیا۔ اس حدیث کی مزید شرح ابواب النکاح باب ماجاء فی الولیمۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۸) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا الْفُضَيْلُ بْنُ سُلَيْمَانَ حَدَّثَنَا فَائِدٌ مَوْلَى عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي رَافِعٍ مَوْلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ جَدَّتِهِ سَلْمَى أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ وَابْنَ عَبَّاسٍ وَابْنَ جَعْفَرٍ أَتَوْهَا فَقَالُوا لَهَا اصْنَعِي لَنَا طَعَامًا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ فَقَالَتْ يَا بُنَيَّ لَا تَشْتَهِيهِ الْيَوْمَ قَالَ بَلَى اصْنَعِيهِ لَنَا قَالَ فَقَامَتْ فَأَخَذَتْ شَيْئًا مِنْ شَعِيرٍ فَطَحَنَتْهُ ثُمَّ جَعَلَتْهُ فِي قِدْرٍ وَصَبَّتْ عَلَيْهِ شَيْئًا مِنْ زَيْتٍ وَدَقَّتِ الْفُلْفُلَ وَالتَّوَابِلَ فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْهِمْ فَقَالَتْ هٰذَا مِمَّا كَانَ يُعْجِبُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْسِنُ أَكْلَهُ

سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضرت حسن اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرماتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ سلمیٰ نے کہا پیارے بچو اب وہ کھانا پسند نہیں آئے گا (وہ تنگی میں ہی پسند ہوتا ہے) انہوں نے فرمایا کہ نہیں، ضرور پسند آئے گا وہ اٹھیں اور تھوڑے سے جو لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ (مصالحہ) پیس کر ڈالا اور پکا کر لا رکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند تھا۔

(۲۹) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ نُبَيْحٍ الْعَنَزِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ أَتَانَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلِنَا فَذَبَحْنَا لَهُ شَاةً فَقَالَ كَأَنَّهُمْ عَلِمُوا أَنَّا نُحِبُّ اللَّحْمَ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بکری ذبح کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دلداری کے لئے اظہار مسرت کی طرز پر) فرمایا کہ بظاہر ان لوگوں کو یہ علم ہے کہ ہمیں گوشت مرغوب ہے امام ترمذی کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اور بھی قصہ ہے جس کو مختصر کر دیا گیا۔

فائدہ: حدیث الباب میں مذکورہ یہ وہ قصہ ہے جو کتب حدیث میں غزوہ خندق کے قصہ میں مذکور ہے جس میں آنحضرت ﷺ کے ایک معجزہ کا بھی ذکر ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ پر بھوک کا اثر محسوس کیا، گھر میں جا کر پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی ہے؟ معلوم ہوا کہ ایک بکری کا بچہ ہے اور تھیلی میں تھوڑے سے جو ہیں۔ میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا، گوشت دیگچی میں پکنے کے لئے رکھ کر میں نے حضور اکرم ﷺ سے چپکے سے عرض کیا کہ تھوڑا سا کھانا موجود ہے۔ آپ ﷺ اور چند رفقاء آپ کے ساتھ تشریف لے چلیں۔ حضور اکرم ﷺ نے یہ سن کر تمام اہل خندق میں جو تقریباً ایک ہزار آدمی تھے اعلان فرمادیا کہ جابر رضی اللہ عنہ کے یہاں دعوت ہے سب چلیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ جب تک میں نہ آؤں دیگچی کو چولہے سے نہ اتارنا اور نہ روٹی پکانا۔ جب حضور اکرم ﷺ (حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر) تشریف لے گئے تو آٹے اور دیگچی پر دم کیا جس کی وجہ سے اس قدر برکت ہوئی کہ دیگچی میں سے برابر سالن نکلتا رہا اور آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔ خدا کی قسم! ایک ہزار آدمی کھا کر چلے گئے اور دیگچی میں سالن جوش مارتا رہا اور اس آٹے سے برابر روٹیاں پکتی رہیں۔

(۳۰) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا قَالَ سُفْيَانُ وَأَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَعَهُ فَدَخَلَ عَلَى امْرَأَةٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَذَبَحَتْ لَهُ شَاةً فَأَكَلَ مِنْهَا وَأَتَتْهُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ فَأَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ تَوَضَّأَ لِلظُّهْرِ وَصَلَّى، ثُمَّ انْصَرَفَ فَأَتَتْهُ بِعُلَالَةٍ مِنْ عُلَالَةِ الشَّاةِ فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى الْعَصْرَ وَلَمْ يَتَوَضَّأْ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت کے مکان پر تشریف لے گئے میں بھی حضور ﷺ کے ہمراہ تھا انہوں نے حضور ﷺ کیلئے بکری ذبح کی حضور ﷺ نے اس میں کچھ تناول فرمایا، اسکے بعد کھجور کی چنگیری میں کچھ تازہ کھجوریں لائے حضور ﷺ نے اس میں سے بھی تناول فرمایا پھر ظہر کی نماز کیلئے حضور ﷺ نے وضو کر کے نماز ادا کی، پھر واپس تشریف لانے پر انہوں نے بچا ہوا گوشت سامنے رکھا حضور ﷺ نے اس کو تناول فرمایا اور عصر کی نماز کیلئے دوبارہ وضو نہیں کیا اُسی پہلے والے وضو سے نماز ادا فرمائی۔

فائدہ: اس حدیث سے بھی آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہ ٹوٹنے پر استدلال کیا جاتا ہے، نیز دن میں دو مرتبہ کھانے کا اثبات بھی اس حدیث سے کیا جاتا ہے، لہٰذا جن احادیث میں دو مرتبہ کا انکار گزرا ہے وہ کہنے والے کے اپنے علم کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے اور یہ بھی توجیہ ہوسکتی ہے کہ اُن احادیث میں دو مرتبہ پیٹ بھرنے کا انکار تھا، دو مرتبہ کھانے کا انکار نہ تھا کہ تھوڑا سا دوبارہ کھا لیا گیا۔

(۳۱) حَدَّثَنَا الْعَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ أَبِي يَعْقُوبَ عَنْ أُمِّ الْمُنْذِرِ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَلَنَا دَوَالٍ

ام منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے۔ ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے تناول فرمانے لگے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ وَعَلِيٌّ مَعَهُ يَأْكُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مَهْ، يَا عَلِيُّ! فَإِنَّكَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَلَسَ عَلِيٌّ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِيرًا فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مِنْ هٰذَا فَأَصِبْ فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ

ساتھ تھے وہ بھی نوش فرمانے لگے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا کہ تم ابھی بیماری سے اٹھے ہو تم مت کھاؤ وہ رک گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرماتے رہے ام منذر کہتی ہیں کہ پھر میں نے تھوڑے سے جو اور چقندر لے کر پکائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ یہ کھاؤ یہ تمہارے لئے مناسب ہے۔

فائدہ: اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اسباب کی رعایت توکل کے منافی نہیں، چنانچہ احیاء العلوم میں اس کو مفصل لکھا ہے اس کے ترجمہ میں جس کا دل چاہے تفصیلات دیکھ لے۔ اس حدیث کی شرح ابواب الطب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ طَلْحَةَ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِينِي فَيَقُولُ أَعِنْدَكِ غَدَاءٌ فَأَقُولُ لَا فَيَقُولُ إِنِّي صَائِمٌ قَالَتْ فَأَتَانَا يَوْمًا فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّهُ أُهْدِيَتْ لَنَا هَدِيَّةٌ قَالَ وَمَا هِيَ؟ قُلْتُ حَيْسٌ قَالَ أَمَا إِنِّي أَصْبَحْتُ صَائِمًا قَالَتْ ثُمَّ أَكَلَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لا کر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کچھ کھانے کو رکھا ہے جب معلوم ہوتا کہ کچھ نہیں تو فرماتے کہ میں نے روزہ کا ارادہ کرلیا ہے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس ایک ہدیہ آیا ہوا رکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا چیز ہے میں نے عرض کیا کہ کھجور کا ملیدہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو روزہ کا ارادہ کر رکھا تھا۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے تناول فرمایا۔

فائدہ: اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہوئے، ایک تو یہ کہ نفلی روزہ کی نیت صبح کے وقت بھی آدھے دن تک ہوسکتی ہے بشر طیکہ اس سے پہلے کوئی عمل روزہ کے منافی نہ کیا ہو۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمانے پر نیت فرمائی۔ یہ مذہب حنفیہ، شافعیہ رضی اللہ عنہم کا ہے اور امام مالکؒ کا مذہب یہ ہے کہ نفل روزہ کی نیت رات سے کرنا ضروری ہے۔ اس مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے موافق ہے لیکن جب ایک معتبر امام کا خلاف ہے تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ نفلی روزہ کی نیت بھی رات ہی کو کرلی جائے البتہ کوئی عارض پیش آجائے تو دوپہر سے پہلے پہلے دن میں بھی نیت کرنے کا مضائقہ نہیں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی نفلی روزہ رکھے تو اس کے توڑ دینے کا اختیار ہے، یہ مذہب شافعیہ رحمہ اللہ کا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قرآن شریف کی آیت (وَلَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَكُمْ (محمد ۳۳) (اپنے اعمال کو باطل مت کرو) کی بنا پر

روزہ، نماز کوئی عمل توڑنا جائز نہیں۔ لیکن اس حدیث سے چونکہ روزہ کا توڑنا معلوم ہوتا ہے اس لئے دونوں چیزوں پر عمل اس طرح کیا جائے گا کہ اگر کوئی ضرورت اور مجبوری درپیش ہو تو اس حدیث کی وجہ سے اس میں گنجائش سمجھنی چاہیے اور بلاضرورت توڑنا جائز نہیں۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حال سے بھی یہی ظاہر ہے۔ بعض علماء نے حدیث کے اس جملہ کا کہ "روزہ رکھنے کا ارادہ کر رکھا تھا" یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ پختہ نیت نہیں فرمائی تھی البتہ ارادہ تھا کہ آج روزہ رکھوں گا، لیکن بندہ کے نزدیک پہلی توجیہ اچھی ہے۔

مسئلہ: اگر کسی ضرورت سے نفل روزہ توڑنے کی نوبت آئے تو حنفیہ کے نزدیک کسی دوسرے وقت قضاء کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ کسی دوسرے دن قضا کر لینا۔

(۳۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى الْأَسْلَمِيِّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ الْأَعْوَرِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ عَبْدِ السَّلَامِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَ كِسْرَةً مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَوَضَعَ عَلَيْهَا تَمْرَةً وَقَالَ هٰذِهِ إِدَامُ هٰذِهِ فَأَكَلَ

یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر اس پر ایک کھجور رکھی اور فرمایا کہ یہ سالن ہے اور نوش فرمالیا۔

فائدہ: چونکہ کھجور کا سالن کے موقع پر کھانا متعارف نہیں تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمادی کہ اس سے سالن کا کام بھی لیا جاسکتا ہے اور زندگی کے چند ایام کو اس طرح بھی گزارا جاسکتا ہے، اس لئے آدمی کو اپنی زندگی کے اوقات کو ایسے مشاغل میں خرچ کرنا جو ابدی اور سرمدی زندگی میں کارآمد ہوں، سمجھ کی بات ہے اور تمام اوقات کو محض پیٹ پالنے میں ضائع کردینا انتہائی ناسمجھی ہے کہ یہ چند ایام زندگی بہر حال گزر ہی جائیں گے اور موت ہر تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کے لئے موت بھی نہیں ہے وہ نہایت اہتمام کے قابل ہے۔

(۳۴) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ الْعَوَّامِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعْجِبُهُ الثُّفْلُ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ يَعْنِي مَا بَقِيَ مِنَ الطَّعَامِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہانڈی اور پیالہ کا بچا ہوا کھانا مرغوب تھا۔

فائدہ: یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال تواضع کی بناء پر تھا کہ اوپر کا کھانا دوسروں کو اول کھلاتے اور بقیہ اپنے لئے پسند فرماتے، چنانچہ متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں اس کے شاہد ہیں۔ بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ نیچے کے کھانے میں دہنیت کم ہونے کی وجہ سے ہضم میں سہولت ہوتی ہے۔

(۲۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ وُضُوءِ رَسُولِ اللهِ ﷺ عِنْدَ الطَّعَامِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کے وقت وضو کا ذکر

فائدہ: کھانے کے وقت سے مراد عام ہے کہ کھانے کے بعد ہو یا پہلے۔ وضو اصطلاحی تو وہی ہے جو نماز کے لئے شرط ہے اور نماز کے اوقات میں کیا جاتا ہے سب اس کو جانتے ہیں، لیکن لغت عرب میں صرف ہاتھ منہ دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اور یہ وضوِ لغوی کے نام سے مشہور ہے۔ اس باب میں دو طرح کی روایات وارد ہوئی ہیں۔ بعض روایات سے وضو کرنا معلوم ہوتا ہے یہ دوسرا وضو ہے جو وضو لغوی کہلاتا ہے اور بعض روایات سے وضو نہ کرنا معلوم ہوتا ہے یہ پہلا وضو ہے جو وضو اصطلاحی کہلاتا ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَيُّوبَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَقُرِّبَ إِلَيْهِ الطَّعَامُ فَقَالُوا لَا نَأْتِيكَ بِوَضُوءٍ قَالَ إِنَّمَا أُمِرْتُ بِالْوُضُوءِ إِذَا قُمْتُ إِلَى الصَّلَاةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء سے فراغت پر باہر تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں کھانا حاضر کیا گیا اور وضو کا پانی لانے کے لئے پوچھا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے وضو کا اسی وقت حکم ہے جب نماز کا ارادہ کروں۔

فائدہ: یعنی وضوِ اصطلاحی کا وجوب نماز ہی کے لئے ہے، کھانے کے لئے یا جب استنجے وغیرہ سے فراغت ہو تو فوراً وضو کرنا ضروری نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لئے انکار فرمادیا کہ یہ ضروری نہ سمجھ لیا جائے کہ جب استنجے سے فراغت ہو تو وضو کیا جائے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ میں باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَخْزُومِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْغَائِطِ فَأُتِيَ بِطَعَامٍ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَّأُ؟ فَقَالَ أَأُصَلِّي فَأَتَوَضَّأُ؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ استنجے سے فارغ ہو کر تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔ صحابہ نے پوچھا کہ کیا وضو نہیں کریں گے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا اس وقت مجھے نماز پڑھنی ہے کہ وضو کروں؟

فائدہ: اس سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گزر چکا ہے کہ کھانے کیلئے وضو مستحب نہیں ہے البتہ ویسے ہی ہر وقت باوضو رہنا اولیٰ اور بہتر ہے کہ ظاہری طہارت کا اثر باطن پر پڑتا ہے، اسلئے اگر استنجے وغیرہ سے فراغت پر وضو کرلیا جائے تو اولیٰ ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْكَرِيمِ الْجُرْجَانِيُّ عَنْ قَيْسِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ أَبِي

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کھانے سے فراغت کے بعد وضو (یعنی ہاتھ دھونا)

هَاشِمٍ عَنْ زَاذَانَ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ أَنَّ بَرَكَةَ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ بَعْدَهُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَخْبَرْتُهُ بِمَا قَرَأْتُ فِي التَّوْرَاةِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرَكَةُ الطَّعَامِ الْوُضُوءُ قَبْلَهُ وَالْوُضُوءُ بَعْدَهُ

برکت کا سبب ہے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مضمون عرض کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد وضو (یعنی ہاتھ منہ دھونا) برکت کا سبب ہے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ تورات میں ایک ہی وقت کا ذکر ہو۔ اس صورت میں دوسرے وقت کا اضافہ شریعتِ محمدیہ کی زیادتی ہوگی کہ اس شریعت میں بہت سے احکام پہلی شریعتوں سے زیادہ ہیں، اور ممکن ہے کہ تورات میں بھی دونوں ہوں لیکن چونکہ اس میں تحریف ہوئی ہے اس لئے، ایک حکم یعنی کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کا مسئلہ اس میں غلطی سے نکل گیا ہو۔ علماء نے لکھا ہے کہ کھانے سے قبل ہاتھ دھونے میں برکت کا مطلب یہ ہے کہ کھانے میں زیادتی ہوتی ہے، کھانے والوں کا شکم سیر ہو جاتا ہے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونے سے برکت کا مفہوم یہ ہے کہ جن فوائد اور مقاصد کے لئے کھانا کھایا جاتا ہے وہ پورے ہوتے ہیں۔ بدن کا جز بنتا ہے، نشاط پیدا کرتا ہے، عبادات اور عمدہ اخلاق پر تقویت کا سبب بنتا ہے۔ یہ حدیث کی شرح ابواب الاطعمۃ میں باب الوضوء قبل الطعام و بعدہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَوْلِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَبْلَ الطَّعَامِ وَبَعْدَ مَا يَفْرُغُ مِنْهُ

ان کلمات کا ذکر جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے سے قبل اور کھانے کے بعد فرمایا کرتے تھے

فائدہ: یعنی جو دعائیں وغیرہ کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد پڑھنے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معمول تھا ان کا ذکر۔ اس باب میں امام ترمذیؒ نے سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ رَاشِدِ بْنِ جَنْدَلٍ الْيَافِعِيِّ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَوْسٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقُرِّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَلَمْ أَرَ طَعَامًا كَانَ أَعْظَمَ بَرَكَةً مِنْهُ أَوَّلَ مَا أَكَلْنَا وَلَا أَقَلَّ بَرَكَةً فِي آخِرِهِ قُلْنَا يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ هٰذَا؟ قَالَ إِنَّا ذَكَرْنَا اسْمَ اللهِ حِينَ أَكَلْنَا ثُمَّ قَعَدَ مَنْ أَكَلَ وَلَمْ يُسَمِّ اللهَ تَعَالَى فَأَكَلَ مَعَهُ الشَّيْطَانُ

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، کہ کھانا سامنے لایا گیا میں نے آج جیسا کھانا کہ جو ابتداءً یعنی کھانے کے شروع کے وقت نہایت بابرکت معلوم ہوتا ہو اور کھانے کے ختم کے وقت بالکل بے برکت ہو گیا ہو، کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے حیرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شروع میں ہم لوگوں نے بسم اللہ کے ساتھ کھانا شروع کیا تھا اور اخیر میں فلاں شخص نے بغیر بسم اللہ پڑھے کھایا اسکے ساتھ شیطان بھی شریک ہو گیا۔

فائدہ: شیطان کا کھانا جمہور کے نزدیک حقیقت پر محمول ہے اور اس میں کوئی محال بھی نہیں۔ ہے کہ شیطان کھاتا پیتا ہو، اس حدیث میں صرف ''بسم اللہ'' کا ذکر ہے اس وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر فقط اتنا ہی کلمہ یعنی صرف ''بسم اللہ'' پڑھے تب بھی کافی ہے لیکن بہتر اور اولیٰ پوری ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' پڑھنا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے تاکہ دوسرے ساتھی کو اگر خیال نہ رہے تو یاد آ جائے۔

(۲) حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ الدَّسْتُوَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَنَسِيَ أَنْ يَذْكُرَ اسْمَ اللّٰهِ تَعَالَى عَلَى طَعَامِهِ فَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص کھانا کھائے اور بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو کھانے کے درمیان جس وقت یاد آئے بسم اللہ اولہ وآخرہ پڑھے۔

فائدہ: یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الصَّبَّاحِ الْهَاشِمِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ طَعَامٌ فَقَالَ ادْنُ يَا بُنَيَّ فَسَمِّ اللّٰهَ تَعَالَى وَكُلْ بِيَمِينِكَ مِمَّا يَلِيكَ

عمر بن ابی سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا رکھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹا قریب ہو جاؤ اور بسم اللہ کہہ کر دائیں ہاتھ سے اپنے قریب سے کھانا شروع کرو۔

فائدہ: بسم اللہ کہنا بالاتفاق سنت ہے اور دائیں ہاتھ سے کھانا جمہور کے نزدیک سنت ہے، اور بعض کے نزدیک واجب ہے اس لئے کہ ایک بائیں ہاتھ سے کھانے والے شخص پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بددعا فرمائی تھی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔ جس کا عبرت انگیز واقعہ حدیث کی کتابوں میں ہے کہ ایک شخص بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے کہہ دیا کہ میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادیا کہ آئندہ بھی نہ کھا سکو گے۔ اس کے بعد سے دایاں ہاتھ منہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک عورت کو بائیں ہاتھ سے کھاتے دیکھا تو اس پر بددعا فرمائی اور وہ عورت طاعون میں مری۔ ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا ہے اس لئے تم بائیں ہاتھ سے مت کھاؤ۔ بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی بنا پر دائیں ہاتھ سے کھانا واجب ہے، جمہور کے نزدیک گو یہ سنت ہے لیکن ان روایات کی وجہ سے اہتمام ضروری ہے۔ آج کل لوگ اس سے غافل ہیں بالخصوص پانی پینے میں تو بائیں ہاتھ سے پانی پینے کی عام وباء پھیل گئی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور دائیں ہاتھ سے پیو، اس لئے کہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے۔ اسی طرح تیسرا مضمون یعنی اپنی جانب سے کھانا بھی بعض علماء کے نزدیک ان روایات کی وجہ سے واجب ہے لیکن جمہور کے

نزدیک سنت ہے۔ یہ حدیث، ابواب الاطعمة باب ماجاء فی التسمیة علی الطعام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ رِيَاحٍ عَنْ رِيَاحِ بْنِ عَبِيدَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا فَرَغَ مِنْ طَعَامِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانے سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے ”الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِينَ“ تمام تعریف اس ذات پاک کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔

فائدہ: کھانے پر حمد تو ظاہر ہے کہ کھانے سے فراغت ہوئی اور آیت لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ (ابراہیم ۷) (اگر تم میرا شکر ادا کرو گے تو میں عطا میں زیادتی کروں گا) کی بناء پر شکر کا موقع ہے ہی۔ مسلمان ہونے کو اس کے ساتھ اس لئے منضم فرمایا کہ انعامات ظاہریہ کے ساتھ انعامات باطنیہ بھی شامل رہیں، یا اس لئے کہ درحقیقت کھانے پینے پر شکر اور حق تعالیٰ شانہٗ کی حمد اسلام ہی کا ثمرہ ہے اس لئے اس کو بھی شامل کیا۔ یہ حدیث ابواب الدعوات باب مایقول اذا فرغ من الطعام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ثَوْرُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ خَالِدُ بْنُ مَعْدَانَ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رُفِعَتِ الْمَائِدَةُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ يَقُولُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا

ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب دسترخوان اٹھایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے الْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ غَيْرَ مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا (تمام تعریف حق تعالیٰ شانہ کے لئے منحصر ہے ایسی تعریف جس کی کوئی انتہا نہیں ہے ایسی تعریف جو پاک ہے ریا وغیرہ اوصاف رذیلہ سے، جو مبارک ہے، ایسی حمد جو نہ چھوڑی جا سکتی ہے اور نہ اس پر استغناء کیا جا سکتا ہے اے اللہ ہمارے شکر کو قبول فرما)۔

(۶) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ الدَّسْتُوَائِيِّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ الْعُقَيْلِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ كُلْثُومٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الطَّعَامَ فِي سِتَّةٍ مِنْ أَصْحَابِهِ فَجَاءَ أَعْرَابِيٌّ فَأَكَلَهُ بِلُقْمَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ سَمَّى لَكَفَاكُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے کہ ایک بدوی آیا اس نے دو لقموں میں سب (کھانے) کو نمٹا دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ بسم اللہ پڑھ کر کھاتا تو یہ کھانا سب کو کافی ہو جاتا۔

فائدہ: یعنی اس کے بسم اللہ نہ پڑھنے سے شیطان کی شرکت ہوئی اور وہ سب (کھانے) کو نمٹا گیا جس سے بے برکتی ہوگئی۔

یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی التسمیۃ علی الطعام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ وَمَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ زَكَرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ لَيَرْضَى عَنِ الْعَبْدِ أَنْ يَأْكُلَ الْأَكْلَةَ وَيَشْرَبَ الشَّرْبَةَ فَيَحْمَدَهُ عَلَيْهَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ جل جلالہ عم نوالہ بندہ کی اس بات پر بہت ہی رضامندی ظاہر فرماتے ہیں کہ ایک لقمہ کھانا کھائے یا ایک گھونٹ پانی پیے حق تعالیٰ شانہ کا اس پر شکر ادا کرے۔ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَلَكَ الشُّكْرُ لَا أُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ

فائدہ: یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی الحمد علی الطعام اذا فرغ منہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي قَدَحِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالہ کا ذکر

فائدہ: پیالہ سے مراد جیسا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے وہ پیالہ ہے جس سے پانی نوش فرماتے تھے۔

(۱) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ طَهْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ أَخْرَجَ إِلَيْنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَدَحَ خَشَبٍ غَلِيظًا مُضَبَّبًا بِحَدِيدٍ فَقَالَ يَا ثَابِتُ! هٰذَا قَدَحُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ثابت کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ہم کو ایک لکڑی کا موٹا پیالہ جس میں لوہے کے پترے لگے ہوئے تھے، نکال کر دکھلایا اور فرمایا کہ اے ثابت! یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ہے۔

فائدہ: کہتے ہیں کہ حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کی میراث سے یہ پیالہ آٹھ لاکھ درہم میں فروخت ہوا تھا اور امام بخاری رحمہ اللہ نے بصرہ میں اس پیالہ سے پانی بھی پیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور پیالہ تھا۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ وَثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَقَدْ سَقَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهٰذَا الْقَدَحِ الشَّرَابَ كُلَّهُ الْمَاءَ وَالنَّبِيذَ وَالْعَسَلَ وَاللَّبَنَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیالہ سے پینے کی سب انواع! پانی، نبیذ، شہد، دودھ سب چیزیں پلائی ہیں۔

فائدہ: نبیذ یہ کہلاتی ہے کہ کھجور، کشمش وغیرہ پانی میں بھگو دی جائے اور جب اس کا اثر اچھی طرح آجائے تو وہ پانی نبیذ کہلاتا ہے مقوی اور مفرح ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے شب کو کھجور وغیرہ بھگو دی جاتی تھیں اور صبح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نوش فرمالیتے اور کبھی دوسرے دن تک بھی جب تک اس میں سکر (نشہ) کا اندیشہ نہ ہوتا تھا کام میں لایا جاتا تھا۔

(۳۰) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ فَاكِهَةِ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھلوں کا ذکر

فائدہ: یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کیا پھل تناول فرمائے ہیں۔ اس باب میں پانچ حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُ الْقِثَّاءَ بِالرُّطَبِ

عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ککڑی کو تازہ کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

فائدہ: ککڑی چونکہ ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور گرم۔ اس طرح سے دونوں کی اصلاح ہو کر اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں ان کے مزاج کی رعایت رکھنا مناسب ہے، نیز ککڑی پھیکی ہوتی ہے اور کھجور میٹھی جس کی وجہ سے ککڑی میں بھی مٹھاس آ جاتی ہے۔ یہ حدیث ابواب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الْخُزَاعِيُّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْكُلُ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تازہ کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

فائدہ: ترمذی وغیرہ کی روایت میں اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی کو اور اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک کو زائل کر دے گی۔

(۳) حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدًا يَقُولُ أَوْ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ وَهْبٌ وَكَانَ صَدِيقًا لَهُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْخِرْبِزِ وَالرُّطَبِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خربوزہ اور کھجور اکٹھے کھاتے دیکھا۔

فائدہ: بعض علماء نے اس جگہ بھی بجائے خربوزہ کے تربوز کا ترجمہ کیا ہے اور منشاء پہلی روایت کی بناء پر اس کا ٹھنڈا ہونا ہے لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہاں خربوزہ متعارف ہی مراد ہے اور کھجور سے کھانے کی وجہ سے بظاہر اس کا پھیکا پن ہے یہ ضروری نہیں کہ ایک ہی مصلحت سب جگہ جاری کی جائے، ممکن ہے کہ کسی جگہ کوئی اور مصلحت ہو اس لئے بندہ ناچیز کے نزدیک تربوز کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اس کی مصلحت دونوں کے مزاج میں اعتدال پیدا کرنا ہے کہ تربوز ٹھنڈا ہوتا ہے اور خربوزہ کو کھجور سے کھانے کا قصہ مستقل ہے اور اس کی مصلحت خربوزہ کا پھیکا ہونا ہے کہ بسا اوقات اس کے پھیکے ہونے کی وجہ سے اس میں شکر ڈال کر اس کو کھایا جاتا ہے اس لئے دونوں حدیثوں کو ایک پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الرَّمْلِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ الْبِطِّيخَ بِالرُّطَبِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجوروں کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔

(۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسٰى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّاسُ إِذَا رَأَوْا أَوَّلَ الثَّمَرِ جَاءُوْا بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا أَخَذَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثِمَارِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَفِي مُدِّنَا اللّٰهُمَّ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَبْدُكَ وَخَلِيلُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنِّي عَبْدُكَ وَنَبِيُّكَ وَإِنَّهُ دَعَاكَ لِمَكَّةَ وَإِنِّي أَدْعُوكَ لِلْمَدِينَةِ بِمِثْلِ مَا دَعَاكَ بِهِ لِمَكَّةَ وَمِثْلِهِ مَعَهُ قَالَ ثُمَّ يَدْعُو أَصْغَرَ وَلِيدٍ يَرَاهُ فَيُعْطِيهِ ذٰلِكَ الثَّمَرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ لوگ جب کسی نئے پھل کو دیکھتے تو اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاکر پیش کر دیتے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے۔ (ترجمہ) اے اللہ تعالیٰ ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما اور ہمارے شہر میں برکت فرما اور ہماری اس چیز سے جو صاع اور مد سے ناپی جاتی ہے اس میں برکت عطا فرما اے اللہ تعالیٰ واقعی حضرت ابراہیم تیرے بندے اور تیرے دوست اور تیرے نبی تھے اور بے شک میں بھی تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے (جن چیزوں کی) دعا (اپنے آباد کردہ) شہر مکہ مکرمہ کے لئے کی ہے۔ (جس کا بیان آیت فاجعل افئدۃ۔۔۔ الی۔۔۔ من الثمرات (ابراہیم: ۳۷) میں ہے کہ لوگوں کے قلوب مکہ کی طرف مائل فرمادے اور پھلوں کی روزی ان لوگوں کو میسر فرما) وہی دعا اس سے دو چند مقدار میں، میں مدینہ منورہ کیلئے کرتا ہوں۔

فائدہ: یہ حدیث ماقبل ابواب الدعوات باب نمبر ۵۵ باب مایقول اذا رای الباکورۃ من الثمر کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حُمَيْدٍ الرَّازِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُخْتَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ بَعَثَنِي مُعَاذُ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَعَلَيْهِ أَجْرٌ مِنْ قِثَّاءٍ زُغْبٍ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الْقِثَّاءَ فَأَتَيْتُهُ بِهِ وَعِنْدَهُ حِلْيَةٌ قَدْ قَدِمَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَمَلَأَ يَدَهُ مِنْهَا فَأَعْطَانِيهِ

ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں دے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی مرغوب تھی، میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی ہوں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے رکھے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

فائدہ: ککڑی کھجور کے ساتھ علاوہ مذکورہ فوائد کے بدن کو فربہ بھی کرتی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میری رخصتی کے وقت میری والدہ کو خیال ہوا کہ اس کا بدن کچھ فربہ ہو جائے تاکہ اٹھان کچھ اچھا ہو جائے تو مجھے ککڑی تازہ کھجور کے ساتھ کھلائی جس سے میرے بدن میں اچھی فربہی آگئی۔ ایک ضعیف حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ککڑی نمک سے تناول فرمایا کرتے تھے اس میں کوئی مانع نہیں کہ کبھی نمک سے تناول فرماتے ہوں کبھی کھجور کے ساتھ کہ رغبت کسی وقت میٹھے کی ہوتی ہے کسی وقت نمکین کی۔

(۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ فَأَعْطَانِي مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا أَوْ قَالَتْ ذَهَبًا

ربیع بنت معوذ بن عفراء سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تازہ کھجوروں اور روئیں دار ککڑیوں کا ایک تھال لے کر پہنچی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی ہتھیلی بھر کر زیور ہبہ کیا۔ یا کہا کہ سونا دیا۔

فائدہ: یہ وہی پہلا قصہ ہے اس حدیث میں مختصر کر دیا۔ سونے اور زیور میں کسی راوی کو شک ہوا۔

(۳۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شَرَابِ رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پینے کی چیزوں کے احوال

فائدہ: اس باب میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ أَحَبَّ الشَّرَابِ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْحُلْوُ الْبَارِدُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی سب چیزوں میں میٹھی اور ٹھنڈی چیز مرغوب تھی۔

فائدہ: بظاہر تو اس حدیث سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی مراد ہے چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایت میں بالتصریح وارد ہے اور یہ بھی متحمل ہے کہ اس سے شہد کا شربت یا کھجوروں کی نبیذ مراد ہو، جیسا کہ پیالہ کے باب میں گزر چکا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں کھانے کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا جو حاضر ہوتا وہی تناول فرمالیتے لیکن میٹھے اور ٹھنڈے پانی کا خاص اہتمام تھا۔ سقیا جو مدینہ طیبہ سے کئی میل (کے فاصلے) پر ہے وہاں سے میٹھا پانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لایا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت داؤد علیہ السلام کی دعا کے الفاظ میں سے یہ بھی نقل فرمایا کہ اے اللہ! مجھے اپنی ایسی محبت عطا فرما جو میرے لئے اپنی جان و مال و اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی کی محبت سے بھی زیادہ ہو۔ یہ حدیث ابواب الاشربۃ باب ماجاء ای الشراب کان احب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عُمَرَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور خالد بن ولید دونوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت

هُوَ ابْنُ أَبِي حَرْمَلَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ عَلَى مَيْمُونَةَ فَجَائَتْنَا بِإِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عَلَى يَمِينِهِ وَخَالِدٌ عَلَى شِمَالِهِ فَقَالَ لِي الشَّرْبَةُ لَكَ فَإِنْ شِئْتَ آثَرْتَ بِهَا خَالِدًا فَقُلْتُ مَا كُنْتُ لِأُوثِرَ عَلَى سُؤْرِكَ أَحَدًا ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَطْعَمَهُ اللهُ طَعَامًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللهُ عَزَّوَجَلَّ لَبَنًا فَلْيَقُلِ اللَّهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ شَيْئٌ يُجْزِئُ مَكَانَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ غَيْرُ اللَّبَنِ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰكَذَا رُوِيَ سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ هٰذَا الْحَدِيثُ عَنْ مُعَمَّرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا وَرَوَاهُ عَبْدُاللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَعَبْدُالرَّزَّاقِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ مُعَمَّرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا وَلَمْ يَذْكُرُوا فِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ وَهٰكَذَا رُوِيَ يُونُسُ وَغَيْرُ وَاحِدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرْسَلًا قَالَ أَبُو عِيسَى وَإِنَّمَا أَسْنَدَهُ ابْنُ عُيَيْنَةَ مِنْ بَيْنِ النَّاسِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَمَيْمُونَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيَ خَالَةُ خَالِدٍ

میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گئے (ام المومنین حضرت میمونہ ان دونوں حضرات کی خالہ تھیں) وہ ایک برتن میں دودھ لے کر آئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے نوش فرمایا میں دائیں جانب تھا اور خالد بن ولید بائیں جانب، مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اب پینے کا حق تیرا ہے (کہ تو دائیں جانب ہے) اگر تو اپنی خوشی سے چاہے تو خالد کو ترجیح دے دے میں نے عرض کیا کہ آپ کے جھوٹے پر میں کسی کو بھی ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب کسی شخص کو حق تعالیٰ شانہ کوئی چیز کھلائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔ (اے میرے اللہ! تو اس میں برکت عطا فرما اور اس سے بہتر چیز عطا فرما)۔ اور جب کسی کو حق تعالیٰ شانہٗ دودھ عطا فرمائیں تو یہ دعا پڑھنی چاہیے اللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ (اے اللہ! اس میں برکت عطا فرما اور زیادتی نصیب فرما) حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (حضور اکرم ﷺ نے ہر چیز کھانے کے بعد اس سے بہتر کی دعا اور دودھ کے بعد اس میں زیادتی کی دعا اس لئے تعلیم فرمائی) کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دودھ کے علاوہ اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کھانے اور پینے دونوں کا کام دیتی ہو"۔ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں اسی طرح یہ حدیث سفیان بن عیینہ سے وہ معمر سے وہ زہری سے وہ عروہ سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں اور عبداللہ بن مبارک، عبدالرزاق اور ان کے علاوہ معمر زہری سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسلاً نقل کرتے ہیں اور اس میں عروہ عن عائشہ کا ذکر نہیں کرتے اور اسی طرح یونس اور ان کے علاوہ زہری سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرسلاً روایت کرتے ہیں امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عیینہ کی سند لوگوں کے درمیان مشہور ہے امام ترمذی رحمہ

بْنُ الْوَلِيْدِ وَخَالَةِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَخَالَةِ يَزِيْدُ بْنُ الْأَصَمِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاخْتَلَفَ النَّاسُ فِي رِوَايَةِ هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدِ بْنِ جُدْعَانٍ فَرُوِيَ بَعْضُهُمْ عَنْ عَلِيِّ بْنِ زَيْدٍ عَنْ عُمَرِ بْنِ أَبِيْ حَرْمَلَةِ، وَرُوِيَ شُعْبَةُ عَنْ عَلِيِّ بْنُ زَيْدٍ فَقَالَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرْمَلَةِ وَالصَّحِيْحُ عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِيْ حَرْمَلَةِ

اللہ فرماتے ہیں کہ میمونہ بنت حارث جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں وہ خالد بن ولید کی خالہ ہیں اور ابن عباس کی خالہ اور یزید بن اصم کی خالہ ہیں اور لوگوں نے اس حدیث کی روایت کے بارے میں اختلاف کیا ہے یہ حدیث علی بن زید بن جدعان سے روایت ہے اور بعض نے علی بن زید عن عمر بن ابی حرملہ سے روایت ذکر کیا ہے۔ اور شعبہ نے علی بن زید سے روایت کیا اور کہا کہ عمرو بن حرملہ کے بجائے صحیح عمرو بن ابی حرملہ ہے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ مرحمت فرمانے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا حق اس لئے فرمایا کہ وہ دائیں جانب تشریف فرما تھے اور خالد بائیں جانب اور پیالہ کا دور (جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے کہ داہنی جانب چلنا چاہیے، اور خالد کی ترجیح کو اس لئے ارشاد فرمایا کہ وہ عمر میں بڑے تھے نیز ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تعلیم مقصود تھی کہ حق اگر چہ ان کا ہے مگر خود ان کو چاہیے کہ بڑے کی ترجیح کی رعایت کریں، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے کی اہمیت اور ان کا شغف غالب ہوا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غایت عشق کا ثمرہ تھا۔ یہ حدیث ابواب الدعوات باب مایقول اذا اکل طعاماً کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳۲) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ شُرْبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم

ان احادیث کا ذکر جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پینے کا طرز وارد ہوا ہے

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا عَاصِمُ الْأَحْوَلُ وَمُغِيْرَةُ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ مِنْ زَمْزَمَ وَهُوَ قَائِمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زمزم کا پانی کھڑے ہونے کی حالت میں نوش فرمایا۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث کے ذیل میں اس کا مفصل ذکر آئے گا۔ اس بناء پر بعض علماء نے زمزم پینے کو بھی اس ممانعت میں داخل فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوش فرمانے کو ازدحام کے عذر، یا بیان جواز پر حمل فرمایا ہے لیکن علماء کا مشہور قول یہ ہے کہ زمزم اس نہی میں داخل نہیں اس کا کھڑے ہو کر پینا افضل ہے۔ یہ حدیث ابواب الاشربۃ میں باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشرب قائماً کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُسَيْنٍ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَاعِدًا

عمرو بن شعیب اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے اور بیٹھے دونوں طرح پانی پیتے دیکھا ہے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت میں بہت سی روایتیں وارد ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھڑے ہوکر کوئی شخص پانی نہ پیئے۔ اگر بھول کر پی لے تو قے کردے۔ علماء نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فعل میں اور ممانعت میں چند وجوہ سے جمع کیا ہے۔ بعض علماء کی رائے ہے کہ ممانعت بعد میں وارد ہوئی ہے اس لئے یہ ناسخ ہے۔ بعض علماء اس کا عکس فرماتے ہیں کہ کھڑے ہوکر پینے کی روایتیں ناسخ ہیں، ممانعت کے لئے، لیکن مشہور قول یہ ہے کہ ممانعت کا حکم شرعی اور تحریمی نہیں بلکہ آداب کے طریقہ سے ہے نیز شفقت اور رحمت کے باب سے بھی ہے اس لئے کہ ابن قیم رحمہ اللہ وغیرہ نے کھڑے ہوکر پانی پینے کی چند مضرتیں بتلائی ہیں۔ الغرض حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھڑے ہوکر نوش فرمانا بیان جواز کے لئے ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ ممانعت کی وجہ سے کھڑے ہوکر پانی پینا حرام نہیں البتہ خلاف اولیٰ اور مکروہ ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَقَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ زَمْزَمَ فَشَرِبَ وَهُوَ قَائِمٌ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو زمزم کا پانی پلایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے نوش فرمایا۔

فائدہ: باب کی پہلی حدیث میں اس کا ذکر گزر چکا ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَمُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ قَالَا أَنْبَأَنَا ابْنُ الْفُضَيْلِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنِ النَّزَّالِ بْنِ سَبْرَةَ قَالَ أُتِيَ عَلِيٌّ بِكُوزٍ مِنْ مَاءٍ وَهُوَ فِي الرَّحْبَةِ فَأَخَذَ مِنْهُ كَفًّا فَغَسَلَ يَدَيْهِ وَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَمَسَحَ وَجْهَهُ وَذِرَاعَيْهِ وَرَأْسَهُ ثُمَّ شَرِبَ مِنْهُ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ قَالَ هٰذَا وُضُوءُ مَنْ لَمْ يُحْدِثْ هٰكَذَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَ

نزال بن سبرہؒ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب وہ مسجد کوفہ کے میدان (جوان کا دارالقضاء تھا) تشریف فرما تھے۔ ایک کوزہ پانی لایا گیا انہوں نے ایک چلو پانی لے کر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور پھر اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کیا پھر کھڑے ہوکر پانی پیا اور فرمایا کہ یہ اس شخص کا وضو ہے جو پہلے سے باوضو ہو۔ ایسے ہی میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔

فائدہ: یہ حدیث مختصر ہے مفصل مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری منقول ہے۔ اس حدیث میں یہ بھی احتمال ہے کہ منہ ہاتھ وغیرہ پر حقیقتاً مسح کیا ہو اس صورت میں اس کو وضو کہنا مجاز ہے لغوی اعتبار سے اس کو وضو کہہ دیا، چنانچہ پاؤں کا ذکر اس میں ہے ہی نہیں یہ قرینہ اسی احتمال کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس حدیث میں ہلکے سے دھونے کو مجازاً مسح سے تعبیر کردیا اور پاؤں کا ذکر اس قصہ میں بعض روایات میں آتا ہے اس توجیہ کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسح کی جگہ بعض روایات میں منہ ہاتھ دھونے کا ذکر ہے۔ اس صورت میں اس حدیث سے تجدیدِ وضو مراد ہے اور یہی توجیہ بندہ ناچیز کے نزدیک اولیٰ ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پینا جائز ہے۔ کتب فقہ میں اس کے اور آب

زمزم کے کھڑے ہوکر پینے کے جواز کی تصریح ہے بلکہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے تو وضو کا پانی کھڑے ہوکر پینے کو بعض بزرگوں نے شفاء امراض کے لئے علاج مجرب نقل کیا ہے اور ملا علی قاری رحمہ اللہ نے شرح شمائل میں اس کا استحباب نقل کیا ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيُوسُفُ بْنُ حَمَّادٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي عِصَامٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا إِذَا شَرِبَ وَيَقُولُ هُوَ أَمْرَأُ وَأَرْوَى

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پانی پینے میں تین سانس لیا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ اس طریقہ سے پینا زیادہ خوشگوار اور خوب سیراب کرنے والا ہے۔

فائدہ: پانی ایک سانس میں پینے کی ممانعت بھی آئی ہے۔ علماء نے ایک دفعہ ہی پینے کی بہت سی مضرتیں بھی لکھی ہیں بالخصوص ضعفِ اعصاب کا سبب بتایا ہے نیز معدہ اور جگر کے لئے بھی مضرت کا سبب ہے۔ یہ حدیث ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی التنفس فی الاناء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ رِشْدِينَ بْنِ كُرَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا شَرِبَ تَنَفَّسَ مَرَّتَيْنِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب پانی نوش فرماتے دو دفعہ سانس لیتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں یا تو پانی دو سانس میں پینا مراد ہے اور یہی بظاہر قریب ہے اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی قولی حدیث میں ہے کہ پانی ایک ہی دفعہ نہ پیا کرو بلکہ دو یا تین سانس میں پیا کرو۔ اس صورت میں یہ حدیث بعض اوقات پر محمول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اقل درجہ کے بیان فرمانے کے لئے دو سانس میں بھی پیتے تھے۔ دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث میں پانی پینے کے درمیان دو مرتبہ سانس لینا مراد ہے اور جب پانی کے درمیان میں دو مرتبہ سانس لیا تو تمام پانی تین سانس میں ہوگیا اس صورت میں اور روایات سے کچھ تعارض ہی نہیں رہا۔ یہ حدیث ابواب الاشربۃ میں باب ماذکر فی الشرب بنفسین کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ يَزِيدَ بْنِ جَابِرٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ جَدَّتِهِ كَبْشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَرِبَ مِنْ فِي قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ قَائِمًا فَقُمْتُ إِلَى فِيهَا فَقَطَعْتُهُ

کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے وہاں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اس مشکیزہ کے منہ سے پانی نوش فرمایا۔ میں نے اٹھ کر مشکیزہ کے منہ کو کاٹ لیا۔

فائدہ: امام نووی رحمہ اللہ نے امام ترمذی رحمہ اللہ سے اس کاٹنے کی دو وجہ نقل کی ہیں، ایک تو تبرکا کہ اس حصہ کو جس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا تھا تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھنے کے لئے کتر لیا، دوسرا یہ کہ جس جگہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک لگا ہے دوسرا کوئی اس کو استعمال نہ کرے۔ یعنی مقصود یہ ہے کہ ادباً اس جگہ کو کاٹ لیا کہ کسی دوسرے کا

منہ اس جگہ لگنا بے ادبی تھی، اس حدیث میں دو باتیں ہیں ایک کھڑے ہو کر پانی پینے کی وہ پہلے گزر چکی ہے دوسری یہ کہ بخاری وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشک کے منہ سے پانی پینے کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس لئے اس حدیث کو بیان جواز پر محمول کریں گے یا ممانعت والی روایت کو خلاف اولیٰ پر محمول کریں گے۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پینے کی نہی کو ضرورت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک شخص مشکیزہ کو منہ لگا کر پانی پی رہا تھا کہ اس میں سے سانپ نکل آیا اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح پانی پینے کی ممانعت فرمادی، اس حدیث کی بناء پر اس طرح پانی پینے کے واقعات بظاہر ابتدائی ہیں، ایک خصوصی بات اور بھی ہے کہ اس طرح پانی پینے میں منجملہ دوسری وجوہ کے ایک وجہ ممانعت یہ بھی ہے کہ ہر شخص کا منہ ایسا نہیں ہوتا جس کے گھڑے یا مشک وغیرہ کے لگنے سے دوسروں کو گھن نہ آئے۔ لیکن بعض منہ ایسے ضرور ہوتے ہیں جن کا لعاب بیماروں کو شفا اور دنیا کی ہر چیز سے زیادہ لذیذ اور ہر فرحت کی چیز سے زیادہ سرور پیدا کرنے والا ہوتا ہے۔

عناب لب لعاب دھن شرب وصال   نسخہ چاہیے تیرے بیمار کیلئے

اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم محبوب دو عالم کے مشکیزے سے پینے کو دوسروں کے پینے پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہ حدیث ابواب الاشربۃ میں باب ماجاء فی اختناث الاسقیہ کے باب ماجاء فی الرخصۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيُّ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا وَزَعَمَ أَنَسٌ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ ثَلَاثًا

ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانی تین سانس میں پیتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے تھے۔

فائدہ: یہی حدیث ابواب الاشربہ میں باب ماجاء فی التنفس فی الاناء کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ زَيْدٍ ابْنِ ابْنَةِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أُمِّ سُلَيْمٍ وَقِرْبَةٌ مُعَلَّقَةٌ فَشَرِبَ مِنْ فَمِ الْقِرْبَةِ وَهُوَ قَائِمٌ فَقَامَتْ أُمُّ سُلَيْمٍ إِلَى رَأْسِ الْقِرْبَةِ فَقَطَعَتْهَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ ام سلیم کے گھر تشریف لے گئے وہاں مشکیزہ لٹکا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے کھڑے اس میں سے پانی نوش فرمایا ام سلیم کھڑی ہوئیں مشکیزہ کا منہ کتر کر رکھ لیا۔

فائدہ: حضرت کبشہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی اسی نوع کی ابھی گزر چکی ہے لٹکے ہوئے مشکیزہ سے بیٹھ کر پانی پینا ویسے بھی مشکل ہے۔ اس لئے ضرورت کے درجہ میں بھی یہ واقعات داخل ہیں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قصہ میں بعض حدیثوں میں اس کی تصریح ہے کہ انہوں نے مشکیزہ کترتے ہوئے یہ کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی اس کو منہ لگا کر نہیں پی سکتا۔ جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ادباً کتر لیا۔ یہ حدیث باب ماجاء فی اختناث الاسقیہ کے باب الرخصۃ میں گزر چکی ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرٍ النَّيْسَابُورِيُّ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُحَمَّدٍ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی

الْفَزْوِي حَدَّثَتْنَا عَبِيدَةُ بِنْتُ نَائِلٍ عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَشْرَبُ قَائِمًا وَقَالَ أَبُو عِيسَى وَقَالَ بَعْضُهُمْ عُبَيْدَةُ بِنْتُ نَائِلٍ

اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے پانی نوش فرمالیتے تھے۔

فائدہ: یہ عادتِ شریفہ نہیں بلکہ گاہے بگاہے کسی ضرورت سے ایسا کرتے تھے۔ چنانچہ پہلے مفصل بحث ابواب الاشربۃ باب ماجاء فی النہی عن الشرب قائماً کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۳۳ بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعَطُّرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبو لگانے کا ذکر

فائدہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن شریف سے خود خوشبو مہکتی تھی۔ گو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشبو کا استعمال نہ فرمائیں، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ میں نے کوئی خوشبو (عنبر، نہ مشک، نہ کوئی اور خوشبو) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ نہیں سونگھی۔ ایسے ہی بہت سی روایات اس مضمون پر دال ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ خوشبو کے بجائے استعمال کرنے کے بارے میں متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی روایت مسلم شریف وغیرہ میں وارد ہوئی ہے کہ ایک مرتبہ سونے کی حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسدِ اطہر سے پسینہ نکل رہا تھا انہوں نے اس کو ایک شیشی میں جمع کرنا شروع کردیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم مبارک کھل گئی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں کہ اس کو ہم اپنی خوشبو میں ملائیں گے یہ سب سے زیادہ معطر ہے۔ ایک مرتبہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک پر دم فرما کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی کمر اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا جس سے اس قدر خوشبو پھیل گئی تھی کہ اسکی چار بیویاں تھیں ہر ایک بے حد خوشبو لگاتی کہ ان کی برابر خوشبو ہو جائے مگر ان کی خوشبو غالب رہتی۔

نکہتِ گل راچہ کنم اے نسیم بوئے آں پیرہنم آرزو واست

ابو یعلیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ جس کوچہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزرتے تھے، بعد کے گزرنے والے اس کوچہ کو خوشبو سے مہکتا ہوا پاکر سمجھ لیتے تھے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابھی اس راہ سے گزر ہوا ہے وغیرہ وغیرہ۔ روایات کثیرہ اس مضمون میں دال ہیں، لیکن باوجود اس کے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر خوشبو استعمال فرماتے تھے۔ اس بابُ میں مصنفؒ نے چھ حدیثیں ذکر کی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا أَبُو أَحْمَدَ الزُّبَيْرِيُّ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُخْتَارِ عَنْ مُوسَى بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُكَّةٌ يَتَطَيَّبُ مِنْهَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سکہ تھا اس میں سے خوشبو استعمال فرماتے تھے۔

فائدہ: سُکہ کے معنی میں علماء کے دوقول ہیں۔ بعض تو اس کا ترجمہ عطردان اور اس ڈبہ کے بتلاتے ہیں جس میں خوشبو رکھی جاتی تھی۔ تب تو یہ معنی کہ اس عطردان میں سے نکال کر استعمال فرماتے تھے۔ میرے استاد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی ترجمہ ارشاد فرمایا تھا اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ ایک مرکب خوشبو ہے، چنانچہ قاموس وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے اور صاحب قاموس نے اس کے بنانے کی ترکیب بھی مفصل لکھی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ لا يَرُدُّ الطِّيبَ وَقَالَ أَنَسٌ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَرُدُّ الطِّيبَ

ثمامہ کہتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ خوشبو کو رد نہیں کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو رد نہ فرمایا کرتے تھے۔

فائدہ: یہ حدیث ابواب الاستیذان والآداب میں باب ماجاء فی کراہیۃ ردّ الطیب کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي فُدَيْكٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلاثٌ لا تُرَدُّ الْوَسَائِدُ وَالدُّهْنُ وَاللَّبَنُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزیں نہیں لوٹانی چاہئیں تکیہ اور تیل (خوشبو) اور دودھ۔

فائدہ: ان چیزوں کو اس لئے ذکر فرمایا کہ ہدیہ دینے والے پر بار نہیں ہوتا اور لوٹانے سے اس کو بعض اوقات رنج ہوتا ہے۔ انہی چیزوں کے حکم میں وہ سب چیزیں داخل ہیں جو نہایت مختصر ہوں کہ جن سے ہدیہ دینے والے پر بار نہ ہو۔ تکیہ سے مراد بعض علماء نے ہدیہ کے طور پر تکیہ کا دینا بتایا ہے کہ اس میں سے بھی کچھ ایسا بار نہیں ہے اور بعض علماء نے ویسے ہی کسی استعمال کے لئے کسی لیٹنے یا بیٹھنے والے کے پاس عارضی طور پر تکیہ رکھ دینا اور اس پر سر رکھنا یا ٹیک لگا دینا مراد بتایا ہے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ رَجُلٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طِيبُ الرِّجَالِ مَا ظَهَرَ رِيحُهُ وَخَفِيَ لَوْنُهُ وَطِيبُ النِّسَاءِ مَا ظَهَرَ لَوْنُهُ وَخَفِيَ رِيحُهُ

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مردانہ خوشبو وہ ہے جس کی خوشبو پھیلتی ہوئی ہو اور رنگ غیر محسوس ہو (جیسے کیوڑہ وغیرہ) اور زنانہ خوشبو وہ ہے جس کا رنگ ظاہر ہو اور خوشبو پوشیدہ (جیسے حنا، زعفران وغیرہ)۔

(۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْجُرَيْرِيِّ عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنِ الطُّفَاوِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ بِمَعْنَاهُ

بیان کیا علی بن حجر نے، بیان کیا اسماعیل بن ابراہیم نے جریری سے، وہ ابی نضرہ سے وہ طفاوی سے وہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ مردوں کو مردانہ خوشبو استعمال کرنی چاہیے کہ رنگ ان کی شان کے مناسب نہیں ہے اور عورتوں کو

زنانہ خوشبو استعمال کرنی چاہیے کہ دور اجنبیوں تک اس کی خوشبو نہ پہنچے۔ یہ حدیث بمع شرح ابواب الاستیذان میں باب ماجاء فی طیب الرجال والنساء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ خَلِيفَةَ وَعَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ الصَّوَّافُ عَنْ حَنَانٍ عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أُعْطِيَ أَحَدُكُمُ الرَّيْحَانَ فَلَا يَرُدُّهُ فَإِنَّهُ خَرَجَ مِنَ الْجَنَّةِ قَالَ أَبُو عِيسَى وَلَا نَعْرِفُ لِحَنَانٍ غَيْرَ هٰذَا الْحَدِيثِ وَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي حَاتِمٍ فِي كِتَابِ الْجَرْحِ وَالتَّعْدِيلِ حَنَانٌ الْأَسَدِيُّ مِنْ بَنِي أَسَدِ بْنِ شُرَيْكٍ وَهُوَ صَاحِبُ الرَّقِيقِ عَمُّ وَالِدِ مُسَدَّدٍ وَرَوَى عَنْ أَبِي عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ وَرَوَى عَنْهُ الْحَجَّاجُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ الصَّوَّافِ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ ذٰلِكَ

ابوعثمان نہدی تابعی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو ریحان دیا جائے اس کو چاہئے کہ لوٹائے نہیں اس لئے (اس کی اصل) جنت سے نکلی ہے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حنان کو اس حدیث کے علاوہ نہیں جانتے۔ اور عبدالرحمن بن ابی حاتم نے کتاب الجرح والتعدیل میں لکھا ہے کہ حنان اسدی قبیلہ اسد بن شریک کا تھا۔ اور بُردوں کا کاروبار کرتے تھے اور مسدد بن مسرہد کے والد کا چچا تھا۔ اور وہ عثمان نہدی سے روایت کرتا ہے اور اس سے حجاج الصواف روایت کرتا ہے ابن ابی حاتم نے یہ بات اپنے والد سے سنی ہے یعنی یہ راوی مجہول ہے۔

فائدہ: ریحان سے خاص یہی قسم مراد ہے یا ہر خوشبو ریحان کہلاتی ہے۔ اہل لغت کے دونوں قول ہیں اور دونوں یہاں مراد ہو سکتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کی خوشبوؤں کی نقل دنیا میں اس لئے پیدا فرمائی ہے کہ یہ جنت کی طرف ترغیب کا سبب بنے اور زیادتی شوق کا ذریعہ ہو کہ خوشبو کی طرف طبعاً رغبت پیدا ہوتی ہے اور طبیعت کو ادھر کشش ہوتی ہے لیکن دنیا کی خوشبوؤں کو جنت کی خوشبوؤں سے کیا نسبت! کہ ان کی مہک اتنی دور پہنچتی ہے کہ پانچ سو برس میں وہ راستہ طے ہو۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان میں باب ماجاء فی کراہیۃ ردالطیب کے دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عُرِضْتُ بَيْنَ يَدَيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَأَلْقَى جَرِيرٌ رِدَاءَهُ وَمَشَى فِي إِزَارٍ فَقَالَ لَهُ خُذْ رِدَاءَكَ فَقَالَ عُمَرُ لِلْقَوْمِ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ صُورَةً مِنْ جَرِيرٍ إِلَّا مَا بَلَغَنَا مِنْ صُورَةِ يُوسُفَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

جریر بن عبداللہ بجلی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں (معائنہ کے لئے) پیش کیے گئے۔ انہوں نے چادر اتار کر صرف لنگی میں چل کر اپنا امتحان کرایا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ چادر لے (معائنہ ہو چکا) پھر قوم کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ میں نے جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہیں دیکھا کہ سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے جیسا کہ ہم تک پہنچا۔

فائدہ: یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کے قصے جو ہم تک پہنچے ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جریر سے زیادہ حسین ہوں گے ورنہ ان کے علاوہ اس سے زیادہ حسین کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کے موقع پر لشکر کا تفصیلی معائنہ فرمایا، ہر ایک کا امتحان لیا جن میں یہ بھی پیش ہوئے، اس حدیث میں چند اشکالات ہیں جو اختصاراً ترک کیے جاتے ہیں منجملہ ایک اشکال یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کا استثناء کیا لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا استثناء نہ کیا مگر ایک کھلی ہوئی بات ہے جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال و کمال حضرت یوسف علیہ السلام سے بڑھا ہوا تھا تو ان کے استثناء کرنے سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کا استثناء خود ہی ہو گیا۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا جمال عام طور سے مستور ہی تھا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس حدیث کو باب سے بھی کچھ مناسبت نہیں اس کے جوابات میں ایک توجیہ یہ بھی کی جاتی ہے کہ خوبصورت اور خوشبو لازم ہوتی ہے جو شخص جس درجہ کا حسین ہوتا ہے ویسی ہی مستانہ خوشبو اس کے بدن و لباس سے مہکا کرتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اجمل المخلوقات اور بدر البدور ہونا مسلم ہے اس لئے آپ کو طبعی خوشبو لازم ہے۔

(۳۴) بَابُ كَيْفَ كَانَ كَلَامُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کیسی ہوتی تھی

فائدہ: اس باب میں تین حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْرُدُ سَرْدَكُمْ هٰذَا وَلٰكِنَّهُ كَانَ يَتَكَلَّمُ بِكَلَامٍ بَيِّنٍ فَصْلٍ يَحْفَظُهُ مَنْ جَلَسَ إِلَيْهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تم لوگوں کی طرح لگا تار جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے تھے۔

فائدہ: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مجمل یا جلدی جلدی نہیں ہوتی تھی کہ کچھ سمجھ میں آئے کچھ نہ آئے بلکہ ایسی اطمینان کی واضح گفتگو ہوتی تھی کہ مخاطبین اچھی طرح سمجھ جاتے تھے۔ یہی حدیث ابواب المناقب باب ۲۰ بلا ترجمہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ سَلْمُ بْنُ قُتَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْمُثَنّٰى عَنْ ثُمَامَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعِيدُ الْكَلِمَةَ ثَلَاثًا لِتُعْقَلَ عَنْهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (بعض مرتبہ) کلام کو (حسب ضرورت) تین تین مرتبہ دہراتے تاکہ آپ کے سننے والے اچھی طرح سمجھ لیں۔

فائدہ: یعنی یہ کہ اگر مضمون مشکل ہوتا تو غور و تدبر کے لئے یا مجمع زیادہ ہوتا تو تینوں جانب متوجہ ہو کر تین مرتبہ مضمون بیان فرماتے تاکہ حاضرین اچھی طرح محفوظ کر لیں، تین مرتبہ غایت اکثر یہ ہے ورنہ دو مرتبہ کافی ہو جاتا تو دو مرتبہ فرماتے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۳) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ أَنْبَأَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِي هِنْدُ بْنُ أَبِي هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا فَقُلْتُ صِفْ لِي مَنْطِقَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْأَحْزَانِ دَائِمَ الْفِكْرَةِ لَيْسَتْ لَهُ رَاحَةٌ طَوِيلُ السَّكْتِ لَا يَتَكَلَّمُ فِي غَيْرِ حَاجَةٍ يَفْتَتِحُ الْكَلَامَ وَيَخْتِمُهُ بِاسْمِ اللهِ تَعَالَى وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ كَلَامُهُ فَصْلٌ لَا فُضُولَ وَلَا تَقْصِيرَ لَيْسَ بِالْجَافِي وَلَا الْمُهِينِ يُعَظِّمُ النِّعْمَةَ وَإِنْ دَقَّتْ لَا يَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا غَيْرَ أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ يَذُمُّ ذَوَّاقًا وَلَا يَمْدَحُهُ وَلَا تُغْضِبُهُ الدُّنْيَا وَلَا مَا كَانَ لَهَا فَإِذَا تُعُدِّيَ الْحَقُّ لَمْ يَقُمْ لِغَضَبِهِ شَيْءٌ حَتَّى يَنْتَصِرَ لَهُ وَلَا يَغْضَبُ لِنَفْسِهِ وَلَا يَنْتَصِرُ لَهَا إِذَا أَشَارَ بِكَفِّهِ كُلِّهَا وَإِذَا تَعَجَّبَ قَلَبَهَا وَإِذَا تَحَدَّثَ اتَّصَلَ بِهَا وَضَرَبَ بِرَاحَتِهِ الْيُمْنَى بَطْنَ إِبْهَامِهِ الْيُسْرَى وَإِذَا غَضِبَ أَعْرَضَ وَأَشَاحَ وَإِذَا فَرِحَ غَضَّ طَرْفَهُ جُلُّ ضَحِكِهِ التَّبَسُّمُ يَفْتَرُّ عَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ

حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے جو حضور ﷺ کے اوصاف اکثر بیان فرماتے تھے عرض کیا کہ حضور ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمائیے، انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ (آخرت کے) غم میں متواتر مشغول رہتے (۱) ہر وقت سوچ میں رہتے تھے ان امور کی وجہ سے کسی وجہ سے آپ ﷺ کو بے فکری اور راحت نہ ہوتی تھی (۲) اکثر اوقات خاموش رہتے تھے بلا ضرورت گفتگو نہ فرماتے تھے آپ ﷺ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر ہوتی تھی (۳) جامع الفاظ کے ساتھ (۴) کلام فرماتے تھے، آپ ﷺ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا نہ اس میں فضولیات ہوتی تھی اور نہ کوتاہیاں کہ مطلب پوری طرح واضح نہ ہو، آپ ﷺ سخت مزاج نہ تھے نہ کسی کی تذلیل فرماتے تھے، اللہ کی نعمت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو اس کو بہت بڑا سمجھتے تھے اس کی مذمت نہ فرماتے تھے البتہ کھانے کی اشیاء کی نہ مذمت فرماتے نہ زیادہ تعریف فرماتے (۵) دنیا اور دنیاوی امور کی وجہ سے آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا (۶) البتہ کسی دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لاسکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ اپنی ذات کے لئے نہ کسی پر ناراض ہوتے تھے نہ اس کا انتقام لیتے تھے جب کسی وجہ سے کسی جانب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (۷) جب کسی بات پر تعجب فرماتے تو ہاتھ پلٹ لیتے تھے اور جب بات کرتے تو ملا لیتے (۸) اور کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصہ پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے یا درگزر فرماتے اور جب خوش ہوتے تو حیاء کی وجہ سے آنکھیں گویا بند فرما لیتے۔ آپ ﷺ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی تھی۔ اس وقت آپ ﷺ کے دندان مبارک اولے کی طرح چمکدار سفید ظاہر ہوتے تھے۔

تشریح: ① ذات وصفات باری تعالیٰ یا امت کی بہبود کے متعلق۔

② یا یہ کہ امور دنیویہ کے ساتھ آپ ﷺ کو راحت نہ ملتی تھی بلکہ دینی امور سے آپ ﷺ کو راحت اور چین ملتا تھا چنانچہ حدیث میں ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

③ یہ نہیں کہ نوک زبان سے کٹتے ہوئے حروف کے ساتھ آدھی بات زبان سے کہی اور آدھی متکلم کے ذہن میں رہی جیسا کہ موجودہ زمانہ کے متکبرین کا دستور ہے۔

④ جن کے الفاظ تھوڑے ہوں اور معانی بہت ہوں۔

⑤ **لا یَذُمُّ مِنْهَا شَيْئًا** مذمت نہ فرمانا تو ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے، زیادہ تعریف نہ فرمانا اس لئے تھا کہ اس سے حرص کا شبہ ہوتا ہے البتہ اظہار رغبت یا کسی کی دلداری کی وجہ سے کبھی کبھی خاص خاص چیزوں کی تعریف بھی فرمائی ہے۔

⑥ چونکہ آپ ﷺ کو ان کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی اس لئے کبھی دنیوی نقصان پر آپ ﷺ کو کبھی غصہ نہ آتا تھا۔

⑦ اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بتلائی ہے کہ انگلیوں سے اشارہ تواضع کے خلاف ہے اس لئے حضور ﷺ پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے اور بعض علماء نے یہ تحریر فرمائی کہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ انگلی سے توحید کی طرف اشارہ فرمانے کی تھی اس لئے غیر اللہ کی طرف انگلی سے اشارہ نہ فرماتے تھے۔

⑧ کبھی گفتگو کے ساتھ ہاتھوں کو بھی حرکت فرماتے۔

وَيَتَكَلَّمُ بِجَوَامِعِ الْكَلِمِ : چنانچہ ملا علی قاری نے ایسی چالیس احادیث اپنی شرح میں جمع کی ہیں جو نہایت مختصر ہیں جو یاد کرنا چاہے اس کو دیکھ کر یاد کر لے۔

(۱) الایمن الایمن (۲) الایمان یمان (۳) اخبر تقله (۴) ارحامکم ارحامکم (۵) اشفعوا توجروا (۶) اعلنوا النکاح (۷) اکرموا الخبز (۸) الزم بیتك (۹) تهادوا تحابُّوا (۱۰) الحرب خدعة (۱۱) الحمی شهادة (۱۲) الدین النصیحة (۱۳) سدّدوا وقاربوا (۱۴) شرارکم عذابکم (۱۵) الصبر رضا (۱۶) الصوم جنة (۱۷) الطیرة شرك (۱۸) العاریة موداة (۱۹) العِدة دین (۲۰) العین حق (۲۱) الغنم برکة (۲۲) الفخذ عورة (۲۳) قفلة کغزوة (۲۴) قید وتوکل (۲۵) الکبر الکبر (۲۶) موالینا منا (۲۷) المؤمن مکفر (۲۸) المحتکر ملعون (۲۹) المستشار مؤتمن (۳۰) المتنعل راکب (۳۱) نصبر ولانعاقب (۳۲) النار جبار (۳۳) النبی لایورث (۳۴) الندم توبة (۳۵) الوتر بلیل (۳۶) لاتتمنوا الموت (۳۷) لاتغضب (۳۸) لاضرر ولا ضرار (۳۹) لاوصیة لوارث (۴۰) ید الله علی الجماعة وذکر القاری مسانیدها وتخریجها

فائدہ: یہ حدیث اس حدیث کا بقیہ ہے جو سب سے پہلے باب میں ساتویں نمبر پر گزری ہے اس کا ہر ہر ٹکڑا نہایت غور سے پڑھنے اور اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کے قابل ہے کہ ہر ادا تواضع اور اخلاق کا کمال لیے ہوئے ہے۔

۳۵ بَابُ مَا جَاءَ فِي ضِحْكِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے کا بیان

فائدہ: اس باب میں نو حدیثیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ الْعَوَّامِ أَخْبَرَنَا الْحَجَّاجُ وَهُوَ ابْنُ أَرْطَاةَ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ فِي سَاقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُمُوشَةٌ وَكَانَ لَا يَضْحَكُ إِلَّا تَبَسُّمًا فَكُنْتُ إِذَا نَظَرْتُ إِلَيْهِ قُلْتُ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ وَلَيْسَ بِأَكْحَلَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کسی قدر باریک تھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہنسنا صرف تبسم ہوتا تھا۔ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا تو دل میں سوچتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرمہ لگائے ہوئے ہیں حالانکہ اس وقت سرمہ لگائے ہوئے نہیں ہوتے تھے۔

فائدہ: بلکہ طبعاً آپ کی آنکھیں سُرمگیں تھیں۔ اس حدیث کی مزید وضاحت ابواب المناقب باب ۲۴ (باب بلا ترجمہ) کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَخْبَرَنَا ابْنُ لَهِيعَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ جَزْءٍ أَنَّهُ قَالَ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَكْثَرَ تَبَسُّمًا مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تبسم کرنے والا نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس حدیث میں یہ اشکال ہے کہ اس سے پہلے باب کی اخیر حدیث میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دائم الفکر اور پے درپے غموم میں مبتلا رہتے تھے۔ یہ بظاہر اس کے منافی ہے، اس لئے اس حدیث کی دو توجیہیں کی گئیں، ایک تو یہ کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تبسم آپ کے ہنسنے سے زیادہ ہوتا تھا۔ ایسا کوئی اور شخص نہیں دیکھا جس کا تبسم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے سے زیادہ ہو۔ چنانچہ آئندہ حدیث جو انہی صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کی جارہی ہے اس میں یہ مطلب متعین ہے۔ دوسری توجیہ یہ کی جاتی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود طبعی غموم کے صحابہ کی دلداری اور انبساط کے خیال سے خندہ پیشانی اور تبسم فرماتے ہوئے پیش آتے تھے۔ اور یہ کمال درجہ اخلاق و تواضع ہے۔ اسی باب کے ۵، ۶ پر حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے دیکھتے تبسم فرماتے۔ یعنی خندہ پیشانی سے مسکراتے ہوئے ملتے تھے۔ اب پہلی حدیث سے کوئی تعارض نہیں ہے، اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی رنج و فکر میں مبتلا رہتا ہے لیکن دوسروں کی دلداری یا ضرورت سے اس کو خندہ پیشانی سے ملنے کی نوبت آتی ہے جو لوگ دل میں عشق کی چوٹ کھائے ہوئے ہوں ان کو اس کا بہت تجربہ ہوتا ہے۔ یہ حدیث ابواب المناقب میں باب نمبر ۲۲ باب بلا ترجمہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ إِسْحَاقَ السَّيْلَحَانِيُّ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ مَا كَانَ ضِحْكُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی یہ بھی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا تَبَسُّمًا قَالَ أَبُو عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ غَرِيْبٌ مِنْ حَدِيْثِ لَيْثِ بْنِ سَعْدٍ

اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا تبسم سے زیادہ نہیں ہوتا تھا۔

فائدہ: یعنی اکثر اوقات تبسم اور مسکرانا ہی ہوتا تھا، ہنسنے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔

(۴) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَنْبَأَنَا وَكِيْعٌ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنِ الْمَعْرُورِ بْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْلَمُ أَوَّلَ رَجُلٍ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ وَآخِرَ رَجُلٍ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ يُؤْتَىٰ بِالرَّجُلِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ اعْرِضُوا عَلَيْهِ صِغَارَ ذُنُوبِهِ وَخَبَّأَ عَنْهُ كِبَارَهَا فَيُقَالُ لَهُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا كَذَا وَكَذَا وَهُوَ مُقِرٌّ لَا يُنْكِرُ وَهُوَ مُشْفِقٌ مِنْ كِبَارِهَا فَيُقَالُ أَعْطُوهُ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ عَمِلَهَا حَسَنَةً فَيَقُولُ إِنَّ لِي ذُنُوبًا مَا أَرَاهَا هٰهُنَا قَالَ أَبُو ذَرٍّ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے اول جنت میں داخل ہوگا، اور اس سے بھی خوب واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کیلئے یہ حکم ہوگا کہ اسکے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کئے جائیں اور بڑے بڑے گناہ اس پر مخفی رکھے جائیں جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیںگے کہ تونے فلاں دن فلاں گناہ کیے ہیں تو وہ اقرار کرے گا۔ اسلئے کہ انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی اور اپنے دل میں نہایت ہی خوفزدہ ہوگا کہ ابھی صغائر ہی کا نمبر ہے۔ کبائر پر دیکھیں کیا گزرے کہ اس دوران میں یہ حکم ہوگا کہ اس شخص کے ہر گناہ کے بدلے ایک ایک نیکی دی جائے وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ اسکا مقولہ نقل فرما کر ہنسے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ ہنسی اس بات پر تھی کہ جن گناہوں کے اظہار سے ڈر رہا تھا ان کے اظہار کا خود طالب بن گیا۔

فائدہ: یہ شخص جس کا مفصل حال بیان فرمایا وہی شخص ہے جس کو اول مجملاً جنت میں آخری داخل ہونے والا ارشاد فرمایا تھا یا کوئی اور شخص ہے۔ شراح کی تحقیق یہ ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے اور جنت میں آخری داخل ہونے والا شخص وہ ہے جس کا قصہ اسی باب کے حدیث نمبر ۷ پر آرہا ہے۔ یہ حدیث ابواب جہنم میں باب ماجاء ان للنار نفسین کی حدیث نمبر ۴ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ بَيَانٍ عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْذُ أَسْلَمْتُ وَلَا رَآنِي إِلَّا ضَحِكَ

جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب مجھے دیکھتے تو ہنستے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

(۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيْعٍ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ

جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس

عَمْرٍو حَدَّثَنَا زَائِدَةُ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسٍ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ مَا حَجَبَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا رَآنِي إِلَّا تَبَسَّمَ

صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مسلمان ہونے کے بعد سے کسی وقت مجھے حاضری سے نہیں روکا۔ اور جب مجھے دیکھتے تو ہنستے اور دوسری روایت میں ہے کہ تبسم فرماتے تھے۔

فائدہ: یہ دوسری روایت اس لئے ذکر کی گئی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ پہلی حدیث میں ہنسی سے تبسم فرمانا ہی مراد ہے، اور یہ تبسم اظہارِ مسرت کے لئے ہوتا تھا کہ خندہ پیشانی سے ملنا دوسرے کے لئے انبساط کا سبب ہوتا ہے۔ میں نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے کہ بسا اوقات آنے والوں کے ساتھ ایسی بشاشت اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے جس سے ان کو محسوس ہوتا تھا کہ ہمارے آنے کی بڑی خوشی ہوئی۔

(۷) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ السَّلْمَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا زَحْفًا فَيُقَالُ لَهُ انْطَلِقْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَذْهَبُ لِيَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا الْمَنَازِلَ فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ قَدْ أَخَذَ النَّاسُ الْمَنَازِلَ فَيُقَالُ لَهُ أَتَذْكُرُ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتَ فِيهِ؟ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لَهُ تَمَنَّ قَالَ فَيَتَمَنَّى فَيُقَالُ لَهُ فَإِنَّ لَكَ الَّذِي تَمَنَّيْتَ وَعَشَرَةَ أَضْعَافِ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ أَتَسْخَرُ بِي وَأَنْتَ الْمَلِكُ قَالَ فَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے اخیر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا کہ زمین پر گھسٹتا ہوا دوزخ سے نکلے گا کہ ① اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے۔ سب جگہیں پُر ہو چکی ہیں، لوٹ کر بارگاہ الٰہی میں اس کی اطلاع کریگا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ کیا دنیوی منازل کی حالت بھی یاد ہے؟ ② وہ عرض کرے گا کہ رب العزت خوب یاد ہے اس پر ارشاد ہوگا کہ اچھا کچھ تمنائیں کرو، جس نوع سے دل چاہے وہ اپنی تمنائیں بیان کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ اچھا تم کو تمہاری تمنائیں اور خواہشات بھی دیں اور تمام دنیا سے دس گنا زائد عطا کیا، وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے تمسخر فرماتے ہیں ③ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ جب اس شخص کا یہ مقولہ نقل فرما رہے تھے تو آپ ﷺ کو ہنسی آ گئی حتی کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔

فائدہ: ① جہنم کے عذاب کی سختی کی وجہ سے سیدھے چلنے پر بھی قادر نہ ہوگا۔

② کہ جب جگہ پُر ہو جائے تو آنے والے کی گنجائش نہیں ہوتی اور پہلے جانے والے جنتی جگہ پر چاہیں قبضہ کر لیں اور بعد میں آنے والوں کے لئے جگہ نہ رہے اس عبارت کا ترجمہ اکابر علماء نے یہ ہی تحریر فرمایا ہے مگر بندہ ناچیز کے نزدیک اگر اس کا مطلب یہ کہا جائے تو زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ کیا دنیا کی وسعت اور فراخی بھی یاد ہے کہ تمام دنیا کتنی بڑی تھی؟ اور یہ اس

لئے یاد دلایا تا کہ آئندہ تمام وثیقہ سے دس گنا زائد اس کو عطا فرمانے کا اعلان ہونے والا ہے تو ساری دنیا کا ایک مرتبہ تصور کرنے کے بعد اس عطیہ کی کثرت کا اندازہ ہو۔

Ⓚ کہ وہاں ذرا سی بھی جگہ نہیں ہے اور آپ تمام دنیا سے دس گنا زائد مجھے عطا فرما رہے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا یا تو اللہ جل شانہٗ کے اس انعام و اکرام پر خوشی اور مسرت کی وجہ سے ہے کہ جب ایسے شخص کو جو جہنم سے سب سے اخیر میں نکالا گیا جس سے ان کا سب سے زیادہ گناہ گار ہونا بدیہی ہے، اس قدر زیادہ عطاو انعام ہوا تو سارے مسلمانوں پر بالخصوص متقی اور پرہیز گاروں پر کیا کچھ الطاف کی بارش نہ ہوگی اور امتیوں پر جس قدر انعام ہو، اتنا ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مسرت کا سبب ہے اور ممکن ہے کہ یہ ہنسی اس شخص کی حالت پر ہو کہ کس قدر عذاب اور مصائب برداشت کر کے تو نکلا ہے اور پھر یہ جرائتیں اور تمنائیں اور اللہ جل شانہٗ سے یہ کہے کہ آپ تمسخر کر رہے ہیں۔ (حوالہ بالا ایضاً حدیث نمبر ۳)

(۸) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ أَنْبَأَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ رَبِيعَةَ قَالَ شَهِدْتُ عَلِيًّا أُتِيَ بِدَابَّةٍ لِيَرْكَبَهَا فَلَمَّا وَضَعَ رِجْلَهُ فِي الرِّكَابِ قَالَ بِسْمِ اللهِ فَلَمَّا اسْتَوَى عَلَى ظَهْرِهَا قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثُمَّ قَالَ سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ (الزخرف ۱۳، ۱۴) ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ثَلَاثًا وَاللهُ أَكْبَرُ ثَلَاثًا سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ لَهُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ كَمَا صَنَعْتُ ثُمَّ ضَحِكَ فَقُلْتُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكْتَ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ إِنَّ رَبَّكَ لَيَعْجَبُ مِنْ عَبْدِهِ إِذَا قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي يَعْلَمُ إِنَّهُ لَا

ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس (ان کے زمانہ خلافت میں) ایک مرتبہ (گھوڑا وغیرہ) کوئی سواری لائی گئی آپ نے رکاب میں پاؤں رکھتے ہوئے بسم اللہ کہا اور جب سوار ہو چکے تو الحمد للہ کہا پھر یہ دعا پڑھی پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو ہمارے لئے مسخر فرما دیا اور ہم کو اس کے مطیع بنانے کی طاقت نہ تھی اور واقعی ہم سب لوگ اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ① پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ تین مرتبہ کہا پھر اللہ اکبر تین مرتبہ کہا پھر سُبْحَانَكَ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ۔ تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میں نے تیری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنے میں اور اوامر کی اطاعت نہ کرنے میں اپنے ہی نفس پر ظلم کیا ہے۔ پس یا اللہ! آپ میری مغفرت فرمائیں۔ کیونکہ مغفرت تو آپ کے سوا اور کوئی کر ہی نہیں سکتا اس دعا کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہنسے۔ ابن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے ہنسنے کی وجہ پوچھی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح دعائیں پڑھی تھیں۔ اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا تھا، میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تبسم کی وجہ پوچھی تھی جیسا کہ تم نے مجھ سے پوچھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے اس کہنے پر کہ میرے گناہ تیرے سوا کوئی معاف نہیں کر سکتا۔ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرا بندہ یہ

يَغْفِرُ الذُّنُوبَ أَحَدٌ غَيْرِي — جانتا ہے کہ میرے سوا کوئی شخص گناہ معاف نہیں کرسکتا۔

فائدہ: یہ حدیث ماقبل ابواب الدعوات باب ماجاء مایقول اذا رکب دابۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

① علماء فرماتے ہیں کہ سواری چونکہ اسباب ہلاکت سے ہے اس لئے سواری کی تسخیر پر حق تعالیٰ جل شانہ کے شکریہ کے ساتھ اپنی موت کے ذکر کو بھی متصل فرمادیا کہ ہم آخر کار مرنے کے بعد لوٹ کر اسی کی طرف جانے والے ہیں۔

(٩) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ الأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الأَسْوَدِ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ سَعْدٌ لَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِكَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ ضَحِكُهُ؟ قَالَ كَانَ رَجُلٌ مَعَهُ تُرْسٌ وَكَانَ سَعْدٌ رَامِيًا وَكَانَ يَقُوْلُ كَذَا وَكَذَا بِالتُّرْسِ يُغَطِّي جَبْهَتَهُ فَنَزَعَ لَهُ سَعْدٌ بِسَهْمٍ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهُ رَمَاهُ فَلَمْ يُخْطِئْ هٰذِهِ مِنْهُ يَعْنِي جَبْهَتَهُ وَانْقَلَبَ وَشَالَ بِرِجْلِهِ فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهُ قَالَ قُلْتُ مِنْ أَيِّ شَيْءٍ ضَحِكَ؟ قَالَ مِنْ فِعْلِهِ بِالرَّجُلِ .

عامر بن سعد کہتے ہیں کہ میرے والد سعد نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن ہنسے۔ حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے؟ انہوں نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لئے ہوئے تھا اور سعد بڑے تیر انداز لیکن وہ اپنی ڈھال ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر رہا تھا۔ (گویا مقابلہ میں سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا۔ حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) سعد نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اس کی کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور فوراً گر گیا۔ ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی پس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ پر ہنسے میں نے پوچھا کہ اس میں کونسی بات پر؟ انہوں نے فرمایا کہ سعد کے اس فعل پر۔

فائدہ: چونکہ اس قصہ میں اس کا شبہ ہو گیا تھا کہ اس کے پاؤں اٹھنے اور ستر کھل جانے پر تبسم فرمایا ہو، اس لئے مکرر دریافت کرنے کی ضرورت ہوئی، انہوں نے فرمادیا کہ یہ نہیں بلکہ میرے حسن نشانہ اور اس کے باوجود اتنی احتیاط کے تیر لگ جانے پر کہ وہ تو ہوشیاری کر ہی رہا تھا کہ ڈھال کو فوراً ادھر اُدھر کر لیتا تھا مگر سعد نے بھی تدبیر سے ایسا جڑا کہ فوراً ہی گرا اور مہلت بھی نہ ملی۔

٣٦ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ مِزَاحِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاح اور دل لگی کے بیان میں

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مزاح ثابت ہے اور ممانعت بھی وارد ہوئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے۔ امام نووی نے دونوں میں اس طرح تطبیق فرمائی ہے کہ کثرت مزاح جو باعث قساوت قلب کا بن جائے یا اللہ جل شانہٗ کے ذکر وفکر سے روک دے یا ایذاء مسلم کا سبب بن جائے یا

وقار و ہیبت گرا دے۔ یہ سبب ممانعت میں داخل ہے اور جوان سب سے خالی ہو محض دوسرے کی دلداری اور اس کے انبساط کا سبب ہو وہ مستحب ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے زیادہ خوش طبعی کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کی خوش طبعی بجائے گرانی کے مایہ فخر و ناز تھی۔

گر طمع خواہد من سلطانِ دیں ۔۔۔ خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

نیز نبی کریم ﷺ کے لئے مزاح کی ایک خاص ضرورت بھی تھی وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ کا ذاتی وقار اتنا بڑھا ہوا تھا کہ ایک مہینہ کی سفر کی دوری تک آپ ﷺ کا رعب پہنچتا تھا، اس لئے حضور اقدس ﷺ تبسم اور مزاح کا اہتمام نہ فرماتے تو حاضرین کو رعب کی وجہ سے پاس رہنا مشکل ہو جاتا اور انتفاع کے اسباب مسدود ہو جاتے۔ نیز قیامت تک آنے والے مشائخ و اکابر جو حضور اکرم ﷺ کی اتباع میں جان توڑ کوشش کرتے ہیں وہ قصداً تبسم اور مزاح سے گریز کرتے۔ اور ان کے جملہ خدام کے لئے بھی مشائخ کا یہ طرز مشکلات کا سبب بنتا، حق تعالیٰ جل شانہٗ بے نہایت درود و سلام اس پاک ہستی پر نازل فرمائے جو امت کی ہر سہولت کا دروازہ کھول گئے۔ سفیان رحمہ اللہ بن عیینہ سے جو بڑے محدث ہیں کسی نے کہا کہ مذاق بھی ایک آفت ہے انہوں نے کہا بلکہ سنت ہے مگر اس شخص کے حق میں جو اس کے مواقع جانتا ہو اور اچھا مذاق کر سکتا ہو۔

(۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ أَنْبَأَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ شَرِيكٍ عَنْ عَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَهُ يَا ذَا الْأُذُنَيْنِ قَالَ مَحْمُودٌ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ يَعْنِي يُمَازِحُهُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک مرتبہ مزاحاً یا ذالاذنین فرمایا اے دو کانوں والے۔ محمود نے کہا ابو اسامہ نے کہا یعنی مذاق کیا۔

فائدہ: کان تو سب ہی کے دو ہوتے ہیں، ان کو جو دو کانوں والا فرمایا تو کوئی مقامی خصوصیت ہوگی، مثلاً ان کے کان بڑے ہوں گے یا تیز ہوں گے کہ بات دور سے سن لیتے ہوں گے یہی اقرب ہے۔ یہی حدیث بمع شرح ماقبل ابواب البر والصلۃ میں باب ماجاء فی المزاح کی تیسری حدیث کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُخَالِطُنَا حَتَّى يَقُولَ لِأَخٍ لِي صَغِيرٍ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ قَالَ أَبُو عِيسَى وَفِقْهُ هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُمَازِحُ وَفِيهِ أَنَّهُ كَنَّى غُلَامًا صَغِيرًا فَقَالَ لَهُ يَا أَبَا عُمَيْرٍ وَفِيهِ أَنَّهُ لَا بَأْسَ أَنْ يُعْطَى الصَّبِيُّ الطَّيْرَ لِيَلْعَبَ بِهِ وَإِنَّمَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ میل جول میں مزاح فرماتے تھے، چنانچہ میرا ایک چھوٹا بھائی تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس سے فرماتے یا ابا عمیر ما فعل النغیر اے ابو عمیر وہ نغیر کہاں جاتی رہی؟ امام ابو عیسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ چھوٹے بچے سے مزاح کرتے تھے اس وجہ سے نبی کریم ﷺ نے چھوٹے بچے کی کنیت یا ابا عمیر ما فعل النغیر کہا۔ اور اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے بچے کو

قَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ لِأَنَّهُ كَانَ لَهُ نُغَيْرٌ يَلْعَبُ بِهِ فَمَاتَ فَحَزِنَ الْغُلَامُ عَلَيْهِ فَمَازَحَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَبَا عُمَيْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

کھیلنے کے لئے چڑیا دینے میں کوئی حرج نہیں اس لئے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو کہا یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ بچے کے پاس چڑیا تھی جس سے وہ کھیلتا تھا پھر وہ مرگئی جس وجہ سے وہ بچہ غمگین ہونے لگا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور مزاح کے فرمایا یا ابا عمیر ما فعل النغیر:

فائدہ: نُغیر ایک جانور ہے جس کا ترجمہ علماء لال سے کرتے ہیں۔ صاحب الحیوان نے بلبل لکھا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو کنیت سے تعبیر فرمایا، اس نے ایک جانور پال رکھا تھا وہ مرگیا تھا جس کی وجہ سے یہ رنجیدہ بیٹھا تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھیڑنے کے لئے پوچھا کہ وہ نُغیر کیا ہوا؟ حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ وہ مرگیا۔ یہ حدیث ایک مسئلہ مختلف فیہ میں حنفیہ کی تائید بھی ہے، وہ مسئلہ یہ ہے کہ حرم مدینہ کا شکار شافعیہ کے نزدیک حرم مکہ کے شکار کے حکم میں ہے اور حنفیہ کے نزدیک دونوں میں فرق ہے، حرم مکہ میں شکار جائز نہیں بخلاف حرم مدینہ کے وہاں جائز ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر انکار نہ کرنا منجملہ دلائل کے ایک دلیل ہے اور تفسیر کتب فقہ وحدیث میں موجود ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ ابوعمیر ان کی پہلے ہی سے کنیت تھی یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداءً کنیت سے تعبیر فرمایا۔ بعض علماء نے اس حدیث میں سو سے زائد مسائل اور فوائد بتائے ہیں اس ذات کے قربان جس کے ایک مذاقی فقرہ میں سو سو مسائل حل ہوتے ہیں اور ان علماء کی قبروں کو حق تعالیٰ شانہٗ سراپا نور بنائے جنہوں نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک کلام کی اس قدر خدمت کی کہ ایک ایک حدیث سے کتنے کتنے مسائل استنباط کیے، ان کو محفوظ رکھا اور پھیلایا اس حدیث میں ایک اشکال یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں جانور کا پنجرہ وغیرہ میں بند کرنا اور بچہ کا اس سے کھیلنا وارد ہے۔ یہ جانور کو عذاب دینا اور ستانا ہے اور جانور کو عذاب دینے کی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ محض بند کرنا یا اس سے دل بہلانا اور کھیلنا عذاب دینا نہیں ہے ستانا اور عذاب دینا دوسری چیز ہے اس وجہ سے علماء نے لکھا ہے کہ جانور کا رکھنا اسی کیلئے جائز ہے جو اس کو ستائے نہیں اس کی خیر خبر رکھے اور جو بچہ ناسمجھ ہو یا سخت دل ہو کہ جانور کو تکلیف پہنچاتا ہو اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہ حدیث بمع شرح پہلے دو مرتبہ گزر چکی ہے۔ ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الصلوۃ علی البسط کے ذیل میں اور ابواب البر والصلۃ میں باب ماجاء فی المزاح کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ شَقِيقٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنْ سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ إِنَّكَ تُدَاعِبُنَا فَقَالَ نَعَمْ غَيْرَ إِنِّي لَا أَقُولُ إِلَّا حَقًّا تُدَاعِبُنَا يَعْنِي تُمَازِحُنَا

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ہم سے مذاق بھی فرمالیتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط بات نہیں کہتا۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال کا منشاء یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذاق سے منع بھی فرما رکھا ہے اور ویسے بھی

بڑائی کی شان کے خلاف ہے کہ یہ وقار کو گزاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری خوش طبعی اس میں داخل نہیں ہے چنانچہ شروع باب میں اس کی کچھ تفصیل گزر چکی ہے۔ اور اسی طرح ابواب البر والصلة باب ماجاء فی المزاح کی دوسری حدیث کے ذیل میں بھی گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا اسْتَحْمَلَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي حَامِلُكَ عَلَى وَلَدِ نَاقَةٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ مَا أَصْنَعُ بِوَلَدِ النَّاقَةِ فَقَالَ (صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَهَلْ تَلِدُ الْإِبِلَ إِلَّا النُّوقُ؟

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کوئی سواری کا جانور مجھے عطا فرما دیا جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک اونٹنی کا بچہ تم کو دیں گے۔ سائل نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بچہ کا کیا کروں گا؟ (مجھے تو سواری کیلئے چاہیے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اونٹ کسی اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

فائدہ: سائل کا گمان یہ ہوا کہ وہ چھوٹا نا قابل سواری ہوگا، اس حدیث میں علاوہ مزاح کے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو گفتگو میں دوسرے کی بات کمال غور وفکر سے سننی اور سمجھنی چاہیے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ كَانَ اسْمُهُ زَاهِرًا وَكَانَ يُهْدِي إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّةً مِنَ الْبَادِيَةِ فَيُجَهِّزُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَخْرُجَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ زَاهِرًا بَادِيَتُنَا وَنَحْنُ حَاضِرُوهُ وَكَانَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّهُ وَكَانَ رَجُلًا دَمِيمًا فَأَتَاهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَهُوَ يَبِيعُ مَتَاعَهُ وَاحْتَضَنَهُ مِنْ خَلْفِهِ وَهُوَ لَا يُبْصِرُهُ فَقَالَ مَنْ هٰذَا؟ أَرْسِلْنِي فَالْتَفَتَ فَعَرَفَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ لَا يَأْلُو مَا أَلْصَقَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں، کہ ایک شخص جنگل کے رہنے والے، جن کا نام زاہر بن حرام تھا، وہ جب حاضر خدمت ہوتے جنگل کے ہدایا سبزی ترکاری وغیرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے اور وہ جب مدینہ منورہ سے واپس جانے کا ارادہ کرتے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شہری سامان خورد ونوش کا ان کو عطا فرماتے تھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زاہر ہمارا جنگل ہے اور ہم اس کے شہر ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے خصوصی تعلق تھا زاہر کچھ بدشکل بھی تھے ایک مرتبہ کسی جگہ کھڑے ہوئے وہ اپنا کوئی سامان فروخت کر رہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پیچھے سے ان کی کولی (چپھی) اس طرح بھری کی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ نہ سکے انہوں نے کہا ارے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دے لیکن جب کن انکھیوں وغیرہ سے دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو اپنی کمر کو بہت اہتمام سے پیچھے کو کر کے حضور اقدس

ظَهْرَهُ بِصَدْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ عَرَفَهُ فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ يَشْتَرِي هٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِذًا وَاللّٰهِ تَجِدُنِي كَاسِدًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لٰكِنَّ عِنْدَ اللّٰهِ لَسْتَ بِكَاسِدٍ أَوْ قَالَ أَنْتَ عِنْدَ اللّٰهِ غَالٍ

صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے ملنے لگے (کہ جتنی دیر بھی ملبس رہے ہزاروں نعمتوں اور لذتوں سے بڑھ کر ہے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کون شخص ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر نے عرض کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ مجھے فروخت فرمادیں گے تو کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں اللہ کے نزدیک تو تم کھوٹے نہیں ہو یا یہ فرمایا کہ اللہ کے نزدیک بیش قیمت ہو۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے کی طرف سے تشریف لا کر کولی بھر لینا اور آنکھوں پر ہاتھ رکھ لینا مزاح تھا، یہ ارشاد بھی مزاح ہی تھا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے اس لئے کہ حضرت زاہر غلام نہ تھے آزاد تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بطور فرض اور تشبیہ کے تھا، بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صورتِ مزاح میں ہے لیکن حقیقت کے اعتبار سے بڑی حکمتیں اور اسرار اس میں ہیں اس لئے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے سامان کی فروختگی میں نہایت مشغول پایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں انہماک اور ان کی توجہ الی اللہ کی کمی کا بظاہر خوف ہوا، اس لئے اول کولی بھری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تلبس رجوع الی اللہ کا ذریعہ ظاہر ہے اور پھر تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ اس غلام کا کوئی خریدار ہے؟ اس لئے کہ جو شخص غیر اللہ میں اس قدر مشغول ہو وہ گویا اپنی خواہشات کا بندہ ہے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس تلبس سے انابت الی اللہ یعنی اللہ کی طرف توجہ تام حاصل ہو چکی تھی اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ان کو مژدہ سنایا کہ اللہ کے نزدیک تم کم قیمت نہیں ہو بلکہ بیش قیمت ہو۔

(٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ الْمِقْدَامِ حَدَّثَنَا الْمُبَارَكُ بْنُ فَضَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ أَتَتْ عَجُوزٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يُدْخِلَنِي الْجَنَّةَ فَقَالَ يَا أُمَّ فُلَانٍ إِنَّ الْجَنَّةَ لَا تَدْخُلُهَا عَجُوزٌ قَالَ فَوَلَّتْ تَبْكِي فَقَالَ أَخْبِرُوهَا أَنَّهَا لَا تَدْخُلُهَا وَهِيَ عَجُوزٌ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالَى يَقُولُ إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا (الواقعہ: ٣٥،٣٧)

حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بوڑھی عورت حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے جنت میں داخل فرمادے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں بوڑھی عورت داخل نہیں ہو سکتی وہ عورت روتی ہوئی لوٹنے لگی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی، بلکہ حق تعالیٰ جل شانہ سب اہل جنت عورتوں کو نوعمر کنواریاں بنادیں گے اور حق تعالیٰ جل شانہ کے اس قول إِنَّا أَنْشَأْنَاهُنَّ إِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ

فائدہ: ابکارا: میں اس کا بیان ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے۔ یعنی ہم نے

ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔ (بیان القرآن) یعنی ہمیشہ کنواریاں ہی رہتی ہیں صحبت کے بعد پھر کنواریاں بن جاتی ہیں

۳۷ بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الشِّعْرِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات در بابِ اشعار

فائدہ: یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جن اشعار کو پڑھنا یا سننا روایت میں آیا ہے ان کا ذکر۔

شعر اس کلام کو کہتے ہیں جو قصداً مقفّی و موزوں بنایا گیا ہو۔ یعنی ارادہ سے شعر کی طرز پر بنایا گیا ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاعر نہ ہونا قطعی ہے، کلام اللہ شریف میں صاف طور پر مذکور ہے بلکہ کفار کے ان مقولوں کو جو وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق جادوگر یا شاعر یا مجنون ہونا بیان کرتے تھے۔ نہایت تعجب سے ذکر کیا گیا اور آپ کی شاعری کے متعلق صاف ارشاد فرمادیا وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِي لَهٗ۔ (یٰسین: ٦٩) ہم نے ان کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شاعری کا علم نہیں دیا اور یہ علم شاعری ان کی شان کے مناسب بھی نہیں ہے۔ پھر جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں کہیں کہیں کلام موزوں پایا جاتا ہے وہ بلا قصد پر محمول ہے اور کلام میں بلا قصد موزونیت اگر آجائے تو وہ شعر نہیں کہلاتا۔ بندہ ناچیز کے نزدیک در حقیقت یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شاعر نہ ہونا عجز کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ جس شخص کے کلام میں بلا ارادہ موزونیت آجاتی ہو وہ اگر قصداً موزوں بنائے تو کس قدر بے تکلف اور بہترین بنا سکتا ہے۔ لیکن حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ کی شان کو اس سے بہت ارفع بنایا تھا اس لئے کبھی اس پر توجہ نہیں فرمائی۔

اشعار کی تعریف اور مذمت کے بارے میں روایات مختلف آئی ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر اچھی چیز ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ممنوع اور برا ہے۔ لیکن قول فیصل بھی ایک حدیث میں خود ہی وارد ہو گیا ہے کہ نفس شعر میں کچھ بھلائی یا برائی نہیں ہے۔ مضمون صحیح اور مفید ہے تو شعر اچھی چیز ہے اور مضمون جھوٹ یا غیر مفید ہے تو جو حکم اس مضمون کا ہے وہی حکم شعر کا بھی ہے، یعنی جس درجہ میں وہ مضمون جائز ہے یا حرام یا مکروہ یا خلافِ اولیٰ ہے اسی درجہ میں شعر بھی ہے، لیکن بہتر ہونے کی صورت میں بھی اس میں انہماک اور کثرت سے مشغولی ممنوع ہے اس باب میں مصنفؒ نے نو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنِ الْمِقْدَامِ بْنِ شُرَيْحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قِيلَ لَهَا هَلْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِنَ الشِّعْرِ؟ قَالَتْ كَانَ يَتَمَثَّلُ بِشِعْرِ ابْنِ رَوَاحَةَ وَيَتَمَثَّلُ وَيَقُولُ يَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں۔ مثال کے طور پر کبھی عبداللہ بن رواحہ کا کوئی شعر بھی پڑھ لیتے تھے (اور کبھی کبھی کسی اور شاعر کا بھی) چنانچہ کبھی (طرفہ کا) یہ مصرعہ بھی پڑھ لیا کرتے تھے يَأْتِيكَ بِالْأَخْبَارِ مَنْ لَمْ تُزَوِّدِ یعنی تیرے پاس خبریں کبھی وہ شخص بھی لے آتا ہے جس کو تو نے کسی قسم کا معاوضہ نہیں دیا۔

فائدہ: یعنی واقعات کی تحقیق کے لئے کسی جگہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے تنخواہ دینا پڑتی ہے، سفر خرچ دے کر آدمی

کو حالات معلوم کرنے کے لئے بھیجنا پڑتا ہے، مگر کبھی گھر بیٹھے بٹھائے کوئی آکر خود ہی بلا زاد سے حالات سنا جاتا ہے، کسی قسم کا خرچ بھی اس کے لئے نہیں کرنا پڑتا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مثال ارشاد فرمائی کہ بلا کسی اجرت اور معاوضہ کے گھر بیٹھے جنت دوزخ آخرت قیامت پچھلے انبیاء کے حالات اور آئندہ آنے والے واقعات سناتا ہوں پھر بھی یہ کفار قدر نہیں کرتے۔ اس حدیث میں دو شاعروں کا ذکر ہے، حضرت عبداللہ بن رواحہ تو مشہور صحابی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے یہ مسلمان ہو گئے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی غزوہ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ طرفہ عرب کا مشہور شاعر ہے ادب کی مشہور کتاب سبعہ معلقہ میں دوسرا معلقہ اسی کا ہے۔ اس نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ یہ حدیث ماقبل ابواب الاستیذان والآداب میں باب ماجاء فی انشاء الشعر کی تیسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَصْدَقَ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ وَكَادَ أُمَيَّةُ بْنُ أَبِي الصَّلْتِ أَنْ يُسْلِمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے زیادہ سچا کلمہ جو کسی شاعر نے کہا ہے وہ لبید بن ربیعہ کا یہ کلمہ ہے "أَلَا كُلُّ شَيْءٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلٌ"۔ آگاہ ہو جاؤ اللہ جل شانہ کے سوا دنیا کی ہر چیز فانی ہے اور امیہ بن ابی الصلت قریب تھا کہ اسلام لے آئے۔

فائدہ: لبید رضی اللہ عنہ ایک مشہور شاعر تھے لیکن مسلمان ہونے کے بعد سے شعر کہنا چھوڑ دیا تھا یہ کہتے تھے کہ مجھے حق تعالیٰ جل شانہ نے اشعار کا نعم البدل عطا فرمادیا، یہ مکرم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں ایک سو چالیس یا اس سے کچھ زیادہ عمر پائی اس کا دوسرا مصرعہ یہ ہے۔ "وَكُلُّ نَعِيمٍ لَا مُحَالَةَ زَائِلٌ" جس کا ترجمہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر نعمت کسی نہ کسی وقت میں زائل ہونے والی ہے امیہ بن ابی الصلت بھی ایک مشہور شاعر تھا جو اپنے اشعار میں حقائق باندھتا تھا، قیامت کا قائل تھا لیکن توفیق ایزدی شامل حال نہ ہوئی اس لئے مسلمان نہ ہو سکا۔ آٹھویں حدیث کے ذیل میں اس کی کسی قدر تفصیل بھی آرہی ہے۔ (حوالہ بالا ایضا)

(۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ أَصَابَ حَجَرٌ أُصْبُعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَمِيَتْ فَقَالَ هَلْ أَنْتِ إِلَّا أُصْبُعٌ دَمِيتِ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَا لَقِيتِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَجَلِيِّ نَحْوَهُ

جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک پتھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی میں لگ گیا تھا، جس کی وجہ سے وہ خون آلود ہو گئی، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ: یہ تو ایک انگلی ہے جس کو اس کے سوا کوئی مضرت نہیں پہنچی کہ خون آلود ہو گئی، اور یہ بھی رائیگاں نہیں بلکہ اللہ جل شانہ کی راہ میں یہ تکلیف پہنچی جس کا ثواب ہوگا۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شعر کیسے فرمایا؟ اس کا مختصر جواب بھی گزر چکا

ہے اس خاص جگہ پر یہ بھی ایک جواب دیا جاتا ہے کہ یہ رجز کہلاتا ہے شعر نہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ایک آدھ شعر کہنے سے آدمی شاعر نہیں ہوتا لہٰذا یہ آیت ''وما علمناہُ الشعر'' (یٰسین ٦٩) کے خلاف نہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ''دمیت'' اور ''لقیت'' کی ''ت'' ساکنہ ہے مکسورہ نہیں۔ اس صورت میں موزونیت سے بھی نکل گیا۔ بندہ ناچیز کے نزدیک اگر اس کی توجیہ یہ کی جائے کہ یہ شعر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں، بلکہ منقول تھا، کسی دوسرے شاعر کے کلام سے تو اس صورت میں کسی اور توجیہ کی ضرورت نہیں رہے گی۔ چنانچہ واقدی رحمہ اللہ نے اس شعر کو ولید بن ولید کا بتایا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اپنی کتاب ''محاسبۃ النفس'' میں ابن رواحہ کی طرف منسوب کیا ہے دو شاعروں سے کسی ایک کے شعر کا ورود ممنوع نہیں اس لئے ممکن ہے کہ دونوں نے یہ شعر کہا ہو، اس میں اختلاف ہے کہ یہ قصہ کب کا ہے؟ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ جنگ احد کا ہے اور بعض لوگ اس کو ہجرت سے قبل کا بتاتے ہیں۔ اس حدیث کی مزید وضاحت ابواب التفسیر سورۃ والضحیٰ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ قَالَ لَهُ رَجُلٌ أَفَرَرْتُمْ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَبَا عُمَارَةَ فَقَالَ لَا وَاللهِ مَا وَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلٰكِنْ سَرَعَانُ النَّاسِ تَلَقَّتْهُمْ هَوَازِنُ بِالنَّبْلِ وَرَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَغْلَتِهٖ وَأَبُو سُفْيَانَ بْنُ الْحَارِثِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ آخِذٌ بِلِجَامِهَا وَرَسُولُ اللهِ يَقُولُ أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا، کیا تم سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر جنگ حنین میں بھاگ گئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پشت نہیں پھیری بلکہ فوج میں سے بعض جلد بازوں نے (جن میں اکثر قبیلہ بنو سلیم اور مکہ کے نو مسلم نوجوان تھے) قبیلہ ہوازن کے سامنے تیروں کی وجہ سے منہ پھیر لیا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم (جن کے ساتھ اکابر صحابہ کا ہونا ظاہر ہے) اپنے خچر پر سوار تھے اور ابو سفیان بن الحارث اس کی لگام پکڑے ہوئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت یہ فرما رہے تھے أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ میں بلا شک وشبہ نبی ہوں اور عبد المطلب کی اولاد (پوتا) ہوں۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو بجائے باپ کے اپنے دادا عبد المطلب کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کی اطلاع کفار قریش کو دی تھی اور یہ وقت گویا اس کی تصدیق کرتا تھا، بعض نے یہ وجہ بتائی ہے کہ چونکہ آپ کے والد کا انتقال زمانہ حمل میں ہی ہو گیا تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابن عبد المطلب ہی کے ساتھ مشہور تھے نیز یہ بھی کہا گیا کہ چونکہ عبد المطلب مشہور سردار تھے اس لئے شہرت کی وجہ سے اس طرف نسبت فرمائی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ کفار میں یہ بات مشہور تھی کہ عبد المطلب کی اولاد میں ایک شخص پیدا ہوگا جس سے لوگوں کو ہدایت ہوگی اور وہ خاتم النبیین ہوں گے۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نسبت کے ساتھ ان لوگوں کو یہ مشہور بات یاد دلائی، غزوہ حنین ۸ ھ میں ہوا ہے۔ قبائل عرب ایک زمانہ سے اپنے اسلام لانے میں فتح مکہ کے منتظر تھے کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قبضہ کر لیا تب تو سمجھو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہیں اور بے چوں و چرا اطاعت کرو اور اگر مکہ فتح نہ ہو تو سمجھ لو

یہ لوگ غالب نہیں ہو سکتے بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو قبیلہ ہوازن وغیرہ نے بھی جو مواضع حنین وغیرہ کے رہنے والے تھے اپنی قسمت آزمائی کا فیصلہ چاہا اور چند قبائل نے مل کر یکجا لڑائی کے خیال سے حنین پر جو مکہ مکرمہ سے طائف وعرفات کی جانب میں تقریباً دس میل کے فاصلے پر واقع ہے وہاں مجتمع ہوئے ہر چند کہ بعض تجربہ کار بوڑھوں نے ان کو اس ارادہ سے روکا۔ مگر بعض جوشیلے نوجوانوں نے نہ مانا اور یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کو اب تک تجربہ کار لڑنے والوں سے سابقہ نہیں پڑا تھا اس لئے غالب ہوتے جارہے ہیں مبادا ہم پر بھی حملہ کریں اس لئے خود ہی ابتدا کرنا چاہیے۔ بیس ہزار سے زیادہ مجمع لڑائی کے لئے جمع کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو دس بارہ ہزار کا مجمع تیار فرمایا جس میں مہاجرین وانصار اور فتح مکہ کے نو مسلم شریک تھے۔ نیز ایک جماعت کفار مکہ کی بھی شریک تھی جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی تھی۔ ان میں سے بعض لوگ غنیمت کے لالچ سے شریک ہوئے تھے اور بعض لوگ محض لڑائی کا نظارہ دیکھنے گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس لشکر کے ساتھ چھٹے شوال ۸ھ کو حنین کی جانب روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کو حنین تک پہنچنے کے لئے ایک نہایت تنگ گھاٹی سے گزرنا پڑتا تھا دشمنوں نے اپنے لشکر کو ان پہاڑوں میں چھپا رکھا تھا جیسے ہی مسلمان وہاں کو گزرے انہوں نے دفعتاً تیروں کا نشانہ بنایا، مسلمان اس بے خبری کے حملے سے سخت گھبرا گئے اور پریشان ہو کر ادھر اُدھر متفرق ہو گئے۔ بخاری کی روایت میں ہے کہ مسلمانوں کے ابتدائی حملہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی اور وہ پیچھے بھاگے، یہ لوگ غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے کہ دفعتاً ان لوگوں نے جو پہاڑوں کے درمیان چھپے ہوئے تھے چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ یہ مجمع نہایت پریشانی کی حالت میں ادھر اُدھر منتشر ہو گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بجز چند اکابر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ وغیرہ چند حضرات کے کوئی بھی نہ رہا۔ اس پریشانی کی حالت میں بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا عقیدہ بھی متزلزل ہوا اور بعض نے آوازیں اور فقرے کسنا شروع کیے۔ بعض لوگ بھاگ کر مکہ واپس آگئے اور مسلمانوں کے مغلوب ہو جانے کا مژدہ ان لوگوں کو سنایا جو مسلمان نہیں ہوئے تھے یا ظاہری طور پر اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاشمی خون اس وقت جوش پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خوفناک منظر میں اپنی سواری سے اتر کر پا پیادہ "انا النبی لا کذب" فرماتے ہوئے دشمنوں کی فوج کا رخ کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار اور اصحاب شجرہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک آواز دی، کہ کہاں جارہے ہو؟ ادھر آؤ۔ آواز کا سننا تھا کہ پریشان حال متفکر جماعت لبیک کہتی ہوئی ایسی جوش محبت میں لوٹی جیسے اونٹنی اپنے بچہ کی طرف لوٹتی ہے، مسلمانوں کا لوٹنا تھا کہ طرفین سے ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زمین سے کچھ مٹی و کنکریاں وغیرہ اٹھا کر "شَاهَتِ الْوُجُوْهُ" فرماتے ہوئے مقابل لشکر پر پھینکی تھوڑی دیر لڑائی کا یہ منظر رہا، اس کے بعد لڑائی کا رخ ایسا پھرا کہ جس میدان میں مسلمان پریشان نظر آرہے تھے اب کافر بدحواس ہو کر بھاگتے ہوئے نظر آنے لگے اور اپنا مال و متاع اہل وعیال مسلمانوں کے لئے مال غنیمت بنا کر ایسے بھاگے کہ ادھر کا رخ بھی نہ کیا۔ قصہ حسب ضرورت مختصر طور پر لکھا گیا جو صاحب مفصل قصہ دیکھنا چاہیں کسی اردو اسلامی تاریخ میں دیکھ لیں۔

تنبیہ: یہاں پر ایک امر پر تنبیہ اشد ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی واقعہ کے متعلق صرف ایک دو روایت دیکھنے سے کسی قسم کا اشکال پیدا کر لینا یہ علم کی کوتاہی ہے کسی ایک دو حدیث میں اکثر واقعہ کی پوری تفصیل نہ آسکتی ہے نہ مقصود ہو سکتی ہے۔

ہر واقعہ کے متعلق اگر کوئی رائے قائم کرنا ہو تو جب تک اس واقعہ کے پورے حالات سامنے نہ ہوں، رائے زنی بے محل ہے۔ اسی جنگ حنین کے متعلق کسی مختصر تاریخ کو دیکھ کر یا ایک دو حدیثوں کا ترجمہ دیکھ کر یہ خیال کرنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ساری جماعت یا یہ پورا لشکر دس ہزار کا بھاگ گیا تھا اور بجز دو چار نفر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی بھی نہیں رہا تھا واقعہ کے خلاف ہونے کے علاوہ عقل سے بھی دور ہے کفار کی جماعت جو بیس ہزار سے زیادہ ہو تو اس کو کیا مشکل تھی کہ دو چار نفر کا محاصرہ کر لیتی جب کہ سب بھاگ چکے تھے، چہ جائیکہ ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا زیادہ تعجب ان لوگوں پر ہے جو لڑائیوں کے حالات سے واقف ہوتے ہیں لشکروں کی ترتیب اور حملہ کے حالات اور بصیرت رکھتے ہیں وہ کسی ایسی روایت سے متعجب یا متاثر ہوں لشکروں کی عام ترتیب کے موافق پانچوں حصوں پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کی ترتیب فرمائی تھی، مقدمۃ الجیش (لشکر کا اگلا حصہ) میمنہ میسرہ (دایاں بایاں حصہ) قلب یعنی درمیانی حصہ جس میں امیر لشکر کی حیثیت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز تھے پانچواں حصہ لشکر کا پچھلا حصہ اس کے علاوہ ہر ہر جماعت کا مستقل حصہ تھا جس کا ایک امیر مستقل جھنڈا لیے ہوئے تھا۔ اس کی جماعت اس کے ساتھ تھی، مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ، سعد بن ابی وقاص، اسید بن حضیر، خباب بن منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ وغیرہ حضرات ایک جماعت کے امیر بنے ہوئے اپنی اپنی مقررہ جگہ پر مامور تھے۔ مقدمۃ الجیش میں قبیلہ بنی سلیم کی جماعت تھی، جس کا جھنڈا حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔

یہ جماعت لشکر کا اگلا حصہ تھی اسی جماعت کے ساتھ یہ قصہ پیش آیا۔ جب یہ گھاٹیوں کے درمیان سے نکلے تو دشمنوں نے اول پسپائی ظاہر کی جس کی وجہ سے ان کو آگے بڑھنے اور اپنے کو غالب سمجھ کر مال غنیمت کی طرف متوجہ ہونے کا موقع ملا اور چھپے ہوئے دشمنوں نے چاروں طرف سے تیر برسانا شروع کر دیئے، ایسی صورت میں اس جماعت کی پسپائی بھی فطری چیز تھی اور ان کی پسپائی سے تمام لشکر میں تشویش، انتشار اِدھر اُدھر دوڑنا ضروری تھا۔ لیکن اس کا یہ مطلب لینا کہ سارا ہی لشکر بھاگ گیا تھا پورے حالات پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کا قول نقل کیا جو اس وقت کافر تھا کہ ہم نے جب مسلمانوں پر حنین میں حملہ کیا اور ان کو پیچھے ہٹانا شروع کیا تو ہمارے مقابلہ کی تاب نہ لا سکے اور پیچھے ہٹتے رہے۔ ہم لوگ ان کا تعاقب کرتے رہے اور آگے بڑھتے رہے۔ بڑھتے بڑھتے ہم ایک ایسے شخص کے قریب پہنچے جو سفید خچر پر سوار تھے اور نہایت حسین چہرے والے۔ لوگ ان کے اردگرد جمع تھے انہوں نے ہم کو دیکھ کر ''شاهت الوجوه ارجعوا'' کہا یہ کہنا تھا کہ ہم مغلوب ہونا شروع ہو گئے اور جماعت ہم پر چڑھ گئی۔ اسی بناء پر حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شمائل کی روایت میں جو اوپر گزری یہ کہا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ نہیں پھیرا بلکہ کچھ تیز رو لوگ جو تیروں کی بوچھاڑ کو برداشت نہ کر سکے بھاگے تھے اس کے ساتھ ہی یہ قصہ بھی پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جس راستے سے بڑھ رہے تھے اس کو ترک فرما کر دائیں جانب بڑھنا شروع کیا، غور کی بات ہے کہ اس انتشار کی حالت میں لشکر کے اکثر حصہ کو کیسے یہ معلوم ہو سکتا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کس جانب کو بڑھنے کا ارادہ کیا ایسی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک وقت میں سو آدمیوں کا رہ جانا جیسا کہ ایک روایت میں

وارد ہے اور ایک موقع پر اسی (۸۰) کا رہ جانا جیسا کہ دوسری روایت میں وارد ہے حتیٰ کہ جب حضور اقدس ﷺ نے خچر کو تیزی سے بڑھایا تو سامنے سے لوگ ہٹتے رہے اور صرف بارہ آدمی رہ گئے اور اس کے بعد صرف وہ چار شخص رہ گئے جو خچر کی باگ اور رکاب تھامے ہوئے تھے۔ یا رکاب وغیرہ پکڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ جب خچر بھی حضور اقدس ﷺ کی منشا کے موافق نہ بڑھ سکا تو حضور اقدس ﷺ نے اس سے اتر کر تن تنہا کنکریوں کی ایک مٹھی لے کر ان کی طرف بڑھ گئے، یہی وقت ہے جس کو بخاری شریف کی روایت میں اس سے تعبیر کیا کہ حضور اکرم ﷺ تنہا تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا اس کے ساتھ ایک اجمالی مضمون اپنے ذہن میں یہ ہونے سے کہ اس جنگ میں لوگ بھاگ گئے تھے یہ تجویز کر لینا کہ سارے ہی صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ بھاگ گئے تھے پورے واقعات پر نظر نہ ہونے کا ثمرہ ہے۔۔۔۔ چونکہ پورے لشکر میں انتشار تھا اور یقیناً بہت سے لوگ بھاگ بھی رہے تھے بلکہ بعض لوگ اس ہزیمت سے خوش بھی ہو رہے تھے جیسا کہ مفصل واقعات میں مذکور ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی جیسا کہ انتشار کے وقت کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے حضرت عباسؓ سے جو نہایت بلند آواز تھے لوگوں کو آوازیں دلوائیں اور مہاجرین، انصار، اصحابِ شجرہ وغیرہ جماعتوں کو علیحدہ علیحدہ آواز دلوائی جس کے سننے پر وہ سب پھر حضور اقدس ﷺ کے گرد جمع ہو گئے اور دوسرے حملہ میں میدان مسلمانوں کے ہاتھ تھا۔ بہر حال اس مضمون میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اس وقت کتنے آدمی تھے مختلف روایتیں ہیں اور ہر روایت اپنے اپنے موقع پر چسپاں ہے۔ حتیٰ کہ صحیح بخاری کی روایت حضور اکرم ﷺ تن تنہا تھے کوئی ساتھ نہ تھا بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ خچر سے اتر کر آگے بڑھ کر ان پر کنکریاں یا مٹی پھینکی تو سب ہی اس وقت پیچھے رہ گئے اور حضور اقدس ﷺ تن تنہا بڑھتے چلے جا رہے تھے لیکن کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ جتنے اس وقت حضور اقدس ﷺ کے قریب تھے ان کے علاوہ باقی سب ہی بھاگ گئے تھے۔ یہ حدیث ابواب الجہاد باب ماجاء فی الثبات عند القتال کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ أَنْبَأَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ مَكَّةَ فِي عُمْرَةِ الْقَضَاءِ وَابْنُ رَوَاحَةَ يَمْشِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُوَ يَقُولُ خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ يَا ابْنَ رَوَاحَةَ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَرَمِ اللّٰهِ تَعَالَى تَقُولُ الشِّعْرَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبداللہ بن رواحہ (اپنی گردن میں تلوار ڈالے ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے) آگے آگے چل رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِه الی قولی۔ عَنْ خَلِيلِه اے کافروں کے بچو! آپ ﷺ کی راہ سے ہٹو ہم آج تم کو بجائیں گے نبی ﷺ کے فروکش ہونیکی وجہ سے۔ ایسا بجانا جو کھوپڑی کو اس کے ٹھکانے سے جدا کر دیگا اور جگری دوست کو اس کے جگری دوست سے بے خبر کر دیگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ کو روکا کہ اللہ کے حرم میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ شعر پڑھتے جا رہے ہو۔ حضور

فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلِّ عَنْهُ يَا عُمَرُ فَلَهِيَ أَسْرَعُ فِيهِمْ مِنْ نَضْحِ النَّبْلِ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عمر رو کو مت! یہ اشعار اثر کرنے میں تیر برسانے سے زیادہ سخت ہیں۔

فائدہ: ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا تھا۔ لیکن کفار مکہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موضع حدیبیہ میں روک دیا تھا۔ اس وقت جو شرائط فریقین میں ٹھہری تھیں ان میں یہ بھی تھا کہ آئندہ سال آ کر اپنا عمرہ پورا کر لیں۔ اس معاہدہ کی بنا پر ذیقعد ۷ ہجری میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ یہ عمرہ حنفیہ کے نزدیک پہلے عمرہ کی قضاء ہے اور اس عمرہ کا نام عمرۃ القضاء ہونا بھی حنفیہ ہی کی تائید کرتا ہے۔ بعض ائمہ شافعیہ وغیرہ کا اس میں اختلاف ہے اس کی بحث شروح حدیث میں مفصل مذکور ہے۔ اسی سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا اور باعزت وشوکت عمرہ سے فراغت فرما کر حسب قرارداد تین دن مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ منورہ کو واپسی ہوگئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب اور حرم کے احترام کی رعایت سے ابن رواحہ کو منع فرمایا، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقامی اور وقتی مصلحت سے کہ اشعار بھی لسانی جہاد ہے، اس کو باقی رکھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے قرآن پاک میں شعر کی مذمت نازل فرمائی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اور یہ زبانی جہاد بھی ایسا ہی ہے گویا کہ تم تیر برسا رہے ہو۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اشعار بھی جہاد کے حکم میں ہیں مگر شرائط اور قواعد کی رعایت جیسا کہ جہاد میں ضروری ہے اس میں بھی ہے۔

خَلُّوا بَنِي الْكُفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عَلَى تَنْزِيلِهِ: اے کافروں کے بچو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ سے ہٹو۔ ہم آج تم کو بجائیں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فروکش ہونے کی وجہ سے۔

ضَرْبًا يُزِيلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ وَيُذْهِلُ الْخَلِيلَ عَنْ خَلِيلِهِ: ایسا بجانا جو کھوپڑی کو اس کے ٹھکانے سے جدا کر دے گا۔ اور جگری دوست کو اس کے جگری دوست سے بے خبر کر دے گا۔

لغات: خَلَّى عَنْ سَبِيلِهِ راستہ چھوڑ دینا۔ بَنِي الْكُفَّارِ منادی ہے۔ نَضْرِبُكُمْ میں ب ضرورتِ شعری کی وجہ سے ساکن ہے۔ التنزيل تھوڑا تھوڑا اتارنا، اگر ضمیر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹائی جائے، کیونکہ سَبِيلِهِ کی ضمیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتی ہے تو معنی ہوں گے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ میں نزول فرمانا، تشریف لانا، مگر شارحین کرام عام طور پر تنزیل سے قرآن مجید کا تھوڑا تھوڑا اتارنا مراد لیتے ہیں، یعنی چونکہ دین اسلام آ گیا ہے، اس لئے ہم تم کو بجائیں گے کیونکہ تم اس کے مقابلہ پر آ گئے ہو۔ الْهَامَ کھوپڑی۔ الْمَقِيل قیلولہ کی جگہ، یہاں کھوپڑی کے گردن پر بیٹھنے کی جگہ مراد ہے، یعنی ہم تمہاری گردن سے کھوپڑی کو ہٹا دیں گے، تمہارا سر اڑا دیں گے۔

یہ حدیث ابواب الاستیذان والآداب میں باب ماجاء فی الشاد الشعر کی دوسری حدیث کے ذیل میں وضاحت گزر چکی ہے۔

یہاں یہ حدیث مختصر ہے ابواب الاستیذان والی حدیث میں امام ترمذی نے سند پر بھی بحث کی ہے وہاں دیکھ لی جائے۔

(٦) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ

حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سو مجلسوں سے زیادہ

جَالَسْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ مَرَّةٍ وَكَانَ أَصْحَابُهُ يَتَنَاشَدُونَ الشِّعْرَ وَيَتَذَاكَرُونَ أَشْيَاءَ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ سَاكِتٌ وَرُبَّمَا تَبَسَّمَ مَعَهُمْ

بیٹھا ہوں جن میں صحابہ اشعار پڑھتے تھے اور جاہلیت کے زمانے کے قصے قصائص نقل فرماتے تھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (ان کو روکتے نہیں تھے) خاموشی سے سنتے تھے بلکہ کبھی کبھی ان کے ساتھ ہنسنے میں بھی شرکت فرماتے تھے۔

فائدہ: یعنی ان تذکروں میں کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو حضور اقدس ﷺ بھی تبسم فرماتے۔ جس سے معلوم ہوا کہ وہ سکوت اور خاموشی ناراضی یا گرانی سے نہ تھی بلکہ توجہ باطنی کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی بات ایسی ہوتی تو حضور اکرم ﷺ بھی تبسم فرماتے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم ﷺ کے پڑوس میں رہتا تھا جب وحی نازل ہوتی تو مجھے طلب فرما کر اس کو لکھوا دیا کرتے تھے۔ ہم لوگ جب دنیا کے تذکرے کرتے تھے تو حضور اقدس ﷺ بھی دنیا کا تذکرہ فرماتے تھے اور جب ہم آخرت کے متعلق تذکرہ کرتے تو حضور اقدس ﷺ بھی آخرت کا تذکرہ فرماتے تھے۔ جب ہم کھانے کا کوئی تذکرہ کرتے تو حضور اکرم ﷺ بھی اسی نوع کا تذکرہ فرماتے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نوع کا تذکرہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کرتے تھے تو حضور اکرم ﷺ کمال شفقت ورأفت کی وجہ سے اسی نوع کے تذکرے ان کی دلداری کے لئے فرماتے تھے۔ یہ نہ تھا کہ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں صرف دین ہی کا تذکرہ ہو اور کوئی تذکرہ حضور اقدس ﷺ کی مجلس میں نہ آئے کہ ان مختلف انواع کے تذکروں سے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ محبت اور موانست بڑھتی تھی اور جب ایک ہی نوع کا ذکر ہر وقت رہے تو بسا اوقات توحش کا سبب بن جاتا ہے۔ بالخصوص اجنبی کے لئے کہ اجانب عموماً دنیاوی اغراض لے کر آتے ہیں اور یہی تذکرے ان کے تعلقات اور موانست کا سبب بن جاتے ہیں۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۷) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَنْبَأَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَشْعَرُ كَلِمَةٍ تَكَلَّمَتْ بِهَا الْعَرَبُ كَلِمَةُ لَبِيدٍ أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ شاعران عرب کے کلام میں بہترین کلمہ لبید کا یہ مقولہ ہے أَلَا كُلُّ شَيْئٍ مَا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ سب چیزیں باطل ہیں۔

فائدہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث اسی باب کے نمبر ۲ میں گزر چکی ہے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۸) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الطَّائِفِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الشَّرِيدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْشَدْتُهُ مِائَةَ قَافِيَةٍ مِنْ قَوْلِ أُمَيَّةَ بْنِ أَبِي الصَّلْتِ الثَّقَفِيِّ كُلَّمَا أَنْشَدْتُهُ بَيْتًا قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هِيهْ حَتَّى

حضرت شرید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس وقت میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ کے سو شعر سنائے ہر شعر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے اور سناؤ۔ اخیر میں حضور اقدس صلی

أَنْشَدْتُهُ مِائَةً يَعْنِي بَيْتًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنْ كَادَ لَيُسْلِمُ

اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا اسلام لے آنا بہت ہی قریب تھا۔

فائدہ: اس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ ان کے اشعار میں توحید اعتراف قیامت وغیرہ امور حقہ ونصائح زیادہ ہوتے تھے۔ یہی وجہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے کی تھی اور یہی وجہ اس کے قریب عن الاسلام ہونے کی تھی۔ بعض علماء نے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اس شعر پر تھا۔

لك الحمد والنعماء والفضل ربنا   فلا شئ اعلیٰ منك حمدًا ولا مجدا

اے ہمارے رب! آپ ہی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور آپ ہی کے لئے ملک کی تمام نعمتیں ہیں اور آپ ہی کے لئے سب فضیلتیں ہیں۔ نہ آپ سے زیادہ کوئی تعریف کے قابل ہے اور نہ آپ سے زیادہ کوئی بڑائی والا ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْفَزَارِيُّ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا أَنْبَأَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضَعُ لِحَسَّانَ بْنِ ثَابِتٍ مِنْبَرًا فِي الْمَسْجِدِ يَقُومُ عَلَيْهِ قَائِمًا يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَ يُنَافِحُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقُولُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ يُؤَيِّدُ حَسَّانَ بِرُوحِ الْقُدُسِ مَا يُنَافِحُ أَوْ يُفَاخِرُ عَنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے مسجد میں منبر رکھا یا کرتے تھے، تا کہ اس پر کھڑے ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مفاخرت کریں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھیں یا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدافعت کریں، یعنی کفار کے الزامات کا جواب دیں۔ یہ شک راوی کا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہ بھی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ جل شانہ روح القدس سے حسان کی امداد فرماتے ہیں۔ جب تک کہ وہ دین کی امداد کرتے ہیں۔ بیان کیا اسماعیل بن موسیٰ، علی بن حجر نے دونوں کہتے ہیں کہ بیان کیا ابن ابی الزناد نے اپنے والد سے وہ عروہ سے اور وہ حضرت عائشہؓ سے اور وہ نبی کریمؐ سے اسی طرح نقل کرتی ہیں۔

فائدہ: جہاد ہر وقت اور ہر زمانہ میں مختلف انواع سے ہوتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جہاد سیفی تھا کہ تلوار سے باہم فیصلہ ہو جائے۔ دوسرا جہاد لسانی تھا کہ وقتیہ اشعار و قصائد پڑھے جائیں اور ان اشعار میں مقابلے ہوتے تھے۔ اپنے فخر کے واقعات ذکر کیے جاتے تھے جیسا کہ آج کل مناظروں کا طرز ہے ایک مرتبہ بنو تمیم کا وفد آیا ان کے ساتھ ان کے شاعر اقرع بھی تھا انہوں نے آ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مناظرانہ اشعار اور فخریہ مضامین بیان کرنے کی دعوت دی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری بعثت نہ تو اشعار کے لئے ہے، نہ فخر کے لئے، تاہم یہ مناظرہ بھی

کرلو، اول ان کا مقرر کھڑا ہوا تو حضور اقدس ﷺ نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ آپ اس کے جواب میں تقریر کریں۔ اس کے بعد ان کا شاعر کھڑا ہوا جس کے جواب کے لئے حضور اقدس ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ دونوں مناظروں میں مسلمانوں کو غلبہ رہا اور سب سے اول ان کا شاعر مسلمان ہوا غرض اشعار کا مقابلہ اس وقت کا عام دستور تھا اور یہ اشعار کثرت سے نقل کیے جاتے تھے اور یہ اشعار اُن پر مؤثر بھی ہوتے تھے۔ چنانچہ اسی باب کی پانچویں حدیث میں یہ مضمون گزر چکا ہے مسلم شریف میں برروایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد وارد ہے کہ ہجو (مذمت بیان کرنا) قریش کے لئے تیر برسانے سے زیادہ نافع ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں استیعاب سے نقل کیا ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس ﷺ سے اشعار کے بارے میں استنراج کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن اپنی تلوار سے بھی جہاد کرتا ہے اور زبان سے بھی۔ اس قصہ کی ایک روایت میں ہے کہ واللہ یہ اشعار ان پر ایسے جا کر لگتے ہیں جیسے تیر۔

مِثْلَهُ: ای مثل الحدیث المتقدم۔ یہ سند سابقہ سند کے مثل ان دونوں سندوں میں یہ فرق ہے کہ پہلی سند میں عبدالرحمن عن ہشام عن عروۃ کا ذکر تھا اس سند میں عبدالرحمن، عن ابیہ، عن عروۃ ہے یعنی ہشام کی جگہ عروۃ کا ذکر کیا ہشام کا ذکر نہیں آیا۔ دوسرا عبدالرحمن کے بعد عن ابیہ کا واسطہ بھی آیا ہے جو کہ پہلی سند میں نہیں تھا۔ بہر حال دونوں سندیں متصل ہی ہیں۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان والآداب میں باب ماجاء فی انشاد الشعر کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۳۸ بَابُ مَا جَاءَ فِي كَلَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي السَّمَرِ

حضور اقدس ﷺ کا کلام رات کو قصہ گوئی میں

فائدہ: یعنی حضور اقدس ﷺ نے جو قصے کہانی نقل فرمائے ہیں ان کا نمونہ! دو حدیثیں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ الْبَزَّارُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو النَّضْرِ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَقِيلٍ الثَّقَفِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ عَقِيلٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ حَدَّثَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ نِسَائَهُ حَدِيثًا فَقَالَتِ امْرَأَةٌ مِنْهُنَّ كَأَنَّ الْحَدِيثَ حَدِيثُ خُرَافَةَ فَقَالَ أَتَدْرُونَ مَا خُرَافَةُ إِنَّ خُرَافَةَ كَانَ رَجُلًا مِنْ عُذْرَةَ أَسَرَتْهُ الْجِنُّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَمَكَثَ فِيهِمْ دَهْرًا ثُمَّ رَدُّوهُ إِلَى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ایک عورت نے کہا یہ قصہ حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصوں جیسا ہے (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ جانتی بھی ہو خرافہ کا اصل قصہ کیا تھا؟ خرافہ بنو عذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے۔ ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے۔ وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات

الإِنْسِ فَكَانَ يُحَدِّثُ النَّاسَ بِمَا رَأَى فِيهِمْ مِنَ الأَعَاجِيبِ فَقَالَ النَّاسُ حَدِيثُ خُرَافَةَ وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

فائدہ: ممکن ہے کہ اس شخص کا نام کچھ اور ہو! اس کے قصوں کو لوگ جھوٹ اور من گھڑت سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ شخص خرافہ سے مشہور ہو گیا۔ زمانہ جاہلیت میں جنات کا نہایت غلبہ اور زور تھا وہ نہایت کثرت سے لوگوں کو ستاتے تھے، لے جاتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے عورتوں سے صحبت کرتے تھے، جن کے واقعات مشہور ہیں۔ اسلام کے بعد ان کا زور گھٹ گیا حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس کے قائل ہو گئے کہ جنات کا وجود پہلے تھا اب ہے ہی نہیں لیکن یہ صحیح نہیں البتہ یہ صحیح ہے کہ ان کا وہ زور نہیں رہا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عالم میں تشریف آوری کے وقت کے واقعات اور جنات کی حیرانی پریشانی اور گریہ و نوحہ کے واقعات اس کے شاہد ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کاہن کی محبوبہ جنیہ کے حسرت بھرے اشعار اور جنات کی ذلت و نکبت کا حال ذکر کیا ہے۔ سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں بہت سے واقعات اس کے ذکر کیے ہیں۔

حدیثِ خرافہ: جس کو ہر اس چیز کی مثال میں جو بے حقیقت (گپ) ہو پیش کیا جا سکتا ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استفسار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خرافہ ایک نیک آدمی تھا، خود اس نے مجھ سے اپنا یہ واقعہ بیان کیا کہ ایک رات وہ کسی ضرورت سے گھر سے نکلا، راستہ میں اس کو تین جنات ملے تھے، انہوں نے اس کو قید کر لیا اور باہم مشورہ کرنے لگے کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ ایک نے کہا: اس کو معاف کر دو اور جانے دو۔ دوسرے نے کہا: اس کو قتل کر دو۔ تیسرے نے کہا: ہم اس کو غلام بنا لیں گے۔

ابھی مشورہ کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس سے گزرا اس نے سلام کیا اور ماجرا پوچھا، ایک جن بولا: یہ ہمارا قیدی ہے اس کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اس سلسلہ میں ہم مشورہ کر رہے ہیں، نو وارد نے کہا: اگر تمہیں کوئی عجیب و غریب واقعہ سناؤں تو تم مجھے اس قیدی میں ساجھی بناؤ گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، نو وارد نے کہا: میں ایک مالدار آدمی تھا، اچانک کنگال ہو گیا اور قرض میں پھنس گیا، پس قرض خواہوں کے تقاضوں سے پریشان ہو کر میں نے شہر چھوڑنے کا ارادہ کیا، راستہ میں مجھے سخت پیاس لگی، میں پانی پینے کے لئے ایک کنویں میں اترا، جب میں نے پانی پینے کا ارادہ کیا تو کنویں میں سے آواز آئی، رک جا! پانی مت پی، میں رک گیا اور پانی پیئے بغیر آگے بڑھ گیا، کچھ دور جانے کے بعد جب پیاس سخت ہو گئی تو میں کنویں پر واپس آیا، اور اس میں سے پانی پینے کا ارادہ کیا، پھر وہی آواز آئی اور میں پانی پیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔ مگر جب پیاس ناقابل برداشت ہو گئی تو سہ بارہ کنویں پر آیا اور آواز کی پرواہ کیے بغیر میں نے اس میں سے پانی پی لیا۔ پس اس آواز دینے والے نے بد دعا دی کہ اے اللہ! اگر یہ شخص مرد ہے تو عورت بن جائے اور عورت ہے تو مرد بن جائے، چنانچہ میری جنس بدل گئی اور میں عورت بن گیا۔ پھر میں ایک شہر میں پہنچا اور وہاں میں نے ایک مرد سے شادی کی جس سے میرے دو لڑکے پیدا ہوئے، پھر ایک عرصہ کے بعد جب میں اپنے وطن واپس لوٹا تو میرا گزر پھر اسی کنویں پر ہوا، میں نے جب پانی پینے کا ارادہ کیا تو پھر وہی آواز آئی۔ میں نے آواز کی قطعاً پرواہ نہیں کی، اور اس میں سے پانی پیا۔ چنانچہ اس نے پھر بد دعا کی، پس میں مرد بن گیا، پھر میں نے اپنے وطن میں ایک لڑکی سے شادی کی۔ اس لڑکی سے بھی میرے دو لڑکے ہوئے۔ پس میری کل چار اولادیں، دو میری پیٹھ سے اور دو

میرے پیٹ سے، نو وارد کی یہ روداد سن کر جنا توں نے کہا: بے شک تیرا واقعہ عجیب ہے اور تو ہمارا شریک ہے۔
پھر ابھی وہ چاروں مشورہ ہی کر رہے تھے کہ ایک بیل دوڑتا ہوا وہاں سے گزرا اور ایک شخص جس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی اس کے پیچھے دوڑتا ہوا آیا۔ جب اس نے ان لوگوں کو دیکھا تو رک گیا اور سلام کر کے معاملہ پوچھا: انہوں نے سلام کا جواب دے کر وہی بات کہی جو اس شخص سے کہی تھی، چنانچہ اس نے بھی اس شرط پر کہ اگر اس کو قیدی میں شریک کر لیا جائے تو وہ انوکھا واقعہ سنائے گا۔ ان لوگوں نے شرط منظور کر لی، اس نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ میرا ایک مالدار چچا تھا، جس کی ایک خوبصورت لڑکی تھی، اور ہم سات بھائی تھے، میرے چچا کے پاس ایک بچھڑا تھا جس کی وہ پرورش کر رہا تھا، ایک دن اچانک وہ کھونٹے سے نکل کر بھاگ نکلا، میرے چچا نے ہم بھائیوں سے کہا: تم میں سے جو اس کو پکڑ کر لائے گا میں اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کروں گا، چنانچہ میں نے فوراً لاٹھی لی، اور لنگی کسی، اور بچھڑے کے پیچھے چل پڑا۔ اس وقت میں بچہ تھا اور آج میں جوان ہوں، اور اب تک اس بچھڑے کو نہیں پکڑ سکا، نہ میں اس تک پہنچتا ہوں نہ وہ تھکتا ہے، سب نے اس کے واقعہ کو بھی عجیب قرار دیا اور قیدی میں اس کو شریک کر لیا۔
پھر وہ پانچوں مشورہ کے لئے بیٹھے، ابھی مشورہ کر ہی رہے تھے کہ ایک شخص گھوڑی پر سوار ان کے پاس آیا اور اس کے پیچھے ایک غلام تھا جو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے بھی سلام کیا اور واقعہ دریافت کیا: اس نے کہا: میں تمہیں ان دونوں سے بھی انوکھا واقعہ سناؤں، بشرطیکہ تم مجھے قیدی میں شریک کر لو، چنانچہ اس نے یہ واقعہ بیان کیا کہ میری ایک بدکار ماں تھی، پھر اس نے گھوڑی سے جس پر خود سوار تھا پوچھا: کیا یہ بات صحیح ہے؟ گھوڑی نے سر کے اشارے سے کہا: ہاں! اور میں اس کو غلام کے ساتھ متہم کرتا تھا اور اس نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کیا جس پر غلام سوار تھا، اور اس سے پوچھا: کیا یہ بات صحیح ہے؟ گھوڑے نے بھی سر سے اشارہ کیا کہ ہاں! پھر میں نے اپنے اس سوار غلام کو ایک دن اپنی کسی ضرورت سے بھیجا، پس اس (بدکار ماں) نے اس غلام کو اپنے پاس روک لیا، پس اس غلام کو اونگھ آئی، پس اس نے خواب میں دیکھا کہ گویا وہ عورت (بدکار ماں) چیخی، پس اچانک ایک جنگلی چوہا نکلا، اس عورت نے اس سے کہا: تابعدار ہو جا پس وہ تابعدار ہو گیا، پھر اس نے کہا: ہل چلا، پس اس نے ہل چلایا، پھر اس نے کہا: غلہ اگا اس نے غلہ اگایا، پھر اس نے کہا: غلہ گاہ، پس اس نے غلہ گاہا، پھر اس عورت نے چکی کا پاٹ منگوایا اور اس نے ایک پیالہ ستو پیسا۔ پھر اس کو اس غلام کے پاس (جو گھوڑے پر سوار ہے) لے کر آئی، اور اس سے کہا: اس کو اپنے آقا کے پاس لے جا، چنانچہ وہ غلام ستو میرے پاس لے کر آیا، میں نے چکمہ دے کر وہ ستو ان دونوں کو (زانی اور زانیہ کو) پلا دیا۔ پس اچانک یہ (بدکار ماں) گھوڑی ہو گئی اور وہ (بدکار غلام) گھوڑا ہو گیا، یہ واقعہ سنا کر اس نے گھوڑی اور گھوڑے سے پوچھا: کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟ دونوں نے سر کے اشارہ سے کہا: ہاں، جنات نے اس کے واقعہ کو بھی عجیب قرار دے کر اس کو بھی قیدی میں شریک کر لیا، اور ان سب نے باہم یہ طے کیا کہ خرافہ کو آزاد کر دیا جائے، چنانچہ خرافہ آزاد ہو کر آنحضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور پورا واقعہ سنایا۔ اسی وجہ سے وہ باتیں جو محال (بکواس) ہوتی ہیں "حدیثِ خرافہ" کہلاتی ہیں۔

(۲) حَدِيثُ: أُمِّ زَرْعٍ: حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَخِيهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ

عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَلَسَتْ إِحْدَى عَشْرَةَ امْرَأَةً فَتَعَاهَدْنَ وَتَعَاقَدْنَ أَلَّا يَكْتُمْنَ مِنْ أَخْبَارِ أَزْوَاجِهِنَّ شَيْئًا

کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں کچھ چھپائیں گی نہیں۔

حدیث ام زرع: یہ باب مذکور کی دوسری حدیث ہے لیکن چونکہ اس کا قصہ طویل اور نیز مشہور ہے چنانچہ اس پر مستقل تصانیف بھی کی گئی ہیں۔ اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ذرا امتیاز کر دیا۔ اس حدیث کے نام بھی مختلف ہیں مگر مشہور نام یہی ہے چونکہ قصہ طویل ہے اس لئے ہر عورت کا قصہ علیحدہ علیحدہ مع اس کے فائدے کے بیان کیا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ گیارہ عورتیں یہ معاہدہ کر کے بیٹھیں کہ اپنے اپنے خاوند کا پورا پورا حال سچا سچا بیان کر دیں۔ کچھ چھپائیں نہیں۔

فائدہ: ان گیارہ عورتوں کے نام صحیح روایات سے ثابت نہیں۔ اگر چہ بعض روایات میں بعض کا نام آتا ہے یہ عورتیں یمنی یا حجازی تھیں ان کے ناموں میں بہت اختلاف ہے اس لئے نام حذف کر دیئے گئے۔ ان کے خاوند دوسری جگہوں پر اپنی ضروریات میں گئے ہوئے تھے یہ خالی تھیں دل بہلانے کو باتیں شروع ہو گئیں اور یہ معاہدہ قرار پایا کہ ہر عورت اپنے خاوند کا صحیح صحیح حال بیان کرے۔

فَقَالَتِ الْأُولَى: زَوْجِي لَحْمُ جَمَلٍ غَثٍّ عَلَى رَأْسِ جَبَلٍ وَعْرٍ لَا سَهْلٌ فَيُرْتَقَى وَلَا سَمِينٌ فَيُنْتَقَى

(ترجمہ) ایک عورت ان میں سے بولی کہ میرا خاوند ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی طرح ہے (گویا بالکل گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جس میں زندگی باقی ہی نہیں رہی اور گوشت بھی اونٹ کا جو زیادہ مرغوب بھی نہیں ہوتا) اور گوشت بھی سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر رکھا ہو کہ نہ پہاڑ کا راستہ سہل ہے جس کی وجہ سے وہاں چڑھنا ممکن ہو اور نہ وہ گوشت ایسا ہے کہ اس کی وجہ سے سو دقت اٹھا کر اس کے اتارنے کی کوشش ہی کی جائے اور اس کو اختیار کیا ہی جائے۔

غَثٌّ: جَمَلٌ کی صفت ہے اور وَعْرٌ: جَبَلٌ کی۔ غث: دبلا، سمین کی ضد، وعر: صَعْب: دشوار گزار۔۔۔ يُرْتَقَى: فعل مضارع مجہول: اِرْتَقَى الجبلَ چڑھنا۔۔۔ يُنْتَقَى: فعل مضارع مجہول: اِنْتَقَى الشیءَ: چننا، چھانٹنا، انتقى المُخَّ من العظم: ہڈی سے گودا نکالنا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ وہ ایک بیکار ہستی ہے جس سے کسی کو جانی یا مالی نفع نہیں ہے اور پھر اس کے باوجود متکبر اور بد خلق بھی اس درجہ کا ہے کہ اس تک رسائی بھی مشکل ہے نہ ملتے بن پڑے نہ چھوڑتے بن پڑے کسی مصرف کی دو انہیں ہے۔ محض بے کار ہے اور بد خلقی اور سخت مزاجی کی وجہ سے اس تک رسائی بھی مشکل ہے۔

(۲) قَالَتِ الثَّانِيَةُ: زَوْجِي لَا أَبُثُّ خَبَرَهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ لَا أَذَرَهُ إِنْ أَذْكُرْهُ أَذْكُرْ عُجَرَهُ وَبُجَرَهُ

دوسری بولی (کہ میں اپنے خاوند کی بات کہوں تو کیا کہوں؟ اس کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتی) مجھے یہ ڈر ہے کہ اگر اس کے عیوب شروع کروں تو پھر خاتمہ کا ذکر نہیں اگر کہوں تو ظاہری اور باطنی عیوب سب ہی کہوں۔

بَثَّ (ن) الشیءَ بَثًّا: پھیلانا، منتشر کرنا۔۔۔ وَذَرَ يَذَرُ: بمعنی وَدَعَ يَدَعُ: چھوڑنا مگر اس کا ماضی اور مصدر مستعمل نہیں،

صرف مضارع مستعمل ہے، اور ضمیر منصوب کا مرجع خبر ہے اور زَوجی بھی مرجع ہو سکتا ہے، مگر اول اولیٰ ہے، اسی طرح آگے کی ضمیر وں میں بھی دونوں احتمال ہیں۔۔۔۔ البُجرَة: عیب، جمع: بُجَر۔۔۔۔ العُجرَة: بدن کا موٹا حصہ، گانٹھ، مراد عیب جمع عُجَر۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ میں اس کے عیوب کو گنواؤں تو کہاں تک گنواؤں؟ سراپا عیب ہے، کسی میں دو چار عیب ہوں تو ان کو بھی گنوادے اور جس میں عیوب ہی عیوب ہوں کہاں تک گنوائے کس کس کو جتائے اتنی لمبی داستان ہے کہ سننے والے اکتا جائیں۔ بعض شراح نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس نے معاہدہ کے خلاف اپنے خاوند کی بات کہنے سے انکار کر دیا، مگر صحیح یہ ہے کہ اس نے مختصر الفاظ میں سب کچھ ہی کہہ دیا ہے کہ وہ مجسمہ عیوب ہے، اس کے عیوب شمار سے باہر ہیں۔

(۳) قَالَتِ الثَّالِثَةُ: زَوْجِي الْعَشَنَّقُ إِنْ أَنْطِقْ أُطَلَّقْ وَإِنْ أَسْكُتْ أُعَلَّقْ

(ترجمہ) تیسری بولی کہ میرا خاوند بے تکا لمبا ہے اگر میں کبھی کسی بات پر بول پڑوں تو فوراً طلاق، اور چپ رہوں تو اُدھر لٹکی رہوں

فائدہ: اس کے زیادہ لمبے ہونے کو یا تو اس لئے ذکر کیا کہ مشہور قول کے موافق یہ بے وقوفی کی علامت ہوتی ہے اور اگلا کلام اس کی بے وقوفی کا بیان ہے یا اس لئے ذکر کیا کہ بدصورت بھی ہے منارہ کی طرح لمبا جو بلا مناسب موٹاپے کے بدنما بھی ہے اور بد خلق بھی ہے کہ اگر کوئی بات بھی میں زبان سے نکالوں، کوئی اپنی ضرورت ظاہر کروں فوراً طلاق دیدے اور چپ رہوں کہ کوئی ضرورت اس پر ظاہر نہ کروں تو خود اسے کسی بات کی پرواہ نہیں ہے، بس یونہی اُدھر میں لٹکی رہتی ہوں نہ شوہر والیوں میں شمار کہ شوہروں والی کوئی بات ہی نہیں، اور نہ بے شوہر والیوں میں کہ کوئی دوسری جگہ تلاش کروں۔ بعض روایات میں اس عورت کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ہر وقت ایسی رہتی ہوں جیسے کوئی تیز تلوار کی دھار کے نیچے ہو کہ ہر وقت فکر سوار، نہ معلوم کب کام تمام ہو جائے۔

(۴) قَالَتِ الرَّابِعَةُ: زَوْجِي كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا حَرٌّ وَلَا قُرٌّ وَلَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ چوتھی نے کہا کہ میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح معتدل مزاج ہے، نہ گرم ہے، نہ ٹھنڈا نہ اس سے کسی کا خوف ہے نہ ملال۔

فائدہ: یعنی معتدل مزاج ہے نہ زیادہ چاپلوسی کرتا ہے نہ بیزار رہتا ہے نہ اس کے پاس رہنے سے خوف ہوتا ہے نہ طبیعت اکتاتی ہے اس عورت کا نام مہد بنت ابی ہرومہ بتایا جاتا ہے تہامہ مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح کو کہتے ہیں وہاں کی رات ہمیشہ معتدل رہتی ہے، خواہ دن میں کتنی ہی گرمی کیوں نہ ہو۔

(۵) قَالَتِ الْخَامِسَةُ: زَوْجِي إِنْ دَخَلَ فَهِدَ وَإِنْ خَرَجَ أَسِدَ وَلَا يَسْأَلُ عَمَّا عَهِدَ

پانچویں بولی کہ میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو شیر بن جاتا ہے اور جو کچھ گھر میں ہوتا ہے اس کی تحقیقات نہیں کرتا۔

لغات: فَهِدَ (س) الرجلُ: چیتے (تیندوے) کی طرح بہت نیند والا ہونا، فَهِدَ عن الأمر: غافل ہونا۔۔۔۔ أَسِدَ (س) أَسَدًا: شیر جیسا ہونا۔

فائدہ: اس عورت کا نام کبشہ بتایا جاتا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ اس نے اپنے خاوند کی مذمت کی یا تعریف کی اس کے کلام سے دونوں نکل سکتی ہیں۔ لیکن ظاہر تعریف ہی معلوم ہوتی ہے۔ بالجملہ اگر اس کو مذمت قرار دیا جائے تو مطلب یہ

ہے کہ گھر میں آکر چیتے کی طرح سے سورو بن جاتا ہے نہ بات کا کہنا نہ کام سے غرض، باہر جاتا ہے تو اچھا خاصا شریفانہ برتاؤ کرتا ہے گھر میں کچھ مصیبت آجائے تو اسے کچھ مطلب نہیں نہ پوچھنا نہ خبر لینا اور اگر تعریف ہے تو مطلب یہ ہے کہ گھر میں آکر نہایت بے خبر ہو جاتا ہے کسی بات میں کرچیل نہیں نکالتا خفا نہیں ہوتا ایسا بے خبر رہتا ہے جیسے سونے والا ہوتا ہے۔ ہم جو چاہیں کھائیں پکائیں وہ کسی چیز میں دخل نہیں دیتا نہ ہم سے ہر بات کی تحقیق کرتا ہے کہ فلاں کام کیوں کیا؟ فلاں بات کیوں ہوئی؟ باہر جاتا ہے تو شیروں کی طرح ڈانٹ ڈپٹ خوب دھڑو کتا ہے گھر میں جو کھانے پینے کی وغیرہ کی اشیاء ہوں ان کا مطالبہ اور تحقیقات نہیں کرتا کہ کہاں خرچ کی اور کیوں خرچ کی؟ جو چیز گھر میں آگئی گھر والے جس طرح چاہیں اس کو خرچ کریں۔

(۶) قَالَتِ السَّادِسَةُ: زَوْجِي إِنْ أَكَلَ لَفَّ وَإِنْ شَرِبَ اشْتَفَّ وَإِنِ اضْطَجَعَ الْتَفَّ وَلَا يُولِجُ الْكَفَّ لِيَعْلَمَ الْبَثَّ

چھٹی بولی کہ میرا خاوند اگر کھاتا ہے تو سب نمٹا دیتا ہے اور جب پیتا ہے تو سب چڑھا جاتا ہے جب لیٹتا ہے تو اکیلا ہی کپڑے میں لپٹ جاتا ہے میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا جس سے میری پراگندگی معلوم ہو سکے۔

اشْتَفَّ: سب پی جانا۔ الْتَفَّ الشيءَ: لپٹ جانا۔

فائدہ: اس کے کلام میں تعریف اور مذمت دونوں کہی جاتی ہیں لیکن جیسا کہ پانچویں کے کلام میں زیادہ تعریف ظاہر ہے اس کے کلام میں مذمت زیادہ ظاہر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا اگر مدح ہے جیسا کہ بعض شراح نے کہا ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھاتا ہے تو سب کچھ کھا جاتا ہے کہیں میوہ جات ہیں کہیں پھل ہیں مختلف انواع کے کھانے اور جب پینے کا نمبر آتا ہے تو کبھی دودھ ہے، کبھی شراب ہے، کبھی شربت ہے غرضیکہ سب کچھ پیتا ہے ہر قسم کی چیزیں اس کے دسترخوان پر ہوتی ہیں خرچ کرنے والا ہے کنجوس بخیل نہیں ہے کہ دال ہے تو گوشت نہیں ہے، پانی ہے تو دودھ نہیں ہے، جھگڑوں سے علیحدہ رہتا ہے، دوسروں کی پھٹن میں ہاتھ نہیں چلاتا یعنی عیوب کی تفتیش نہیں کرتا، کوتاہیوں کو تلاش نہیں کرتا پھرتا۔ اور اگر مذمت ہے جیسا کہ اکثر کی رائے ہے تو مطلب یہ ہے کہ جب کھانے کا نمبر آئے تو جو کچھ سامنے آئے سب نمٹا دے، گھر والوں کو بچے نہ بچے بھینس کی طرح ساری کونڈ ختم کر دے، پینے کا نمبر آئے تو سارا کنواں چڑھا جائے۔ غیروں اور اجنبیوں کی طرح الگ اپنی چادر میں لپٹ کر سو جائے مجھ سے لپٹنا تو درکنار کبھی بدن کو ہاتھ بھی نہیں لگاتا کہ میری دکھ درد کی کوئی خبر لے یا میرے بدن کی گرمی یا سردی کا کچھ پتہ لے۔

(۷) قَالَتِ السَّابِعَةُ: زَوْجِي عَيَايَاءُ أَوْ غَيَايَاءُ طَبَاقَاءُ كُلُّ دَاءٍ لَهُ دَاءٌ شَجَّكِ أَوْ فَلَّكِ أَوْ جَمَعَ كُلًّا لَكِ

ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات بھی نہیں کر سکتا، دنیا میں کوئی بیماری کسی میں ہوگی وہ اس میں موجود ہے۔ اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑ دے یا بدن زخمی کر دے یا دونوں ہی کر گزرے۔

لغات: عَيَايَاءُ: کمزور قوت مردی والا، صحبت میں تھک جانے والا، عَيِيٌّ في الْأُمُور سے ماخوذ ہے۔۔۔ طَبَاقَاءُ: صحبت کرتے وقت یا انزال کے وقت بیوی کے سینے پر پڑ جانے والا، یہ صحبت کا غلط طریقہ ہے، اس سے عورت کو تشفی نہیں ہوتی۔۔۔ غَيَايَا: غَيّ سے ہے، جس کے معنی ہیں: گمراہی اور اَوْ شک راوی کا ہے، یعنی راستہ گم کرنے والا، ایسا قوتِ مردی

میں کمزوری کی صورت میں ہوتا ہے۔۔۔۔ شَجَّهُ: سرکوزخمی کرنا۔۔۔ فَلَّ السِّكِّينَ: چھری کی دھار توڑنا، کھنڈا کرنا، کند کرنا۔۔۔۔فَلَّتْ: ترقی الی الأدنی ہے، کند کرنا یعنی ہمت توڑ دینا۔

(۸)قَالَتِ الثَّامِنَةُ: زَوْجِي الْمَسُّ مَسُّ أَرْنَبٍ وَالرِّيحُ رِيحُ زَرْنَبٍ

آٹھویں نے کہا کہ میرا خاوند چھونے میں خرگوش کی طرح نرم ہے اور خوشبو میں زعفران کی طرح مہکتا ہوا ہے۔

فائدہ: اس عورت کا نام ناشرہ بنت اوس بتایا جاتا ہے اس کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ وہ نرم مزاج ہے سخت اور بدخو نہیں اس میں لذت جسمانی اور روحانی دونوں موجود ہیں نازک بدن ہے لپٹنے کو دل چاہے یا نرم مزاج ہے کہ غصہ کا نام نہیں، اس کے ساتھ خوشبو میں مہکتا رہتا ہے۔ بعض روایات میں اس کے بیان میں ایک جملہ اور بھی ہے جس کا ترجمہ ہے کہ میں اس پر غالب رہتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب رہتا ہے یعنی میرا غالب رہنا اس کے عاجز ناکارہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے اس لئے کہ وہ سب پر غالب رہتا ہے بلکہ اپنی محبت یا اس کی شرافت کی وجہ سے میں غالب رہتی ہوں۔ زَرْنَبٌ کا معنی ہے ایک خوشبودار پودا یا زعفران۔

(۹)قَالَتِ التَّاسِعَةُ: زَوْجِي رَفِيعُ الْعِمَادِ عَظِيمُ الرَّمَادِ طَوِيلُ النِّجَادِ قَرِيبُ الْبَيْتِ مِنَ النَّادِ

نویں نے کہا کہ میرا خاوند رفیع الشان بڑی راکھ والا (بڑا مہمان نواز) اونچے مکان والا ہے دراز قد والا ہے اس کا مکان مجلس اور دارالمشورہ کے قریب ہے۔

لغات: الْعِمَادُ: ستون، سہارے کی چیز، جمع عُمُد. فلانٌ رفيعُ العماد: فلاں خاندانی شرافت والا ہے ۔۔۔النِّجَادُ: تلوار کا پرتلا۔

فائدہ: اس عورت نے اپنے اس کلام میں بہت سی تعریفیں کی ہیں۔ اول یہ کہ اس کا گھر اونچا ہے اس سے اگر حقیقت میں بڑی عمارت مراد ہے تب تو اس کی ریاست اور مالدار ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ اونچا محل مالدار ہی تیار کرائے گا اور اگر اونچے محل سے مکان کا اونچائی پر ہونا مراد ہے جیسا کہ عرب کا دستور تھا کہ سخی اور کریم لوگ اپنا مکان بلندی پر بناتے تھے تاکہ پردیسی مسافر دور سے دیکھ کر چلا آئے تو اس صورت میں اس کے شریف کریم سخی ہونے کی تعریف کی ہے اور بعض علماء نے لکھا ہے اونچے مکان سے مراد شرافت اور حسب ونسب کے اعتبار سے اونچائی مراد ہے تو مطلب یہ ہے کہ اونچے خاندان کا ہے دوسری تعریف اس کی مہمان نوازی کی ہے گھر میں راکھ کا بہت ہونا لازم ہے کثرت سے کھانا پکنے کو جو مہمان نوازی کے لئے لازم ہے۔ تیسری تعریف اس کے دراز قد کی ہے دراز قد ہونا بشرطیکہ اعتدال سے زیادہ نہ ہو۔ مردوں میں ممدوح شمار ہوتا ہے مجلس سے گھر کے قریب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ذی رائے اور سمجھدار ہے ہر شخص اس سے مشورہ لینے آتا ہے اس لئے گویا اس کا گھر ہر وقت دارالمشورہ رہتا ہے کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی شخص مشورہ کرنے کے لئے آتا ہی رہتا ہے بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ بھی محتمل ہے کہ دارالمشورہ سے اپنا گھر قریب رکھتا ہے تاکہ مجتمع ہونے والوں کے لئے تواضع وغیرہ میں یہ کہنا نہ پڑے کہ میرا گھر تو دور ہے اس لئے گھر قریب رکھتا ہے تاکہ تواضعی سامان میں دیر نہ لگے اور اس کی وجہ سے عذر کرنے کی نوبت نہ آئے۔

(۱۰)قَالَتِ الْعَاشِرَةُ: زَوْجِي مَالِكٌ وَمَا مَالِكٌ مَالِكٌ خَيْرٌ مِنْ ذٰلِكِ لَهُ إِبِلٌ كَثِيرَاتُ الْمَبَارِكِ قَلِيلَاتُ الْمَسَارِحِ إِذَا سَمِعْنَ صَوْتَ الْمِزْهَرِ أَيْقَنَّ أَنَّهُنَّ هَوَالِكُ

(ترجمہ) دسویں نے کہا کہ میرا خاوند مالک ہے اور مالک کے کیا کہنے، میرا مالک سب (کے مالکوں) سے بہتر، مالک کا کیا حال بیان کروں! اس کے اونٹ بکثرت ہیں جو اکثر مکان کے قریب بٹھائے جاتے ہیں۔ چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں وہ اونٹ جب باجے کی آواز سنتے ہیں تو یقین کر لیتے ہیں کہ ان کی ہلاکت کا وقت آ گیا۔

لغات: المَبَارِكُ: المَبْرَكُ کی جمع: اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، باڑا ۔۔۔ المَسَارِحُ: المَسْرَحُ کی جمع: چراگاہ: ۔۔۔ المِزْهَر: سارنگی (ایک قسم کا باجہ)

فائدہ: اس عورت کا نام کبشہ بنت مالک بتایا جاتا ہے اس نے اپنے خاوند کی سخاوت کی تعریف کی ہے۔ جس کی توضیح یہ ہے کہ اونٹ اگر چراگاہ میں چرنے جائیں تو ضیافت اور مہمانی کے وقت ان کے واپس آنے کا انتظار کرنا پڑتا ہے، اور اس کے یہاں ہر وقت مہمانداری رہتی ہے اس لئے اس کے اونٹ چرنے نہیں جاتے گھر ہی کھڑے کر کے کھلائے جاتے ہیں تاکہ مہمانوں کے آنے پر فوراً ذبح کر دیئے جائیں۔ باجے کی آواز کی بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ اس کی عادت ہے کہ جب کوئی مہمان وغیرہ نظر آتا ہے تو اس کی مسرت میں باجے سے اس کا استقبال کرتا ہے، تو اس باجے کی آواز سنتے ہی اونٹ سمجھ لیتے ہیں کہ اب ذبح کا وقت آ گیا کوئی مہمان آیا ہے لیکن عرب کے دستور کے مطابق یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی مہمان آتا ہے تو وہ شراب کباب گانے بجانے سے اس کی فوراً تواضع کرتا ہے اس آواز سے اونٹ سمجھتے ہیں کہ اب عنقریب کھانے وقت آیا چاہتا ہے اُس کی تیاری کے لئے ہمارے ذبح کا وقت آ گیا ہے۔

(۱۱) قَالَتِ الْحَادِيَةَ عَشْرَةَ زَوْجِي أَبُو زَرْعٍ وَمَا أَبُو زَرْعٍ أَنَاسَ مِنْ حُلِيٍّ أُذُنَيَّ وَمَلأَ مِنْ شَحْمٍ عَضُدَيَّ وَبَجَّحَنِي فَبَجِحَتْ إِلَيَّ نَفْسِي وَجَدَنِي فِي أَهْلِ غُنَيْمَةٍ بِشِقٍّ فَجَعَلَنِي فِي أَهْلِ صَهِيلٍ وَأَطِيطٍ وَدَائِسٍ وَمُنَقٍّ فَعِنْدَهُ أَقُولُ فَلا أُقَبَّحُ وَأَرْقُدُ فَأَتَصَبَّحُ وَأَشْرَبُ فَأَتَقَمَّحُ أُمُّ أَبِي زَرْعٍ فَمَا أُمُّ أَبِي زَرْعٍ عُكُومُهَا رَدَاحٌ وَبَيْتُهَا فَسَاحٌ ابْنُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا ابْنُ أَبِي زَرْعٍ مَضْجَعُهُ كَمَسَلِّ شَطْبَةٍ وَتُشْبِعُهُ ذِرَاعُ الْجَفْرَةِ بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا بِنْتُ أَبِي زَرْعٍ طَوْعُ أَبِيهَا وَطَوْعُ أُمِّهَا وَمِلْءُ كِسَائِهَا وَغَيْظُ جَارَتِهَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ فَمَا جَارِيَةُ أَبِي زَرْعٍ لا تَبُثُّ حَدِيثَنَا تَبْثِيثًا وَلا تُنَقِّثُ مِيرَتَنَا تَنْقِيثًا وَلا تَمْلأُ بَيْتَنَا تَعْشِيشًا قَالَتْ خَرَجَ أَبُو زَرْعٍ وَالأَوْطَابُ تُمْخَضُ فَلَقِيَ امْرَأَةً مَعَهَا وَلَدَانِ لَهَا كَالْفَهْدَيْنِ يَلْعَبَانِ مِنْ تَحْتِ خَصْرِهَا بِرُمَّانَتَيْنِ فَطَلَّقَنِي وَنَكَحَهَا فَنَكَحْتُ بَعْدَهُ رَجُلًا سَرِيًّا رَكِبَ شَرِيًّا وَأَخَذَ خَطِّيًّا وَأَرَاحَ عَلَيَّ نَعَمًا ثَرِيًّا وَأَعْطَانِي مِنْ كُلِّ رَائِحَةٍ زَوْجًا وَقَالَ كُلِي أُمَّ زَرْعٍ وَمِيرِي أَهْلَكِ فَلَوْ جَمَعْتُ كُلَّ شَيْءٍ أَعْطَانِيهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنِيَةِ أَبِي زَرْعٍ قَالَتْ عَائِشَةُ فَقَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ لَكِ كَأَبِي زَرْعٍ لأُمِّ زَرْعٍ

(ترجمہ) گیارہویں عورت نے کہا میرا خاوند ابوزرع ہے۔ ابوزرع کی کیا تعریف کروں؟ زیوروں سے میرے کان جھکا دیئے، (اور کھلا کھلا کر) چربی سے میرے بازو پُر کر دیئے مجھے ایسا خوش وخرم رکھتا تھا کہ میں خود پسندی اور عُجب میں اپنے آپ کو بھلی لگنے لگی، اس نے مجھے چند بکریوں پر تنگی سے گزر بسر کرنے والے گھرانے میں پایا اور وہاں سے ایسے خوشحال

خاندان میں لے آیا تھا جن کے یہاں گھوڑے اونٹ کھیتی کے بیل اور کسان تھے، (یعنی ہر قسم کی ثروت موجود تھی ان سب کے علاوہ) اس کی خوش خلقی کہ میری کسی بات پر بھی مجھے برانہیں کہتا تھا، میں دن چڑھے تک سوتے رہتی تو کوئی جگا نہیں سکتا تھا، کھانے پینے میں ایسی ہی وسعت کہ میں سیر ہو کر چھوڑ دیتی تھی (اور ختم نہ ہوتا تھا) ابوزرع کی ماں (میری خوش دامن) بھلا اس کی کیا تعریف کروں اس کے بڑے بڑے برتن ہمیشہ بھر پور رہتے تھے۔ اس کا مکان نہایت وسیع تھا، (یعنی مالدار بھی تھی اور عورتوں کی عادت کے موافق بخیل بھی نہیں۔ اس لئے مکان کی وسعت سے مہمانوں کی کثرت مراد لی جاتی ہے) ابوزرع کا بیٹا بھلا اس کا کیا کہنا وہ بھی نُورٌ علیٰ نُور ایسا پتلا دبلا چھریرے بدن کا کہ اس کے سونے کا حصہ (یعنی پسلی وغیرہ) سُتی ہوئی ٹہنی یا سُتی ہوئی تلوار کی طرح سے باریک بکری کے بچہ کا ایک دست اس کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی (یعنی بہادر کہ سونے کے لئے لمبے چوڑے انتظامات کی ضرورت نہ تھی۔ سپاہیانہ زندگی ذرا سی جگہ میں تھوڑا بہت لیٹ لیا، اسی طرح کھانے میں بھی مختصر مگر بہادری کے مناسب گوشت کے دو چار ٹکڑے اس کی غذا تھی)۔ ابوزرع کی بیٹی بھلا اس کی کیا بات ماں کی تابعدار، باپ موٹی تازی سوکن کی جلن تھی (یعنی سوکن کو اس کے کمالات سے جلن پیدا ہو عرب میں مرد کے لئے چھریرا ہونا اور عورت کے لئے موٹی تازی ہونا ممدوح شمار کیا جاتا) ابوزرع کی باندی کا بھی کیا کمال بتاؤں! ہمارے گھر کی بات کبھی بھی باہر جا کر نہ کہتی تھی، کھانے تک کی چیز بھی بے جا اجازت خرچ نہ کرتی تھی۔ گھر میں کوڑا کباڑ نہیں ہونے دیتی تھی۔ (مکان کو صاف شفاف رکھتی تھی)، ام زرع کہتی ہے ہماری یہ حالت تھی! لطف سے دن گزر رہے تھے) ایک دن صبح کے وقت جب دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے، ابوزرع گھر سے نکلا۔ راستہ میں ایک عورت پڑی ہوئی ملی جس کی کمر کے نیچے چیتے جیسے دو بچے اناروں سے کھیل رہے تھے، (چیتے کے ساتھ تشبیہ کھیل کود میں ہے اور اناروں سے یا تو حقیقۃً انار مراد ہیں کہ ان کو لڑھکا کر کھیل رہے تھے، یا دو اناروں سے اس عورت کے پستان مراد ہیں) پس وہ کچھ ایسی پسند آئی کہ مجھے طلاق دے دی اور اس سے نکاح کر لیا، (طلاق اس لئے دی کہ سوکن ہونے کی وجہ سے اس کو رنج نہ ہو اور اس کی وجہ سے مجھے طلاق دینے سے اس کے دل میں ابوزرع کی وقعت ہو جائے) ایک روایت میں ہے کہ اس سے نکاح کر لیا نکاح کے بعد وہ مجھے طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی، آخر مجھے طلاق دے دی، اس کے بعد میں نے ایک اور سردار شریف آدمی سے نکاح کر لیا جو شہسوار ہے اور سپہ گر ہے، اس نے مجھے بڑی نعمتیں دیں اور ہر قسم کے جانور اونٹ، گائے، بکری وغیرہ وغیرہ ہر چیز میں سے ایک ایک جوڑا مجھے دیا اور یہ بھی کہا کہ ام زرع خود بھی کھا اور اپنے میکہ میں جو چاہے بھیج دے لیکن بات یہ ہے کہ اگر میں اس کی ساری عطاؤں کو جمع کروں تب ابوزرع کی چھوٹی سے چھوٹی عطا کے برابر نہیں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سنا کر مجھ سے یہ ارشاد فرمایا کہ میں بھی تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسا کہ ابوزرع ام زرع کے واسطے۔

لغات: أَنَاسَه: حرکت دینا، ہلانا۔ نَاسَ الشَّیُٔ (ن) نَوْسًا: لچکنا، ہلنا، جھومنا۔۔۔ بَجَّحَهُ: خوش کرنا: بَجَحَ بِهِ (ف، س) بَجَحًا: خوش ہونا، ناز کرنا۔۔۔ غُنَیْمَة: غنم کی تصغیر: تھوڑی بکریاں۔۔۔ الشِّقّ: محنت ومشقت، شَقَّ الأمر: دشوار ہونا، شاق اور ناقابل برداشت ہونا، صَهِیْل: گھوڑے، صَهَلَ الفرسُ صَهِیْلًا: گھوڑے کا ہنہنانا۔۔۔ د أَطِیْط: اونٹ، أَطَّ أَطِیْطًا: اونٹ کا بولنا۔۔۔ دَائِس: اسم فاعل: گاہنے والا یعنی بیل، دَاسَ الشَّیَٔ: روندنا، مسلمان، گاہنا۔۔۔ مُنَقّ: اسم

فاعل: اناج صاف کرنے والا یعنی کسان، نَقَّاہ: صاف کرنا۔۔۔۔ أُقَبَّحُ: مضارح، مجہول واحد متکلم، قَبَّحَهٗ: برا بنانا ۔۔۔۔ تَصَبَّحَ: صبح کے وقت سونا۔۔۔۔ تَقَمَّحَ الشراب: چھک کر پینا چھوڑ دینا۔

فائدہ: اس کے بعد اور احادیث میں یہ بھی آتا ہے کہ مگر میں تجھے طلاق نہیں دوں گا۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس پر فرمایا کہ حضرت! ابوزرع کی کیا حقیقت! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ ﷺ میرے لئے اس سے بہت زیادہ بڑھ کر ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ ہر مسلم زوجین کو حضور اقدس ﷺ کا اتباع اس مضمون میں بھی نصیب فرمائیں کہ یہ عفت کا باعث ہوتا ہے آمین، بعض علماء نے اس قصہ میں یہ اشکال کیا ہے کہ جن عورتوں نے اپنے خاوندوں کی برائی بیان کی ہے وہ وغیبت ہے جو حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں ہوئی اور اگر خود حضور اکرم ﷺ نے اس قصہ کو ارشاد فرمایا تو اشکال اور بھی قوی ہو جاتا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے کہ کسی غیر معروف شخص کا حال بیان کرنا جس کو لوگ نہ جانتے ہوں غیبت نہیں ہے۔

یہ حدیث بخاری کتاب النکاح میں اور مسلم شریف فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم میں باب ۱۴ کے ذیل میں بھی موجود ہے۔

(۳۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي صِفَةِ نَوْمِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس ﷺ کے سونے کا ذکر

فائدہ: یعنی حضور اقدس ﷺ کس طرح سوتے تھے۔ سوتے وقت کیا پڑھتے تھے؟ اس باب میں چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَخَذَ مَضْجَعَهُ وَضَعَ كَفَّهُ الْيُمْنٰى تَحْتَ خَدِّهِ الْأَيْمَنِ وَقَالَ رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى أَنْبَانَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ أَنْبَانَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ مِثْلَهُ وَقَالَ يَوْمَ تَجْمَعُ عِبَادَكَ

حضرت براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت آرام فرماتے تھے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے تھے اور یہ دعا پڑھتے رَبِّ قِنِي عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ اے اللہ مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو۔ محمد بن مثنی نے بیان کیا، خبر دی عبدالرحمن نے، خبر دی اسرائیل نے، انہوں نے روایت کی ابی اسحاق سے اور وہ ابی عبیدہ سے اور وہ عبداللہ سے اس کی مثل روایت کرتے ہیں اور فرمایا جس دن وہ اپنے بندوں کو جمع کرے گا۔

فائدہ: حصن حصین میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ یہ دعا پڑھتے تھے! دوسری حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ عام معمول تھا جس کو متعدد حضرات نے سنا۔ حضور اکرم ﷺ کا معصوم ہونے کے باوجود اس قسم کی دعاؤں کو پڑھنا اظہار عبدیت کے لئے ہوتا ہے کہ بندگی کا مقتضیٰ مولیٰ سے مانگنا ہی ہے یا امت کی تعلیم کے لئے اس حدیث سے حضور اقدس ﷺ کا دائیں

کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے اور یہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول تھا۔ اسی وجہ سے دائیں کروٹ پر سونا مستحب بھی ہے اور اس میں ایک خاص مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آدمی کا دل چونکہ سینہ کے بائیں طرف ہوتا ہے اس لئے دائیں کروٹ پر سونے سے وہ اوپر رہتا ہے اور استغراق کی اور گہری نیند نہیں آتی بلکہ آدمی چوکنا سوتا ہے اور اگر بائیں کروٹ پر سوتا ہے تو دل نیچے کی جانب ہوتا ہے اور اس صورت میں گہری نیند آتی ہے اس وجہ سے بعض اطباء نے بائیں جانب سونے کو اچھا بتایا ہے کہ گہری نیند آنے سے ہضم بہتر ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے لیکن اس میں ایک مضرت بھی ہے جس طرف ان کا ذہن نہیں گیا۔ وہ یہ کہ جب دل نیچے کی جانب ہوگا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا اور بدن کا مواد اس پر اثر کرے گا۔ دل اعضائے رئیسہ میں اہم عضو ہے اس پر مواد کا تھوڑا سا اثر ہونا بھی بہت سے امراض کا سبب ہے، اس لئے بائیں کروٹ پر سونے سے اگر طبی مصلحت ہے تو ایک طبی مضرت بھی ہے اور مضرت سے بچنا زیادہ اہم ہے۔ اس لئے طبی حیثیت سے بھی دائیں کروٹ پر سونا بہتر ہے اس کے علاوہ دائیں کروٹ پر لیٹنا موت کے بعد قبر میں لیٹنے کی یاد تازہ کرتی ہے اور موت کو یاد کرنے کا حکم بھی ہے اور دینی دنیوی بہت سے فوائد موت کو یاد رکھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ ان لذتوں کو ختم کرنے والی چیز کو کثرت سے یاد کیا کرے اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیسے بھولے جو بہر حال آنے والی ہے نہ معلوم کب آجائے۔

(۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ اللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَي وَإِذَا اسْتَيْقَظَ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَمَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب بستر پر لیٹتے، اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَأَحْيَي اے اللہ میں تیرے سے نام سے مرتا (یعنی سوتا) اور تیرے ہی نام سے زندہ ہوں گا (یعنی سو کر اٹھوں گا) اور جب جاگتے تو یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَحْيَانَا بَعْدَمَا أَمَاتَنَا وَإِلَيْهِ النُّشُورُ تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ کے لئے ہیں جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی اور اسی پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے۔ (یا زندگی کی پریشانیوں میں وہی مرجع ہے)

فائدہ: نوم موت کے مشابہ ہوتی ہے، اس لئے سونے کو مرنے سے اور جاگنے کو زندگی سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اس لئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پر لیٹنا چاہیے کہ سونا مرنے کا نمونہ ہے چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اس لئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر کیا۔ علماء نے لکھا کہ سو کر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچنے کی چیز ہے کہ اس طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ درحقیقت حق تعالیٰ جل شانہ نے اس دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے اور عبرت اور غور کے واسطے ہر قسم کی چیزیں یہاں پیدا فرمائیں۔ دنیا کی ساری زندگی خواب سے زیادہ نہیں ہے۔ ایک آدمی نہایت خوشحال متمول ہے ہر قسم کی راحت کے سامان اس کے پاس موجود ہیں کسی قسم کی اس کو کوئی تکلیف بھی نہیں ہے وہ خواب میں اگر اپنے آپ کو کوڑے کھاتا ہوا دیکھے ہر قسم کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے وہ نہیں سمجھ رہا کہ یہ خواب ہے وہ اس سے پریشان بھی ہے، رو بھی رہا ہے لیکن دفعتاً آنکھ کھل جاتی ہے اور سب راحت و آرام مل جاتے ہیں اس خواب کی تکلیف کا ذرا بھی احساس اس کو نہیں رہتا اسی طرح ایک دیندار کا

حال سمجھ لو۔ وہ اس دنیا میں جتنی بھی تکالیف اٹھائے وہ خواب ہے۔ اگر آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں تو اس خواب کا کیا اثر اس پر ہو سکتا ہے؟ اس کے بالمقابل حسرت سے غور کرو اس تہی دست پر جو اس خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے کوڑے اس پر پڑ رہے ہیں تو اس خواب کی راحت و آرام کو لے کر وہ کیا چاٹ لے گا؟ ایک بامشقت سزا کا قیدی، خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے لیکن آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل کی اندھیری کوٹھری میں ہے، ہتھکڑی لگی ہوئی ہے تو اس خواب کی بادشاہت سے اس کو کیا ملا۔ اس گُر کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا اس لئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے لطف سے ہم لوگوں کو بھی یہ دولت نصیب فرمادے تو اس کے کرم سے بعید نہیں۔

یہی حدیث ابواب الدعوات باب منہ ۲۸ باب کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا الْمُفَضَّلُ بْنُ فَضَالَةَ عَنْ عُقَيْلٍ أُرَاهُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ كُلَّ لَيْلَةٍ جَمَعَ كَفَّيْهِ فَنَفَثَ فِيهِمَا وَقَرَأَ فِيهِمَا قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ وَ قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا مَا اسْتَطَاعَ مِنْ جَسَدِهِ يَبْدَأُ بِهِمَا رَأْسَهُ وَوَجْهَهُ وَمَا أَقْبَلَ مِنْ جَسَدِهِ يَصْنَعُ ذٰلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر رات اپنے بستر پہنچ جاتے تو دونوں ہتھیلیوں کو اکٹھا کرتے پس ان میں دم کرتے اور ان میں سورۃ اخلاص، معوذتین پڑھتے پھر جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا اپنے جسم پر پھیرتے، پہلے سر اور چہرے پر اور جسم کے سامنے حصہ پر پھیرتے آپ یہ عمل تین دفعہ کرتے۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں پڑھنا بھی ثابت ہے اور کلام اللہ کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن پاک کی کوئی سورت سوتے ہوئے پڑھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ محافظ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو جاگنے کے وقت تک کی اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سورتوں کا پڑھنا حدیث بالا میں وارد ہے ان کے علاوہ مسبحات یعنی ان سورتوں کا پڑھنا جو سبح یسبح سبحان سے شروع ہوتی ہیں، وارد ہے نیز الم السجدۃ اور تبارک الذی کا ہمیشہ پڑھنا وارد ہے۔ نیز آیت الکرسی اور سورۂ بقرۃ کی آخری دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سوتے وقت ہمیشہ ''قل یاایھا الکافرون'' پڑھ کر سویا کرو، ان کے علاوہ بہت سی دعائیں پڑھنا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ كُهَيْلٍ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ کی یہ عادت شریفہ تھی کہ جب بھی آپ صلی

أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَامَ حَتَّى نَفَخَ وَكَانَ إِذَا نَامَ نَفَخَ فَأَتَاهُ بِلَالٌ فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ وَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

اللہ علیہ وسلم سوتے تھے خراٹے لیتے تھے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آکر تیاری نماز کی اطلاع دی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور نماز پڑھائی وضو نہیں کیا۔ اس حدیث میں ایک قصہ بھی ہے۔

فائدہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی یہ خصوصیت تھی کہ ان کی نیند ناقص وضو نہیں ہوتی۔ اس لئے حضور اقدس ﷺ نے وضو نہیں کیا اور اس کی وجہ حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ سونے کی حالت میں انبیاء علیہم السلام کی آنکھ سوتی ہے لیکن دل نہیں سوتا، وہ جاگتا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے کہ شیطان کے اثر سے وہ محفوظ ہوتے ہیں۔ وہ قصہ جس کی طرف امام ترمذی رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اپنی خالہ کے گھر سونے کے متعلق ہے جو آئندہ باب کی پانچویں حدیث میں مفصل مذکور ہے۔ اس باب سے اُس کو کچھ تعلق نہیں تھا اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے اس کو اختصاراً چھوڑ دیا۔

(۵) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى فِرَاشِهِ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَفَانَا وَآوَانَا فَكَمْ مِمَّنْ لَا كَافِيَ لَهُ وَلَا مُؤْوِيَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر تشریف لاتے تو یہ دعا پڑھتے۔۔ تمام تعریفیں اللہ جل جلالہ عم نوالہ کے لئے ہیں جس نے شکم سیر فرمایا اور سیراب کیا اور ہماری ضرورتیں پوری کیں اور ہمیں ٹھکانا دیا پس کتنے بندے ایسے ہیں جن کو نہ کوئی ضرورت پوری کرنے والا ہے اور نہ کوئی ان کو ٹھکانا دینے والا ہے۔

فائدہ: چونکہ عادت اللہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ جل جلالہ عم نوالہ پر اپنے کاموں کو چھوڑ دیتا ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ بھی اس کے کاموں کو غیب سے پورا فرماتے ہیں۔ ''وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ'' (الطلاق: ۳) جس کا کسی نے ترجمہ کیا ہے: ''خدا خود میر سامان است ارباب توکل را'' اور حضور اقدس ﷺ میں یہ مضمون علیٰ وجہ الاتم ہونا ہی چاہئے تھا اس لئے وہاں کفایت بھی علیٰ وجہ الاتم ہوتی تھی اس کے بعد جو شخص جتنا زیادہ بھروسہ اللہ جل شانہٗ پر کرتا ہے اتنا ہی حق تعالیٰ جل شانہٗ کی طرف سے اس کی اعانت ہوتی ہے۔ متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے یہ مضمون وارد ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے جس شخص کو فاقہ پہنچے اور وہ لوگوں سے اس کے ازالہ کی درخواست کرے تو اس کی حاجت پوری نہیں کی جاتی اور اگر اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں اس کو پیش کرے تو بہت جلد کسی نہ کسی طرح سے اس کی ضرورت پوری کر دی جاتی ہے۔ ایک حدیث میں حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدمی کے بچے! اگر تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جائے تو میں ضرور تیری مدد کروں گا اور تیرے دل کو غنا سے بھر دوں گا، ورنہ تیرے دل کو تفکرات سے بھر دوں گا اور ضرورتیں پوری نہ ہونے دوں گا۔ جو لوگ دینی کاموں میں مشغول ہونے کے لئے ضروریات سے فراغت کا انتظار دیکھا کرتے ہیں اس سے سبق حاصل کریں کہ ضروریات سے فراغت کا راستہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا اور اس کے کاموں میں مشغول ہونا ہے۔ حدیث بالا میں جو دعا نقل کی گئی

ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ ہر شخص کو اپنی حالت میں شکر کرنا ضروری ہے کہ زیادتی انعام کا ذریعہ ہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ "(ابراہیم: ۷) اگر تم شکر کرتے رہو گے تو میں اپنے احسانات میں اضافہ کروں گا"۔ اور اس طرف متوجہ فرمایا کہ اپنے سے کمتر کے حالات کی طرف بھی غور کرنا چاہیے تاکہ شکر دل سے نکلے، کتنے آدمی دنیا میں ایسے ہیں جن کو کھانا میسر نہیں، فاقے کرتے ہیں۔ کتنے لوگ ایسے ہیں جن کو ٹھکانہ نصیب نہیں، بے ٹھکانہ گزر کرتے ہیں۔ اسی طرح سے کوئی حامی و مددگار نہیں ہے جو مصائب میں کوئی اعانت کر سکے اللہ تعالیٰ کے کتنے احسانات ہیں جس نے یہ سب کچھ عطاء فرما رکھا ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجُرَيْرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ الْمُزَنِيِّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَبَاحٍ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا عَرَّسَ بِلَيْلٍ اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ وَإِذَا عَرَّسَ قُبَيْلَ الصُّبْحِ نَصَبَ ذِرَاعَهُ وَوَضَعَ رَأْسَهُ عَلَى كَفِّهِ

حسین بن محمد جریری، سلمان بن حرب، حماد بن سلمہ، حمید، بکر بن عبداللہ مزنی، عبداللہ بن رباح، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (سفر میں رات کو چلنے کے بعد) اگر اخیر شب میں کچھ سویرے کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو دائیں کروٹ لیٹ کر آرام فرماتے اور اگر صبح کے وقت ٹھہرنا ہوتا تو اپنا دایاں بازو کھڑا کرتے اور ہاتھ پر سر رکھ کر آرام فرمالیتے۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ اگر وقت وسیع ہوتا تو لیٹ کر سو جاتے تھے اور عادتِ شریفہ دائیں کروٹ لیٹنے کی تھی ہی۔ لیکن اگر وقت قلیل ہوتا تو ہاتھ پر ٹیک لگا کر تھوڑی دیر آرام فرمالیتے۔ ایسے وقت میں بالکل لیٹ کر آرام نہ فرماتے تھے کہ گہری نیند آجائے اور نماز فوت ہو جائے، بلکہ کہنی پر ٹیک لگا کر سر مبارک کو ہاتھ پر رکھ کر تھوڑا سا آرام فرمالیتے تھے۔

(٤٠) بَابُ مَا جَاءَ فِي عِبَادَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت سکون وعبادت ہے۔ ہر کلام و خاموشی ذکر و فکر ہے۔ لیکن مثال کے طور پر شمائل کا جزو ہونے کی وجہ سے مصنفؒ نے چند عبادات کا ذکر کیا ہے۔ جس سے اندازہ ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود مغفرت اور مراتب عالیہ کے حصول کا پروانہ ملنے کے باوجود، اس مرتبہ پر فائز ہونے کے باوجود، جہاں تک نہ کوئی ولی اللہ پہنچ سکتا ہے، نہ کوئی نبی پہنچا، کس قدر نفلی عبادات کا اہتمام فرماتے تھے اور ہم لوگ جو امتی کہلاتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں، کتنا اہتمام کرتے ہیں، حالانکہ ہم گناہ گار ہیں، سیاہ کار ہیں، گناہوں کے مقابلے اور تول کے لئے بھی ہم عبادات کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محتاج ہیں۔ پھر ہماری عبادتیں بھی ایسی ہیں جن کا معاوضہ تو درکنار ان کا کوئی بھی معاوضہ مل جائے تو بسا غنیمت ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ہر عبادت کا وزن اور اس کی قیمت اخلاص پر مبنی ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کا عبادت میں وزن ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے

اور اس کے لئے اس نماز کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے کسی کے لئے نواں، اسی طرح آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی اور آدھا حصہ لکھا جاتا ہے (ابوداؤد) اور دسواں بھی مثال کے طور پر ارشاد ہے ورنہ اس سے بھی کم ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے اول نماز کا حساب ہوگا۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کہ میرے بندے کی نماز کو دیکھو پوری ہے یا ناقص ہے؟ اگر وہ پوری ہوگی تو جائزہ میں پوری لکھ دی جائے گی اور اگر ناقص ہوگی تو ارشاد ہوگا کہ دیکھو اس کے لئے کچھ نوافل بھی ہیں یا نہیں؟ اگر نوافل ہوتی ہیں تو ان سے فرائض کی تکمیل کردی جاتی ہے اس کے بعد پھر اس طرح دوسری عبادات زکوٰۃ وغیرہ کا محاسبہ ہوتا ہے (ابوداؤد) ہم لوگوں کے فرائض جیسے ادا ہوتے ہیں وہ ہمیں بھی معلوم ہیں ایسی صورت میں کیا ضروری نہیں کہ نفلی عبادات نماز کے قبیلہ سے ہوں یا صدقات کے یا اور دوسری عبادات کے، نہایت کثرت و اہتمام اور اخلاص سے کی جائیں، عدالت میں پیشی کا وقت نہایت سخت ہے اور ہمارے اعمال کے دو نگران ہر وقت ہمارے ساتھ ہیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آدمی کے بدن کا ہر جز اس عمل نیک یا بد کی گواہی دینے والا ہے جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ انگلیوں پر کلمہ طیبہ اور تسبیحات کو گنا کرو کہ قیامت کے دن ان انگلیوں سے بھی محاسبہ ہوگا کہ اپنے اپنے اعمال بتائیں اور ان کو گویائی عطا کی جائے گی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر میرے ماں باپ قربان! کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہر چیز میں ہمارے سامنے ہے۔ اس باب میں ۲۴ حدیثیں ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَبِشْرُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَا أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى انْتَفَخَتْ قَدَمَاهُ فَقِيلَ لَهُ أَتَتَكَلَّفُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر لمبی نفلیں پڑھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ورم کر گئے تھے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر مشقت برداشت کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے سب گناہ بخش دیئے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو کیا میں اس کا شکر ادا نہ کروں؟

فائدہ: سائل کی غرض بظاہر یہ تھی کہ کثرت عبادت معاصی کے کفارہ کے لئے ہوتی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درجہ مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب فرمادیا کہ عبادت کی یہی ایک غرض نہیں ہوتی بلکہ مختلف وجوہ سے ہوتی ہے اور جب اللہ جل شانہٗ نے میرے سارے گناہ معاف فرمادیئے تو اس کا مقتضا تو یہی ہے کہ میں اس کے احسان کے شکر میں کثرت سے عبادت کروں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ عبادت کبھی جنت وغیرہ کی رغبت کی وجہ سے ہوتی ہے یہ تاجروں کی عبادت ہے کہ عبادت سے خریداری مقصود ہے۔ یہاں قیمت ادا کی جارہی ہے وہاں مال مل جائے گا اور کبھی عبادت خوف کی وجہ سے ہوتی ہے یہ غلاموں کی عبادت ہے کہ ڈنڈے کے خوف کی وجہ سے کام کرتے ہیں جیسا کہ نوکروں کا عام دستور ہوتا ہے۔ ایک وہ عبادت ہے جو بلا رغبت و بلا خوف محض اللہ کے انعامات کے شکر میں ہو۔ یہ احرار کی عبادت ہے۔ حدیث بالا میں گزرا ہے کہ

حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب گناہ معاف فرما دیئے حالانکہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں ان سے گناہ صادر ہی نہیں ہوتے اس کے بہت سے جواب علماء نے مرحمت فرمائے ہیں جو اپنے موقعوں پر درج ہیں۔ بالخصوص سورۃ ''انا فتحنا'' کی تفسیر میں مختلف جواب نقل کیے گئے ہیں، بندہ کے نزدیک سہل یہ ہے کہ ''حسنات الابرار سیئات المقربین'' (نیک لوگوں کی خوبیاں مقربین کے لئے گناہ بن جاتی ہیں) ہر شخص کے گناہ اس درجہ کے مناسب ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ اور رتبہ کے مناسب جو کوتاہیاں شمار کی گئیں وہ ایسے امور ہیں جو ہمارے لئے عین طاعت ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھ لیجئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا فر سرداروں کے اسلام لانے کی توقع اور امید میں ان سے گفتگو فرما رہے تھے جو عین دین تھا اس وقت ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے آ کر کچھ بات کہی جس کی بناء پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کی وجہ سے ان کا درمیان میں دخل دینا گراں ہوا اس پر سورۂ عبس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تنبیہ ہوئی، اسی طرح جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے غایت شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس توقع پر یہ لوگ مسلمان ہو جائیں یا ان کی نسل سے مسلمان پیدا ہوں فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دیا تو قرآن پاک میں اس پر تنبیہ فرمائی۔ غرض اس نوع کے واقعات ہیں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی علوشان کے لحاظ سے وہ تقصیر شمار کیے گئے۔

یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی الاجتہاد فی الصلوٰۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ أَخْبَرَنَا الْفَضْلُ بْنُ مُوسَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ قَالَ فَقِيلَ لَهُ أَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ جَائَكَ أَنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ غَفَرَ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ نوافل پڑھا کرتے تھے کہ پاؤں پر ورم ہو جاتا تھا کسی نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اگلے پچھلے سب گناہوں کی معافی کی بشارت نازل ہو چکی ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس درجہ کیوں مشقت برداشت فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

فائدہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی اس شکریہ کے بارے میں ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب ترین بات سنائیں، انہوں نے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات ایسی تھی جو عجیب ترین نہ تھی، اس کے بعد فرمانے لگیں، ایک رات کا قصہ ہے کہ سونے کے لئے مکان پر تشریف لائے اور میرے پاس لحاف میں لیٹ گئے لیٹتے ہی تھوڑی دیر میں فرمایا کہ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں، یہ فرما کر کھڑے ہو گئے، وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ سینہ مبارک تک آنسو بہہ کر آنے لگے اس کے بعد رکوع کیا، اس میں بھی روتے رہے، پھر سجدہ کیا اس میں بھی روتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھے اور روتے رہے غرض صبح تک یہی کیفیت رہی کہ بلال رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لئے بلانے کو آگئے میں نے عرض کیا کہ حضور اقدس آپ اس قدر کیوں روئے؟ اللہ جل شانہٗ

نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں، اس کے بعد اِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ (ال عمران: ۱۹۰) سورۂ آل عمران کے آخری رکوع کی آیت تلاوت فرمائی۔

(۳) حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ عُثْمَانَ بْنِ عِيسَى بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الرَّمْلِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي عَمِّي يَحْيَى بْنُ عِيسَى الرَّمْلِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُومُ يُصَلِّي حَتَّى تَنْتَفِخَ قَدَمَاهُ فَيُقَالُ لَهُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ أَتَفْعَلُ هٰذَا وَقَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ قَالَ أَفَلَا أَكُونُ عَبْدًا شَكُورًا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنی طویل نماز پڑھتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ورم آجاتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی طویل نماز پڑھتے ہیں حالانکہ آپ کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟۔

فائدہ: امام ترمذیؒ نے اہتمام کی وجہ سے تین طریقوں سے اس مضمون کو ذکر کیا، ان روایات پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ نبی کریم ﷺ سے مختلف طریقوں سے طاقت سے زیادہ مجاہدات اور عبادات کی ممانعت وارد ہوئی ہے، لیکن حق یہ ہے کہ آدمی صرف عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا کہ میں نے جن وانس کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ جب یہی اصل مقصد پیدائش کا ہے تو اس میں جتنا بھی اضافہ، اہتمام اور زیادتی ہوگی وہ ممدوح اور پسندیدہ ہوگی اس کے بعد زیادتی کی ممانعت جہاں جہاں سے وارد ہوئی ہے وہ عوارض کی وجہ سے ہے جہاں کوئی عارض اور مانع پیش آجائے گا وہاں غیر مستحسن ہو جائے گی۔ منجملہ ان عوارض کے اکتا جانے اور گھبرا کر بالکل ترک کر دینا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ''نہ بھاگ کر چلنا نہ اکھڑ کر گرنا''۔ احادیث منع میں اس طرف اشارہ ہے، چنانچہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''اعمال اسی قدر کرو جتنے کا تحمل ہو سکے''۔ اللہ جل شانہٗ ثواب عطاء کرنے سے دریغ نہیں فرماتے جب تک کہ تم عمل سے نہ اکتا جاؤ۔ اسی لئے علماء مجاہدات کی زیادتی سے روکتے ہیں کہ مبادا اکتا کر بالکل ہی ترک ہو جائے۔ حضور اقدس ﷺ کی شان اس سے بہت بلند تھی وہاں اکتا جانے کا کیا احتمال پیدا ہو سکتا ہے؟ جبکہ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور کیوں نہ ہوتی جبکہ نماز اللہ کے ساتھ راز و نیاز ہے تو حضور اقدس ﷺ جیسے مخلص بندے کے لئے آقا کے ساتھ سرگوشی میں جتنی بھی لذت ہو قرین قیاس ہے، اکتائے وہ جو اس لذت سے محروم ہو۔ اسی طرح دوسرا مانع جو احادیث میں وارد ہوا ہے حقوق لازمہ کی ادائیگی میں کوتاہی ہے کہ مجاہدات کی کثرت سے ضعف پیدا ہو کر حقوق میں کوتاہی ہوگی۔ حضور اقدس ﷺ کے یہاں یہ سوال بھی پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ جو قدسی ذات ان مجاہدات اور تقلیل طعام وغیرہ پر بھی ایک دفعہ میں نو بیبیوں سے صحبت کر سکتا ہو وہاں ضعف کا کیا سوال! اسی طرح دیگر عوارض کا حال ہے جو حضور اکرم ﷺ کے یہاں منتفی تھے اس لئے ان جیسی روایات پر کوئی اشکال نہیں ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ

اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يَنَامُ أَوَّلَ اللَّيْلِ ثُمَّ يَقُومُ فَإِذَا كَانَ مِنَ السَّحَرِ أَوْتَرَ ثُمَّ أَتَى فِرَاشَهُ فَإِذَا كَانَتْ كَانَ لَهُ حَاجَةٌ أَلَمَّ بِأَهْلِهِ فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ وَثَبَ فَإِنْ كَانَ جُنُبًا أَفَاضَ عَلَيْهِ مِنَ الْمَاءِ وَإِلَّا تَوَضَّأَ وَخَرَجَ إِلَى الصَّلَاةِ

سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز یعنی تہجد اور وتر کے متعلق استفسار کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (عشاء کی نماز کے بعد) شب کے نصف اول میں استراحت فرماتے تھے، اس کے بعد تہجد پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ اخیر شب ہو جاتی تب وتر پڑھتے۔ اس کے بعد اپنے بستر پر تشریف لے آتے۔ اگر رغبت ہوتی تو اہل کے پاس تشریف لے جاتے یعنی صحبت کرتے، پھر صبح کی اذان کے بعد فوراً اٹھ کر غسل کی ضرورت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو فرما کر نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔

فائدہ: اطباء کے نزدیک بھی صحبت کے لئے بہتر وقت اخیر شب ہے کہ وہ اعتدال کا وقت ہے نیز سو کر اٹھنے کے بعد طرفین کی طبیعت بھی نشاط پر ہوتی ہے۔ اول شب میں پیٹ بھرا ہوا ہوتا ہے ایسی حالت میں صحبت مضر ہوتی ہے اور بھوک کی حالت میں زیادہ مضر ہے۔ اخیر شب کا وقت اس لحاظ سے بھی اعتدال کا ہوتا ہے لیکن یہ سب طبی مصالح ہیں شرعاً جواز ہر وقت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اول شب اور دن کے مختلف اوقات میں صحبت کرنا ثابت ہے۔ البتہ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ عین نماز کے وقت اگر صحبت کی جائے اور اس سے حمل ٹھہر جائے تو وہ اولاد والدین کی نافرمان ہوتی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ بَاتَ عِنْدَ مَيْمُونَةَ وَهِيَ خَالَتُهُ قَالَ فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ وَاضْطَجَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طُولِهَا فَنَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى إِذَا انْتَصَفَ اللَّيْلُ أَوْ قَبْلَهُ بِقَلِيلٍ أَوْ بَعْدَهُ بِقَلِيلٍ فَاسْتَيْقَظَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ النَّوْمَ عَنْ وَجْهِهِ ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ الْخَوَاتِيمَ مِنْ سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ ثُمَّ قَامَ إِلَى شَنٍّ مُعَلَّقٍ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک رات (لڑکپن میں) اپنی خالہ حضرت میمونہ (ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ہاں سویا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل تکیہ کے طولانی حصہ پر سر رکھے ہوئے تھے اور میں تکیہ کے چوڑائی پر سر رکھے ہوئے تھا [1] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (اپنی اہلیہ سے تھوڑی باتیں فرمانے کے بعد) سو گئے اور تقریباً سو گئے اور تقریباً نصف رات ہونے پر یا اس سے کچھ پہلے بیدار ہوئے اور اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر نیند کے آثار کو دور فرمانے لگے اور پھر سورت آل عمران کے اخیر رکوع ان فی خلق السموات والارض کو تلاوت فرمایا [2] اس کے بعد مشکیزہ کی طرف جو پانی سے بھرا ہوا لٹک رہا تھا تشریف لے گئے اور اس سے (برتن میں پانی لے کر) وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی۔

فَتَوَضَّأَ مِنْهَا فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبَّاسٍ فَقُمْتُ إِلَى جَنْبِهِ فَوَضَعَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى رَأْسِي ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى فَفَتَلَهَا فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ رَكْعَتَيْنِ قَالَ مَعْنٌ سِتَّ مَرَّاتٍ ثُمَّ أَوْتَرَ ثُمَّ اضْطَجَعَ حَتَّى جَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ فَقَامَ فَصَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلَّى الصُّبْحَ

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں بھی وضو کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے (بائیں جانب) برابر کھڑا ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر دست مبارک رکھ کر میرا کان مروڑا ③ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دو دو رکعت پڑھتے رہے۔ معن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ چھ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو رکعت پڑھی ہوگی ④ پھر وتر پڑھ کر لیٹ گئے صبح نماز کیلئے جب بلال بلانے آئے تو دو رکعت سنت مختصر قرأت سے پڑھ کر صبح کی نماز کے لئے تشریف لے گئے۔

تشریح: ① فَاضْطَجَعْتُ فِي عَرْضِ الْوِسَادَةِ قاضی عیاض وغیرہ حضرات نے بجائے تکیہ کے بستر کا ترجمہ فرمایا ہے لیکن جب کہ لفظ کا اصل ترجمہ تکیہ ہی ہے اور تکیہ مراد لینے میں کوئی بُعد بھی نہیں تو پھر بستر مراد لینے کی ضرورت نہیں ہے کہ مثلاً تکیہ لمبائی پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سر مبارک رکھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور ابن عباس تکیہ کے چوڑان پر سر رکھ کر یعنی قبلہ کی طرف سر رکھ کر لیٹ گئے ہوں۔

② ثُمَّ قَرَأَ الْعَشْرَ الْآيَاتِ: علماء کہتے ہیں کہ جاگنے کے بعد تھوڑا سا قرآن شریف پڑھ لینا چاہئے کہ اس سے نشاط پیدا ہوتا ہے اور ان آیات کا پڑھنا مستحب ہے۔

③ ثُمَّ أَخَذَ بِأُذُنِي الْيُمْنَى فَفَتَلَهَا: تنبیہ کے لئے ایسا کیا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ اونگھنے لگا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کان پکڑا) ایک روایت میں ہے کہ کان پکڑ کر دائیں جانب کو کھینچا تاکہ سنت کے موافق امام کے دائیں جانب کھڑے ہو جائیں۔

④ ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تہجد کی بارہ رکعتیں ہیں۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تہجد کی مختلف رکعات نقل کی گئی ہیں جو مختلف اوقات کے اعتبار سے ہیں کہ وقت میں گنجائش زیادہ ہوئی تو پڑھ لیں ورنہ کم پڑھ لیں۔ کوئی خاص تحدید تہجد کی رکعات میں ایسی نہیں ہے جس سے کم و بیش زیادہ نہ ہوں۔ بسا اوقات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود وسیع وقت ہونے کے بھی رکعات کم پڑھتے تھے، البتہ ان میں قرآن پاک کی تلاوت زیادہ مقدار میں فرماتے تھے جیسا کہ اسی باب کی مختلف احادیث میں یہ مضامین آرہے ہیں۔

(٦) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي جَمْرَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

ابو کریب محمد بن العلاء، وکیع، شعبۃ، ابی جمرہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تہجد (مع وتر بھی) تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: یعنی دس رکعت تہجد اور تین رکعت وتر۔ بعض علماء نے ان میں صبح کی دو سنتیں شمار کی ہیں اس صورت میں آٹھ رکعت تہجد کی ہوئیں۔ یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی وصف صلاۃ النبی کے اگلے باب منہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى عَنْ سَعْدِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا لَمْ يُصَلِّ بِاللَّيْلِ مَنَعَهُ مِنْ ذٰلِكَ النَّوْمُ أَوْ غَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ صَلَّى مِنَ النَّهَارِ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی کسی عارض (نیند وغیرہ) کی وجہ سے رات کو تہجد نہیں پڑھ سکتے تھے تو دن میں چاشت کے وقت بارہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد فرض تھی تو قضا ظاہر ہے اور اگر فرض نہیں تھی تب بیانِ افضلیت کے لئے (تہجد کی) قضا فرماتے تھے۔ مسلم شریف میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی وارد ہے کہ جو شخص اپنا ورد اور معمول رات کو پورا نہ کر سکے اس کو چاہیے کہ صبح کے بعد سے دوپہر تک کسی وقت پورا کر لے۔ یہ ایسا ہی ہے گویا رات ہی کو پورا کر لیا۔ اسی سے مشائخ سلوک کا یہ معمول ماخوذ ہے کہ ذکر وغیرہ اگر رات کو پورا نہ ہو سکے تو صبح کے وقت اس کو پورا کر لے۔ وقت گزر جانے کی وجہ سے بالکل ترک نہ کر دے کہ پھر نفس اس کا عادی ہو جاتا ہے۔ (حوالہ ایضاً)

(۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ أَخْبَرَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامٍ يَعْنِي ابْنَ حَسَّانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ مِنَ اللَّيْلِ فَلْيَفْتَتِحْ صَلَاتَهُ بِرَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جب رات کو تہجد کے لئے اٹھو تو شروع میں اول دو مختصر رکعتیں پڑھ لو۔

فائدہ: (تا کہ شروع ہی سے طویل رکعتیں شروع کرنے سے تکان نہ ہو جائے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ دو رکعتیں تحیۃ الوضو ہوتی تھیں اور تحیۃ الوضو کا مختصر پڑھنا اولیٰ ہے اس لئے ان کو مختصر پڑھنے کا ارشاد ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی مختصر پڑھتے تھے) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح بخاری میں ایک لطیف بات لکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آدمی سوتا ہے تو شیطان اس کے بالوں میں تین گرہیں جادوگر کی طرح سے لگاتا ہے جن میں یہ افسون ہوتا ہے کہ ابھی تو رات بہت ہے اور سوتا رہوں جب آدمی اٹھ کر اللہ تعالیٰ کا پاک نام لیتا ہے یعنی کوئی دعا وغیرہ پڑھتا ہے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور جب وضو کرتا ہے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور جب نماز پڑھتا ہے تو تیسری گرہ کھل جاتی ہے۔ چونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری گرہ نماز پڑھنے سے کھلتی ہے اس لئے دو رکعت مختصر طور پر پڑھنے کا حکم ہے تا کہ وہ تیسری گرہ بھی کھل جائے اور پھر ساری نماز شیطان کے اثر سے محفوظ ہونے کے بعد پڑھی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے تسلط سے گو محفوظ تھے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول امت کی تعلیم کے لحاظ سے ایسے امور کی رعایت فرمانے کا تھا جن کی امت کو احتیاج ہو اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی بسا اوقات ان مختصر رکعتوں کو پڑھتے تھے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ ح　زید بن خالد بن جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک مرتبہ

وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَالِدٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّهُ قَالَ لَأَرْمُقَنَّ صَلَاةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَسَّدْتُ عَتَبَتَهُ أَوْ فُسْطَاطَهُ فَصَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيفَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ طَوِيلَتَيْنِ ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ وَهُمَا دُونَ اللَّتَيْنِ قَبْلَهُمَا ثُمَّ أَوْتَرَ فَذٰلِكَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً

(میں نے ٹھان لیا کہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ضرور بغور دیکھوں گا، پس میں نے آپ کی چوکھٹ کو یا کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ کو تکیہ بنایا، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں، پھر دو رکعتیں لمبی لمبی یعنی بہت لمبی پڑھیں، پھر آپ صلی اللہ عنہ نے دو رکعتیں پڑھیں اور وہ ان سے پہلے والی رکعتوں سے ہلکی تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں اور وہ ان سے پہلے والی رکعتوں سے ہلکی تھیں، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور وہ ان سے پہلی والی رکعتوں سے ہلکی تھیں، پھر آپ نے دو رکعتیں پڑھیں اور وہ ان سے پہلے والی رکعتوں سے ہلکی تھیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھے، پس یہ تیرہ رکعتیں ہوئیں۔

فائدہ: جو لوگ وتر کی ایک رکعت ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک چھ مرتبہ دو دو رکعتیں نوافل اور ایک رکعت وتر کل تیرہ رکعتیں ہوئیں اور جن کے نزدیک وتر تین رکعت ہیں ان کے نزدیک کل پندرہ رکعتیں ہوئیں، تیرہ رکعتیں فرمانا اس بنا پر ہے کہ تحیۃ الوضو شروع کی دو رکعت اس میں شمار نہیں کی گئیں، بعض روایتوں میں ہے "پھر ان سے مختصر دو رکعت پڑھیں"۔ یہ لفظ بجائے ۴ مرتبہ کے ۳ مرتبہ ہے اس صورت میں تحیۃ الوضو کی دو خفیف رکعتیں جو شروع میں وارد ہوئی ہیں ان کے باوجود دس رکعت نوافل ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں لامحالہ وتر کو تین رکعت ہی ماننا پڑے گا۔ ایک رکعت ماننے کی صورت میں تیرہ رکعت کا عدد پورا نہ ہوگا۔ اس حدیث میں ایک لفظ گزرا ہے کہ "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان یا خیمہ کی چوکھٹ" پر یہ کسی راوی کو شک ہے کہ استاد نے مکان کی چوکھٹ کہا تھا یا خیمہ کی اور یہ حضرات محدثین رحمہم اللہ کی غایت احتیاط ہوتی ہے کہ جس لفظ میں ان کو ذرا سا بھی تردد ہوا کرتا ہے اس کو ظاہر فرما دیا کرتے ہیں۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ خیمہ کی چوکھٹ مراد ہے اور یہ قصہ کسی سفر کا ہے اس لئے کہ مدینہ طیبہ کے قیام میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول زنانہ مکان میں آرام فرمانے کا تھا وہاں کوئی سی بیوی پاس ہوتی تھیں اس لئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا موقع نہ مل سکتا تھا۔ سفر میں یہ صورت کہ خیمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا آرام فرما رہے ہوں بیبیوں میں سے کوئی ساتھ نہ ہوں، قرین قیاس ہے اس لئے یہی اقرب ہے اکثر علماء نے اس قصہ کو سفر ہی کا تجویز فرمایا ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ

ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں تہجد کی کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ انہوں نے

أَنَّهُ سَأَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَزِيدَ فِي رَمَضَانَ وَلَا فِي غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّي أَرْبَعًا لَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي أَرْبَعًا لَا تَسْأَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُولِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّي ثَلَاثًا قَالَتْ عَائِشَةُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَتَنَامُ قَبْلَ أَنْ تُوتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِي

فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے کہ اول چار رکعت پڑھتے تھے یہ نہ پوچھ کہ وہ کتنی طویل ہوتی تھیں اور کس عمدگی کے ساتھ بہترین حالت یعنی خشوع وخضوع سے پڑھی جاتی تھیں اسی طرح پھر چار رکعت اور پڑھتے۔ ان کی بھی لمبائی اور عمدگی کا حال کچھ نہ پوچھ۔ پھر تین رکعات پڑھتے تھے یعنی وتر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وتر سے پہلے سو جاتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل جاگتا رہتا ہے۔

فائدہ: اس حدیث میں چند ضروری مباحث ہیں جن میں سے دو ذکر کیے جاتے ہیں۔ اول تو یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس حدیث میں رمضان اور غیر رمضان میں تہجد کی گیارہ رکعت سے زیادہ کی نفی فرماتی ہیں۔ حالانکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن خالد رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ حضرات صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات سے تیرہ ثابت ہیں۔ بلکہ بعض روایات میں تیرہ سے بھی زیادہ وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی قیس کے سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز کی رکعات یہ گنوائی ہیں کہ چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین دس اور تین تیرہ جو ہوتی ہیں، حتیٰ کہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی تیرہ رکعتیں نقل کی گئی ہیں چنانچہ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سات رکعت سے کم اور تیرہ رکعت سے زیادہ نہ پڑھتے تھے اور موطا امام مالکؒ کی روایت ہے "عن عائشة قالت كان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم يصلى بالليل ثلث عشرة ركعة ثم يصلى اذا سمع النداء للصبح بركعتين خفيفتين"۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعت پڑھے تھے۔ اس کے بعد صبح کی اذان پر دو رکعت صبح کی سنتیں پڑھتے تھے۔ بعض علماء نے تو اس اختلاف کو دیکھ کر یہ کہہ دیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایتیں تہجد کی رکعت کے بارے میں مضطرب ہیں یعنی ضعیف ہیں لیکن مضطرب کہنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں کیا اشکال ہے کہ گیارہ رکعات اکثر اوقات اور عام معمول کے اعتبار سے ہوں اور کبھی کبھی ان سے کم وبیش بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہوں۔ جیسا کہ دوسری روایات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

دوسری بحث یہ ہے کہ بعض لوگ اس حدیث سے یہ بھی مسئلہ نکالتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں حالانکہ اس روایت سے تہجد کا صرف آٹھ رکعت ہونا بھی معلوم نہیں ہوتا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے چہ جائیکہ تراویح۔ اس حدیث کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں، صلوٰۃ اللیل کے لفظی معنی رات کی نماز کے ہیں لیکن اس سے مراد قرینہ سے تہجد کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ اس

سے اگر رات کی ہر نماز مراد لی جائے تو تراویح کے ساتھ مغرب اور عشاء کے فرض اور ان کی سنتیں سب ہی خارج ہو جائیں گی جن کو کوئی بھی نہیں نکال سکتا۔ غرض اس حدیث میں صرف تہجد کا ذکر ہے وہی پوچھنا مقصود ہے اسی کا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب مرحمت فرمایا اور بظاہر پوچھنے کی یہ ضرورت پیش آئی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ شریفہ رمضان المبارک میں زیادتی عبادت تھی جیسا کہ متعدد روایات میں آیا ہے۔ اس لئے ابوسلمہ کو خیال ہوا کہ شاید تہجد کے عدد رکعات میں بھی کچھ اضافہ فرماتے ہوں اس لئے پوچھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی نفی فرما دی۔ ورنہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی یہ مقصود نہیں کہ تراویح تو درکنار تہجد کی رکعات بھی گیارہ سے زیادہ کبھی نہیں ہوتی تھیں۔ اس لئے کہ تیرہ رکعات تک خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ثابت ہو چکا ہے۔ تراویح کے بارے میں حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا ایک مفصل رسالہ الرأی النجیح اردو میں شائع شدہ ہے جس کا دل چاہے اسے دیکھ لے۔ مختصر امر یہ ہے کہ احادیث میں تہجد کو صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے اور تراویح کو قیام رمضان (رمضان کی نماز) سے تعبیر کیا جاتا ہے، یہ دونوں نمازیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ متعدد علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ قیام رمضان سے تراویح مراد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام رمضان کا بہت اہتمام تھا۔ متعدد احادیث میں قولاً اور فعلاً اس کی اہمیت وارد ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایمان اور ثواب کی امید کے ساتھ قیام رمضان کرے اس نے جتنے بھی گناہ کیے ہیں تمام معاف ہو جاتے ہیں (علماء کے نزدیک صغائر مراد ہیں) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قیام رمضان کا وجوبی حکم تو نہ فرماتے تھے البتہ ترغیب دیا کرتے تھے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی بڑی لمبی جماعت کے ساتھ اس نماز کو پڑھتے تھے اور ہمیشہ نہ پڑھنے کا عذر یہ فرماتے تھے کہ مجھے اس کے فرض ہو جانے کا اندیشہ ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمیشہ پڑھنے سے فرض ہو جانا کئی وجوہ سے محتمل تھا۔ البتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم متفرق طور پر کچھ تنہا اور کچھ جماعت میں پڑھتے تھے جو تقریباً نصف رات تک پڑھتے تھے اور کبھی اس سے بھی زیادہ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان متفرق جماعتوں اور علیحدہ پڑھنے والوں کو ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا حکم فرما دیا کہ انتشار نہ ہو۔ حضرت سائب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام عموماً ہر رکعت میں سو سو آیتوں والی سورتیں پڑھتے تھے ہم لوگ کھڑے کھڑے تھکان کی وجہ سے کسی چیز کا سہارا لگاتے تھے اور سحر کے قریب فارغ ہوتے تھے۔ بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ تراویح کے مسنون ہونے پر اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اہل قبلہ میں سے روافض کے سوا کوئی فرقہ بھی اس کا انکار نہیں کرتا۔ ائمہ اربعہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سب حضرات کی فقہ کی کتابوں میں اس کی تصریح ہے کہ تراویح کی بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مشہور قول کے موافق چھتیس رکعتیں ہیں۔ فقہ حنبلی کی مشہور کتاب ''مغنی'' میں لکھا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک راجح قول بیس رکعات کا ہے اور یہی مذہب ہے۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ کا۔ البتہ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چھتیس رکعات ہیں امام مالک رحمہ اللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پاس بادشاہ کا قاصد آیا کہ تراویح کی رکعات میں تخفیف کی اجازت دے دی جائے میں نے انکار کر دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ کے

شاگرد کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ میں اکتالیس رکعات پڑھی جاتی تھیں یعنی چھتیس تراویح اور تین وتر، اوجز المسالک میں یہ بحث مفصل ہے میرے اساتذہ کا ارشاد ہے کہ مدینہ میں چھتیس رکعات جو پڑھی جاتی تھیں ان میں بیس تراویح کی ہوتی تھیں لیکن ہر ترویحہ میں اتنی دیر ٹھہرنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعات پڑھے اس لئے وہ حضرات ہر ترویحہ میں چار رکعت نفل پڑھ لیتے تھے اس لئے یہ سولہ رکعات چار درمیانی ترویحوں کی بڑھ گئیں۔ بہرحال یہ مالکیہ کا مذہب ہے بقیہ تینوں اماموں کے نزدیک راجح قول بیس رکعات ہی کا ہے۔ یہ حدیث بمعہ شرح ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی وصف صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ إِحْدَى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُوتِرُ مِنْهَا بِوَاحِدَةٍ فَإِذَا فَرَغَ مِنْهَا اضْطَجَعَ عَلَى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ أَخْبَرَنَا مَعْنٌ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ نَحْوَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے ان میں سے ایک رکعت کے ذریعہ (نماز کو) طاق بناتے تھے پھر جب وتر سے فارغ ہو جاتے تو (صبح کی انتظار میں) دائیں کروٹ پر لیٹ جاتے۔

فائدہ: یہ حدیث خود اُس پہلی حدیث کے خلاف ہے جس میں آٹھ رکعت کا بیان تھا اسی وجہ سے بعض علماء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں کلام کیا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے۔ البتہ توجیہ کے درجہ میں اس اختلافِ روایات کو اختلافِ اوقات پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ گاہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے اور گاہے کم وبیش۔ دوسرا مسئلہ وتر کی ایک رکعت کا ہے وتر کے بارے میں چند اختلافات ہیں سب سے اول اس کے حکم میں اختلاف ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وہ واجب ہے بعض دیگر ائمہ کے نزدیک مستحب ہے حدیث چونکہ اس سے ساکت ہے اس لئے اس بحث کو چھوڑ دیا گیا، دوسرا اختلاف اس کی رکعات میں ہے۔ حنفیہ کے نزدیک تین رکعتیں حتمی ایک سلام سے ہیں دوسرے بعض اماموں کے نزدیک ایک ایک رکعت ہے ان میں بھی اختلاف ہے۔ بعض صرف ایک رکعت فرماتے ہیں اور بعض ائمہ ایک رکعت کے ساتھ اس سے پہلے دو رکعت علیحدہ سلام کے ساتھ واجب بتاتے ہیں۔ احادیث میں مختلف روایات اس کے بارے میں وارد ہوئی ہیں جن کی ترجیح میں ائمہ میں اختلاف ہوا۔ اسی وجہ سے اس مسئلہ میں اختلاف ہوا حنفیہ اپنے مسلک پر چند احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

اول: حضرت عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو ابوداؤد وغیرہ نے ذکر کی ہے گزشتہ حدیث کی بحث اول میں گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شب کی نماز چار اور تین، چھ اور تین، آٹھ اور تین، دس اور تین رکعتیں ذکر فرمائیں۔ اس تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا اور تین رکعت کو ہر جگہ بغیر کمی اور زیادتی کے علیحدہ ذکر کرنا اس پر صاف دلیل ہے کہ یہ کوئی ایسی نماز ہے جس میں کمی زیادتی نہیں ہوتی تھی یہ تین ہی رکعتیں رہتی تھیں ورنہ حضرت عائشہ صدیقہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا سات، نو، گیارہ فرماتیں۔ چار اور تین، چھ اور تین وغیرہ کیوں فرماتیں۔

دوم: ملا علی قاریؒ نے حنفیہ کی دلیل یہ لکھی ہے کہ صحابہؓ کا اس پر اجماع ہے کہ تین رکعت وتر جائز اور مستحسن ہیں اور اس سے کم میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ایک رکعت بھی جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز ہی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مجمع علیہ قول اولیٰ ہے مختلف فیہ سے حسن بصری رحمہ اللہ جو مشہور محدثین اور اکابر صوفیا میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ وتر تین رکعات ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ عمر ثانی نے علمائے مدینہ سے تحقیق کے بعد یہ حکم نافذ کر دیا تھا کہ وتر تین رکعات پڑھی جائیں۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وتر کی تین رکعات میں دو پر سلام پھیرتے ہیں اور تیسری رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ان کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تینوں رکعات ایک ہی سلام سے پڑھتے تھے اور وہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عالم تھے۔

سوم: احادیث میں ایک رکعت پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر کی ایک رکعت پڑھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت نماز ہی نہیں ہوتی اس کے علاوہ اور بہت سے طریقوں سے حنفیہ استدلال فرماتے ہیں علماء نے اس بارے میں مستقل رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ اس رسالہ میں فقہی مسائل سے بحث نہیں کی گئی بقدر ضرورت مختصر اشارے کر دیئے گئے۔ (حوالہ بالا باب ایضاً)

(۱۲) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكَعَاتٍ حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ آدَمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ

ہناد، ابو الاحوص، اعمش، ابراہیم، اسود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نو رکعات پڑھتے تھے۔ بیان کیا محمود بن غیلان نے، بیان کیا یحییٰ بن آدم نے بیان کیا سفیان ثوری نے اعمش سے اسی طرح۔

فائدہ: حنفیہ کے نزدیک چھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر چنانچہ عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ عنہ کی روایت میں خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چھ اور تین فرمایا۔

(۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي حَمْزَةَ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي عَبْسٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ أَنَّهُ صَلَّى مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ قَالَ فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ قَالَ اللّٰهُ أَكْبَرُ ذُو الْمَلَكُوتِ وَالْجَبَرُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ قَالَ ثُمَّ قَرَأَ الْبَقَرَةَ ثُمَّ رَكَعَ

حذیفہ رضی اللہ عنہ نے رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، کہتے ہیں: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز شروع کی ت کہا: اللہ سب سے بڑا ہے! بادشاہت، غلبہ، بڑائی اور بزرگی والا ہے۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کی

فَكَانَ رُكُوعُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ قِيَامُهُ نَحْوًا مِنْ رُكُوعِهِ وَكَانَ يَقُولُ لِرَبِّيَ الْحَمْدُ ثُمَّ سَجَدَ فَكَانَ سُجُودُهُ نَحْوًا مِنْ قِيَامِهِ وَكَانَ يَقُولُ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَكَانَ مَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ نَحْوًا مِنَ السُّجُودِ وَكَانَ يَقُولُ رَبِّ اغْفِرْ لِي رَبِّ اغْفِرْ لِي حَتَّى قَرَأَ الْبَقَرَةَ وَآلَ عِمْرَانَ وَالنِّسَاءَ وَالْمَائِدَةَ أَوِ الْأَنْعَامَ شُعْبَةُ الَّذِي شَكَّ فِي الْمَائِدَةِ وَالْأَنْعَامِ وَأَبُو حَمْزَةَ: اسْمُهُ طَلْحَةُ بْنُ زَيْدٍ، وَأَبُو جَمْرَةَ الضُّبَعِيُّ: اسْمُهُ نَصْرُ بْنُ عِمْرَانَ

مانند تھا، اور فرماتے: ''پاک ہے میرا عظیم رب! پاک ہے میرا عظیم رب! پاک ہے میرا عظیم رب! '' پھر سجدہ کیا، پس آپ کا سجدہ آپ کے قومہ کے مانند تھا اور فرماتے: ''پاک ہے میرا برتر پروردگار! پاک ہے میرا برتر پروردگار!'' پھر اپنا سر اٹھایا، پس دو سجدوں کے درمیان وقفہ سجدوں کے مانند تھا اور فرماتے: ''میرے رب! میری بخشش فرما! میرے رب! میری بخشش فرما!'' یہاں تک کہ سورۂ بقرہ، آل عمران، نساء اور مائدہ یا انعام پڑھیں۔ شعبہ کو مائدہ اور انعام میں شک ہے۔ ابوحمزہ کا نام طلحہ بن زید ہے اور ابوحمزہ ضبعی کا نام بن عمران ہے۔

فائدہ: اس حدیث کا ظاہر اس پر دلالت کرتا ہے کہ چاروں سورتیں چار رکعت میں تلاوت فرمائیں۔ ابوداؤد کی روایت اس بارے میں اور بھی واضح ہے جس میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار رکعتیں پڑھیں، جن میں یہ سورتیں تلاوت فرمائیں لیکن مسلم وغیرہ میں اس روایت کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرۃ، سورۂ نساء، سورۂ آل عمران تینوں سورتیں ایک رکعت میں تلاوت فرمائیں۔ اس لئے مسلم اور ابوداؤد کی روایت کے موافق بظاہر دو قصے علیحدہ علیحدہ ہیں اگرچہ یہ بھی احتمال ہے کہ ایک ہی قصہ ہو اور کوئی سی روایت میں کچھ سہو ہو گیا ہو۔ لیکن غلطی پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لمبی نماز پڑھنا روزانہ کا معمول تھا اس لئے ایک مرتبہ چار سورتیں چار رکعت میں اور ایک لمبی تین سورتیں ایک رکعت میں پڑھی ہوں تو کیا مانع ہے؟

(۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ عَبْدِ الْوَارِثِ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُسْلِمٍ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ لَيْلَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات تہجد میں صرف ایک ہی آیت کا تکرار فرماتے رہے۔

فائدہ: وہ آیت سورۂ مائدہ کے اخیر رکوع کی آیت ''إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ'' (المائدہ:۱۱۸) تھی۔ اے اللہ! اگر تو ان سب کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے بندے ہیں یعنی ہر طرح سے تیری ملک ہیں، تیری چیزیں ہیں تو جو چاہے تصرف فرما دے اور اگر تو ان کی مغفرت فرما دے اور سب کو معاف کر دے تو تیری شان سے کچھ بعید نہیں، تو بڑی قدرت والا بڑی حکمت والا ہے۔

فائدہ: جس شخص کو زبردست قدرت حاصل ہو وہ جس مجرم کو چاہے معافی دے اور جو بڑی حکمت والا ہو اس کے ہر فعل میں

حکمت اور مصالح ہو سکتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (نماز میں) کھڑا ہونا اور رکوع وسجدہ میں بھی اس آیت کو پڑھتے رہنا اور بار بار دہراتے رہنا اللہ جل شانہٗ کی دو صفات ''عدل ومغفرت'' کے مستحضر ہو جانے کی وجہ سے تھا کہ قیامت کا سارا منظر انہی دو صفتوں کا مظہر ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے متعلق بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک شب تمام رات یہ آیت پڑھتے رہے ''وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ'' (یٰسین:۵۹) اس آیت شریفہ میں بھی قیامت کے منظر کا بیان ہے کہ اس دن یہ حکم ہوگا کہ آج مجرم لوگ غیر مجرموں سے علیحدہ اور ممتاز ہو جائیں، یہ کس قدر سخت اور کپکپا دینے والا حکم ہے کہ آج اللہ والوں کے ساتھ ملے جلے ہیں ان کی برکات سے نفع اٹھا رہے ہیں لیکن اس وقت مجرم لوگوں کو ان سے علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اللہ ہی اپنے فضل سے وہاں بھی ان مقدس نفوس کے زیر سایہ رکھے ورنہ بڑی ہی مشکلات ہیں۔ یہ حدیث عائشہ ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی القراءۃ باللیل کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۵) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ صَلَّيْتُ لَيْلَةً مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى هَمَمْتُ بِأَمْرِ سُوْءٍ قِيلَ لَهُ وَمَا هَمَمْتَ بِهِ قَالَ هَمَمْتُ أَنْ أَقْعُدَ وَأَدَعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ نَحْوَهُ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک برے کام کا ارادہ کر لیا کسی نے پوچھا کہ کس کام کا ارادہ کر لیا؟ کہنے لگے کہ میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دوں۔ بیان کیا سفیان بن وکیع، بیان کیا جریر نے اعمش سے اسی طرح۔

فائدہ: اس کے دو مطلب محتمل ہیں کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگوں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا کھڑے رہیں یہ اس بنا پر برا ارادہ تھا کہ بے ادبی کو متناول تھا اور ہو سکتا ہے کہ بیٹھ جاؤں کا یہ مطلب ہے کہ نماز ہی پڑھنی چھوڑ دوں۔ اس کا برا ہونا بالکل ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ نماز کی بھی بے ادبی ہے اس سے لاپرواہی بھی معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پڑھتے نیت توڑ کر بیٹھ جائیں۔ مگر کھڑے کھڑے جب تھک گئے تو اس قسم کے خیال آنے لگے۔

(۱۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي جَالِسًا فَيَقْرَأُ وَهُوَ جَالِسٌ فَإِذَا بَقِيَ مِنْ قِرَائَتِهٖ قَدْرُ مَا يَكُونُ ثَلَاثِيْنَ أَوْ أَرْبَعِيْنَ آيَةً قَامَ فَقَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ ثُمَّ رَكَعَ وَسَجَدَ ثُمَّ صَنَعَ فِي الرَّكْعَةِ الثَّانِيَةِ مِثْلَ ذٰلِكَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد بیٹھ کر پڑھتے تھے تو تلاوت بھی بیٹھ کر فرماتے تھے، تو تلاوت بھی بیٹھ کر فرماتے تھے، پھر جب تیس چالیس آیتوں کے بقدر قراءت باقی رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو جاتے، اور اتنی مقدار تلاوت کر کے رکوع وسجود کرتے؛ پھر دوسری رکعت بیٹھ کر پڑھتے اور اسی طرح کرتے۔

فائدہ: بعض علماء نے اس شخص کے لئے جو بیٹھ کر نماز پڑھے کھڑے ہوکر رکوع سجدہ کرنا ناجائز بتایا ہے۔ مگر جمہور علماء (جن میں چاروں امام بھی شامل ہیں) کے نزدیک یہ صورت جائز ہے مگر یہ سب نفلوں میں ہے۔ فرضوں میں جو شخص کھڑے ہوکر نماز پڑھ سکتا ہے اس کو بیٹھ کر (نماز) پڑھنا جائز ہی نہیں ہے۔

(۱۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَنْبَانَا خَالِدٌ الْحَذَّاءُ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ تَطَوُّعِهِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّي لَيْلًا طَوِيلًا قَائِمًا وَلَيْلًا طَوِيلًا قَاعِدًا فَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ قَائِمٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ قَائِمٌ وَإِذَا قَرَأَ وَهُوَ جَالِسٌ رَكَعَ وَسَجَدَ وَهُوَ جَالِسٌ

عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نوافل کے متعلق دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے طویل حصہ میں نوافل کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ اور طویل حصہ میں نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کھڑے ہوکر قرآن مجید پڑھتے تو رکوع وسجود بھی کھڑے ہونے کی حالت میں ادا فرماتے اور جب قرآن مجید بیٹھ کر پڑھتے تو رکوع وسجود بھی بیٹھنے ہی کی حالت میں ادا فرماتے۔

فائدہ: رات کے طویل حصہ میں نوافل پڑھنے کے علماء نے دو مطلب تحریر فرمائے ہیں ایک تو یہ کہ ایک ہی رات میں بہت سا حصہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتے تھے اور بہت سا حصہ بیٹھ کر اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ مختلف راتوں کا حال ہے کہ بعض راتوں میں طویل نماز کھڑے ہوکر پڑھتے تھے اور بعض راتوں میں طویل نماز بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ دوسرا مطلب راجح ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رات کی نماز یعنی تہجد کی رکعات لمبی لمبی پڑھنے کا تو ہمیشہ ہی رہتا تھا اگر طبع مبارک پر ضعف واضمحلال ہوتا تو بیٹھ کر پڑھتے تھے ورنہ کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ اس حدیث کا آخیر مضمون بظاہر اس پہلی حدیث کے مخالف ہے اس لئے علماء نے ان دونوں کو دو حالتوں پر محمول فرمایا ہے کہ نوافل کا دارومدار نشاط اور سرور پر ہے جس وقت جس طرح نشاط زیادہ حاصل ہوتا اسی طرح پڑھتے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے افعال میں تعلیم بھی مقصود ہوتی تھی یعنی بہت سے افعال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے بھی کرتے تھے کہ لوگوں کو یہ بات معلوم ہوجائے کہ اس طرح بھی یہ کام کرنا جائز ہے اس کو بیانِ جواز کہتے ہیں اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب پورا ملتا ہے دوسروں کو کھڑے ہوکر نماز پڑھنے کا جتنا ثواب ملتا ہے بیٹھ کر پڑھنے سے اس سے آدھا ملتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھ کر نماز پڑھنا بھی نبوت کے مقصد کو پورا کرنا ہے۔ یعنی اعمال کو کر کے دکھانا یہی نبی کے آنے کی غرض ہوتی ہے۔ یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب فی من یتطوع جالساً کی آخری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنِ السَّائِبِ بْنِ يَزِيدَ عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ أَبِي وَدَاعَةَ السَّهْمِيِّ عَنْ حَفْصَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھ کر پڑھتے اور اس میں کوئی سورت پڑھتے تو اس قدر ترتیل سے

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي سُبْحَتِهِ قَاعِدًا وَيَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ وَيُرَتِّلُهَا حَتَّى تَكُوْنَ أَطْوَلَ مِنْ أَطْوَلَ مِنْهَا

پڑھتے کہ وہ سورت اپنے سے لمبی سورت سے بھی بڑھ جاتی تھی۔

فائدہ: یعنی چھوٹی سورت میں ترتیل اور قرأت سے پڑھنے کی وجہ سے بڑی سورتوں کے برابر دیر لگ جاتی تھی۔ مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پاک تو نہایت اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے جلدی جلدی نہ پڑھتے تھے جس سے چھوٹی سورت بھی اتنی دیر میں ختم ہوتی تھی جتنی دیر میں دوسرے آدمی لمبی سورت پڑھ لیں اور پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی لمبی سورتیں پڑھتے تھے تو کتنی دیر لگتی ہوگی۔ اسی وجہ سے کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب فی من یتطوع جالسا پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۹) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزَّعْفَرَانِيُّ حَدَّثَنَا الْحَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي سُلَيْمَانَ أَنَّ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَمُتْ حَتَّى كَانَ أَكْثَرُ صَلَاتِهِ وَهُوَ جَالِسٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے قریب زمانہ میں اکثر نوافل بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: چونکہ زمانہ ضعف کا تھا اور نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت زیادہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ پہلی روایات میں گزر چکا ہے اس لئے اکثر نوافل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ گو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہونے سے آدھا ہوتا ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب اتنا ہی ہے جتنا کھڑے ہو کر ہوتا ہے جس کی وجہ پہلے گزر چکی ہے۔ چنانچہ ابوداؤد وغیرہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے کہ میں (یعنی حضور اکرم) اس بارے میں تم جیسا نہیں ہوں میرے لئے بیٹھ کر نماز پڑھنے میں بھی اتنا ہی ثواب ہے۔

(۲۰) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ فِي بَيْتِهِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ فِي بَيْتِهِ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے قبل اور دو ظہر کے بعد اور دو مغرب کے بعد اپنے گھر میں اور دو عشاء کے بعد وہ بھی گھر میں پڑھیں۔

فائدہ: اس حدیث میں سنتوں کا ذکر ہے سنت مؤکدہ حنفیہ کے نزدیک بھی اس طرح ہیں جیسا کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں گزرا۔ البتہ ظہر سے قبل کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد احادیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص رات دن میں بارہ رکعات پر مداومت کرے حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کے لئے جنت میں گھر بنا دیتے ہیں۔ ان بارہ رکعات کی تفصیل حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کئی حدیثوں میں یہی آئی ہے جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزری۔ البتہ ظہر سے قبل ان روایتوں میں چار رکعات وارد ہوئی ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنے والوں کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔ بخاری اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت کبھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسند احمد و سنن ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے وقت چار رکعت گھر سے پڑھ کر تشریف لے جاتے تھے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھ کر تشریف لاتے تھے اور وہ چار رکعت ہوتی تھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کی روایات میں ہے ابوداؤد شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک مفصل روایت نقل کی گئی ہے جس میں وہ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے چار رکعت میرے گھر پر پڑھتے تھے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے اور فرض پڑھاتے اس کے بعد گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور مغرب کی نماز کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور عشاء کی نماز کے بعد بھی تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے اور صبح صادق کے بعد دو رکعت پڑھتے اور نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس مفصل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سنتیں اکثر گھر پر پڑھتے تھے اور مسجد میں تشریف لا کر غالب یہ ہے کہ دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھا کرتے تھے جس کو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھی کسی ضرورت کی وجہ سے دو ہی رکعت سنت پڑھی ہوں جن کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے نقل فرمایا۔ نیز حضرت ابن عمرؓ کا اس حدیث میں یہ ارشاد کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ نمازیں پڑھیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جماعت (میں شرکت) کی بلکہ مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے اور میں بھی پڑھتا تھا سنتوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا ثابت نہیں ہے۔ یہ حدیث ابواب الصلاۃ باب ماجاء انہ یصلیھما فی البیت کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا أَيُّوبُ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ حِينَ يَطْلُعُ الْفَجْرُ وَيُنَادِي الْمُنَادِي قَالَ أَيُّوبُ وَأُرَاهُ قَالَ خَفِيفَتَيْنِ

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے (میری بہن ام المومنین) حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح صادق کے بعد جس وقت مؤذن اذان کہتا ہے اس وقت دو مختصر رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: صبح کی سنتوں کے متعلق اکثر روایات میں یہ آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مختصر پڑھا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض علماء نے ان احادیث کی وجہ سے یہ کہہ دیا کہ ان میں صرف الحمد شریف پڑھی جائے اور کوئی سورت پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سورت پڑھنا ثابت ہے البتہ مختصر سورت پڑھنا اولیٰ ہے۔
مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سنتوں میں سورۂ کافرون اور سورۂ اخلاص پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ بعض احادیث میں ان کے علاوہ کا پڑھنا بھی وارد ہے۔ ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ یہ دونوں سورتیں کیسی اچھی ہیں کہ صبح کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۲۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ بُرْقَانَ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ مِهْرَانَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ حَفِظْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ قَالَ ابْنُ عُمَرَ وَحَدَّثَتْنِي حَفْصَةُ بِرَكْعَتَيِ الْغَدَاةِ وَلَمْ أَكُنْ أَرَاهُمَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعتیں یاد کی ہیں ۔ دو رکعتیں ظہر سے پہلے، دو رکعتیں ظہر کے بعد۔ دو رکعتیں مغرب کے بعد، دو رکعتیں عشاء کے بعد مجھے (میری بہن) حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے صبح کی دو رکعتوں کی بھی خبر دی ہے جن کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔

فائدہ: یہ دو رکعتیں چونکہ ہمیشہ گھر پر پڑھی جاتی تھیں اور صبح کا وقت زیادہ تر حاضر باشی کا نہیں ہوتا اس لئے ابن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا (میں نے ان کو نہیں دیکھا) کچھ مستبعد نہیں ۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ نہ دیکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس وقت نہیں دیکھا تھا جس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خبر دی تھی۔ اس کے بعد دیکھنے کی نوبت آئی اس لئے کہ بعض روایات سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا مشاہدہ بھی ان سنتوں کے متعلق معلوم ہوتا ہے تمام سنتوں میں صبح کی سنتیں سب سے زیادہ مؤکدہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ان کی تاکید اور اہتمام کثرت سے نقل کیا گیا ہے اسی وجہ سے بعض علماء نے ان کو واجب بتایا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا بہت زیادہ اہتمام چاہیے۔

(۲۳) حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْمَغْرِبِ رَكْعَتَيْنِ وَبَعْدَ الْعِشَاءِ رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْفَجْرِ ثِنْتَيْنِ

عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (علاوہ فرض) کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے دو رکعت ظہر سے قبل اور دو رکعت ظہر کے بعد اور دو رکعت مغرب کے بعد اور دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت صبح کی نماز سے قبل بتلائیں۔

فائدہ: اس میں بجز ظہر کے قبل کی دو سنتوں کے علاوہ باقی میں حنفیہ کا اتفاق ہے۔ ظہر کی سنتیں حنفیہ کے نزدیک چار رکعت ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث کے ذیل میں وضاحت سے گزر چکا ہے۔
بخاری شریف میں خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے قبل چار رکعت اور صبح سے قبل دو رکعت نہیں چھوڑتے تھے یعنی ہمیشہ پڑھتے تھے۔ اس لئے اس کو کبھی کسی ضرورت پر حمل کریں گے۔ یہی حدیث ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الرکعتین بعد العشاء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ سَمِعْتُ عَاصِمَ بْنَ ضَمْرَةَ

عاصم بن ضمرہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز (علاوہ فرض) کے متعلق استفسار کیا۔ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن میں پڑھتے

يَقُولُ سَأَلْنَا عَلِيًّا عَنْ صَلَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ النَّهَارِ فَقَالَ إِنَّكُمْ لَا تُطِيقُونَ ذٰلِكَ قَالَ فَقُلْنَا مَنْ أَطَاقَ مِنَّا ذٰلِكَ صَلّٰى فَقَالَ كَانَ إِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الْعَصْرِ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ وَإِذَا كَانَتِ الشَّمْسُ مِنْ هٰهُنَا كَهَيْئَتِهَا مِنْ هٰهُنَا عِنْدَ الظُّهْرِ صَلّٰى أَرْبَعًا وَيُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا رَكْعَتَيْنِ وَقَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا يَفْصِلُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ بِالتَّسْلِيمِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَالنَّبِيِّينَ وَمَنْ تَبِعَهُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ

تھے ① حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم اس کی طاقت کہاں رکھ سکتے ہو ② ہم نے عرض کیا کہ جو طاقت رکھ سکتا ہوگا وہ پڑھے گا۔ ③ اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ صبح کے وقت جب آفتاب آسمان پر اتنا اوپر چڑھ جاتا جتنا اوپر عصر کی نماز کے وقت ہوتا ہے اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت (صلوۃ الاشراق) پڑھتے تھے اور جب مشرق کی طرف اس قدر اوپر ہوجاتا جس قدر ظہر کی نماز کے وقت مغرب کی طرف ہوتا ہے، تو اس وقت چار رکعت ④ پڑھتے تھے۔ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور ظہر کے بعد دو رکعت (یہ چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں) اور عصر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے چار رکعت کے درمیان بیٹھ کر ملائکہ مقربین اور انبیاء مومنین پر سلام بھیجتے تھے۔

تشریح: ① (رات کے نوافل) یعنی تہجد وغیرہ ان کو پہلے سے معلوم ہوں گی۔ تہجد کی روایات بالخصوص کثرت سے منقول اور مشہور ہے۔

② یعنی جس اہتمام و انتظام اور خشوع و خضوع سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وہ کہاں ہوسکتا ہے اس سے مقصود تنبیہ تھی کہ محض سوال اور تحقیق سے کیا فائدہ؟ جب تک عمل کی سعی نہ ہو۔

③ اور طاقت نہیں رکھے گا وہ معلوم کرلے گا۔ تاکہ دوسروں کو بتلا سکے اور خود عمل کرنے کی کوشش کرے۔

④ چاشت کی نماز جس کا مفصل ذکر دوسرے باب میں آرہا ہے۔

فائدہ: اس سے التحیات بھی مراد ہوسکتی ہے کہ اس میں ''السلام علیك ایھا النبی الخ'' ہوتا ہے اس صورت میں حدیث میں جہاں جہاں چار رکعت بیان کی گئیں سب کو شامل ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے دو رکعت پر سلام پھیرنا مراد ہو تو مقصود یہ ہے کہ ان چار رکعتوں میں جو عصر سے قبل پڑھی جاتی تھیں دو پر سلام پھیر دیتے تھے۔ عصر کے نوافل دو رکعت اور چار رکعت دونوں طرح سے ثابت ہیں۔ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی دونوں روایتیں ہیں۔ یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب کیف کان یتطوع النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالنھار میں گزر چکی ہے۔

۴۱ بَابُ صَلٰوةِ الضُّحٰى

چاشت کی نماز کا ذکر

فائدہ: فقہاء اور محدثین کے نزدیک صبح کے وقت مکروہ نکل جانے کے بعد سے زوال تک سب صلوٰۃ الضحیٰ کہلاتی ہیں لیکن

حضرت صوفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں یہ دو نمازیں ہیں۔ایک اشراق کی نماز کہلاتی ہے یہ دوسری چاشت کی نماز کہلاتی ہے۔ چوتھائی دن تک اشراق کا وقت رہتا ہے اور چوتھائی کے بعد سے نصف النہار تک چاشت کا وقت ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وہ روایت جو گزشتہ باب کے آخر میں ذکر کی گئی ہے اور ایسے ہی اور دیگر روایات صوفیہ رضی اللہ عنہ کا ماخذ ہیں۔صلوٰۃ الضحیٰ میں علماء کا بہت اختلاف ہے۔شراح حدیث نے اس میں علماء کے آٹھ مذہب لکھے ہیں۔حنفیہ کے نزدیک یہ نماز مستحب ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ اس نماز کے بارے میں بہت کثرت سے روایات وارد ہوئی ہیں۔انیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس نماز کی حدیثیں نقل کی گئی ہیں اوجز المسالک شرح موطا امام مالک میں پچیس حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں ہر جوڑ پر روزانہ ایک صدقہ لازم ہوتا ہے یعنی اس کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو صحیح وسالم اپنی وضع پر رکھا، انگلی کا ہی ایک جوڑ دیکھ لیا جائے اگر جدا ہو جائے تو انگلی بے کار ہے وہ بجائے نرم ہونے کے سخت بن جائے نہ انگلی حرکت کر سکے نہ کسی چیز کو پکڑ سکے وغیرہ وغیرہ۔پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقے گنوائے ہیں کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا بھی ایک قسم کا صدقہ ہے۔الحمد للہ کہنا بھی صدقہ ہے وغیرہ وغیرہ پھر ارشاد فرمایا کہ چاشت کی دو رکعت ان تین سو ساٹھ جوڑوں کی سب کی طرف سے صدقہ ہے۔مصنفؒ نے اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الطَّيَالِسِيُّ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ يَزِيدَ الرِّشْكِ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى قَالَتْ نَعَمْ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ وَيَزِيدُ مَا شَاءَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ

معاذہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز پڑھتے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ ہاں چار رکعت (کم سے کم) پڑھتے تھے اور اس سے زائد جتنا چاہتے پڑھ لیتے۔

فائدہ: صلوٰۃ الضحیٰ نوافل ہیں اسلئے کم سے کم دو رکعت اور زیادہ جتنا دل چاہے پڑھے، کوئی انتہا نہیں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ رکعات تک پڑھنا ثابت ہے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا آٹھ ہی رکعت کا ثابت ہے البتہ ترغیب بارہ رکعات تک وارد ہوئی ہے۔اس حدیث کی مزید شرح ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء فی صلوٰۃ الضحیٰ کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنِي حَكِيمُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الزِّيَادِيُّ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ الرَّبِيعِ الزِّيَادِيُّ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي الضُّحَى سِتَّ رَكَعَاتٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ والضحیٰ یعنی چاشت کی چھ رکعات پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ: اختلاف اوقات کے لحاظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ الضحیٰ کی رکعات بھی مختلف ہیں، لہٰذا ان احادیث کو کچھ ایک دوسرے سے تعارض نہیں ہے۔اسی لئے علماء نے لکھا ہے کم از کم دو رکعت اور بہتر یہ ہے کہ آٹھ رکعت یا بارہ رکعت پڑھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تر آٹھ رکعت نقل کی گئی ہیں۔

(۳)حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ مَا أَخْبَرَنِي أَحَدٌ أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى إِلَّا أُمُّ هَانِئٍ فَإِنَّهَا حَدَّثَتْ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ بَيْتَهَا يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ فَاغْتَسَلَ فَسَبَّحَ ثَمَانِيَ رَكَعَاتٍ مَا رَأَيْتُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلَاةً قَطُّ أَخَفَّ مِنْهَا غَيْرَ أَنَّهُ كَانَ يُتِمُّ الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ

عبدالرحمن ایک تابعی کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا اور کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوۃ الضحٰی کی خبر نہیں پہنچائی۔ البتہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس روز جس دن مکہ مکرمہ فتح ہوا تھا ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور غسل فرما کر آٹھ رکعات نماز پڑھی، میں نے ان آٹھ رکعات سے زیادہ مختصر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کبھی کوئی نماز نہیں دیکھی۔ لیکن باوجود مختصر ہونے کے رکوع، سجود پورے پورے فرما رہے تھے۔ یہ نہیں کہ مختصر ہونے کی وجہ سے رکوع اور سجدے ناقص ہوں۔

فائدہ: حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے یہ کہنے سے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نماز حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سوا کسی اور صحابی کو معلوم نہیں تھی۔ خود اسی باب میں چند صحابہ کی روایات موجود ہیں۔ ابن جریر رحمۃ اللہ تو کہتے ہیں کہ صلوۃ الضحٰی کی روایات اس کثرت سے موجود ہیں کہ تواتر تک پہنچ گئیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ انیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ نماز منقول ہے۔ البتہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے جن حضرات سے تحقیق کیا ان کو علم نہ ہوگا اس میں کوئی اشکال نہیں۔ بعض علماء یہ کہتے ہیں کہ یہ نماز جو اس حدیث میں ذکر کی گئی چاشت کی نماز نہ تھی بلکہ مکہ مکرمہ فتح ہونے کے شکرانہ کی نماز تھی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کوئی مسرت کی بات ہوتی تو شکرانہ کی نماز پڑھتے تھے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان آٹھ رکعات میں سے کچھ حصہ چاشت کی نماز ہو اور کچھ حصہ شکرانہ کی نماز ہو۔ (ایضاً حوالہ)

(۴)حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ، ثَنَا وَكِيعٌ، ثَنَا كَهْمَسُ بْنُ الْحَسَنِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ، قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحٰى؟ قَالَتْ: لَا، إِلَّا أَنْ يَجِيءَ مِنْ مَغِيبَةٍ

عبداللہ بن شقیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ الضحٰی پڑھتے تھے؟ انہوں نے یہ فرمایا کہ معمولاً تو نہیں پڑھتے تھے ہاں سفر سے جب لوٹتے تو ضرور پڑھتے۔

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر مدینہ منورہ میں صبح کے وقت میں داخل ہوتے، اول مسجد میں تشریف لے جا کر نوافل ادا فرماتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مذکورہ جواب اس جواب کے بالکل خلاف ہے جو بالکل شروع باب میں گزر چکا ہے اس لئے علماء نے اس کی مختلف طرح سے توجیہ فرمائی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ توجیہ فرمائی کہ جس حدیث میں نفی وارد ہے اس میں نفی دوام کی مراد ہے۔ جو گا ہے بگاہے پڑھنے کے منافی نہیں یعنی ہمیشہ نہیں پڑھتے تھے اور جس حدیث میں اثبات ہے اور اس میں اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے بعض علماء نے اس طرح جمع فرمایا کہ سفر سے لوٹنے کے

علاوہ اورایام میں (چاشت کی نماز) مسجد میں نہیں پڑھتے تھے بلکہ گھر میں پڑھتے تھے۔ ابن جذیث میں نفی خاصۃ مسجد میں پڑھنے کی مقصود ہے کہ مسجد میں جب ہی پڑھتے تھے جب سفر سے واپس تشریف لاتے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ أَيُّوبَ الْبَغْدَادِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَبِيعَةَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَطِيَّةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي الضُّحَى حَتَّى نَقُولَ لَا يَدَعُهَا وَيَدَعُهَا حَتَّى نَقُولَ لَا يُصَلِّيهَا

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ صلوۃ الضحٰی کبھی تو اس قدر اہتمام سے پڑھتے تھے کہ ہم لوگوں کا یہ خیال ہوتا تھا کہ اب کبھی نہیں چھوڑیں گے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ① ایسا ترک فرماتے تھے کہ ہم یہ سمجھتے تھے کہ بالکل چھوڑ دی اب کبھی نہیں پڑھیں گے۔

تشریح: ① فرض ہونے کے خوف سے یا کسی اور مصلحت سے۔

فائدہ: بہت سے امور کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کی سہولت کے خیال سے ترک فرمادیتے تھے جس کی بہت سی مثالیں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ بعض امور کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرنے کو دل چاہتا تھا مگر اس ڈر سے اہتمام نہیں فرماتے تھے مبادا امت پر فرض ہو جائیں۔

(۶) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ عَنْ هُشَيْمٍ أَخْبَرَنَا عُبَيْدَةُ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَرْثَعٍ الضَّبِّيِّ أَوْ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ قَرْثَعٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُدْمِنُ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّكَ تُدْمِنُ هَذِهِ الْأَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَقَالَ إِنَّ أَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ عِنْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ فَلَا تُرْتَجُ حَتَّى تُصَلَّى الظُّهْرُ فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِي تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ قُلْتُ أَفِي كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ هَلْ فِيهِنَّ تَسْلِيمٌ فَاصِلٌ قَالَ لَا حدثنا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عُبَيْدَةُ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَهْمِ بْنِ مِنْجَابٍ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ قَرْثَعٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سورج ڈھلنے پر پابندی سے چار رکعتیں پڑھا کرتے تھے، پس میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلنے پر یہ چار رکعتیں پابندی سے پڑھتے ہیں (اس کی کیا وجہ ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سورج ڈھلنے پر آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، پس وہ بند نہیں ہوتے یہاں تک کہ ظہر پڑھ لی جاتی ہے (رَتَجَ الباب: دروازہ بند کرنا) پس میں پسند کرتا ہوں کہ میرے لئے اس گھڑی میں کوئی نیک عمل چڑھے۔ میں نے پوچھا: کیا ان سب رکعتوں میں قراءت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! میں نے پوچھا: کیا ان میں جدائی کرنے والا اسلام ہے؟ یعنی دو رکعتوں پر سلام پھیرا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں۔ احمد بن منیع، ابو معاویہ، عبیدہ، ابراہیم، سہم بن منجاب، قزعۃ، وہ قرثع سے وہ حضرت ابو انصاری سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں۔

فائدہ: یہ نماز صوفیہ کے یہاں صلوٰۃ الزوال سے تعبیر کی جاتی ہے شوافع حضرات کے ہاں یہ سنت الزوال ہے۔ اور ان کے نزدیک مستحب نمازوں میں زوال کی نماز کا بھی شمار ہے۔ لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ ظہر کی سنتیں ہیں اس لئے کہ ان کے نزدیک ظہر کی سنت کے علاوہ کوئی اور نوافل زوال کے بعد ایسی نہیں ہیں جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے ہوں۔ بہر صورت دونوں اقوال موافق ہیں اس کو آئندہ احادیث صلوٰۃ الضحیٰ سے کوئی ظاہری مناسبت نہیں۔ اس لئے امام ترمذی رحمہ اللہ کا ان احادیث کو چاشت کی نماز کے ذیل میں ذکر کرنا مشکل ہے لیکن مشائخ نے ان کی مختلف توجیہات فرمائی ہیں۔ اول یہ کہ چونکہ ان کا وقت چاشت کی نماز کا منتہا تھا اس لئے تبعاً ان کے ساتھ ذکر فرمادیں مستقل باب کی ضرورت نہیں۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کاتب کی غلطی سے اس جگہ نقل ہوگئی ورنہ اس کا اصل محل گزشتہ باب میں ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں اس کا ذکر نہیں بلکہ اس سے پہلے باب میں ذکر کی گئی ہیں اور بھی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔

(۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى أَخْبَرَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ أَبِي الْوَضَّاحِ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ الْجَزَرِيِّ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ السَّائِبِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي أَرْبَعًا بَعْدَ أَنْ تَزُولَ الشَّمْسُ قَبْلَ الظُّهْرِ وَقَالَ إِنَّهَا سَاعَةٌ تُفْتَحُ فِيهَا أَبْوَابُ السَّمَاءِ فَأُحِبُّ أَنْ يَصْعَدَ لِي فِيهَا عَمَلٌ صَالِحٌ

عبداللہ بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زوال کے بعد ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرا کوئی عمل صالح اس وقت بارگاہ عالی تک پہنچے۔

فائدہ: نماز سے بڑھ کر کوئی اور عمل صالح کیا ہو سکتا ہے کہ تمام عبادات سے افضل ترین عبادت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ نماز پڑھنے والا اللہ جل شانہٗ سے سرگوشی کرتا ہے۔ اس حدیث کی مزید شرح ابواب الصلوات باب ماجاء فی الصلوٰۃ عند الزوال کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ يَحْيَى بْنُ خَلَفٍ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْمُقَدَّمِيُّ عَنْ مِسْعَرِ بْنِ كِدَامٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ ضَمْرَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّهُ كَانَ يُصَلِّي قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا وَذَكَرَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيهَا عِنْدَ الزَّوَالِ وَيَمُدُّ فِيهَا

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر سے قبل چار رکعت پڑھتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ بھی ان چار رکعت کو زوال کے وقت پڑھتے تھے اور ان میں طویل قرأت پڑھتے تھے۔

فائدہ: امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان چار رکعات میں بہتر یہ ہے کہ سورۂ بقرہ پڑھے ورنہ کوئی ایسی سورت جو سو آیت سے زیادہ ہو تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع طویل قرأت میں ہو جائے۔

(۴۲) بَابُ صَلٰوةِ التَّطَوُّعِ فِی الْبَيْتِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوافل گھر میں پڑھنے کا ذکر

فائدہ: نوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قولاً اور فعلاً متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہے اور بہت سی مصالح اس میں ملحوظ ہیں۔ منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ نماز کی برکات سے گھر میں برکت اور نورانیت بڑھے گی، گھر کے لوگ نماز سیکھیں گے اور ان کو بھی شوق پیدا ہوگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم بعض احادیث میں آیا ہے کہ نماز کا کچھ حصہ گھر میں ادا کیا کرو اور گھر کو قبرستان نہ بناؤ۔ یعنی جیسا کہ قبرستان میں نماز نہیں پڑھی جاتی یا جیسا کہ مردے نماز نہیں پڑھتے، تمہارے گھر بھی قبرستان کے مشابہ بن جائیں ایسا نہ کرو۔ اس باب میں مصنف نے ایک حدیث ذکر فرمائی ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ حَرَامِ بْنِ مُعَاوِيَةَ عَنْ عَمِّهٖ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي بَيْتِي وَالصَّلَاةِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ قَدْ تَرٰى مَا أَقْرَبَ بَيْتِي مِنَ الْمَسْجِدِ فَلَأَنْ أُصَلِّيَ فِي بَيْتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُصَلِّيَ فِي الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنْ تَكُوْنَ صَلَاةً مَكْتُوْبَةً

عبداللہ بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نوافل مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دیکھتے ہو کہ میرا گھر مسجد سے کتنا قریب ہے۔ پھر بھی مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھوں اس سے کہ میں مسجد میں نماز پڑھوں مگر یہ کہ فرض نماز ہو۔

فائدہ: نوافل کا مبنیٰ چونکہ اخفاء پر ہے اس لئے اُن کا گھر میں پڑھنا افضل ہے تاکہ اخفاء کامل ہو۔ ریاکاری سے بُعد ہو جائے البتہ فرائض وغیرہ جن کا اخفاء مناسب نہیں وہ مسجد ہی میں افضل ہیں، جیسے طوافِ کعبہ کی رکعتیں اور صلوٰۃ التراویح وغیرہ صلوٰۃ التراویح اگرچہ فرائض میں نہیں لیکن رمضان المبارک کا خصوصی امتیاز ہے اور جماعت اس میں مسنون ہے اور اسی طرح ہر وہ نماز جو جماعت سے ادا کی جاتی ہے جیسے کسوف وخسوف کی نماز کہ ان نمازوں کا اظہار مقصود ہے اس لئے ان کا مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے۔ یہ حدیث ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ التطوع فی البیت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴۳) بَابُ مَا جَاءَ فِي صَوْمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روزوں کا ذکر

فائدہ: اس باب سے مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفل روزوں کا بیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ شریفہ روزے کی بہت رکھنے کی تھی، کبھی کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل کئی کئی دن کے روزے رکھتے تھے۔ روزہ کی فضیلتیں احادیث کی کتابوں میں بہت وارد ہوئی ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ کے ہر حکم میں ہر ارشاد میں ہزاروں مصالح ہیں، حکمتیں ہیں، آدمی کی عقل کی اتنی پرواز

کہاں ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہٗ جیسے حکیم کی حکمتوں تک پہنچ سکے؟ ہر شخص کی جہاں تک پرواز ہے وہاں تک وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی دینوی اور دنیوی فوائد کا ادراک کرسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اس سے بھی اونچی ہوتی ہیں۔ جس طرح اور احکام میں ہزاروں مصلحتیں ہیں روزے میں بھی، منجملہ ان کے چند مصالح ظاہر اور بدیہی ہیں جن میں سے ایک جذبہ مواخاۃ اور ہمدردی ہے جو شخص بھوکا رہتا ہے اس کو بھوکے سے ہمدردی پیدا ہوسکتی ہے جو خود بھوک کی تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ غریب پر کیا گزرتی ہے بھوکے کو کس مصیبت کا سامنا ہے؟ ایسی حالت میں اس بھوکے کی امداد کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے اور غریب کے ساتھ ہمدردی کو بھی طبیعت تقاضا کرتی ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ روزے (رکھنے) سے قوت بہیمہ اور شہوانیہ کا زور کم ہوتا ہے یہ قوت جب زور پکڑتی ہے تو بہت سے ایسے امور آدمی سے سرزد ہوتے ہیں جو دین اور دنیا میں روسیاہی کا سبب بنتے ہیں۔ اس کو مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ؎

ایں نہ عشق است آں کہ در مردم بود ... ایں فساد از خوردن گندم بود

یہ عشق یعنی جو آج کل لوگوں میں ہوتا ہے وہ عشق نہیں ہے جو بھلے آدمیوں میں ہوتا ہے یہ پیٹ بھرنے کا فساد ہے کہ جب پیٹ بھر ائی مل جاتی ہے تو ناپاک حرکتیں خوب سوجھتی ہیں اور جب بھوک کا غلبہ ہورہا ہو تو عشق وشق بھول جاتا ہے۔ اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو نکاح نہ کرسکتا ہو اس کو چاہیے کہ روزے کثرت سے رکھا کرے کہ یہ شہوت کو توڑنے والا ہے اس کے علاوہ اور بڑی مصلحت روحانیت کی قوت ہے۔ روزے سے روحانیت کو بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اسی وجہ سے ہر ملت و مذہب میں کسی نہ کسی وجہ سے روزے کا وجود ہے اور مذاہبِ حقہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے روزہ کی مشروعیت رہی ہے۔ حضرات انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا معمول روزے میں مختلف رہا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کا معمول ہمیشہ بارہ مہینے روزے رکھنے کا تھا اور حضرت داؤد علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ ایک دن افطار کا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معمول ایک دن روزہ دو دن افطار کا تھا۔ اسی طرح دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے مختلف معمولات رہے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس میں بھی عجیب نرالا تھا کہ مصالح وقتیہ کے تحت میں خاص خاص ایام کے روزے متعین فرما رکھے تھے اور ان کے علاوہ وقتی مصالح کے تحت میں بسا اوقات لگاتار روزے رکھتے اور بسا اوقات افطار فرماتے۔ جس کی وجہ ظاہر ہے کہ جب روزہ بمنزلہ ایک تریاق اور دوا ہے تو وقتی مصالح سے اس میں قلت و کثرت جیسا کہ دوا کا اصول ہے لابدی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معمولات نمونہ کے طور پر مصنف رحمہ اللہ نے ذکر فرمائے ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَقِيقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ صِيَامِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ صَامَ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ قَدْ أَفْطَرَ قَالَتْ وَمَا صَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے رکھنے کے متعلق پوچھا انہوں نے فرمایا کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم متواتر روزے رکھتے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں افطار ہی نہیں فرمائیں گے اور کبھی ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے کہ ہمارا یہ خیال ہوتا کہ اس ماہ میں روزہ ہی نہیں رکھیں گے۔ لیکن مدینہ

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا رَمَضَانَ

منورہ تشریف آوری کے بعد سے رمضان المبارک کے علاوہ کسی تمام ماہ کے روزے نہیں رکھے۔ ①

فائدہ: ① ایسے ہی کسی ماہ کو کامل افطار گزار دیا ہو یہ بھی نہیں کیا۔ (کمافی ابی داؤد) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معمول کے متعلق کسی قدر تفصیل حدیث نمبر ۳ میں آئے گی۔

فائدہ: اس حدیث کی مکمل شرح ابواب الصوم باب ماجاء فی سرد الصوم کے ذیل کے تحت گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ حَتَّى نَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَرَى أَنْ لَا يُرِيدَ أَنْ يَصُومَ مِنْهُ شَيْئًا وَكُنْتَ لَا تَشَاءُ أَنْ تَرَاهُ مِنَ اللَّيْلِ مُصَلِّيًا إِلَّا رَأَيْتَهُ مُصَلِّيًا وَلَا نَائِمًا إِلَّا رَأَيْتَهُ نَائِمًا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے روزوں کے متعلق پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ عادت شریفہ اس میں مختلف تھی کسی ماہ میں تو اتنی کثرت سے روزے رکھتے تھے جس سے یہ خیال ہو جاتا کہ اس میں افطار فرمانے کا ارادہ ہی نہیں ہے اور کسی ماہ میں ایسا مسلسل افطار فرماتے تھے۔ جس سے ہم یہ سمجھتے کہ اس ماہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روزوں کا ارادہ ہی نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ بھی تھی کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کو سوتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی مل جاتا ہے اور اگر نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہو تو یہ بھی میسر ہو جاتا۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ نہ تمام رات سونے کی تھی نہ تمام رات جاگنے کی تھی بلکہ درمیانی رفتار میں حقوق نفس کی رعایت فرماتے ہوئے عبادات کا اہتمام بھی پورا پورا فرماتے تھے۔ اس لئے شب کو سوتے ہوئے دیکھنا بھی ممکن تھا کہ کچھ حصہ آرام بھی فرماتے تھے اور نماز کی حالت میں دیکھنا بھی کہ کچھ حصہ نماز میں گزرتا تھا۔ بعض علماء نے اس کا دوسرا مطلب بھی بتایا ہے وہ یہ ہے کہ عادت شریفہ اس باب میں مختلف تھی کہ اول شب میں نوافل پڑھتے کبھی وسط رات میں تو کبھی اخیر میں۔ اس لئے اگر رات کے کسی خاص حصہ میں کوئی سوتے ہوئے یا نماز پڑھتا ہوا دیکھنا چاہتا، تو کسی دن یہ بھی مل جاتا اور اس وقت سوتا ہوا دیکھنا چاہے تو یہ بھی مل جاتا۔ اس لئے کہ رات کا ہر حصہ کسی نہ کسی دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں گزارتے تھے اور اس کی دو مصلحتیں سمجھ میں آتی ہیں۔ اول تو یہ کہ عبادات جو اصل مقصد اور آدمی کے وجود کی غرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے رات کے ہر حصے کو کبھی نہ کبھی اس کی برکات میسر ہو جائیں اور قیامت میں رات کا ہر حصہ اپنے اندر عبادت کا وجود رکھے۔ دوسرا یہ کہ عبادت جب ایک ہی وقت میں ہوتی رہے تو بمنزلہ عادت کے بن جاتی ہے پھر مشقت کا لطف نہیں رہتا اور جب رات کے مختلف حصوں میں عبادت کی جائے تو عادت نہ بنے گی۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۳) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت شریفہ مروی ہے کہ کسی ماہ میں اکثر حصہ روزہ رکھتے تھے جس سے ہمارا خیال ہوتا تھا کہ اس

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يُفْطِرَ مِنْهُ وَيُفْطِرُ حَتَّى نَقُولَ مَا يُرِيدُ أَنْ يَصُومَ وَمَا صَامَ شَهْرًا كَامِلًا مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ إِلَّا رَمَضَانَ.

میں افطار کا ارادہ نہیں اور کسی ماہ میں اکثر ہی ایسے افطار فرماتے تھے جس سے ہمیں خیال ہوتا کہ اس میں روزہ نہیں رکھیں گے، لیکن کسی ماہ میں بجز رمضان المبارک کے تمام ماہ روزہ نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول متعدد روایات میں گزر چکا ہے اس معمول کی دو وجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ باب کے شروع میں گزر چکا ہے کہ روزہ حقیقت میں ایک تریاق ہے اور بسا اوقات روحانی ترقی اور دیگر وقتی مصالح کے لئے بطور دوا کے رکھا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں دوا کے عام اصول کے موافق بسا اوقات اس کے مسلسل استعمال کی حاجت ہوتی ہے اور بسا اوقات خاص ضرورت نہیں ہوتی اگر معمولی ضرورت بھی ہوتی ہے تو دوسرے وقتی عوارض کی وجہ سے دوا کا ترک ضروری ہوتا ہے جو اطباء کے یہاں ایک معروف چیز ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر روحانیت کا طبیب کون ہوسکتا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقتی ضروریات کے لحاظ سے بسا اوقات مسلسل روزے رکھتے تھے اور بسا اوقات مسلسل افطار فرماتے تھے۔ امت کے لئے بھی جو حضرات خود روحانی طبیب ہیں وہ روحانی مصالح کے لحاظ سے روزے افطار کے اوقات متعین فرماسکتے ہیں اور جو شخص خود طبیب نہیں ہے وہ کسی روحانی طبیب کے زیر علاج عملدرآمد کرے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصوصی معمولات تھے مثلاً پیر یا جمعرات کا روزہ رکھنا۔ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنا ایام بیض، عشرہ محرم، عشرۂ ذی الحجہ کے روزے رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ معمولات بسا اوقات اسفار وغیرہ کے عوارض کی وجہ سے چھوٹ جاتے تھے اس لئے عوارض دور ہوجانے کے بعد بطور قضاء اور تلافی کے جتنے روزے معمول میں سے ترک ہوجاتے تھے ان کو پورا فرمالیا کرتے تھے کہ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی عادت شریفہ تھی کہ جب کسی عبادت کو شروع فرماتے تو اس پر دوام اور نباہ فرمایا کرتے تھے اس لئے جتنے روزے معمول سے رہ جاتے تو ان کو رکھتے اس لئے لگاتار روزے رکھنے کی نوبت آجاتی تھی۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ إِلَّا شَعْبَانَ وَرَمَضَانَ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ وَهٰكَذَا قَالَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ وَرَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ غَيْرُ وَاحِدٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُحْتَمَلُ أَنْ يَكُونَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ قَدْ رَوَى هٰذَا الْحَدِيثَ عَنْ عَائِشَةَ وَأُمِّ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ کو رمضان وشعبان کے سوا دو ماہ کامل روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کی سند صحیح ہے اسی طرح ابی سلمۃ نے ام سلمۃ سے روایت کیا ہے اور اس طرح یہ روایت ام سلمۃ کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں یہ بھی احتمال ہے کہ ابوسلمہ سے مراد، ابوسلمۃ بن عبدالرحمن ہو۔ یہ حدیث ام سلمۃ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

سَلَمَةَ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

فائدہ: یہ حدیث بظاہر گزشتہ تمام احادیث کے خلاف ہے کیونکہ اب تک سب روایتیں اس پر متفق تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے علاوہ کسی ماہ کے مسلسل روزے نہیں رکھتے تھے، لیکن اس حدیث میں رمضان کے ساتھ شعبان کو بھی ملا دیا۔ ان دونوں میں تطبیق علماء نے مختلف طریقہ سے فرمائی ہے۔ اول یہ کہ اس حدیث میں تمام شعبان کو مبالغہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر حصہ شعبان کے روزے رکھنے کی تھی چنانچہ آئندہ حدیث میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے خود اس کی تصریح موجود ہے دوسرا یہ کہ ممکن ہے کسی وقت میں اتفاقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ماہ شعبان کے روزے رکھے ہوں، جس کی حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع ہوئی اوروں کو نہیں ہوئی تیسرا یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات کی روایت میں عادت کی نفی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ رمضان کے علاوہ کسی اور ماہ کے مسلسل روزے رکھنے کی نہیں تھی۔ اتفاقاً کسی ماہ کے پورے روزے رکھ لینا اس کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے اگر کسی سال عارض کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کے بھی پورے روزے رکھ لیے ہوں تو چونکہ وہ معمول نہ تھا اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ نے ان کا تذکرہ نہیں کیا اور چونکہ پورے مہینے کے روزے رکھے تھے اس لئے حضرت ام سلمہؓ نے ان کو ذکر کر دیا اس لئے ان میں کوئی اشکال نہیں ہے، چوتھا یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً شعبان کے تمام مہینے کے روزے رکھتے ہوں اور اخیر میں ضعف کی وجہ سے کم کر دیئے ہوں۔ اس لئے جس نے آخری فعل ذکر کیا اس وجہ سے وہ آخری فعل تھا اس نے اکثر ذکر کیا اور جس نے یہ خیال کیا کہ یہ عارض کی وجہ سے تھا اصل معمول تمام مہینہ تھا اس نے تمام مہینہ ذکر کر دیا۔ بعض نے اس کا عکس بتایا ہے جیسا کہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اکثر مہینے کے روزے رکھتے تھے بعد میں تمام مہینے کے رکھنے لگے۔

(۵) حَدَّثَنَا هَنَّادٌ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو حَدَّثَنَا أَبُو سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمْ أَرَ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ فِي الشَّهْرِ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ كَانَ يَصُومُ شَعْبَانَ إِلَّا قَلِيلًا بَلْ كَانَ يَصُومُهُ كُلَّهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو (رمضان کے علاوہ) شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے رکھتے نہیں دیکھا۔ شعبان کے اکثر حصہ میں آپ روزے رکھتے تھے، بلکہ (قریب قریب) تمام مہینہ کے روزے رکھتے تھے۔

فائدہ: یہ ترقی کر کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تمام ماہ شعبان کے روزوں کا ذکر صاف بتا رہا ہے کہ اس سے مبالغہ مقصود ہے شعبان میں روزوں کی کثرت کی وجہ سے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ اس مہینہ میں وہ دن بھی ہے جس میں سال کے اعمال حق تعالیٰ جل شانہٗ کے دربار میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش ہوں کہ میں روزہ دار ہوں۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض وجوہ احادیث وغیرہ میں وارد ہوئی ہیں اور بعض اوقات ایک وجہ کا ہونا۔ اور دوسرے وقت میں دوسری وجہ کا ہونا بھی ممکن ہے اور متعدد وجوہ کا جمع ہو جانا بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تین دن ہر ماہ میں روزے رکھنا کا تھا بسا اوقات عوارض کی وجہ سے رہ

جاتے تھے اور سب کا مجموعہ شعبان میں حضور اکرم ﷺ رکھا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ دوسری روایات میں پیر، جمعرات کا روزہ رکھنا بھی حضور اکرم ﷺ کا معمول نقل کیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں اگر دو تین مہینے کے روزے بھی تمام سال میں کسی عذر سے چھوٹ گئے ہوں تو ایک مہینہ کے روزے بن جانا کیا مشکل ہے؟ ایک روایت میں آیا ہے کہ رمضان کی تعظیم کی وجہ سے شعبان کا روزہ افضل ہے یعنی جیسے فرض نمازوں سے قبل سنتیں پڑھی جاتی ہیں ایسے ہی رمضان سے قبل نفل روزے ہیں۔ اگر چہ حضور اکرم ﷺ نے ضعف کے خیال سے رمضان شریف سے قبل روزے کو منع بھی فرمایا ہے مگر حضور اکرم ﷺ پر ضعفِ روزہ کا کچھ ایسا اثر نہ ہوتا تھا اسی وجہ سے لگا تار روزے رکھ بھی لیتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے کسی نے شعبان میں روزوں کی کثرت کا سبب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس مہینہ میں ہر اس شخص کا نام مرنے والوں میں لکھا جاتا ہے جو اس تمام سال میں مرنے والے ہوں میرا دل چاہتا ہے کہ میری موت ایسی حالت میں لکھی جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ہر مہینہ میں نفل روزے رکھنے کا مخصوص معمول تھا اور رمضان المبارک میں نفل روزے رکھنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے ماہ رمضان کے حصے کے روزے بھی پیشگی شعبان ہی میں رکھ لیتے تھے اور اسی بناء پر شعبان رمضان دو مہینوں کے روزے مل کر اکثر حصہ مہینہ کا ہو جاتا تھا۔ اس حدیث کی شرح ماقبل ابواب الصوم باب ماجاء فی وصال شعبان برمضان کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ دِينَارٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ مُوسَى وَطَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ عَنْ شَيْبَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنْ غُرَّةِ كُلِّ شَهْرٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَقَلَّمَا كَانَ يُفْطِرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ ہر مہینہ کے شروع میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ آپ جمعہ کے دن روزہ نہ رکھیں۔

فائدہ: ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی ترغیب مختلف احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ہر نیکی کا ثواب تین گنا ہونے کی وجہ سے تین روزوں کا ثواب ایک ماہ کے برابر ہو جاتا ہے اور اس حیثیت سے یہ شخص گویا عمر بھر روزہ دار رہنے کے حکم میں ہوگا۔ ان تین دن کی تعیین میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ لیکن کوئی مخالفت نہیں کبھی حضور اقدس ﷺ مہینہ کے شروع میں تین روزے رکھ لیتے تھے، کبھی ہر پیر، جمعرات کو کبھی تیرہ، چودہ اور پندرہ کو ایسے ہی مختلف اوقات میں بھی اسی وجہ سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آئندہ حدیث میں وارد ہے کہ متعین ایام نہ تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایام بیض کے روزے کبھی سفر یا حضر میں ترک نہیں فرماتے تھے۔ دوسرا مضمون حدیث بالا میں جمعہ کے روزے کے متعلق ہے اس حدیث سے جمعہ کے دن روزہ کا اہتمام معلوم ہوتا ہے لیکن دوسری روایات میں روزہ کے لئے جمعہ کی تخصیص کی ممانعت آئی ہے اسی وجہ سے بعض علماء حدیث بالا کی وجہ سے اس کے استحباب کے قائل ہوئے ہیں اور بعض علماء ممانعت کی وجہ سے جمعہ کی تخصیص کو مکروہ بتاتے ہیں خود حنفیہ کے یہاں بھی دونوں قول ہیں۔ اس حدیث کی مزید شرح ابواب الصوم باب ماجاء فی صوم یوم الجمعۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷)حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ يَزِيْدَ الرِّشْكِ، قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذَةَ قَالَتْ قُلْتُ لِعَائِشَةَ أَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُوْمُ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ؟ قَالَتْ نَعَمْ، قُلْتُ مِنْ اَيِّهٖ كَانَ يَصُوْمُ؟ قَالَتْ كَانَ لَايُبَالِيْ مِنْ اَيِّهٖ صَامَ قَالَ أَبُو عِيْسٰى وَيَزِيْدُ الرِّشْكُ هُوَ يَزِيْدُ الضُّبَعِيُّ الْبَصْرِيُّ وَهُوَ ثِقَةٌ رَوٰى عَنْهُ شُعْبَةُ وَعَبْدُ الْوَارِثِ ابْنُ سَعِيْدٍ وَحَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ، وَاِسْمَاعِيْلُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ وَغَيْرُ وَاحِدٍ مِنَ الْاَئِمَّةِ وَهُوَ يَزِيْدُ الْقَاسِمُ وَيُقَالُ الْقَسَّامُ، وَالرِّشْكُ بِلُغَةِ اَهْلِ الْبَصْرَةِ هُوَ الْقَسَّامُ

معاذۃ کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور ہر ماہ میں تین روزے رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ رکھتے تھے۔ میں نے مکرر پوچھا کہ مہینہ کے کن ایام میں رکھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کا اہتمام نہیں تھا، جن ایام میں موقعہ ہوتا رکھ لیتے۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یزید رشک سے مراد یزید ضبعی بصری ہیں اور یہ ثقہ راوی ہیں اور ان سے شعبہ روایت کرتے ہیں اور اسی طرح ابووارث، ابن سعید، حماد بن زید، اسماعیل بن ابراہیم اور ان کے علاوہ دوسرے ائمہ بھی ان سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے یزید قاسم ہیں اور اُن کو قسام بھی کہا جاتا ہے اور رشک اہل بصرہ کی لغت ہے اور وہ قسام ہے۔

فائدہ: یعنی کسی زمانہ میں یہ بھی معمول شریف رہا ہے کہ تعیین ایام کا اہتمام نہیں تھا اور کبھی مخصوص ایام میں، مثلاً مہینہ کی پہلی تین تاریخوں میں، کبھی مہینہ کی اخیر تین ایام میں، کبھی ایک مہینہ میں شنبہ، یکشنبہ، دوشنبہ کو رکھتے اور دوسرے مہینہ میں سہ شنبہ، چہار شنبہ، پنجشنبہ کو رکھتے، اسی لئے اس بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اور اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعیین کا انکار فرمادیا۔ یہ حدیث ابواب الصوم باب ماجاء فی صوم ثلاثۃ ایام من کل شہر کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸)حَدَّثَنَا أَبُو حَفْصٍ عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ عَنْ رَبِيعَةَ الْجُرَشِيِّ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرّٰى صَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيْسِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پیر جمعرات کے روزہ کا اکثر اہتمام فرماتے تھے۔

فائدہ: بعض روایات میں ان دنوں کے روزے کے اہتمام کی وجوہ بھی وارد ہوئی ہے، چنانچہ ایک وجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں قریب ہی آ رہی ہے کہ یہ دونوں دن اعمال کی پیشی کے ہیں۔ پیر کے دن کے متعلق مسلم شریف کی ایک روایت میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ میں پیر ہی کے دن پیدا کیا گیا ہوں اور پیر کے روز مجھ پر قرآن شریف نازل ہونا شروع ہوا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ جل شانہٗ ہر مسلمان کی مغفرت (بشرطِ قواعد) فرمادیتے ہیں مگر جن دو شخصوں میں آپس میں چھوٹ چھٹاؤ ہو (بول چال بند ہو کسی دنیاوی معاملہ کی وجہ سے) ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی مغفرت کو اس وقت تک روک دیا جائے جب تک کہ یہ آپس میں صلح نہ کر لیں۔ یہ حدیث ابواب الصوم باب ماجاء فی صوم یوم الاثنین والخمیس کے ذیل میں گزری ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا أَبُو مُصْعَبٍ الْمَدِينِيُّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ فِي شَهْرٍ أَكْثَرَ مِنْ صِيَامِهِ فِي شَعْبَانَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ شعبان سے زیادہ کسی ماہ میں روزے نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ: اس کا بیان مفصل گزر چکا ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رِفَاعَةَ عَنْ سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تُعْرَضُ الْأَعْمَالُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَالْخَمِيسِ فَأُحِبُّ أَنْ يُعْرَضَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعمال پیر اور جمعرات کے دن حق تعالیٰ شانہ کی عالی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے اعمال روزہ کی حالت میں پیش ہوں۔

فائدہ: تاکہ قبولیت کے زیادہ قریب ہو جائیں اعمال پیش ہونے میں یہ اشکال ہے کہ مسلم شریف کی ایک روایت کا یہ حاصل ہے کہ اعمال صبح و شام دو مرتبہ روزانہ بارگاہ الٰہی تک پہنچتے ہیں پھر پیر، جمعرات کو پیش ہونے کا کیا مطلب؟ ان دونوں کے درمیان میں محدثین نے مختلف طریقہ سے جمع کیا ہے، سہل یہ ہے کہ رات دن کے اعمال تفصیلی طور پر روزانہ دو مرتبہ پیش ہوتے ہیں رات کے علیحدہ اور دن کے علیحدہ اور پھر معمولی تفصیل سے ہفتہ کو دوبارہ، پیر، جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور تمام سال کے مجموعہ اعمال اجمالی طور پر شعبان میں اور شب قدر میں بھی پیش ہوتے ہیں اور بار بار کی پیشی میں منجملہ متعدد مصالح کے ایک مصلحت فرشتوں کے سامنے نیک لوگوں کا اظہار شرف ہے کہ ان حضرات نے آدمی کی پیدائش کے وقت یہ اشکال کیا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا فرما رہے ہیں جو دنیا میں کشت و خون اور فساد برپا کریں گے۔ اسی لئے حق تعالیٰ شانہ بہت سے نیک اعمال کا فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر تذکرہ بھی فرماتے ہیں ورنہ حق تعالیٰ شانہ ہر شخص کے ہر عمل سے ہر وقت واقف ہیں ان کے لئے اعمال پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۱۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ خَيْثَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُ مِنَ الشَّهْرِ السَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَالْاِثْنَيْنَ وَمِنَ الشَّهْرِ الْآخَرِ الثُّلَاثَاءَ وَالْأَرْبِعَاءَ وَالْخَمِيسَ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) ہر مہینہ کے تین روزے اس طرح بھی رکھتے تھے کہ ایک مہینہ میں ہفتہ، اتوار، پیر کو روزہ رکھ لیتے اور دوسرے ماہ میں منگل، بدھ، جمعرات کو۔

فائدہ: تاکہ ہفتہ کے تمام دنوں میں روزے ہو جائیں اور جمعہ کا روزہ قصداً نہ رکھتے ہوں۔ جیسا کہ بعض روایات میں اس کو عید کا دن قرار دیا گیا ہے اور دوسرے اہم مشاغل اس میں ہوتے ہیں یا اس روایت میں ذکر نہیں کیا گیا دوسری روایت میں اس کے روزے کا ذکر ہے ہیں۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۱۲) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ عَاشُورَاءُ يَوْمًا تَصُومُهُ قُرَيْشٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصُومُهُ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِينَةَ صَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ فَلَمَّا افْتُرِضَ رَمَضَانُ كَانَ رَمَضَانُ هُوَ الْفَرِيضَةُ وَتُرِكَ عَاشُورَاءُ فَمَنْ شَاءَ صَامَهُ وَمَنْ شَاءَ تَرَكَهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ عاشورہ کا روزہ زمانہ جاہلیت میں قریش رکھا کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے) قبل تطوعاً رکھ لیا کرتے تھے (لیکن ہجرت کے بعد) جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو خود بھی (اہتمام سے) رکھا اور امت کو بھی (وجوباً) حکم فرمایا۔ مگر جب رمضان المبارک نازل ہوا تو وہی فرض روزہ بن گیا اور عاشورہ کی فرضیت منسوخ ہوگئی (اب استحباب باقی ہے) جس کا دل چاہے رکھے اور جس کا دل چاہے نہ رکھے۔

فائدہ: عاشورے کے روزے کی فضیلت میں مختلف روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ عرفہ کے روزہ سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور عاشورے کے روزہ سے ایک سال کے۔ بعض شروح میں لکھا ہے کہ عاشورے کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی اور حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارہ پر آئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے نجات ملی تھی اور فرعون غرق ہوا تھا۔ اسی دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور اسی دن آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے خلاصی ملی اور اسی دن ان کی امت کا قصور معاف ہوا اور اسی دن حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں سے نکالے گئے۔ اسی دن حضرت ایوب علیہ السلام کو مشہور مرض سے صحت عطا ہوئی اور اسی دن حضرت ادریس علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے، اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی، اسی دن حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک عطا ہوا۔ اس کے علاوہ اور بھی کرامات اس دن کی شروح حدیث اور کتب سیر میں لکھی ہیں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی ہے مگر بہت سی کرامات صحیح طور پر بھی ثابت ہیں۔ کہتے ہیں کہ وحشی جانور بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں اللہ اکبر! کس قدر متبرک دن ہے جس کو ہم لوگ لہو ولعب میں ضائع کر دیتے ہیں غالباً انہی میں سے کسی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں اس دن کی فضیلت مشہور تھی جس کی وجہ سے قریش اسلام سے قبل اس کا روزہ رکھتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ ہجرت کر کے تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود جو اہل کتاب ہیں وہ بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا کہ یہ روزہ کیوں رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اس دن حق تعالیٰ جل شانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خلاصی عطا کی تھی اور فرعون کو غرق کیا تھا، جس کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع کے تم سے زیادہ مستحق ہیں اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور امت کو بھی اس روزہ کا حکم دیا۔ مسلم شریف میں یہ قصہ مذکور ہے اسی وجہ سے حنفیہ کے نزدیک رمضان سے پہلے عاشورہ کا یہ روزہ فرض تھا جب رمضان شریف کا روزہ فرض ہوا تو اس کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ استحباب اور ایک سال کے گناہ معاف ہونے کی فضیلت اب بھی باقی ہے۔ یہ حدیث ابواب

الصوم باب ماجاء فی الرخصة فی ترک صوم یوم عاشوراء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ: عاشورے کا روزہ اصل دسویں تاریخ کا ہے لیکن نبی کریم ﷺ ابتدائے اسلام میں اہل کتاب کی موافقت فرماتے تھے کہ ان کا مذہب بہر حال آسمانی ہے اور مشرکین کے مذہب سے اولیٰ ہے۔ مگر اخیر زمانہ میں اہل کتاب کی مخالفت کا قولاً اور فعلاً اہتمام ہو گیا تھا جو بہت سی وجوہ سے ضروری تھا اسی سلسلہ میں کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے ادھر توجہ دلائی تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اگر زندہ رہا تو اگلے سال نویں تاریخ کا روزہ رکھوں گا، ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہود کی مخالفت کرو اور نویں یا گیارہویں کا روزہ رکھا کرو یعنی دسویں کے ساتھ ایک اور ملا لیا کرو کہ اس سے تشبہ جاتا رہتا ہے اس لئے تنہا عاشورہ کا روزہ نہیں رکھنا چاہیے، بہتر تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ نویں تاریخ کا روزہ ملالے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے اگر نویں کا نہ ملا سکے تو پھر گیارہویں کا ملالے۔

(۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ أَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخُصُّ مِنَ الْأَيَّامِ شَيْئًا قَالَتْ كَانَ عَمَلُهُ دِيمَةً وَأَيُّكُمْ يُطِيقُ مَا كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُطِيقُ

علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایام کو عبادت کے لئے مخصوص فرمایا کرتے تھے، انہوں نے فرمایا کہ (نہیں) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال دائمی ہوتے تھے تم میں سے اس بات کی کون طاقت رکھتا ہے جس کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طاقت رکھتے تھے۔

فائدہ: یعنی کسی دن کو کسی عبادت کے ساتھ مخصوص فرما لیتے ہیں۔ مثلاً پیر کا دن روزہ کے ساتھ مخصوص ہو کہ ہر پیر کو روزہ رکھتے ہوں، کبھی افطار نہ فرماتے ہوں یا یہ کہ پیر کے علاوہ روزہ نہ رکھتے ہوں۔ یہ دونوں باتیں نہ تھیں البتہ حضور اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ جو کام شروع فرماتے اس پر مداومت فرماتے تھے تم لوگ اس قدر مداومت اور اہتمام کی طاقت نہیں رکھتے جتنا حضور اکرم ﷺ اپنے معمولات کا اہتمام فرماتے تھے کہ جو معمول کسی عذر سے رہ جاتا دوسرے وقت اس کو پورا فرماتے، جیسا کہ شعبان کے روزوں کے بیان میں گزرا۔ حاصل یہ ہے کہ اس حیثیت سے تخصیص نہ تھی کہ وہ عمل اسی دن کیا جائے اور اس دن میں دوسرا عمل نہ کیا جائے۔ البتہ معمولات کے پورا کرنے کا اہتمام تھا جن میں خاص ایام کے روزے بھی داخل ہیں اس تقریر پر یہ اشکال نہیں رہا کہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حدیث نمبر ۸ پر پیر جمعرات کے روزے کا اہتمام گزر چکا ہے۔ حافظ حدیث ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق یہ ہے کہ سوال جواب ان تین روزوں کے متعلق ہے جو ہر ماہ میں حضور اکرم ﷺ کے رکھنے کا معمول تھا جن کا ذکر حدیث نمبر ۷ میں گزرا۔ اس صورت میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تشریف لائے تو میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدِي امْرَأَةٌ فَقَالَ مَنْ هٰذِهِ قُلْتُ فُلَانَةُ لَا تَنَامُ اللَّيْلَ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْأَعْمَالِ مَا تُطِيقُونَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوا وَكَانَ أَحَبَّ ذٰلِكَ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَدُومُ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ

دریافت فرمایا کہ یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلانی عورت ہے جو رات بھر نہیں سوتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نوافل اس قدر اختیار کرنے چاہئیں جن کا تحمل ہو سکے، حق تعالیٰ جل شانہ ثواب دینے سے نہیں گھبراتے، یہاں تک کہ تم عمل کرنے سے گھبرا جاؤ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ کو وہی عمل زیادہ پسند تھا جس پر آدمی پابندی کر سکے۔

فائدہ: یہ صحابیہ حضرت خولہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عبادت کا ولولہ اور جوش تھا حدیث کی کتابوں میں بہت سے قصے اس قسم کے مذکور ہیں کہ ان حضرات کا شوق ان کو حد سے زیادہ مجاہدہ پر مجبور کرتا ہے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اعتدال کی نصیحت فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عاص ایک مشہور صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ طے کر لیا کہ عبادت میں بہت ہی کوشش کروں گا دن میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا اور رات کو روزانہ ایک کلام مجید ختم کیا کروں گا۔ میرے والد نے ایک شریف عورت سے میرا نکاح کر دیا۔ ایک مرتبہ والد نے میری بیوی سے میرا حال دریافت کیا اس نے عرض کیا بہت نیک آدمی ہیں کہ رات بھر بستر پر نہیں آتے نہ کسی سے کوئی واسطہ رکھتے ہیں۔ میرے والد مجھ پر بہت خفا ہوئے کہ میں نے کیسی شریف عورت سے تیرا نکاح کیا تھا تو نے اس کو معلق چھوڑ رکھا ہے۔ مجھ پر غلبہ شوق میں کچھ اثر نہ ہوا، والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کر دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا میں نے سنا ہے کہ تم دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے ہو اور رات بھر نماز پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت صحیح ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا نہ کیا کرو، کبھی روزہ رکھا کرو اور کبھی افطار۔ اسی طرح رات کو نمازیں بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو، تمہارے بدن کا بھی تم پر حق ہے، تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے کہ رات بھر جاگنے سے ضعیف ہو جاتی ہیں۔ تمہاری بیوی کا بھی حق ہے، اولاد کا بھی حق ہے، ملنے والوں کا بھی حق ہے۔

(۱۵) حَدَّثَنَا أَبُو هِشَامٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الرِّفَاعِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ أَيُّ الْعَمَلِ كَانَ أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتَا مَا دِيمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ

ابوصالح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کون سا عمل زیادہ پسند تھا؟ دونوں نے یہ جواب دیا کہ جس عمل پر مداومت کی جائے خواہ کتنا ہی کم ہو۔

فائدہ: ان سب روایتوں سے یہ مقصود ہے کہ روزہ ایسے ہی ہر نفلی عمل خواہ قلیل ہو لیکن جتنا کر سکے اتنا مداومت کے ساتھ اہتمام سے کرے مگر ایسا بھی نہ کرے کہ نہ نبھنے (عدم مداومت) کے خوف سے اعمال کو بالکل ہی خیر باد کہہ دے کہ فرائض میں کوتاہی کو پورا کرنے والی چیزیں نوافل ہی ہیں، اس لئے اہتمام کے ساتھ جس قدر نباہ ہو سکے اس کی سعی کرے۔ یہ حدیث

ابواب الاستید ان کے آخری باب کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ قَيْسٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَاصِمَ بْنَ حُمَيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَوْفَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَاسْتَاكَ ثُمَّ تَوَضَّأَ ثُمَّ قَامَ يُصَلِّي فَقُمْتُ مَعَهُ فَبَدَأَ فَاسْتَفْتَحَ الْبَقَرَةَ فَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ رَحْمَةٍ إِلَّا وَقَفَ فَسَأَلَ وَلَا يَمُرُّ بِآيَةِ عَذَابٍ إِلَّا وَقَفَ فَتَعَوَّذَ ثُمَّ رَكَعَ فَمَكَثَ رَاكِعًا بِقَدْرِ قِيَامِهِ وَيَقُولُ فِي رُكُوعِهِ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ سَجَدَ بِقَدْرِ رُكُوعِهِ وَيَقُولُ فِي سُجُودِهِ سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ ثُمَّ قَرَأَ آلَ عِمْرَانَ ثُمَّ سُورَةً سُورَةً يَفْعَلُ مِثْلَ ذٰلِكَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ

عوف بن مالک کہتے ہیں کہ میں ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک فرمائی پھر وضو فرمایا پھر نماز کی نیت باندھ لی، میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت بقرہ شروع فرمائی اور جب آیت رحمت پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ جل شانہ سے رحمت کا سوال فرماتے اور ایسے ہی جب آیت عذاب پر گزرتے وہاں وقفہ فرما کر حق تعالیٰ شانہ سے اس عذاب سے پناہ مانگتے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً اتنی ہی دیر رکوع فرمایا رکوع میں سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ یہ دعا پڑھتے رہے پاک ہے وہ ذات جو حکومت اور سلطنت والی نہایت بزرگی اور عظمت و بڑائی والی ہے۔ پھر رکوع ہی کی مقدار کے موافق سجدہ کیا اور اس میں بھی یہی دعا پڑھی (پھر دوسری رکعت میں) سورت آل عمران اور اسی طرح (ایک ایک رکعت میں) ایک ایک سورت پڑھتے تھے۔

فائدہ: یہ چار رکعتیں کتنی لمبی ہوں گی، الفاظ سے خود ہی ظاہر ہے کہ ایک سورۂ بقرۃ (اڑھائی پارے) کی سورت اور پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کہ نہایت اطمینان سے ہر حرف علیحدہ ظاہر ہو پھر آیت رحمت و عذاب پر ٹھہر کر دعائیں مانگنا پھر اتنا ہی طویل رکوع اور پھر سجدہ بھی ایسا ہی۔ یہ ایک رکعت ہوئی اس طرح چار رکعت جو تمام رات میں بھی بمشکل پوری ہوں لیکن غلبۂ شوق کے سامنے بالخصوص ایسی ذات کے لئے ”جس کے لئے تمام رات میں بھی ٹھنڈک نماز میں ہو“ یہ چیز بھی گراں نہ تھی۔ اخیر کی چند حدیثوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے تذکرہ سے بظاہر کوئی تعلق نہیں۔ شمائل کے نسخوں میں تو یہ متفرق باب چاشت کا بیان اور روزہ کا بیان وغیرہ ہے ہی نہیں بلکہ یہ تمام حدیثیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے باب میں ہیں، ان میں تو کوئی اشکال ہی نہیں لیکن جن نسخوں میں یہ متفرق باب موجود ہیں ان میں ایک دقیق بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ عموماً جو لوگ روزوں کے شوقین ہوتے ہیں اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ ایسا افراط کرنے لگتے ہیں کہ حقوق میں کوتاہی ہو جاتی ہے، اس لئے اول امام ترمذی رحمہ اللہ نے اعتدال اور میانہ روی کی حدیثیں ذکر کیں اور اخیر روایت سے اس طرح بھی اشارہ کر دیا کہ اگر غلبۂ شوق میں کسی وقت کچھ معمول سے زیادتی ہو جائے تو مضائقہ نہیں ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ عبادت سے ملال اور نفور پیدا ہو جائے۔

(۴۴) بَابُ مَا جَاءَ فِي قِرَاءَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کا ذکر

فائدہ: یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کی کیفیت کا بیان ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طریقہ سے ترتیل اور تجوید کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے۔ اس باب میں آٹھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ يَعْلَى بْنِ مَمْلَكٍ أَنَّهُ سَأَلَ أُمَّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَائَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هِيَ تَنْعَتُ قِرَائَةً مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا

یعلی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام سلمہ ام المؤمنین سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت پوچھی انہوں نے ایک ایک حرف علیحدہ علیحدہ صاف صاف کیفیت بتائی۔

فائدہ: یہ حدیث ابواب فضائل القرآن میں باب ماجاء کیف کانت قراءۃ النبی کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرِ بْنِ حَازِمٍ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قُلْتُ لِأَنَسِ بْنِ مَالِكٍ كَيْفَ كَانَتْ قِرَائَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَدًّا

قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ (مدوالے حروف کو) مد کے ساتھ کھینچ کر پڑھتے تھے۔

فائدہ: یعنی جو حروف ایسے ہوتے تھے کہ ان کو مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے ان کو مد کے ساتھ پڑھتے تھے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے جب اطمینان سے تلاوت کی جائے جلدی جلدی میں مَدّ کے ساتھ پڑھنا مشکل ہے اس سے دونوں باتیں ظاہر ہوگئیں، اطمینان سے پڑھنا بھی اور مدوں کی رعایت کرنا بھی۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ مد کے بھی قواعد ہیں جو تجوید کی کتابوں میں مفصل موجود ہیں، ان کی رعایت ضروری ہے۔ ہمارے زمانے کے بعض قاری مدوں کو اتنا کھینچتے ہیں کہ حدود سے بڑھ جاتا ہے۔ ہر چیز اصول اور قواعد کے موافق ہی صحیح ہے۔ افراط اور تفریط دونوں مذموم ہیں۔ اس حدیث کی شرح ابواب القراءۃ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْأُمَوِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَطِّعُ قِرَائَتَهُ يَقُولُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الفاتحہ:۲) ثُمَّ يَقِفُ ثُمَّ يَقُولُ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ثُمَّ يَقِفُ وَكَانَ يَقْرَأُ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّينِ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ تلاوت میں ہر آیت کو جدا جدا کر کے علیحدہ علیحدہ اس طرح پڑھتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پر ٹھہرتے پھر الرحمٰن الرحیم پر وقف کرتے پھر ملٰک یوم الدین پڑھتے۔

فائدہ: غرض ہر ہر آیت کو جدا جدا نہایت اطمینان سے ترتیل کے ساتھ پڑھتے تھے۔ قراء کے یہاں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے

کہ ہرآیت پر سانس لینا افضل ہے یا نہیں۔ مرشد عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مستقل رسالہ "رد الطغیان فی اوقاف القرآن" جونہایت مختصر ہے اردو زبان میں شائع ہوا ہے اس مسئلہ کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ قِرَاءَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَانَ يُسِرُّ بِالْقِرَاءَةِ أَمْ يَجْهَرُ قَالَتْ كُلُّ ذٰلِكَ قَدْ كَانَ يَفْعَلُ قَدْ كَانَ رُبَّمَا أَسَرَّ وَرُبَّمَا جَهَرَ فَقُلْتُ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأَمْرِ سَعَةً

عبداللہ بن ابی قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف آہستہ پڑھتے تھے یا آواز سے بلند انہوں نے فرمایا کہ دونوں طرح معمول تھا میں نے کہا الحمد للہ، اللہ کا شکر واحسان ہے جس نے ہر طرح سہولت عطا فرمائی (کہ بمقتضائے وقت جیسا مناسب ہو آواز سے یا آہستہ اسی طرح پڑھ سکے)۔

فائدہ: یہ سوال جیسا کہ جامع ترمذی شریف کی روایت میں تصریح ہے تہجد کی نماز کے بارے میں تھا اور اس کے جواب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ فرمانا کہ دونوں طرح معمول تھا یعنی آواز سے بھی اور آہستہ بھی اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک رات میں ہی دونوں طرح معمول تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ کسی رات میں آواز سے پوری نماز پڑھنے کی نوبت آتی تھی اور کسی رات میں آہستہ تمام نماز پڑھ لیتے تھے دونوں صحیح ہیں اور تہجد میں دونوں طرح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، وقت کی مناسبت سے بسا اوقات آواز سے پڑھنا افضل ہوتا ہے، بالخصوص جہاں دوسروں کو ترغیب کا سبب بنے یا نشاط پیدا ہوتا ہو اور جہاں کسی کی تکلیف کا احتمال ہو یا ریا کا شائبہ ہو وہاں آہستہ پڑھنا اولیٰ ہوتا ہے۔ جہر سے پڑھنے میں دوسروں کی تکلیف کی رعایت ضروری ہے اور کسی وقت دونوں برابر ہوں تو معمولی جہر اولیٰ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معمول تہجد میں آہستہ پڑھنے کا تھا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلند آواز میں پڑھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دونوں حضرات پر گزر ہوا، دونوں کا حال دیکھا۔ صبح کو جب دونوں حضرات حاضر خدمت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تذکرہ فرمایا ابو بکر میں تمہارے پاس سے گزرا تم بہت آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ میں جس پاک ذات سے باتیں کررہا تھا وہ سن ہی رہا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم بہت بلند آواز سے پڑھ رہے تھے انہوں نے عرض کیا کہ غفلت سے سونے والوں کو جگانا اور شیطان کو اپنے سے دور رکھنا مقصود تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات کی تصویب فرمائی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اپنی آواز کو تھوڑا سا بڑھا لیا کرو اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم ذرا آہستہ کردو۔

(۵) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ عَنْ أَبِي الْعَلَاءِ الْعَبْدِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ جَعْدَةَ عَنْ أُمِّ هَانِئٍ قَالَتْ كُنْتُ أَسْمَعُ قِرَاءَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ وَأَنَا عَلَى عَرِيشِي

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مسجد حرام میں قرآن شریف پڑھتے تھے اور میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے پڑھنے کی آواز رات کو اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتی تھی۔

فائدہ: یعنی یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہایت صاف صاف بلند آواز سے پڑھتے تھے کہ میں اپنے مکان سے سن لیتی تھی۔ رات کے وقت ویسے بھی آواز دور تک جایا کرتی تھی اور پھر مکان کی چھت پر تو اور بھی صاف ہوجاتی ہے، بالخصوص جب مکان قریب ہو۔

(٦) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا شُعْبَةُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ مُغَفَّلٍ يَقُولُ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى نَاقَتِهِ يَوْمَ الْفَتْحِ وَهُوَ يَقْرَأُ إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ (الفتح:١،٢) قَالَ فَقَرَأَ وَرَجَّعَ قَالَ وَقَالَ مُعَاوِيَةُ بْنُ قُرَّةَ لَوْلَا أَنْ يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَيَّ لَأَخَذْتُ لَكُمْ فِي ذٰلِكَ الصَّوْتِ أَوْ قَالَ اللَّحْنِ

عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی پر دیکھا، درانحالیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اور حلق میں آواز گھمائی۔ امام شعبہ کہتے ہیں اور معاویہ بن قرۃ نے کہا: اگر نہ ہوتی یہ بات کہ لوگ میرے پاس اکٹھے ہوجائیں گے تو میں تمہارے لئے اس آواز میں یا کہا: اس لہجہ میں: پڑھنا شروع کرتا (اونٹنی چونکہ چل رہی تھی، اس لئے آواز حلق میں گھوم رہی تھی)

فائدہ: ترجیع کے معنی لغت کے اعتبار سے لوٹانے کے ہیں آواز کو لوٹا کر پڑھنا مراد ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کی تفسیر ''آ آ'' منقول ہے اس کا مطلب بعض علماء نے آواز کو درست کرکے پڑھنے کا فرمایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ کے فتح ہونے اور دار الاسلام بن جانے کی وجہ سے غایت سرور تھا، اس لئے نہایت لطف سے پڑھ رہے تھے مگر میرے استاد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اونٹنی پر تشریف فرما تھے اس لئے اس کی حرکت سے آوازِ ترجیعی معلوم ہوتی تھی، اسی بناء پر عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر ''آ آ'' سے نقل کی اور اسی وجہ سے معاویہ نے اس کی نقل کرنے کی ہمت نہیں کی کہ دانستہ اس طرح آواز بنانے سے لوگ مجتمع ہوجائیں گے۔ اس توجیہ کے موافق (حدیث الباب) آئندہ حدیث کے بھی مخالف نہیں ہوگی۔ بندہ کے نزدیک یہی توجیہ زیادہ پسندیدہ ہے اس لئے کہ اگر پہلے قول کے موافق آواز بنا کر درست کرکے پڑھنا مراد ہے تو پھر لوگوں کے مجتمع ہونے کا کیا خوف ہے؟ قرآن پاک اچھی طرح سے ''جن میں گانے کی مشابہت پیدا نہ ہو'' پڑھنا ہی چاہیے۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوان سے قرآن پاک کو ترتیل کے ساتھ اچھی آواز کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب وارد ہوئی ہے جن میں سے بعض روایات کو میں اپنے رسالہ ''چہل حدیث'' میں لکھ چکا ہوں۔ جس کا دل چاہے اس کو دیکھے۔

(٧) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا نُوحُ بْنُ قَيْسٍ الْحُدَّانِيُّ عَنْ حُسَامِ بْنِ مِصَكٍّ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ مَا بَعَثَ اللهُ نَبِيًّا إِلَّا حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ نَبِيُّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ وَكَانَ لَا يُرَجِّعُ

قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ جل شانہ نے ہر نبی کو حسین صورت اور حسین آواز والا مبعوث فرمایا ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسین صورت اور جمیل آواز والے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف (گانے والوں کی طرح) آواز بنا کر نہیں پڑھتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث کو پہلی حدیث سے بظاہر تعارض ہے جس کی توجیہ گزشتہ حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے کہ آواز کو لوٹا کر پڑھنے کی نفی مقصود ہے، بعض علماء نے اس سے گانے کی آواز مراد لی ہے کہ گانے کی آواز سے تلاوت کی ممانعت متعدد احادیث میں وارد ہوئی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا يَحْيٰى بْنُ حَسَّانَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ أَبِي الزِّنَادِ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَتْ قِرَاءَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُبَّمَا يَسْمَعُهَا مَنْ فِي الْحُجْرَةِ وَهُوَ فِي الْبَيْتِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز (صرف اس قدر بلند ہوتی تھی کہ) آپ اگر کوٹھڑی میں پڑھتے تو صحن والے سن لیتے تھے۔

فائدہ: یعنی صحن سے آگے نہیں بڑھتی تھی۔ قرآن شریف کا آہستہ اور آواز سے پڑھنا دونوں مواقع کے لحاظ سے افضل ہیں۔ اگر ترغیب کا موقع ہو یا کوئی اور سبب جہر کی ترجیح کا ہو تو جہر سے پڑھے اور اگر ریاء وغیرہ کا خوف ہو تو آہستہ پڑھے۔ غرض یہ کہ موقع کے لحاظ سے مختلف ہوتا رہتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آواز سے قرآن پاک پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ اعلان سے صدقہ کرنے والا اور آہستہ آواز سے قرآن شریف پڑھنے والا ایسا ہے جیسا کہ چپکے سے صدقہ کرنے والا۔ اور صدقہ کے متعلق اظہار اور اخفاء کا افضل ہونا موقع کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے اسی طرح تلاوت کا بھی حکم ہے۔

(۴۵) بَابُ مَا جَاءَ فِي بُكَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گریہ وزاری کا ذکر

فائدہ: آدمی کا رونا چند وجوہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی رحمت اور مہربانی کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی خوف کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی اشتیاق ومحبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کبھی غلبہ خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی کسی درد وغیرہ کی تکلیف کی وجہ سے اور کبھی رنج کی وجہ سے ہوتا ہے، کبھی کسی کے ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک رونا توبہ کی وجہ سے ہوتا ہے جو کسی گناہ کے صادر ہو جانے کی وجہ سے آتا ہے۔ ایک رونا نفاق کا کہلاتا ہے جو کسی کو دکھانے کی وجہ سے، نماز وغیرہ میں خشوع وخضوع ظاہر کرنے پر رویا جائے۔ ایک رونا مانگنے کا کہلاتا ہے، جیسے کسی کے مردہ کو بلا مزدوری لیے رویا جائے، ایک رونا مزدوری کا رونا کہلاتا ہے جیسا کسی میت کے گھر مزدوری لے کر رویا جائے جیسا کہ بعض جگہ دستور ہے، ایک موافقت کا رونا کہلاتا ہے وہ یہ کہ کسی کو روتا ہوا دیکھ کر رونا آجائے وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گریہ اکثر امت پر شفقت ورحمت یا امت پر خوف یا اللہ تعالیٰ کے ڈر یا اس کے اشتیاق سے ہوتا تھا۔ جیسا کہ روایات سے معلوم ہوگا کہ انہی اقسام کا رونا محمود ہے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ ایک رونا جھوٹ کہلاتا ہے وہ اس شخص کا رونا ہے جو کسی گناہ پر روئے اور اس پر جما رہے۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کا رونا رنج کا رونا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رونا شوق کا رونا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا محبت کا رونا تھا۔ بندہ کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ راتوں کا اکثر رونا اس ذیل میں تھا۔ ورنہ جیسا ابھی گزرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رونا مختلف

انواع کا ہوتا تھا۔ چنانچہ انواع کی روایات آ رہی ہیں۔ اس بات میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ نَصْرٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارِكِ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مُطَرِّفٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ الشِّخِّيرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّي وَلِجَوْفِهِ أَزِيزٌ كَأَزِيزِ الْمِرْجَلِ مِنَ الْبُكَاءِ

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا

فائدہ: كَأَزِيزِ: گونج، سنسناہٹ۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال خشوع وخضوع کی وجہ سے تھا۔ بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ یہ حالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت ہوتی تھی جب اللہ جل جلالہٗ کی صفات جلالیہ اور صفات جمالیہ دونوں کا ظہور اکٹھا ہوتا تھا اور صفات جلالیہ کے ظہور کی تو کوئی چیز طاقت ہی نہیں رکھتی۔ البتہ صرف صفاتِ جمالیہ کا جس وقت ظہور ہوتا تھا اس وقت ایک سرور اور انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل مشائخ سلوک کو بھی یہی دو کیفیتیں پیش آتی ہیں۔

(۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اقْرَأْ عَلَيَّ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَقْرَأُ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ أُنْزِلَ قَالَ إِنِّي أُحِبُّ أَنْ أَسْمَعَهُ مِنْ غَيْرِي فَقَرَأْتُ سُورَةَ النِّسَاءِ حَتَّى بَلَغْتُ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (النساء:۴۱) قَالَ فَرَأَيْتُ عَيْنَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَهْمِلَانِ

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف سناؤ① میں نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی پر تو نازل ہوا ہے اور آپ ہی کو سناؤں۔② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ دوسرے سے سنوں۔ میں نے امتثال حکم مین سنانا شروع کیا اور سورت نساء پڑھنا شروع کی اور جب اس آیت پر پہنچا "وجئنا بك على هٰؤلآء شهيدا"۔ تو میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھا کہ دونوں آنکھیں گریہ کی وجہ سے بہہ رہی تھیں۔

فائدہ: ① اقْرَأْ عَلَيَّ: شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لئے ارشاد فرمایا ہو کہ بہت سی وجوہ اس کی ہوسکتی ہیں مثلا یہی کہ قرآن شریف سننے کی سنت بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہو جائے۔

② شاید ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ سنانا تبلیغ اور یاد کرانے کے واسطے ہوتا ہے

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام الٰہی کے سننے سے تھا کہ تلاوت کلام اللہ کی شان یہی ہے۔ امام نووی نے لکھا ہے کہ تلاوت کے وقت رونا عارفین کی شان ہے اور صالحین کا شعار ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "اذا تتلى عليهم ايٰت الرحمن الآية" (سورۃ مریم:۵۸) جب ان پر رحمن کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو زمین پر گر جاتے سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے، دوسری جگہ ارشاد ہے: "ان الذين

اوتوا العلم الآیۃ ''(بنی اسرائیل:۱۰۷) کہ یہ قرآن شریف جب ان پر پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور یہ قرآن شریف یعنی اس کا سننا ان کے خشوع کو اور بڑھا دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ان آیات کے مطابق اور کون ہوسکتا ہے۔اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا کلام اللہ شریف کی عظمت وجلال کی وجہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے رو رہے ہوں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ اسی وقت پڑی ہو قرین قیاس ہے۔اور یہ بھی ممکن ہے کہ خاص اس آیت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رونا آیا ہو کہ اس آیتِ شریفہ کا ترجمہ یہ ہے:''اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہی دینے کے لئے حاضر کریں گے۔یہ قیامت کا منظر ہے کہ اُس دن ہر نبی کو ان کی امت پر گواہی دینے کے لئے بطور سرکاری گواہ کے لایا جائے گا۔جس کے حالات محشر کی احادیث میں مفصل موجود ہیں۔اس صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ رونا قیامت کے دن اور محشر کے سخت حالات کے تصور سے ہو کہ نہایت ہی سخت دن ہوگا اور ہر شخص نفسی نفسی میں مبتلا ہوگا اور ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اس آیتِ شریف میں بطور گواہ کے پیش ہونے کا ارشاد ہے تو اس گواہی کی شدت کی وجہ سے خوف ہو، چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت جب یہ آیت پڑھی گئی، یہ کہا کہ یا اللہ جو لوگ میرے سامنے نہیں ہیں ان پر کیسے گواہی دوں گا؟ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اس گواہی کے سلسلہ میں قیامت کا منظر سامنے آیا اور امت کی فکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت رہتی تھی۔اس لئے امت کے گناہ گاروں کے حال پر شفقت کی وجہ سے رونے کا غلبہ ہوگیا۔ان میں سے ہر وجہ ایسی ہے کہ وہ گریہ کا سبب بن سکتی ہے۔اور ان سب کا مجموعہ اور ان کے علاوہ اور بھی وجوہ ہوسکتی ہیں۔اس حدیث کی مزید شرح ابواب تفسیر القرآن میں ومن سورۃ النساء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳)حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ انْكَسَفَتِ الشَّمْسُ يَوْمًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي حَتَّى لَمْ يَكَدْ يَرْكَعُ ثُمَّ رَكَعَ فَلَمْ يَكَدْ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ ثُمَّ رَفَعَ رَأْسَهُ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَسْجُدَ ثُمَّ سَجَدَ فَلَمْ يَكَدْ أَنْ يَرْفَعَ رَأْسَهُ فَجَعَلَ يَنْفُخُ وَيَبْكِي وَيَقُولُ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَّا تُعَذِّبَهُمْ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک دن سورج گہنایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی، یہاں تک کہ نہیں قریب تھے کہ رکوع کریں یعنی قیام بہت طویل کیا، پھر رکوع کیا، پس نہیں قریب تھے کہ اپنا سر اٹھائیں یعنی بہت لمبا رکوع کیا، پھر اپنا سر اٹھایا، پس نہیں قریب تھے کہ سجدہ کریں، پھر سجدہ کیا، پس نہیں قریب تھے کہ اپنا سر اٹھائیں، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھونکنا اور رونا شروع کیا، اور کہتے تھے ''اے میرے رب! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ ان کو سزا نہیں دیں گے درانحالیکہ میں ان میں ہونگا؟ اے میرے رب! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ آپ ان کو سزا نہیں دیں گے درانحالیکہ وہ استغفار کر رہے ہونگے؟ اور ہم

وَأَنَا فِيهِمْ رَبِّ أَلَمْ تَعِدْنِي أَنْ لَا تُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ وَنَحْنُ نَسْتَغْفِرُكَ فَلَمَّا صَلَّى رَكْعَتَيْنِ انْجَلَتِ الشَّمْسُ فَقَامَ فَحَمِدَ اللهَ تَعَالَى وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ فَإِذَا انْكَسَفَا فَافْزَعُوا إِلَى ذِكْرِ اللهِ تَعَالَى

آپ سے گناہوں کی معافی طلب کرتے ہیں"!۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں تو سورج روشن ہو گیا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تقریر کیلئے کھڑے ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی تعریف کی اور خوب تعریف کی، پھر فرمایا "سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، وہ دونوں نہ کسی کی موت کی وجہ سے گہناتے ہیں، نہ پیدا ہونے کی وجہ سے، پس جب وہ گہنائیں تو تم ڈر کر اللہ کے ذکر کا سہارا لو"۔

فائدہ: اس وعظ کی یہ مصلحت تھی کہ ایام جاہلیت میں یہ بات مشہور تھی کہ چاند و سورج کا گہن کسی بڑی موت یا کسی بڑے شخص کی پیدائش کی وجہ سے ہوتا ہے اور اتفاق وقت کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب گہن ہوا تو اسی دن صاحبزادۂ اقدس حضرت ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال بھی ہوا تھا۔ اس لئے اُس سے جاہلی خیال کی اور بھی تائید ہوتی تھی اور لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ گہن حضرت ابراہیم کے انتقال کی وجہ سے ہوا۔ صلوٰۃ الکسوف میں ائمہ کا اختلاف ہے کہ ایک رکوع سے پڑھنی چاہیے یا ایک سے زائد رکوع کے ساتھ۔ حنفیہ کا مسلک ایک ہی رکوع کا ہے۔ اس حدیث سے اُن کی تائید ہوتی ہے، باقی علمی بحث اور فریقین کے دلائل اس جگہ سے مناسبت نہیں رکھتے۔

(۴) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَطَاءِ بْنِ السَّائِبِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَخَذَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ابْنَةً لَهُ تَقْضِي فَاحْتَضَنَهَا فَوَضَعَهَا بَيْنَ يَدَيْهِ فَمَاتَتْ وَهِيَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَصَاحَتْ أُمُّ أَيْمَنَ فَقَالَ يَعْنِي النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَبْكِينَ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ؟ فَقَالَتْ أَلَسْتُ أَرَاكَ تَبْكِي قَالَ إِنِّي لَسْتُ أَبْكِي إِنَّمَا هِيَ رَحْمَةٌ إِنَّ الْمُؤْمِنَ بِكُلِّ خَيْرٍ عَلَى كُلِّ حَالٍ إِنَّ نَفْسَهُ تُنْزَعُ مِنْ بَيْنِ جَنْبَيْهِ وَهُوَ يَحْمَدُ اللهَ تَعَالَى

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی (نواسی) کو لیا جو قریب الوفات تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گود میں اٹھایا اور اپنے سامنے رکھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی رکھے رکھے ان کی وفات ہو گئی ام ایمن چلا کر رونے لگیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اللہ کے نبی کے سامنے ہی چلا کر رونا شروع کر دیا۔ (چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بھی ٹپک رہے تھے اس لئے) انہوں نے عرض کیا کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی تو رو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ رونا ممنوع نہیں یہ اللہ کی رحمت ہے (کہ بندوں کے قلوب کو نرم فرمائیں اور ان میں شفقت و رحمت کا مادہ عطا فرمائیں) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن ہر حال میں خیر ہی میں رہتا ہے حتی کہ خود اس کا نفس نکالا جاتا ہے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی حمد کرتا ہے۔

فائدہ: اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ قصہ کس صاحبزادی کا ہے؟ محدثین اور مؤرخین کی تحقیق کے موافق صاحبزادیوں میں سے کسی کا بھی یہ قصہ نہیں بنتا۔ بلکہ نواسی یا نواسے کا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی سے صاحبزادہ کا ہو کہ بواسطہ اولاد کے واقعات میں اس قسم کے حالات پیش آئے ہیں جس کا بھی واقعہ ہو۔ اس جگہ مقصود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم دلی کا بیان کرنا ہے کہ سنگدلی شفقت کے خلاف ہے اور اولاد کے ساتھ فطری محبت نہ نبوت کے منافی ہے نہ ولایت کے بلکہ نرم دلی ممدوح ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَ عُثْمَانَ بْنَ مَظْعُونٍ وَهُوَ مَيِّتٌ وَهُوَ يَبْكِي أَوْ قَالَ عَيْنَاهُ تَهْرَاقَانِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی پیشانی کو ان کی وفات کے بعد بوسہ دیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے یا فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں اشکبار تھیں۔

فائدہ: یہ جلیل القدر صحابیؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں۔ ابتداء اسلام میں تیرہ نفر کے بعد مسلمان ہوئے تھے۔ اول حبش کی طرف ہجرت کی اس کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ بڑے عابد و زاہد تھے، شراب پینا جب جائز تھا جب بھی انہوں نے اس کا استعمال ترک کر رکھا تھا۔ مہاجرین میں سب سے پہلے ان ہی کی وفات ہوئی ہے، شعبان ۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور بقیع میں دفن ہوئے۔ یہ حدیث ابواب الجنائز میں باب ماجاء فی تقبیل المیت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا أَبُو عَامِرٍ حَدَّثَنَا فُلَيْحٌ وَهُوَ ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ شَهِدْنَا ابْنَةً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَسُولُ اللهِ جَالِسٌ عَلَى الْقَبْرِ فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ فَقَالَ أَفِيكُمْ رَجُلٌ لَمْ يُقَارِفِ اللَّيْلَةَ قَالَ أَبُو طَلْحَةَ أَنَا قَالَ انْزِلْ فَنَزَلَ فِي قَبْرِهَا

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی (ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی تدفین میں حاضر ہوئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر پر تشریف فرما تھے پس میں نے آپ کی دونوں آنکھوں کو آنسو بہاتے ہوئے دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ قبر میں وہ شخص اترے جس نے آج رات مجامعت نہ کی ہو۔ ابوطلحہ نے کہا: میں ہوں! آپؐ نے فرمایا: تم قبر میں اترو، چنانچہ وہ ان کی قبر میں اترے۔

فائدہ: کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تعریض تھی کہ وہ باوجود یہ کہ ان کی بیوی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سخت بیمار تھیں (حتیٰ کہ اسی دن انتقال ہوا) اس کے باوجود وہ اس شب میں اپنی ایک باندی کے ساتھ مشغول رہے۔ بعض علماء نے لم یقارف کا ترجمہ ''صحبت کرنے'' کا نہیں کیا بلکہ گناہ نہ کرنے کا کیا ہے اور بعض علماء نے ''بات نہ کرنے'' کا ترجمہ کیا ہے کہ عشاء کے بعد بات کرنا پسند نہ تھا۔ مشہور معنی پہلے ہیں اور تعریض میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ تعلقات کی قوت پر شکایت ہوتی ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا یہ فعل بضرورت ہو تو کوئی اشکال ہی نہیں اور پھر موت کا حال کس کو معلوم ہو سکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی غالباً لطیف تنبیہ تھی نہ کہ عتاب اور عجب نہیں کہ تنبیہ کی غرض ہو یہ کہ حضرت ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اہم تھا کہ اللہ جل شانہ کے حکم سے ہوا تھا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہمشیرہ یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پہلی بیوی کا جب انتقال ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں اور یکے بعد دیگرے مرتی رہتیں تو میں سب کا نکاح یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ عنہ سے کرتا۔ جبرائیل علیہ السلام یہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حکم فرمایا ہے کہ میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کروں۔ ایسی صورت میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا جیسی بیوی کی بیماری یقیناً لطیف تنبیہ اور تعریض کے مناسب تھی۔ واللہ اعلم۔

(۴۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي فِرَاشِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم

ان روایات کا ذکر جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کس قسم کے بستر پر آرام فرماتے تھے، وہ ان روایات سے معلوم ہوگا جو مصنف رحمہ اللہ نے اس میں ذکر فرمائی ہیں اور ہم امتیوں کے قالینوں اور فرشوں کا کیا حال ہے۔ وہ نگاہوں کے سامنے ہے، مصنف رحمہ اللہ نے اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنَّمَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي يَنَامُ عَلَيْهِ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے اور آرام فرمانے کا بستر چمڑے کا ہوتا تھا۔ جس میں کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ کبھی چمڑے کا ہوتا تھا جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کبھی صرف ٹاٹ کا جیسا کہ دوسری حدیث میں آرہا ہے، کبھی صرف بوریا ہوتا تھا، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب نرم بسترہ بنانے کی درخواست کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ مجھے دنیاوی راحت اور آرام سے کیا کام؟ میری مثال تو اس راہ گیر جیسی ہے جو چلتے چلتے راستہ میں ذرا آرام لینے کے لئے کسی درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا ہو اور تھوڑی دیر بیٹھ کر آگے چل دیا ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک انصاری عورت آئیں، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ مبارک دیکھا کہ عباء بچھا رکھا ہے، انہوں نے واپس جا کر ایک بسترہ تیار کیا جس کے اندر اون بھر رکھی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے میرے پاس بھیج دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اس کو رکھا ہوا دیکھ کر دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری عورت آئی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترہ مبارک دیکھ کر یہ بنوا کر بھیجا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو واپس کر دے مجھے وہ اچھا معلوم ہوتا تھا اس لئے دل نہ چاہتا تھا کہ واپس کروں۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ واللہ اگر میں چاہوں تو حق تعالیٰ شانہٗ میرے لئے سونے اور چاندی کے پہاڑ چالو کر دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر میں نے اس کو واپس کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک

بوریے پر آرام فرمارہے تھے۔ جس کے نشانات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر مبارک پر ظاہر ہورہے تھے میں یہ دیکھ کر رونے لگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہوئی، کیوں رورہے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ قیصر وکسریٰ تو ریشم اور مخمل کے گدوں پر سوئیں اور آپ اس بوریے پر! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رونے کی بات نہیں ہے ان کے لئے دنیا ہے اور ہمارے لئے آخرت ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی ایک مرتبہ اس قسم کا واقعہ پیش آیا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی نوع کے سوال و جواب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے۔ جس کا مفصل قصہ بخاری شریف میں ہے۔ یہ حدیث ابواب اللباس باب ماجاء فی فراش النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَيْمُونٍ قَالَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سُئِلَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِكِ قَالَتْ مِنْ أَدَمٍ حَشْوُهُ لِيفٌ، وَسُئِلَتْ حَفْصَةُ مَاكَانَ فِرَاشُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِكِ قَالَتْ مِسْحًا نَثْنِيهِ ثَنِيَّتَيْنِ فَيَنَامُ عَلَيْهِ فَلَمَّا كَانَ ذَاتَ لَيْلَةٍ قُلْتُ لَوْ ثَنَيْتَهُ أَرْبَعَ ثَنْيَاتٍ كَانَ أَوْطَأَ لَهُ فَثَنَيْنَاهُ لَهُ بِأَرْبَعِ ثَنْيَاتٍ فَلَمَّا أَصْبَحَ قَالَ مَا فَرَشْتُمُوْنِي اللَّيْلَةَ قَالَتْ قُلْنَا هُوَ فِرَاشُكَ إِلَّا أَنَا ثَنَيْنَاهُ بِأَرْبَعِ ثَنْيَاتٍ قُلْنَا هُوَ أَوْطَأُ لَكَ قَالَ رُدُّوهُ لِحَالَتِهِ الْأُولٰى فَإِنَّهُ مَنَعَتْنِي وَطَائَتُهُ صَلَاتِيَ اللَّيْلَةَ

محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا انہوں نے بتایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کو دریافت کیا کہ میرے نیچے رات کو کیا چیز بچھائی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا رات کو اسے چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو پہلے ہی حال پر رہنے دو، اس کی نرمی رات کو مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

فائدہ: یعنی تہجد کے لئے آنکھ نہیں کھلی یا معمول کے لحاظ سے دیر میں کھلی کہ نرم بستر پر نیند گہری آتی ہے اور زیادہ آتی ہے اور اگر کھردری چارپائی ہو، اول تو نیند ہی غفلت سے نہیں آتی دوسرا آنکھ بھی جلد ہی کھل جاتی ہے۔

(۴۷) بَابُ مَا جَاءَ فِي تَوَاضُعِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ان روایات کا ذکر جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت تواضع فرمانے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا سے زیادہ متواضع تھے۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ حقیقتاً تواضع تجلی شہود کے دوام کے

بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تواضع کے واقعات ایک دو نہیں ہزاروں سے زائد ہیں۔ اس لئے اُن کا احاطہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ تاہم نمونۃً مصنف رحمہ اللہ نے کچھ ذکر فرمائے ہیں۔ ایک مرتبہ کسی سفر میں چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک بکری ذبح کرنے کا ارادہ فرمایا اور اُس کا کام تقسیم فرمالیا، ایک نے اپنے ذمہ ذبح کرنا لیا، دوسرے نے کھال نکالنا، کسی نے پکانا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پکانے کے لئے لکڑی اکٹھی کرنا میرے ذمہ ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا حضور! یہ کام ہم خود کرلیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ تم لوگ اس کو بخوشی کرلوگے، لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں مجمع میں ممتاز ہوں اور اللہ جل شانہ بھی اس کو پسند نہیں فرماتے، ایسے ہی اور سینکڑوں واقعات ہیں۔ اس باب میں مصنفؒ نے تیرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَسَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ إِنَّمَا أَنَا عَبْدُ اللّٰهِ فَقُولُوا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُولُهُ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میری تعریف میں مبالغہ حد سے افزوں نہ کرو جیسے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا (کہ اللہ کا بیٹا ہی بنا دیا) میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اس لئے مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔

فائدہ: یعنی ایسی کوئی تعریف نہ کرو جو بندگی کے منافی ہو، اس میں رب کے ساتھ شرکت پائی جاتی ہو کہ بندہ بہر حال بندہ ہے اسی طرح کوئی ایسی تعریف نہ کرو جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اللہ کا قاصد ہونے کے خلاف ہو۔

(۲) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ امْرَأَةً جَائَتْ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهُ إِنَّ لِي إِلَيْكَ حَاجَةً فَقَالَ اجْلِسِي فِي أَيِّ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ شِئْتِ أَجْلِسْ إِلَيْكِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی عورت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے کچھ تخلیہ میں عرض کرنا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ کے کسی راستہ پر بیٹھ جائیں میں وہیں آکر سن لوں گا۔

فائدہ: بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ عورت کچھ بے عقل سی تھیں اس کے باوجود ان کی باتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ راستہ میں بیٹھنے کا ارشاد اس لئے تھا کہ اجنبیہ کے ساتھ تنہائی نہ ہو اور بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ ان کی عقل میں کچھ فتور تھا اس لئے ظاہر یہ ہے کہ گلی کوچوں میں پھرتی رہتی ہوں گی اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں تشریف لے جاکر بات سننے کو ارشاد فرمایا۔ بندہ کے نزدیک بعید نہیں کہ ایسی عورتوں کو زنانہ مکان پر بلانے میں مستورات کی دقتیں اور مشکلات پیش آیا کرتی ہیں۔ جیسا کہ بسا اوقات مشاہدہ ہوتا ہے اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑک پر ہی بات سن لی۔

(۳) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ أَخْبَرَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ مُسْلِمٍ الْأَعْوَرِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُودُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے تھے جنازوں میں شرکت فرماتے تھے گدھے پر سوار ہو

الْمَرِيضَ وَيَشْهَدُ الْجَنَائِزَ وَيَرْكَبُ الْحِمَارَ وَيُجِيبُ دَعْوَةَ الْعَبْدِ وَكَانَ يَوْمَ بَنِي قُرَيْظَةَ عَلَى حِمَارٍ مَخْطُومٍ بِحَبْلٍ مِنْ لِيفٍ وَعَلَيْهِ إِكَافٌ مِنْ لِيفٍ

جاتے تھے غلاموں کی دعوت قبول فرما لیتے تھے آپ بنو قریظہ کی لڑائی کے دن ایک گدھے پر سوار تھے جس کی لگام کھجور کے پھرٹوں کی تھی اور کاٹھی بھی اس کی تھی۔

فائدہ: عربوں میں گدھوں کی ایک خاص قسم ہے جو جثہ میں یہاں کے موٹے خچروں سے بڑے ہوتے ہیں اور تیز اس قدر کہ معمولی ٹٹوؤں سے تیز ہوتے ہیں دو دو تین تین آدمی ان پر بے تکلف بیٹھ جاتے ہیں وہ یہاں کے معمولی گھوڑوں سے بہتر ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہی ہوں۔ لیکن گھوڑوں کے مقابلہ میں ادنیٰ درجہ کی سواری شمار ہوتی ہے یہی مقصود ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اُس عزت و رفعت کے جو دو جہاں کی سرداری سے حاصل تھی، گدھے کی سواری سے استنکاف (انکار) نہ تھا اسی طرح مریضوں کی عیادت جس درجہ کا بھی بیمار ہو، شریف ہو یا کوئی معمولی آدمی ہو، حتیٰ کہ غیر مسلموں تک کی عیادت بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا کوئی خدمت بھی کبھی کر دیتا تھا۔ وہ بیمار ہوا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، اس کا آخری وقت تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شفقت کے طور پر اپنا حق ادا فرمایا اور اس کو اسلام کی تبلیغ فرمائی۔ اس نے اپنے یہودی باپ کی طرف دیکھا اس نے اجازت دے دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہی حمد کا سزاوار ہے جس نے میری وجہ سے اس کو عذابِ جہنم سے بچا دیا۔ یہی نہیں بلکہ راس المنافقین عبداللہ بن اُبی کی عیادت کے لئے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے حالانکہ اس سے بہت سی اذیتیں پہنچی تھیں۔ اسی طرح معمولی معمولی جنازوں میں بھی شرکت کے متعدد واقعات حدیث کی کتابوں میں وارد ہیں۔ یہ حدیث ابواب الجنائز میں باب ماجاء فی قتلی احد کے اگلے باب بلا ترجمہ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا وَاصِلُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى إِلَى خُبْزِ الشَّعِيرِ وَالْإِهَالَةِ السَّنِخَةِ فَيُجِيبُ وَلَقَدْ كَانَ لَهُ دِرْعٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ فَمَا وَجَدَ مَا يَفُكُّهَا حَتَّى مَاتَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جَو کی روٹی اور پگھلی ہوئی باسی چربی کی دعوت دیئے جاتے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرتے تھے، اور بخدا واقعہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس (گروی) تھی، پس نہیں پائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چیز جو اس زرہ کو چھڑائے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی۔

فائدہ: چکنائی میں پرانی ہونے کی وجہ سے بو کا اثر بھی آ جاتا ہے۔ یہ بات کہ دعوت جَو کی روٹی اور پرانی چکنائی کی ہے، دعوت کرنے والے کی حالت اور تجربہ سے معلوم ہو جاتی یا ان کی تصریح سے یہ بات معلوم ہونے کے باوجود بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قبول فرمانے میں کوئی عذر نہ فرماتے۔ اخیر میں واقعہ قرض کا اتفاقاً ذکر کیا گیا کہ اس حدیث میں تھا اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ بھی غایت تواضع کی وجہ سے تھا اور فقر کے تمام ہی حالات اسی وجہ سے تھے ورنہ اللہ جل شانہٗ نے تو آپ کو اختیار دیا تھا کہ بندگی کے ساتھ رسول بننا چاہتے ہو یا بادشاہت کے ساتھ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی پہلی صورت کو پسند

فرمایا۔ یہ حدیث ابواب البیوع باب ماجاء فی الرخصۃ فی الشراء الی اجل کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(٥) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ الْحَفَرِيُّ عَنْ سُفْيَانَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ صَبِيحٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبَانَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَجَّ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ لَا تُسَاوِي أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَقَالَ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا لَا رِيَاءَ فِيهِ وَلَا سُمْعَةَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پرانے پالان پر حج کیا۔ اس پر ایک کپڑا پڑا ہوا تھا جو چار درہم کا بھی نہیں ہوگا۔ ① اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ اس حج کو ایسا حج بنائیں جس میں ریا اور شہرت نہ ہو۔

فائدہ: ① یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا ہو یعنی آپ معمولی سی چادر اوڑھے ہوئے تھے جو چار درہم کی بھی نہیں تھی بعض فضلائے درس کے نزدیک یہ مطلب زیادہ پسندیدہ ہے۔ لیکن بندہ ناچیز کے نزدیک پہلا مطلب زیادہ راجح ہے اور اس باب کی گیارہویں حدیث اس کی تائید کرتی ہے۔

یہ دعا امت کی تعلیم کی غرض سے تھی یا حضور اقدس ﷺ کے کمال تواضع اور غایت عبودیت کی وجہ سے تھی کہ باوجود یہ کہ ریاو شہرت کا احتمال بھی حضور اکرم ﷺ کے فعل میں نہ تھا۔ لیکن پھر بھی حضور اکرم ﷺ اس کی دعا فرما رہے ہیں اور اللہ جل شانہٗ سے یہ دعا مانگ رہے ہیں کہ اس حج کو ریا و شہرت سے محفوظ رکھ۔ حضور اکرم ﷺ کے بدن مبارک پر یا پالان پر جو کپڑا تھا وہ اس قدر معمولی کہ ایک روپیہ کی قیمت کا بھی نہ تھا یہ بھی اسی غایت تواضع کا اثر تھا جو نبی کریم ﷺ کی عام عادت تھی۔ گو بعض مصالح سے بعض اوقات نبی کریم ﷺ سے بیش قیمت لباس پہننا بھی ثابت ہے لیکن عام عادت یہی تھی۔

(٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا عَفَّانُ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمْ يَكُنْ شَخْصٌ أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَكَانُوا إِذَا رَأَوْهُ لَمْ يَقُومُوا لِمَا يَعْلَمُونَ مِنْ كَرَاهِيَتِهِ لِذٰلِكَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب کوئی شخص دنیا میں نہیں تھا اس کے باوجود پھر بھی وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس لئے کھڑے نہیں ہوتے تھے (کہ وہ جانتے تھے) کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہیں تھا۔

فائدہ: یہ بھی نبی کریم ﷺ کی غایتِ تواضع پر مبنی تھا کہ باوجود اس عُلوِ شان اور رفعت اور دو جہان کی سرداری کے اس چیز کو حضور اکرم ﷺ پسند نہ فرماتے تھے اور اسی وجہ سے کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوجود تقاضائے محبت کے حضور اکرم ﷺ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوتے تھے جیسا کہ اس روایت کا مقتضا ہے اور کبھی بتقاضائے محبت کھڑے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ابوداؤد میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ مسجد میں ہمارے ساتھ باتیں کرتے تھے اور جب حضور اکرم ﷺ کھڑے ہو جاتے تو ہم بھی کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک حضور اکرم ﷺ دولت خانے میں تشریف نہ لے جاتے اسی طرح اس بارے میں بہت مختلف روایات کتب حدیث میں ہیں۔ حتیٰ کہ بعض روایات میں

(آنے والوں کے لئے) کھڑے ہونے کی سختی سے ممانعت ہے اور بعض روایات میں بعض آنے والوں کے لئے کھڑے ہونے کا حکم بھی ہے۔ اسی وجہ سے علماء اس کھڑے ہونے کے جواز اور عدم جواز میں مختلف ہو گئے ہیں۔ اور اکثر محققین کی رائے یہ ہے کہ ان میں تعارض نہیں ہے بلکہ کھڑے ہونے کے اسباب اور وجوہ مختلف ہیں۔ اسی وجہ سے احادیث میں مختلف احکام ملتے ہیں۔ ابو الولید بن رُشد کہتے ہیں کہ کسی شخص کے لئے کھڑا ہونا چار طرح ہوتا ہے (۱) ناجائز ہے۔ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو تکبر کی وجہ سے اس کو پسند کرتا ہو کہ جب وہ آئے تو لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جائیں (۲) مکروہ ہے وہ ایسے شخص کے لئے کھڑا ہونا جو متکبر تو نہیں ہے لیکن اندیشہ ہے کہ اس کے ساتھ اگر ایسا معاملہ کیا جائے تو اس میں تکبر اور عجب پیدا ہو جائے۔ (۳) جائز ہے۔ وہ ایسے شخص کے لئے جہاں یہ اندیشہ نہ ہو (۴) مستحب ہے (مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی) وہ ایسے شخص کے واسطے کھڑا ہونا جو سفر وغیرہ سے آیا ہو اس کے آنے کی خوشی میں کھڑا (مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی) ہو جائے۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم، اہل فضل، اہل شرف کے آنے پر کھڑا ہونا مستحب ہے۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ممانعت اُس قیام کی ہے کہ بڑا آدمی بیٹھا رہے اور لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں۔ چنانچہ ممانعت کی احادیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ ایسی طرح نہ کھڑے ہو جیسے عجمی لوگ اپنے سرداروں کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ حضرت علامہ رشید احمد گنگوہیؒ کی تحقیق جو والد صاحب رحمہ اللہ (مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی) کے واسطے سے "بذل المجہود" میں نقل کی گئی ہے یہ ہے کہ فی حد ذاتہ کھڑا ہونا جائز ہے جب تک کہ کوئی عارض ایسا نہ پیش آئے جو اس کو ناجائز بنا دے۔ مثلاً اس شخص کا فتنہ میں پڑ جانا، جس کے لئے کھڑا ہوا ہے کہ اس میں تکبر وغیرہ امور پیدا ہو جانے سے اس کو دینی نقصان پہنچے۔ اسی طرح سے نفاق کے طور پر کھڑا ہونا کہ جس کے لئے کھڑا ہوا ہے اس کی کوئی وقعت اور عظمت دل میں نہ ہو، ریا کاری اور نفاق کے طور پر کھڑا ہو کہ یہ صورتیں ناجائز ہیں اور ان میں بھی اگر کھڑے نہ ہونے کی صورت میں اس شخص کو خود کسی قسم کا جانی مالی یا آبرو کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے کھڑا ہونا جائز ہوگا۔

اس حدیث کی مزید شرح ابواب الاستیذان باب ما جاء فی کراہیۃ قیام الرجل للرجل کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ قَالَ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ قَالَ أَنْبَأَنَا رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ يُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ خَالِي هِنْدَ بْنَ أَبِي هَالَةَ وَكَانَ وَصَّافًا عَنْ حِلْيَةِ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ (حالات) بہت عمدہ بیان کرتے تھے، اور میں چاہتا تھا کہ وہ میرے لئے ان اوصاف میں سے کچھ بیان کریں، چنانچہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عظیم الشان بلند رتبہ تھے، رخ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا، پھر انہوں نے (حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے) لمبی حدیث ذکر کی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس میں نے ان اوصاف کو حسین رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک چھپا رکھا (ہر آدمی قیمتی متاع کو چھپایا کرتا ہے اور علم بغیر طلب کے دینا متاع گرانمایہ کو ضائع کرنا ہے) پھر میں نے (حسین رضی اللہ عنہ

رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا أَشْتَهِي أَنْ يَصِفَ لِي مِنْهَا شَيْئًا فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخْمًا مُفَخَّمًا، يَتَلَأْلَأُ وَجْهُهُ تَلَأْلُؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، فَذَكَرَ الْحَدِيثَ بِطُولِهِ قَالَ الْحَسَنُ: فَكَتَمْتُهَا الْحُسَيْنَ زَمَانًا، ثُمَّ حَدَّثْتُهُ، فَوَجَدْتُهُ قَدْ سَبَقَنِي إِلَيْهِ، فَسَأَلَهُ عَمَّا سَأَلْتُهُ عَنْهُ، وَوَجَدْتُهُ قَدْ سَأَلَ أَبَاهُ عَنْ مَدْخَلِهِ، وَمَخْرَجِهِ، وَشَكْلِهِ، فَلَمْ يَدَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَأَلْتُ أَبِي عَنْ دُخُولِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَ إِذَا أَوَى إِلَى مَنْزِلِهِ: جَزَّأَ دُخُولَهُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ: جُزْءٌ لِلَّهِ، وَجُزْءٌ لِأَهْلِهِ، وَجُزْءٌ لِنَفْسِهِ، ثُمَّ جَزَّأَ جُزْأَهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّاسِ، فَيَرُدُّ ذَلِكَ بِالْخَاصَّةِ عَلَى الْعَامَّةِ، وَلَا يَدَّخِرُ عَنْهُمْ شَيْئًا وَكَانَ مِنْ سِيرَتِهِ فِي جُزْءِ الْأُمَّةِ إِيثَارُ أَهْلِ الْفَضْلِ بِإِذْنِهِ، وَقَسْمُهُ عَلَى قَدْرِ فَضْلِهِمْ فِي الدِّينِ فَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَةِ، وَمِنْهُمْ ذُو الْحَاجَتَيْنِ وَمِنْهُمْ ذُو الْحَوَائِجِ فَيَتَشَاغَلُ

سے) ان اوصاف کو بیان کیا، پس میں نے ان کو پایا کہ وہ مجھ سے ان حالات کی طرف سبقت کر چکے ہیں، انہوں نے حضرت ہند رضی اللہ عنہ سے وہ باتیں معلوم کر لی ہیں جن کے بارے میں میں نے ان سے دریافت کیا تھا اور میں نے ان کو پایا کہ وہ اپنے ابا (حضرت علی رضی اللہ عنہ) سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل ہونے، اور گھر سے باہر نکلنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و ہیئت کے بارے میں (بھی) دریافت کر چکے ہیں، پس انہوں نے ان میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس میں نے اپنے ابا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں تشریف لے جانے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں ٹھکانہ پکڑتے تو اپنے گھر میں ہونے کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے ایک حصہ اللہ کے لئے (اس میں ذکر و اذکار اور تہجد پڑھتے تھے) دوسرا حصہ اپنے گھر والوں کے لئے (ان سے باتیں فرماتے اور ان کے حقوق ادا فرماتے تھے) اور تیسرا حصہ اپنی ذات کے لئے، پھر اپنے والے (تیسرے) حصہ کو اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرماتے تھے (خیال رہے یہ تینوں حصے زمانہ کے اعتبار سے برابر ہونے ضروری نہیں) پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹاتے اس کو یعنی تیسرے آدھے حصہ کو خواص کے ذریعہ عوام پر یعنی اس حصہ میں خواص ملنے آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تربیت فرماتے تھے، جو عوام تک پہنچتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی چیز ذخیرہ کر کے نہیں رکھتے تھے، یعنی جو کچھ گھر میں موجود ہوتا اس سے ان کی تواضع کرتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ میں سے امت کے جزء میں یعنی تیسرے آدھے حصہ میں اہل فضل و کمال کو اجازت دینے میں ترجیح دینے کا، اور اس کو بانٹنے کا تھا ان کے دین میں فضل و کمال کی مقدار پر۔ یعنی باکمال لوگوں کو اجازت دینے میں مقدم رکھا جاتا تھا، پس ان میں سے کوئی ایک ضرورت والا ہوتا تھا، اور کوئی دو ضرورتوں والا، اور کوئی متعدد ضرورتوں والا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مشغول ہوتے، اور ان کو (بھی) مشغول کرتے ان کاموں میں جو ان کے لئے اور امت کے لئے مفید ہوتیں یعنی ان کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا، اور آپ صلی

بِهِمْ، وَيَشْغَلُهُمْ فِيمَا يُصْلِحُهُمْ وَالْأُمَّةَ مِنْ مَسْأَلَتِهِمْ عَنْهُ وَإِخْبَارِهِمْ بِالَّذِي يَنْبَغِي لَهُمْ وَيَقُولُ لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ وَأَبْلِغُونِي حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَا فَإِنَّهُ مَنْ أَبْلَغَ سُلْطَانًا حَاجَةَ مَنْ لَا يَسْتَطِيعُ إِبْلَاغَهَا ثَبَّتَ اللهُ قَدَمَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُذْكَرُ عِنْدَهُ إِلَّا ذٰلِكَ وَلَا يَقْبَلُ مِنْ أَحَدٍ غَيْرَهُ يَدْخُلُونَ رُوَّادًا وَلَا يَفْتَرِقُونَ إِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ وَيَخْرُجُونَ أَدِلَّةً عَلَى الْخَيْرِ قَالَ الْحُسَيْنُ فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَخْرَجِهِ كَيْفَ يَصْنَعُ فِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْزُنُ لِسَانَهُ إِلَّا فِيمَا يَعْنِيهِ وَيُؤَلِّفُهُمْ وَلَا يُنَفِّرُهُمْ وَيُكْرِمُ كَرِيمَ كُلِّ قَوْمٍ وَيُوَلِّيهِ عَلَيْهِمْ وَيُحَذِّرُ النَّاسَ وَيَحْتَرِسُ مِنْهُمْ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَطْوِيَ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ بِشْرَهُ وَخُلُقَهُ وَيَتَفَقَّدُ أَصْحَابَهُ وَيَسْأَلُ النَّاسَ عَمَّا فِي النَّاسِ وَيُحَسِّنُ الْحَسَنَ وَيُقَوِّيهِ وَيُقَبِّحُ الْقَبِيحَ وَيُوَهِّيهِ مُعْتَدِلُ الْأَمْرِ غَيْرُ مُخْتَلِفٍ لَا يَغْفُلُ مَخَافَةَ

اللہ علیہ وسلم کا ان کو وہ باتیں بتلانا جو ان کے لئے مناسب ہوتیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے چاہیے کہ تم میں سے موجود غیر موجود کو بات پہنچائے، اور مجھے اس شخص کی حاجت پہنچاؤ جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا کیونکہ جو شخص سلطان (اتھارٹی) کو اس شخص کی حاجت پہنچاتا ہے جو خود اپنی حاجت نہیں پہنچا سکتا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے دونوں پیر جمائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بس یہی باتیں ہوتی تھیں اور آپ لوگوں سے یہی باتیں سنتے تھے (فضول اور لایعنی باتیں نہ ہوتی تھیں، نہ ان کو سنتے تھے) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دینی امور کے طالب بن کر آتے تھے اور نہیں جدا ہوتے تھے وہ مگر کچھ چکھ کر اور نکلتے تھے وہ مشعل خیر بن کر! حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس میں نے اپنے ابا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر نکلنے (جلوت) کے بارے میں پوچھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر ہونے کی حالت میں کیا کرتے تھے؟ پس انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زبان محفوظ رکھتے تھے، مگر ان باتوں میں جو قابل لحاظ ہوتی تھیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو جوڑتے تھے، ان کو بدکاتے نہیں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قوم کے معزز آدمی کا اکرام کرتے تھے، اور اس کو ان پر سردار مقرر کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو چوکنا کرتے رہتے تھے، اور خود بھی ان سے محتاط رہتے تھے، ان میں سے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور اپنی خوش اخلاقی لپیٹے بغیر یعنی لوگوں سے محتاط رہتے تھے، مگر سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملتے تھے، اور اخلاق والا معاملہ فرماتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے احوال کی تحقیق فرماتے تھے، اور لوگوں سے لوگوں کے احوال معلوم کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھی بات کی تحسین فرماتے تھے اور اس کو قوی کرتے تھے اور بری بات کی برائی کرتے تھے اور اس کو کمزور (ڈھیلا) کرتے تھے یعنی کوئی اچھا کام کرتا تو اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور کوئی برا کام کرتا تو اس کو کنڈم کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ معتدل تھا، مختلف نہیں تھا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں تلون مزاجی نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غفلت نہیں برتتے تھے یعنی ہر وقت لوگوں کی طرف متوجہ رہتے تھے اس اندیشے

أَنْ يَغْفُلُوا أَوْ يَمِيلُوا لِكُلِّ حَالٍ عِنْدَهُ عَتَادٌ لَا يُقَصِّرُ عَنِ الْحَقِّ وَلَا يُجَاوِزُهُ الَّذِينَ يَلُونَهُ مِنَ النَّاسِ خِيَارُهُمْ أَفْضَلُهُمْ عِنْدَهُ أَعَمُّهُمْ نَصِيحَةً وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَهُ مَنْزِلَةً أَحْسَنُهُمْ مُوَاسَاةً وَمُؤَازَرَةً قَالَ فَسَأَلْتُهُ عَنْ مَجْلِسِهِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَقُومُ وَلَا يَجْلِسُ إِلَّا عَلَى ذِكْرٍ وَإِذَا انْتَهَى إِلَى قَوْمٍ جَلَسَ حَيْثُ يَنْتَهِي بِهِ الْمَجْلِسُ وَيَأْمُرُ بِذَلِكَ يُعْطِي كُلَّ جُلَسَائِهِ بِنَصِيبِهِ لَا يَحْسَبُ جَلِيسُهُ أَنَّ أَحَدًا أَكْرَمُ عَلَيْهِ مِنْهُ مَنْ جَالَسَهُ أَوْ فَاوَضَهُ فِي حَاجَةٍ صَابَرَهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ الْمُنْصَرِفُ عَنْهُ وَمَنْ سَأَلَهُ حَاجَةً لَمْ يَرُدَّهُ إِلَّا بِهَا أَوْ بِمَيْسُورٍ مِنَ الْقَوْلِ قَدْ وَسِعَ النَّاسَ بَسْطُهُ وَخُلُقُهُ فَصَارَ لَهُمْ أَبًا وَصَارُوا عِنْدَهُ فِي الْحَقِّ سَوَاءً مَجْلِسُهُ مَجْلِسُ عِلْمٍ وَحِلْمٍ وَحَيَاءٍ وَأَمَانَةٍ وَصَبْرٍ لَا تُرْفَعُ فِيهِ الْأَصْوَاتُ وَلَا تُؤْبَنُ فِيهِ الْحُرَمُ وَلَا تُثَنَّى فَلَتَاتُهُ مُتَعَادِلِينَ بَلْ كَانُوا

سے کہ لوگ غافل اور ملول ہو جائیں۔ ہر حالت کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تیاری تھی، یعنی ہر کام کا خاص انتظام تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ امر حق میں کوتاہی کرتے تھے اور نہ اس سے تجاوز فرماتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں افضل وہ تھا جو اپنی خیر خواہی کے اعتبار سے زیادہ عام تھا یعنی لوگوں کی زیادہ سے زیادہ خیر خواہی کرنے والے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خاص مقام تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک لوگوں میں بڑے مرتبے والا وہ تھا جو لوگوں کی غم خواری اور لوگوں کا تعاون کرنے میں اچھا تھا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں پس میں نے ان سے (اپنے ابا سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کھڑے ہوتے تھے اور نہیں بیٹھتے تھے مگر اللہ کے ذکر پر یعنی اٹھتے بیٹھتے اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کی مجلس میں پہنچتے تو اس جگہ بیٹھ جاتے جہاں تک مجلس پہنچی ہوئی ہوتی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام ہم نشینوں کو (توجہ سے) ان کا حصہ دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ہم نشین یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس سے زیادہ کوئی معزز ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھتا یا کہا: گفتگو کرتا، کسی ضرورت میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ رُکے رہتے، یہاں تک کہ وہی لوٹنے والا ہوتا۔ اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ضرورت کا سوال کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حاجت پوری کیے بغیر نہیں لوٹاتے تھے، یا کوئی آسان بات فرما کر لوٹاتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش روئی اور خوش اخلاقی سب لوگوں کے لئے عام تھی، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے باپ بن گئے تھے، اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امر حق کے معاملہ میں یکساں ہو گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس: علم وحیا اور صبر وامانت کی مجلس تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کوئی زور سے نہیں بولتا تھا، اور نہ اس میں کسی کی آبرو اتاری جاتی تھی، اور نہ کسی کی لغزش کو شہرت دی جاتی تھی۔ سب لوگ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں) برابر ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

يَتَفَاضَلُونَ فِيهِ بِالتَّقْوٰى مُتَوَاضِعِينَ يُوَقِّرُونَ فِيهِ الْكَبِيرَ وَيَرْحَمُونَ فِيهِ الصَّغِيرَ وَيُؤْثِرُونَ ذَا الْحَاجَةِ وَيَحْفَظُونَ الْغَرِيبَ

کی مجلس میں لوگ ایک دوسرے سے پرہیزگاری کی بنیاد پر بڑھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ خاکساری سے پیش آتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں لوگ بڑے کی تعظیم کرتے تھے، چھوٹے پر مہربانی کرتے تھے، حاجت مند کو ترجیح دیتے تھے، اور پردیسی کی حفاظت کرتے تھے۔

لغات: مَدْخَلِ: مصدر میمی، مکان میں تشریف لے جانا، اور اسم ظرف: داخلہ کا دروازہ۔ مَخْرَج: مصدر میمی: مکان سے باہر نکلنا۔ اور اسم ظرف: نکلنے کا دروازہ۔ شَكْلِ: ہیئت، حالت۔ رُوَّادًا: الرَّائد کی جمع: تلاش و جستجو کرنا۔ رَادَ الشيئ رَوْدًا وَرِيَادًا: تلاش و جستجو کرنا، تلاش میں گھومنا پھرنا، فهو رَائِد، وهي رَائِدَةٌ۔ أَدِلَّةً: الدليل کی جمع: راہ نما، گائڈ، مشعل راہ، دوسری جمع أَدِلَّاء ہے۔ يَخْزُنُ (ن) لِسَانَهُ: زبان کو روکے رکھنا، غلط بات سے حفاظت کرنا۔ عَنَى الأَمْرُ عَنِيًّا وَعِنَايَة کسی کے لئے کوئی کام اہم ہونا۔ الْبِشْر (باء کا زیر): خندہ روئی۔ أَوْهَاه: کمزور اور ڈھیلا کرنا، وَهَى يَهِيُ وَهِيًا کمزور ہونا۔ أَبَنَ (ن، ض) فلانًا: عیب لگانا، تہمت لگانا۔ الْحُرَم: الْحُرْمَة کی جمع: عزت و آبرو۔ ثَنَى ثَنْيًا: پلٹنا، پھیرنا یعنی شہرت دینا۔ فَلْتَةً لغزش۔

فائدہ: الغرض ہر بات اور ہر امر شریفانہ اخلاق کے منتہا سے اوپر تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ آپ کی بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لئے ہوئی۔ چنانچہ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ أَوْ كَمَا قَالَ" میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دعا یہ فرمایا کرتے تھے کہ یا اللہ جیسا تو نے مجھے حسن صورت عطا کیا ہے حسنِ اخلاق بھی عطا کر حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارک کی بڑائی کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے اور کئی قسموں کی تاکید کے ساتھ اللہ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کو ذکر فرمایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نرم مزاجی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ عطا فرماتے ہیں جو اور کسی چیز پر عطا نہیں کرتے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص نرمی سے محروم ہے وہ بڑی خیر سے محروم ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ تم میں سے زیادہ محبوب مجھے وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آدمی کو سب سے بہترین جو چیز عطا ہوئی ہے وہ کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خوش خلقی۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت میں اعمال نامہ کی ترازو میں سب سے زیادہ وزنی چیز جو ہوگی وہ اچھے اخلاق ہوں گے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی اچھے اخلاق کی بدولت شب بیدار، روزہ دار کے درجہ کو پہنچ سکتا ہے۔ حضرت معاذؓ کہتے ہیں کہ جب میں یمن بھیجا گیا اور سواری پر سوار ہونے کے لئے رکاب میں پاؤں رکھا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری وصیت جو فرمائی وہ یہ تھی کہ لوگوں کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مؤمنین میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق بہتر ہوں اس کے علاوہ اور بہت سی روایات میں حسن اخلاق کی تاکید فرمائی گئی اور یہ اس کا نمونہ ہے جو اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ بَزِيعٍ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أُهْدِيَ إِلَيَّ كُرَاعٌ لَقَبِلْتُ وَلَوْ دُعِيتُ عَلَيْهِ لَأَجَبْتُ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر مجھے ہدیہ میں بکری کے پائے دیے جائیں۔ بکری کا ایک پیر بھی دیا جائے تو میں ان کو بھی قبول کروں گا اور اگر اس کی دعوت کی جائے تو میں ضرور جاؤں گا۔

فائدہ: یعنی مجھے ہدیہ قبول کرنے میں بلکہ کسی جگہ جانے میں بھی اس کا خیال نہیں ہوتا کہ اتنی ذرا سی چیز کے لئے کیا جاؤں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سمجھ کر اس کو کمالِ رغبت سے قبول کرتا ہوں اور اصل یہ ہے کہ دعوت کے قبول کرنے میں وہ کھانا مقصود نہیں بلکہ دعوت کرنے والے کی دلداری مقصود ہوتی ہے۔ یہ حدیث ابواب الاحکام باب ماجاء فی قبول الہدیۃ واجابۃ الدعوۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ جَائَنِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِرَاكِبِ بَغْلٍ وَلَا بِرْذَوْنٍ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (میری عیادت کے لئے) تشریف لائے نہ خچر پر سوار تھے نہ ترکی گھوڑے پر (یعنی نہ گھٹیا سواری پر نہ بڑھیا بلکہ پیادہ تشریف لائے)۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع کا اظہار مقصود ہے کہ امراء وسلاطین زمانہ کی طرح سواری کے عادی نہ تھے بلکہ پاپیادہ کثرت سے چلتے تھے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں اس عیادت کا قصہ ذرا مفصل ہے وہ یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سخت مریض ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں پاپیادہ میری عیادت کو تشریف لائے۔ یہاں پہنچ کر دیکھا کہ میں بے ہوش پڑا ہوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں تو میں نے اپنے ترکہ کے متعلق سوال کیا جس پر میراث کی آیت نازل ہوئی۔ یہ حدیث ابواب المناقب باب مناقب جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذیل میں گزر چکی ہے

(۱۰) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْهَيْثَمِ الْعَطَّارُ قَالَ سَمِعْتُ يُوسُفَ بْنَ عَبْدِ اللهِ بْنِ سَلَامٍ قَالَ سَمَّانِي رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوسُفَ وَأَقْعَدَنِي فِي حِجْرِهِ وَمَسَحَ عَلَى رَأْسِي

یوسف بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام یوسف تجویز فرمایا تھا اور مجھے اپنی گود میں بٹھلایا تھا اور میرے سر پر دستِ مبارک پھیرا تھا۔

فائدہ: اس حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کمالِ شفقت اور بچوں پر کمالِ رحمت معلوم ہوتی ہے۔ نیز تواضع کا کمال یہی ہے کہ ایسے کم عمر بچوں کو گود میں لینے سے اعراض واستنکاف نہ فرماتے تھے۔ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ میرے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ اس حدیث سے بچوں کا بزرگوں کی خدمت میں لے جانا اور ان سے نام تجویز کرانا، دعا کرانا ثابت ہوتا ہے۔ دوسری احادیث میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نومولود بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانا وارد ہے۔

(۱۱) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ أَنْبَأَنَا الرَّبِيعُ وَهُوَ ابْنُ صَبِيحٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّ عَلَى رَحْلٍ رَثٍّ وَقَطِيفَةٍ كُنَّا نَرَى ثَمَنَهَا أَرْبَعَةَ دَرَاهِمَ فَلَمَّا اسْتَوَتْ بِهِ رَاحِلَتُهُ قَالَ لَبَّيْكَ بِحَجَّةٍ لَا سُمْعَةَ فِيهَا وَلَا رِيَاءَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسیدہ کجاوہ پر حج کیا۔ جس پر ایک کپڑا تھا جس کی قیمت ہمارے خیال میں چار درہم ہوگی۔ پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی آپ کو لیکر سیدھی کھڑی ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بار بار حاضر ہوں ایسا حج کرنے کیلئے جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت ہو۔

فائدہ: یہ حدیث اسی باب کے پانچویں نمبر پر گزر چکی ہے۔

(۱۲) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ وَعَاصِمٍ الْأَحْوَلِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَجُلًا خَيَّاطًا دَعَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَّبَ لَهُ ثَرِيدًا عَلَيْهِ دُبَّاءٌ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ الدُّبَّاءَ وَكَانَ يُحِبُّ الدُّبَّاءَ قَالَ ثَابِتٌ فَسَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ فَمَا صُنِعَ لِي طَعَامٌ أَقْدِرُ عَلَى أَنْ يُصْنَعَ فِيهِ دُبَّاءٌ إِلَّا صُنِعَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک درزی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ کھانے میں ثرید تھا اور اس پر کدو پڑا ہوا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو چونکہ مرغوب تھا اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے کدو نوش فرمانے لگے۔ حضرت ثابت کہتے ہیں جس میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اس کے بعد سے میرے لئے کوئی کھانا تیار نہیں کیا گیا جس میں مجھے کدو ڈلوانے کی قدرت ہو اور کدو اس میں نہ ڈالا گیا ہو۔

فائدہ: ثرید شوربے میں بھگی ہوئی روٹی کو کہتے ہیں یہ قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سالن کے باب کی گیارہویں حدیث میں گزر چکا ہے۔ وہاں بجائے ثرید کے شوربے روٹی کا ذکر تھا ممکن ہے کہ دونوں چیزیں ہوں۔ شوربا روٹی بھی ہو اور ثرید بھی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ثرید اس کو مجازاً کہہ دیا ہو یا اُس حدیث میں شوربا روٹی اجزا کے لحاظ سے کہہ دیا ہو کہ ثرید بھی شوربا روٹی ہی ہوتی ہے۔

(۱۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ صَالِحٍ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ قَالَتْ قِيلَ لِعَائِشَةَ مَاذَا كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِهِ قَالَتْ كَانَ بَشَرًا مِنَ الْبَشَرِ يَفْلِي ثَوْبَهُ وَيَحْلُبُ شَاتَهُ وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ

عمرۃ کہتی ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے اپنے کپڑے میں خود ہی جوں تلاش کر لیتے تھے اور خود ہی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔

فائدہ: آدمیوں میں سے ایک آدمی تھے کا مطلب یہ ہے کہ عام آدمیوں کی طرح اپنے گھر کا اکثر و بیشتر کام خود کر لیا

کرتے تھے۔ اپنی ضروریات اور گھر کے کاروبار کرنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ گرانی اور تکبر مانع نہ ہوتا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو کام اور لوگ اپنے گھروں میں کرتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کرلیا کرتے تھے۔ بعض روایات میں مثال کے طور پر کچھ کام بھی گنوادیئے جیسا کہ اس روایت میں گزرا ہے اسی طرح دوسری روایات میں بھی ہے کہ اپنا کپڑا سی لیا کرتے تھے، اپنے جوتے کا پیوند خود ہی لگالیا کرتے تھے، اپنے کپڑے کو پیوند لگالیا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حدیث بالا میں جوں تلاش کرنے کا ذکر ہے اور علماء کی تحقیق یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن یا کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی تھی، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ جوں بدن کے میل سے پیدا ہوتی ہے اور پسینہ سے بڑھتی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراسر نور تھے وہاں میل کچیل کہاں تھا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسینہ سراسر گلاب تھا جو خوشبو میں استعمال کیا جاتا تھا۔ بھلا عرق گلاب میں جوں کا کہاں گزر ہوسکتا ہے؟ اس لئے اِسے تلاش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس احتمال سے کہ شاید کسی دوسرے کی جوں چڑھ گئی ہو تلاش فرماتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ تلاش کرنا دوسروں کی تعلیم کے لئے تھا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا اہتمام کرتے دیکھیں گے تو زیادہ اہتمام کریں گے۔

اسی طرح امام فخر الدین رازیؒ نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر نہ کبھی کوئی مکھی بیٹھی اور نہ کبھی مچھر وغیرہ نے پریشان کیا۔

وَيَخْدُمُ نَفْسَهُ: امام طیبیؒ فرماتے ہیں ''کان بشرًا'' بعد کی تمہید ہے کہ جب کفار و مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رہن سہن، کھانے پینے کے انداز و طریقہ کو عام آدمیوں کی طرح دیکھا تو بطور طعنہ یہ کہنے لگے کہ محمد اللہ کے نبی و رسول ہوتے تو اپنا رہن سہن و طور طریقہ عام لوگوں کی طرح نہ رکھتے بلکہ بادشاہوں کی طرح شاہانہ رکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی ان باتوں کو یوں بیان فرمایا ''مال هذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق'' (الفرقان:۷)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کفار کے اس خیال اور قول کی تردید میں فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سے ایک مخلوق تھے اور انسان تھے جیسے اولاد آدم میں سے دوسرے انسان ہیں البتہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انسانوں میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت سے نوازا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت اونچے مرتبہ کے باوجود دوسرے انسانوں کیساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتے اور عام انسانوں کی طرح رہتے، اپنے لئے کوئی شان و شوکت نہیں رکھتے تھے بلکہ عاجزی و انکساری اختیار کرتے تھے۔

(۴۸) بَابُ مَا جَاءَ فِي خُلُقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و عادات میں

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق شہرۂ آفاق ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ نے بھی کلام اللہ شریف میں ''وانك لعلى خُلُقٍ عظيم'' (القلم:۴) سے آپ کے خلق کی تعریف فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق جمیلہ اور عادات شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عالم میں دھوم ہے اور اس سے زیادہ اور کیا ہوگا کہ خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کی تعریف فرمائی۔ چنانچہ سورۂ نون میں ارشاد ہے: ''وانك لعلى خلق عظيم'' (القلم:۴)

اس آیت شریف میں کئی نوع کی تاکید کے ساتھ ارشاد ہے کہ بے شک تم بڑے اخلاق پر ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا احاطہ اور احصاء دشوار ہے۔ کتب حدیث کا بڑا حصہ ان ہی احادیث پر مشتمل ہوتا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس باب میں مصنفؒ نے پندرہ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقْرِئُ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعْدٍ حَدَّثَنِي أَبُو عُثْمَانَ الْوَلِيدُ بْنُ أَبِي الْوَلِيدِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ خَارِجَةَ عَنْ خَارِجَةَ بْنِ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ دَخَلَ نَفَرٌ عَلَى زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ فَقَالُوا لَهُ حَدِّثْنَا أَحَادِيثَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَاذَا أُحَدِّثُكُمْ كُنْتُ جَارَهُ فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْوَحْيُ بَعَثَ إِلَيَّ فَكَتَبْتُهُ لَهُ فَكُنَّا إِذَا ذَكَرْنَا الدُّنْيَا ذَكَرَهَا مَعَنَا وَإِذَا ذَكَرْنَا الْآخِرَةَ ذَكَرَهَا مَعَنَا وَإِذَا ذَكَرْنَا الطَّعَامَ ذَكَرَهُ مَعَنَا فَكُلُّ هٰذَا أُحَدِّثُكُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

خارجہ کہتے ہیں کہ ایک جماعت زید بن ثابت کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ حالات سنائیں انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا حالات سناؤں (وہ احاطہ بیان سے باہر ہیں) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمسایہ تھا ① جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلا بھیجتے میں حاضر ہو کر اس کو لکھ لیتا تھا ② جس قسم کا تذکرہ ہم کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے ساتھ ویسا ہی تذکرہ فرماتے تھے۔ جب ہم لوگ کچھ دنیاوی ذکر کرتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قسم کا تذکرہ فرماتے ③ اور جس وقت ہم آخرت کی طرف متوجہ ہوتے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آخرت کے تذکرے فرماتے، ④ اور جب کچھ کھانے پینے کا ذکر ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ویسا ہی تذکرہ فرماتے۔ ⑤ یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے حالات کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

تشریح: ① اس لئے گویا ہر وقت حاضر باش تھا اور اکثر حالات سے واقف اس کے ساتھ ہی کاتب وحی بھی تھا۔

② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ غایت درجہ دلداری اور بے تکلفی فرماتے تھے۔

③ یہ نہیں کہ بس آخرت ہی کا ذکر ہمارے ساتھ کرتے ہوں اور دنیا کی بات سننا بھی گوارا نہ کریں۔

④ یعنی جب آخرت کا کوئی تذکرہ شروع ہو جاتا تو اسی کے حالات اور تفصیلات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے۔

⑤ کھانے کے آداب، فوائد، لذیذ کھانوں کا ذکر، مضر کھانوں کا تذکرہ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ گذشتہ ابواب میں بہت سے ارشادات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نوع کے گزر چکے ہیں کہ سرکہ کیا ہی اچھا سالن ہے، زیتون کا تیل استعمال کیا کرو کہ مبارک درخت سے ہے وغیرہ۔

فائدہ: اس حدیث میں مختلف مضامین تھے جن کی کسی قدر توضیح ترجمہ کے ساتھ ذکر کی گئی۔ اخیر جملہ کا ترجمہ مشائخ درس کے نزدیک یہی ہے جو لکھا گیا۔ لیکن بندۂ ناچیز کے نزدیک شروع حدیث میں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا حالات سناؤں) کے ساتھ مرتبط ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر نوع کے حالات سنا سکتا ہوں) اس لئے جس قسم کے

تذکرے کی درخواست کرو وہ سناؤں کہ میں پڑوسی بھی تھا اور کاتب وحی بھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات میں دین اور دنیا، کھانا پینا غرض ہر قسم کے تذکرے شامل تھے۔ اس لئے کیا سناؤں اور کونسا تذکرہ کروں کہ ہر تذکرہ عجیب تھا اور ہر سماں لطیف ولذیذ۔ اس حدیث میں حضرت زید صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: کہ جب وحی نازل ہوتی، مجھے بلایا جاتا یہ اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے کہ قریب رہتے تھے ورنہ ان کے علاوہ وحی کے لکھنے والے یہ حضرات بھی شمار کیے گئے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت ابی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ، علاء حضرمی رضی اللہ عنہ، ابان بن سعید یہ نو حضرات ہیں جو کاتبین وحی ہیں۔ حدیث بالا میں ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ دنیا کا ذکر کھانے پینے کا ذکر ایک فضول تذکرہ معلوم ہوتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ لایعنی چیزوں میں مشغول ہونے کی نہیں تھی جیسا کہ بہت سی احادیث میں وارد ہے۔ گزشتہ باب کی طویل حدیث جو نمبر ۷ پر گزری ہے اس میں بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضروری امور کے علاوہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا کا ہر تذکرہ فضول نہیں، بلکہ دنیا کے کھانے اور پینے کے بہت سے تذکرے ضروری بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو واجب تھے اس لئے کہ ان چیزوں میں جائز ناجائز کسی چیز کا اچھا ہونا یا برا ہونا وغیرہ امور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ارشاد سے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تذکرہ آنے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پر سکوت فرمانے سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اسی حدیث میں یہ مضمون بھی گزرا ہے کہ لوگوں کے حالات کی تحقیق فرما کر اچھی بات کی تحسین فرماتے اور بری بات کی برائی بتاتے، اسی لحاظ سے دنیاوی تذکرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہوتے تھے نہ یہ کہ لغویات ہوتی ہوں۔

(۲) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ بُكَيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ زِيَادِ بْنِ أَبِي زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيثِهِ عَلَى أَشَرِّ الْقَوْمِ يَتَأَلَّفُهُمْ بِذٰلِكَ فَكَانَ يُقْبِلُ بِوَجْهِهِ وَحَدِيثِهِ عَلَيَّ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنِّي خَيْرُ الْقَوْمِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا خَيْرٌ أَوْ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا خَيْرٌ أَمْ عُمَرُ فَقَالَ عُمَرُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللهِ أَنَا خَيْرٌ أَمْ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قوم کے بدترین شخص کی طرف سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تالیف قلوب کے خیال سے اپنی توجہ اور اپنی خصوصی گفتگو مبذول فرماتے تھے، ﴿۱﴾ چنانچہ خود میری طرف بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا، حتیٰ کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسی خیال پر ایک دن دریافت کیا کہ حضور! میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ)۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عمر (رضی اللہ عنہ)۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عثمان (رضی اللہ عنہ)؟ جب میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تصریحاً

عُثْمَانُ فَقَالَ عُثْمَانُ فَلَمَّا سَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَدَقَنِي فَلَوَدِدْتُ أَنِّي لَمْ أَكُنْ سَأَلْتُهُ

پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا رعایت صحیح صحیح فرمایا (میری مدارات میں مجھے افضل نہیں فرمایا) مجھے اپنی اس حرکت کے بعد ندامت ہوئی اور خیال ہوا کہ مجھے ایسی بات ہرگز نہیں پوچھنی چاہیے تھی

تشریح: ① جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصی کا خیال ہو جاتا تھا۔

فائدہ: یہ اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص توجہ کی بناء پر اپنے آپ کو سب سے افضل سمجھتے تھے، اس لئے کہ پہلی طویل روایت سے معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ افضل کو ترجیح دینے کی تھی، لیکن بسا اوقات تالیف قلب کے خیال سے مدارات میں غیر افضل کو بھی ترجیح دی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ کفار و منافقین تک کے ساتھ۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تالیف میں خصوصی برتاؤ ہوتا تھا۔ حدیث بالا میں یہ ترتیب سوال کی اس بنا پر ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو افضل الناس جانتے تھے۔ چنانچہ احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں سب سے زیادہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سمجھتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو پھر ان کے بعد اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کچھ ترجیح نہ دیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ ان تین حضرات کی اس ترتیب سے ترجیح اور افضلیت ایسی عیاں تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت) اس کو مانتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد رضی اللہ عنہ نے اپنے والد یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون شخص ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ میں نے پوچھا کہ ان کے بعد! انہوں نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ۔ اسی طرح سے اور بہت سی روایات ہیں جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی سے ترتیب معلوم ہوتی ہے اسی لئے انہوں نے اپنے سے مقابلہ کے لئے اسی ترتیب سے سوال کیا کہ اول اس سے مقابلہ کیا جو سب سے افضل شمار ہوتے تھے پھر ۲ پھر ۳ سے کہ میں اگر افضل ترین شخص سے نہیں بڑھ سکا تو شاید ۲ یا ۳ ہی سے بڑھ جاؤں۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الضُّبَعِيُّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَشْرَ سِنِينَ فَمَا قَالَ لِي أُفٍّ قَطُّ وَمَا قَالَ لِشَيْءٍ صَنَعْتُهُ لِمَ صَنَعْتَهُ وَلَا لِشَيْءٍ تَرَكْتُهُ لِمَ تَرَكْتَهُ وَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَحْسَنِ النَّاسِ خُلُقًا وَلَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دس برس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی مجھے کسی بات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اف تک بھی نہیں فرمایا نہ کسی کام کے کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں کیا؟ اور اسی طرح نہ کبھی کسی کام کے نہ کرنے پر یہ فرمایا کہ کیوں نہیں کیا؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں تمام دنیا سے بہتر تھے (ایسے خلقت کے اعتبار سے بھی حتیٰ کہ) میں نے کبھی کوئی

مَسِسْتُ خَزًّا وَلَا حَرِيرًا وَلَا شَيْئًا كَانَ أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ مِسْكًا قَطُّ وَلَا عِطْرًا كَانَ أَطْيَبَ مِنْ عَرَقِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ریشمی کپڑا یا خالص ریشم یا کوئی اور نرم چیز ایسی نہیں چھوئی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو اور میں نے کبھی کسی قسم کا مشک یا کوئی عطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار نہیں سونگھا۔

فائدہ: یہ کوئی مبالغہ آمیز یا اعتقادی بات نہیں۔ حضور اقدس ﷺ کا پسینہ مبارک جمع کر کے خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا تھا۔ جس سے آپ مصافحہ کرتے تھے تمام دن اُس کے ہاتھ سے خوشبو مہکتی تھی۔ گناہوں کی کثرت سے بدن کی سڑاہنڈ مجرب ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا کسی چیز کے متعلق اف تک نہ فرمانا یہ کمال اخلاق اور غایتِ تواضع کی بناء پر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کرنے نہ کرنے کو ان کا اپنا فعل نہ سمجھتے تھے بلکہ من جانب اللہ سمجھ کر اُسی پر راضی ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک حدیث میں اس کے بعد یہ مضمون بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ یہ محبوب کے فعل کے ساتھ غایتِ لذت ہے اور صوفیاء کی اصطلاح میں رضا بر قضا کی اصل اور سند ہے۔ رابعہ بصریہ کا مشہور مقولہ ہے جس کا ترجمہ ہے کہ اے اللہ! اگر تو میرے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر ڈالے تو میری محبت میں اس سے کچھ اضافہ ہی ہوگا اور کاملینِ صوفیہ کے تمام ہی حالات حضور اقدس ہی کے مختلف احوال سے اخذ کیے گئے ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی ذات جامعیت کے کمال پر تھی بعد میں جامعیت کا یہ درجہ نہیں رہ سکا اس لئے حضرات صوفیاء کرام میں کسی جگہ حضور اکرم ﷺ کی کسی عادت کا ظہور ہوا اور کسی جگہ کسی دوسری حالت کا شیوع ہوا، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا یہ معاملہ اپنی ذات کے متعلق تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنی ذات کے لئے کبھی بھی انتقام نہیں لیا البتہ اللہ جل شانہٗ کی کسی حرمت کا ہتک کیا جائے (مثلاً کسی حرام چیز کا ارتکاب کیا جائے) تو اس کا بدلہ ضرور لیتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی گفتگو باب میں نمبر ۳ پر اس قسم کا مضمون گزر چکا ہے۔ یہی حدیث ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

لطیفہ: اس حدیث کے آخری جزء کے متعلق ایک عجیب قصہ ہے جس سے حضرات صحابہ کرام اور محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ غایت محبت اور عشق کا پتہ چلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت انس ؓ ایک مرتبہ غایت فرحت ولذت کے ساتھ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ان ہاتھوں سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا میں نے کبھی کسی قسم کی حریر یا ریشم حضور اکرم ﷺ کے ہاتھوں سے زیادہ نرم نہیں دیکھی۔ شاگرد نے جس کے سامنے یہ حدیث بیان کی اسی شوق سے عرض کیا کہ میں بھی ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا چاہتا ہوں جن ہاتھوں نے حضور اکرم ﷺ سے مصافحہ کیا اس کے بعد یہ سلسلہ ایسا جاری ہوا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس سے زیادہ تک یہ سلسلہ جاری ہے اور مصافحہ کی حدیث کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس حدیث میں مسلسل مصافحہ ہوتا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے رسالہ ''مسلسلات'' میں بھی اس کو ذکر کیا ہے جس کے ذریعہ سے میرے استاد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہ تک بھی اسی طرح پہنچی۔

(۴) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ هُوَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم

الضَّبِّيُّ وَالْمَعْنَى وَاحِدٌ قَالَا حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ سَلْمٍ الْعَلَوِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ عِنْدَهُ رَجُلٌ بِهِ أَثَرُ صُفْرَةٍ وَكَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَكَادُ يُوَاجِهُ أَحَدًا بِشَيْءٍ يَكْرَهُهُ فَلَمَّا قَامَ قَالَ لِلْقَوْمِ لَوْ قُلْتُمْ لَهُ يَدَعُ هٰذِهِ الصُّفْرَةَ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص بیٹھا تھا جس پر زرد رنگ کا کپڑا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ ناگوار بات کو منہ در منہ منع نہ فرماتے تھے اس لئے سکوت فرمایا اور جب وہ شخص چلا گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس کو زرد کپڑے سے منع کر دیتے تو اچھا ہوتا۔

فائدہ: حضور اقدس ﷺ کی یہ امت پر غایت شفقت تھی کہ اکثر بالمواجہ ایسے امور کو منع نہ فرماتے تھے اس لئے کہ مبادا وہ شخص انکار کر بیٹھے یا اعتراض کا سبب بن جائے جس سے کفر تک نوبت پہنچ جائے۔ اگر ان امور سے اطمینان ہوتا تو منع بھی فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی کپڑوں سے حضور اکرم ﷺ نے خود منع فرما دیا تھا۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات حدیث کی کتابوں میں ہیں نیز یہ تاخیر اور بالمواجہ منع نہ فرمانا ایسے ہی مواقع میں تھا جہاں خلافِ اولیٰ بات ہو یا تاخیر میں کوئی نقصان نہ ہو ورنہ حرام چیز کے ارتکاب میں یہ صورت نہ تھی۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ کی گفتگو کے باب میں نمبر ۳ پر جو مفصل روایت گزری ہے اس میں ہے کہ جب امرِ حق سے تجاوز کیا جاتا تو اس وقت آپ ﷺ کے غصہ کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور نہ کوئی اس کو روک سکتا تھا۔ جب تک کہ حضور اکرم ﷺ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ آئندہ حدیث میں بھی اسی قسم کا مضمون آ رہا ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللهِ الْجَدَلِيِّ وَاسْمُهُ عَبْدُ بْنُ عَبْدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاحِشًا وَلَا مُتَفَحِّشًا وَلَا صَخَّابًا فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَجْزِءُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَصْفَحُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے نہ بتکلف فحش بات فرماتے تھے، نہ بازاروں میں چلا کر (خلاف وقار) باتیں کرتے تھے۔ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے، بلکہ معاف فرما دیتے تھے اور اس کا تذکرہ بھی نہ فرماتے تھے۔

فائدہ: بعض آدمی طبعاً فحش اور بے ہودہ مذاق کے عادی ہوتے ہیں اور بعض لوگ بتکلف مجلس کے طرز کو نبھانے کے لئے فحش گوئی کیا کرتے ہیں۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دونوں کی نفی فرما دی۔ بازار میں بضرورت جانے میں مضائقہ نہیں ہے لیکن وہاں جا کر شور و شغب کرنا وقار کے خلاف ہے۔ سکون کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کر کے چلا آئے۔ بازار میں شور کی نفی سے یہ لازم نہیں ہے کہ اور جگہ شور و شغب کرتے تھے بلکہ مقصد یہ ہے کہ بازار میں عموماً شور و غل ہوتا ہے اور جو شخص وہاں بھی سکون و وقار سے رہے گا اس کا دوسری جگہ سکون سے رہنا ظاہر ہے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دینے کے متعلق حضور اکرم ﷺ کی ساری سوانح عمری بھری ہوئی ہے کہ کفار سے کیا کیا اذیتیں نہیں پہنچیں؟ احد کی لڑائی میں حضور

اکرم ﷺ کے ساتھ کیا کیا پیش نہیں آیا اور جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان حالات سے متاثر ہو کر حضور اکرم ﷺ سے بد دعا کی درخواست کی تو حضور اکرم ﷺ نے دعا کی کہ اے اللہ! تو میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں۔ زید بن سعنہ پہلے سے یہودی تھے ایک مرتبہ کہنے لگے کہ نبوت کی علامتوں میں سے کوئی بھی ایسی نہیں رہی جس کو میں نے حضور اکرم ﷺ میں نہ دیکھ لیا ہو، بجز دو علامتوں کے جن کے تجربہ کی اب تک نوبت نہیں آئی ایک یہ کہ آپ ﷺ کا حلم آپ ﷺ کے غصہ پر غالب ہوگا۔ دوسری یہ کہ آپ ﷺ کے ساتھ کوئی جتنا بھی جہالت کا برتاؤ کرے گا اسی قدر آپ ﷺ کا تحمل زیادہ ہوگا۔ میں ان دونوں کے امتحان کا موقع تلاش کرتا رہا اور آمد و رفت بڑھاتا رہا۔ ایک دن آپ ﷺ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے ایک بدوی جیسا شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میری قوم مسلمان ہو چکی ہے اور میں نے ان سے یہ کہا تھا کہ مسلمان ہو جاؤ گے تو بھرپور رزق تم کو ملے گا اور اب حالت یہ ہے کہ قحط پڑ گیا مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اسلام سے نکل نہ جائیں۔ اگر رائے مبارک ہو تو آپ کچھ اعانت ان کی فرمائیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کی طرف جو غالباً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے دیکھا تو انہوں نے عرض کی حضور اکرم موجود تو کچھ نہیں رہا زید جو اس وقت یہودی تھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے کہنے لگے محمد اگر آپ ایسا کر سکیں کہ فلاں شخص کے باغ کی اتنی کھجوریں وقت معین پر مجھے دے دیں تو میں قیمت پیشگی اب دے دوں اور وقتِ معین پر کھجوریں لے لوں گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ تو نہیں ہو سکتا البتہ اگر باغ کی تعیین نہ کرو تو میں معاملہ کر سکتا ہوں میں نے اس کو قبول کر لیا اور میں نے ان کھجوروں کی قیمت اسی مثقال سونا (ایک مثقال مشہور قول کے موافق ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے) دے دیا۔ آپ ﷺ نے وہ سونا بدوی کے حوالے کر دیا اور فرمایا کہ انصاف کی رعایت رکھنا اور اس سے ان کی ضرورت پوری کرلو۔ زید کہتے ہیں کہ جب کھجوروں کی ادائیگی کے وقت میں دو تین دن باقی رہ گئے تھے حضور اکرم ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں ابو بکر، عمر اور عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے کسی کی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر ایک دیوار کے قریب تشریف فرما تھے میں آیا اور آپ ﷺ کے کرتے اور چادر کے پلو کو پکڑ کر نہایت ترش روئی سے کہا کہ اے محمد! آپ میرا قرضہ ادا نہیں کرتے خدا کی قسم! میں تم سب اولاد عبد المطلب کو خوب جانتا ہوں کہ بڑے نادہندہ ہو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا اے خدا کے دشمن! یہ کیا بک رہا ہے۔ خدا کی قسم! اگر مجھے (حضور اکرم ﷺ) کا ڈر نہ ہوتا تو تیری گردن اڑا دیتا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ نہایت سکون سے مجھے دیکھ رہے تھے اور تبسم کے لہجہ میں عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! میں اور یہ ایک اور چیز کے محتاج تھے وہ یہ کہ مجھے حق کے ادا کرنے میں خوبی برتنے کو کہتے اور اس کو مطالبہ کرنے میں بہتر طریقہ کی نصیحت کرتے، جاؤ اس کو لے جاؤ اس کا حق ادا کر دو اور تم نے جو اس کو ڈانٹا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع (تقریباً دو من کھجور) اس کے مطالبہ سے زیادہ دینا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے لے گئے اور پورا مطالبہ اور بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ بیس صاع کیسے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کا یہی حکم ہے زید نے کہا کہ عمر رضی اللہ عنہ تم مجھ کو پہچانتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ جو یہود کا بڑا علامہ ہے میں نے کہا کہ ہاں وہی ہوں، انہوں نے فرمایا کہ اتنے بڑے آدمی ہو کر حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تم نے یہ کیسا

برتاؤ کیا؟ میں نے کہا کہ علاماتِ نبوت میں سے دو علامتیں باقی رہ گئی تھیں جن کا مجھ کو اب تک تجربہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غصے پر غالب ہوگا دوسرا یہ کہ ان کے ساتھ جہالت کا براؤ ان کے حلم کو بڑھادے گا۔ اب ان دونوں کا امتحان بھی کرلیا لہٰذا تم کو اپنے اسلام کا گواہ بناتا ہوں اور میرا آدھا مال امتِ محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صدقہ ہے اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے اور اسلام لے آئے اس کے بعد بہت سے غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (جمع الفوائد، جمع الوسائل)۔ یہ حدیث ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ شَيْئًا قَطُّ إِلاَّ أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَلاَ ضَرَبَ خَادِمًا وَلاَ امْرَأَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کے علاوہ کبھی کسی کو نہیں مارا۔ نہ کبھی کسی خادم کو نہ کسی عورت (بیوی باندی وغیرہ) کو۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ کے راستے اور جہاد ہی میں حدود بھی داخل ہیں۔ نیز اس مارنے سے غصہ میں قصداً امارنا مراد ہے اسی کو مارنا عرف میں کہتے ہیں بلا ارادہ یا مزاح میں لگ جانا جیسا کہ بعض روایات میں ہے، اس کے منافی نہیں۔

(۷) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ قَالَ حَدَّثَنَا فُضَيْلُ بْنُ عِيَاضٍ عَنْ مَنْصُورٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنْتَصِرًا مِنْ مَظْلَمَةٍ ظُلِمَهَا قَطُّ مَا لَمْ يُنْتَهَكْ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ فَإِذَا انْتُهِكَ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ تَعَالَى شَيْءٌ كَانَ مِنْ أَشَدِّهِمْ فِي ذٰلِكَ غَضَبًا وَمَا خُيِّرَ بَيْنَ أَمْرَيْنِ إِلاَّ اخْتَارَ أَيْسَرَهُمَا مَا لَمْ يَكُنْ مَأْثَمًا

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کے لئے کبھی کسی ظلم کا بدلہ لیا ہو۔ البتہ اللہ کی حرمتوں میں سے کسی حرمت کا مرتکب ہوتا (یعنی مثلاً کسی حرام فعل کا کوئی مرتکب ہوتا۔ شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اسی میں آدمیوں کے حقوق بھی داخل ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ غصے والا کوئی شخص نہیں ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی دو امروں میں اختیار دیئے جاتے تو ہمیشہ سہل کو اختیار فرماتے تاوقتیکہ اس میں کسی قسم کی معصیت وغیرہ نہ ہو

فائدہ: تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جنگ احد میں جب عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر چلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوگیا اور چہرۂ انور خون سے آلود ہوگیا تو بعض حاضرین نے عرض کیا کہ اس موذی کے لئے بددعا فرمائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی کہ یا اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما کہ یہ ناواقف ہیں۔ ایک بدوی ایک مرتبہ آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک کو پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ گردن مبارک پر نشان پڑ گیا اور یہ کہا کہ میرے ان اونٹوں پر غلہ لدوادو۔ تم اپنے مال میں سے یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دیتے ہو (گویا بیت المال کا مال ہم ہی لوگوں کا ہے تمہارا نہیں ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تک تو اس چادر کو کھینچنے کا بدلہ نہیں دے گا میں غلہ نہیں دوں گا ابن نے کہا خدا کی قسم! میں بدلہ نہیں دیتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرماتے ہوئے اس کے اونٹوں پر غلہ لدوا دیا۔ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں اتباع کے دعویدار ہیں۔ یہاں ذرا سی بات خودداری کے خلاف ہو جاتی ہے کوئی سخت لفظ کہہ دے تو وقار کے خلاف بن جاتی ہے۔ حدیث کے آخری جملہ کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالخصوص امت کے حق میں دو امروں کا اختیار دیا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے جو سہل ہوتا اس کو اختیار فرماتے اور اسی طرح دنیاوی امور میں جہاں دو رائیں ہوتیں۔ ان میں سے سہل کو اختیار فرماتے جب تک کہ اس میں کسی قسم کا شرعی نقصان نہ ہو۔ بہت سی احادیث میں مختلف عنوانات سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی اس مضمون میں وارد ہوئے ہیں کہ سہولت اختیار نہ کرنا اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشقتوں میں ڈالنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہ تھا۔

(۸) حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتِ اسْتَأْذَنَ رَجُلٌ عَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا عِنْدَهُ فَقَالَ بِئْسَ ابْنُ الْعَشِيرَةِ أَوْ أَخُو الْعَشِيرَةِ ثُمَّ أَذِنَ لَهُ فَأَلَانَ لَهُ الْقَوْلَ فَلَمَّا خَرَجَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْتَ مَا قُلْتَ ثُمَّ أَلَنْتَ لَهُ الْقَوْلَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ إِنَّ مِنْ شَرِّ النَّاسِ مَنْ تَرَكَهُ النَّاسُ أَوْ وَدَعَهُ النَّاسُ اتِّقَاءَ فُحْشِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حاضری کی اجازت چاہی۔ اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے قبیلہ کا کیسا برا آدمی ہے۔ یہ ارشاد فرمانے کے بعد اس کو حاضری کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس کے اندر آنے پر اس کے ساتھ نہایت نرمی سے باتیں کیں جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اس کے بارے میں حاضر ہونے سے پہلے تو یہ لفظ ارشاد فرمایا تھا، پھر اس قدر نرمی سے اس کے ساتھ کلام فرمایا یہ کیا بات ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عائشہ! بدترین لوگوں میں سے ہے وہ شخص کہ لوگ اس کی بدکلامی کی وجہ سے اس کو چھوڑ دیں۔

فائدہ: اس شخص کا نام اکثر علماء نے ''عیینہ'' لکھا ہے کہتے ہیں کہ یہ دل سے اس وقت تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا بلکہ نفاق کے طور پر بظاہر مسلمان تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ اس وقت تک منافقین کے ساتھ مسلمانوں ہی جیسا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ بھی یہی برتاؤ تھا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور ہوا تو یہ مرتد ہو گیا تھا اور اپنے مخفی کفر کو ظاہر کر دیا تھا اور جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پکڑ کر لایا گیا اور مدینہ کے نوعمر لڑکوں نے آوازے کسنے شروع کیے کہ یہ بھی مرتد ہو گیا تھا تو اس نے یہ جواب دیا کہ میں مسلمان ہی کب ہوا تھا جو مرتد ہوتا لیکن اس کے بعد یہ مسلمان ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جہاد میں بھی شریک ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے اس کے آنے سے قبل اس کی حالت پر تنبیہ فرمادی اور چونکہ یہ بہ نیت اصلاح اور دوسروں کو مضرت سے بچانے کے لئے تھی اس لئے یہ کلام شرعاً غیبت کی حدود میں داخل نہیں ہے اس لئے کہ کسی شخص کی برائی کو اس وجہ سے ظاہر کرنا کہ لوگ اس کی برائی

کا شکار نہ بن جائیں اور کسی نقصان میں نہ پھنس جائیں غیبت کی ممانعت میں داخل نہیں ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ شخص علی الاعلان فاسق تھا اور جو کھلم کھلا فسق و فجور میں مبتلا ہو اس کی غیبت جائز ہے۔ اس کے حاضر ہونے پر اس کے ساتھ نرم کلامی تالیف قلب اور اس کو مانوس کرنے کے لئے فرمائی جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کی خصوصی عادت شریفہ تھی نیز حضور اقدس ﷺ کی عادت شریفہ سب ہی کے ساتھ نرم کلامی کی تھی اور اسی وجہ سے اس کے آنے سے پہلے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ کو اس امر پر متنبہ بھی کردیا کہ حضور اکرم ﷺ کے اس طرز کی وجہ سے اس کو مخلص نہ سمجھیں وہ کچھ بھلا آدمی نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم ﷺ کے طرز معاشرت کی وجہ سے اس کو مخلص اور خیر خواہ سمجھیں اور اس دھوکہ کی وجہ سے کسی مضرت میں پڑ جائیں یا کوئی راز کی بات اس کے سامنے کہہ دیں کہ ایسے منافق لوگ خصوصیات جتانے کے لئے ایسے ہی خصوصی اور اہم تذکرے چھیڑا کرتے ہیں۔ آخری جملہ میں حضور اقدس ﷺ کے پاک ارشاد بدترین شخص کے دو مطلب ہو سکتے ہیں کہ اس کا تعلق آنے والے سے ہو۔ یعنی اس کی فحش گوئی سے بچنے کے لئے اس کے ساتھ یہ برتاؤ کیا گیا کہ یہ فحش گو ہے یا اس کا تعلق حضور اکرم ﷺ کی ذات سے ہے۔ یعنی مجھے فحش گو تو نے کب دیکھا تھا کہ اس کی منتظر تھی۔ وہ برا شخص ہے جس کی بدکلامی کی وجہ سے لوگ اس کے پاس آنا چھوڑ دیں میں اگر ایسی گفتگو کروں تو لوگ میرے پاس کی آمد و رفت چھوڑ دیں۔ جس سے اگرچہ ان کو ہی نقصان ہے مگر حضور اکرم ﷺ کا نقصان کب گوارا فرما سکتے ہیں۔ یہ حدیث ابواب البر والصلۃ میں باب ما جاء فی المداراۃ کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ وَكِيعٍ حَدَّثَنَا جُمَيْعُ بْنُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعِجْلِيُّ حَدَّثَنِي رَجُلٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ مِنْ وَلَدِ أَبِي هَالَةَ زَوْجِ خَدِيجَةَ وَيُكْنَى أَبَا عَبْدِ اللهِ عَنِ ابْنٍ لِأَبِي هَالَةَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ قَالَ قَالَ الْحُسَيْنُ سَأَلْتُ أَبِي عَنْ سِيرَةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي جُلَسَائِهِ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْبِشْرِ سَهْلَ الْخُلُقِ لَيِّنَ الْجَانِبِ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيظٍ وَلَا صَخَّابٍ وَلَا فَحَّاشٍ وَلَا عَيَّابٍ وَلَا مُشَاحٍ يَتَغَافَلُ عَمَّا لَا يَشْتَهِي وَلَا يُؤْيِسُ مِنْهُ رَاجِيهِ وَلَا

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ابا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مجلس کے ساتھ کیسا برتاؤ تھا؟ پس انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خندہ پیشانی، نرم اخلاق اور نرم خو تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سخت گو تھے نہ سخت دل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ چلّاتے تھے نہ فحش گوئی کرتے تھے، نہ عیب گیری کرتے تھے نہ جھگڑا کرتے تھے، ناپسندیدہ بات سے اعراض کرتے تھے، اور ناپسندیدہ بات سے مایوس کرتے تھے اور اس میں موافقت نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے خود کو علیحدہ کر رکھا تھا: جھگڑے سے، تکبر سے اور لایعنی باتوں سے۔ اور تین باتوں سے لوگوں کو بچا رکھا تھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی مذمت نہیں کرتے تھے اور کسی پر عیب نہیں لگاتے تھے، اور کسی کی پوشیدہ باتوں کو تلاش نہیں کرتے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو نہیں فرماتے تھے مگر اس معاملہ میں جس کے ثواب کی امید ہو، اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو حاضرین مجلس اس طرح سر جھکا لیتے تھے کہ گویا ان

يُجِيبُ فِيهِ قَدْ تَرَكَ نَفْسَهُ مِنْ ثَلاثٍ الْمِرَاءِ وَالإِكْبَارِ وَمَا لاَ يَعْنِيهِ وَتَرَكَ النَّاسَ مِنْ ثَلاثٍ كَانَ لاَ يَذُمُّ أَحَدًا وَلاَ يَعِيبُهُ وَلاَ يَطْلُبُ عَوْرَتَهُ وَلاَ يَتَكَلَّمُ إِلاَّ فِيمَا رَجَا ثَوَابَهُ وَإِذَا تَكَلَّمَ أَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ كَأَنَّمَا عَلَى رُؤُوسِهِمُ الطَّيْرُ فَإِذَا سَكَتَ تَكَلَّمُوا لاَ يَتَنَازَعُونَ عِنْدَهُ الْحَدِيثَ وَمَنْ تَكَلَّمَ عِنْدَهُ أَنْصَتُوا لَهُ حَتَّى يَفْرُغَ حَدِيثُهُمْ عِنْدَهُ حَدِيثُ أَوَّلِهِمْ يَضْحَكُ مِمَّا يَضْحَكُونَ مِنْهُ وَيَتَعَجَّبُ مِمَّا يَتَعَجَّبُونَ وَيَصْبِرُ لِلْغَرِيبِ عَلَى الْجَفْوَةِ فِي مَنْطِقِهِ وَمَسْأَلَتِهِ حَتَّى إِنْ كَانَ أَصْحَابُهُ لَيَسْتَجْلِبُونَهُمْ وَيَقُولُ إِذَا رَأَيْتُمْ طَالِبَ حَاجَةٍ يَطْلُبُهَا فَأَرْفِدُوهُ وَلا يَقْبَلُ الثَّنَاءَ إِلاَّ مِنْ مُكَافِئٍ وَلا يَقْطَعُ عَلَى أَحَدٍ حَدِيثَهُ حَتَّى يَجُوزَ فَيَقْطَعُهُ بِنَهْيٍ أَوْ قِيَامٍ

کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں پس جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوجاتے تو لوگ بولتے۔ اور اہل مجلس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی بات میں جھگڑتے نہیں تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی بولتا تو سب لوگ اس کو خاموشی سے سنتے، یہاں تک کہ وہ اپنی بات پوری کر لیتا۔ اور اہل مجلس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گفتگو ان کے پہلے شخص کی گفتگو ہوتی تھی، یعنی ہر شخص کی بات توجہ سے سنی جاتی تھی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے ہنستے جس سے لوگ ہنستے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے تعجب کرتے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح اہل مجلس کا ساتھ دیتے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر فرماتے اجنبی (مسافر) کی سختی پر: اس کی بات میں، اور اس کے سوال کرنے میں یعنی اس کی سخت کلامی اور سوال کرنے میں بے تمیزی کو برداشت کرتے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ان (اجنبیوں) کو تلاش کر کے لاتے (تاکہ وہ بے تکلف سوال کریں)۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: جب تم کسی حاجت مند کو دیکھو جو حاجت طلب کر رہا ہے تو اس کا تعاون کرو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تعریف قبول نہیں کرتے تھے مگر احسان کا بدلہ دینے والے کی طرف سے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات کاٹتے نہیں تھے، یہاں تک کہ وہ حد سے گزر جاتا، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کاٹ دیتے: منع کرنے کے ذریعہ یا مجلس سے اٹھ کھڑے ہونے کے ذریعہ۔

فائدہ: یہ حدیث گزشتہ باب کی ساتویں حدیث کا ٹکڑا ہے۔ مفصل روایت جس میں حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تمام سوالات یکجا ہیں۔ ''جمع الفوائد'' اور ''شفائے قاضی عیاض رحمہ اللہ میں موجود ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے مختلف بابوں کی مناسبت سے اس حدیث کو کئی بابوں میں تھوڑی تھوڑی ذکر کی ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ مَا سُئِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لاَ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی شخص کے کوئی چیز مانگنے پر انکار نہیں فرمایا۔

فائدہ: اگر اس وقت موجود ہوتی تو عطا فرمادیتے ورنہ دوسرے وقت کا وعدہ فرمالیتے یا اس کے حق میں دعا فرماتے کہ حق

تعالیٰ شانہ اس کو کسی اور طریقہ سے عطا فرمائیں۔

(۱۱) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عِمْرَانَ أَبُو الْقَاسِمِ الْقُرَشِيُّ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ أَجْوَدَ مَا يَكُونُ فِي شَهْرِ رَمَضَانَ حَتَّى يَنْسَلِخَ فَيَأْتِيهِ جِبْرِيلُ فَيَعْرِضُ عَلَيْهِ الْقُرْآنَ فَإِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيلُ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اول تو تمام لوگوں سے زیادہ ہر وقت ہی سخی تھے (۱) بالخصوص رمضان المبارک میں تمام مہینہ اخیر تک بہت ہی فیاض رہتے (۲) اور اس مہینہ میں بھی جس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام اللہ شریف سناتے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھلائی اور نفع پہنچانے میں تیز بارش لانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔

تشریح: (۱) کہ کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا کہ خود فقیرانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عطاؤں میں بادشاہوں کو شرمندہ کرتے تھے۔ نہایت سخت احتیاج کی حالت میں ایک عورت نے چادر پیش کی اور سخت ضرورت کے درجہ میں پہنی۔ جب ہی ایک شخص نے مانگ لی اور اس کو مرحمت فرما دی۔ قرض لے کر ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا اور قرض خواہ کے سخت تقاضے کے وقت کہیں سے اگر کچھ آ گیا اور ادائے قرض کے بعد بچ گیا تو جب تک وہ تقسیم نہ ہو جائے گھر نہ جانا ایسے مشہور واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ہو ہی نہیں سکتا۔

(۲) کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ مہینے کی فیاضی بھی اس مہینے کی فیاضی کے برابر نہ ہوتی تھی۔

فائدہ: اس ہوا کے ساتھ تشبیہ سرعت میں ہے کہ ہوا اس قدر تیز نہیں چلتی تھی تیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت چلتی تھی یا نفع کے عام ہونے میں ہے کہ بارش کا نفع اس قدر عام اور سب کو شامل نہیں ہوتا جتنی عام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت تھی۔ بارش کے ساتھ تشبیہ صورت کے اعتبار سے ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت کو بارش سے کیا نسبت! کہ یہ صرف مادی چیزوں کو اگانے والی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارش ظاہر و باطن ضروریات دنیویہ اور دینیہ کو پورا کرنے والی تھی یہ زمین کو زندہ کرتی ہے وہ دلوں کو بھی زندہ کرتی تھی۔ ترمذیؒ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرتبہ نوے ہزار درہم جس کے تقریباً بیس ہزار روپیہ سے زیادہ ہوتے ہیں کہیں سے آئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بوریے پر ڈلوا دیئے اور وہیں پڑے پڑے سب تقسیم کرا دیئے۔ ختم ہونے کے بعد ایک سائل آیا جس کا قصہ تیسری حدیث میں حدیث نمبر ۱۳ کے ذیل میں آ رہا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں رہا کسی سے میرے نام سے قرض لے لے جب میرے پاس ہوگا ادا کر دوں گا یہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عام عادت شریفہ تھی اور رمضان المبارک کے اس وقت کا تو کیا پوچھنا کہ وہ مالک الملک کی طرف سے افضل البشر کے پاس افضل الکلام افضل ترین اوقات میں فرشتوں کے لے کر آنے کا وقت تھا۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ شانہ کے اخلاق کے ساتھ کمال درجہ میں متصف کہ

اصل کمال عاداتِ الٰہیہ کے ساتھ متصف ہونا ہے اور حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں اس ماہ مبارک میں جس قدر رحمت و انعام کے دروازے کھلتے ہیں اس کا کچھ نمونہ دیکھنا ہو تو بندہ کا رسالہ ''فضائل رمضان'' دیکھو۔

(۱۲) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدَّخِرُ شَيْئًا لِغَدٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن کے لئے کسی چیز کو ذخیرہ بنا کر نہیں رکھتے تھے۔

فائدہ: یعنی جو چیز ہوتی کھلا پلا کر ختم فرما دیتے۔ اس خیال سے کہ کل کو ضرورت ہوگی اس کو محفوظ نہ رکھتے تھے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غایت توکل تھا کہ جس مالک نے آج دیا ہے وہ کل بھی عطا کرے گا۔ یہ اپنی ذات کے لئے تھا بیبیوں کا نفقہ ان کے حوالے کر دیا جاتا وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ چاہیں رکھیں یا تقسیم کر دیں مگر وہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں ایک دو گونیں درہموں کی نذرانہ کے طور پر پیش کی گئیں۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے انہوں نے طباق منگوایا اور بھر کر تقسیم فرما دیا خود روزہ دار تھیں افطار کے وقت ایک روٹی اور زیتون کا تیل تھا جس سے افطار فرمایا۔ باندی نے عرض کیا کہ ایک درہم کا اگر آج گوشت منگوا لیتیں تو آج ہم اسی سے افطار کر لیتے ارشاد فرمایا کہ اب طعن دینے سے کیا ہوسکتا ہے اس وقت یاد دلاتی تو میں منگا دیتی ''حکایات صحابہ'' میں ان سچے اتباع کرنے والوں کے کچھ نمونے دکھائے گئے ہیں اس لئے اگر حدیث کا مطلب یہ ہو کہ نہ اپنے لئے نہ گھر والوں کے لئے دوسرے دن کا ذخیرہ نہ ہوتا تھا تب بھی بے محل نہ ہوگا۔ یہ حدیث ماقبل ابواب الزہد باب ماجاء فی معیشۃ النبی کی ساتویں حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مُوسَى بْنِ أَبِي عَلْقَمَةَ الْفَرْوِيُّ الْمَدِينِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ أَنْ يُعْطِيَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا عِنْدِي شَيْءٌ وَلٰكِنِ ابْتَعْ عَلَيَّ فَإِذَا جَاءَنِي شَيْءٌ قَضَيْتُهُ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللهِ قَدْ أَعْطَيْتَهُ فَمَا كَلَّفَكَ اللهُ مَا لَا تَقْدِرُ عَلَيْهِ فَكَرِهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَوْلَ عُمَرَ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی ضرورت مند نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس تو اس وقت کچھ موجود نہیں ہے۔ تم میرے نام سے خرید لو جب کچھ آجائے گا تو میں ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے پاس جو کچھ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم دے چکے ہیں (اور جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت میں نہیں ہے اس کا حق تعالیٰ شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکلف نہیں بنایا۔) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ مقولہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار گزرا تو ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جس قدر جی چاہے خرچ کیجیے اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کیجیے (کہ جو ذات پاک عرش بریں کی مالک ہے اس

اللهِ أَنْفِقْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ إِقْلَالًا فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعُرِفَ الْبِشْرُ فِي وَجْهِهِ لِقَوْلِ الْأَنْصَارِيِّ ثُمَّ قَالَ بِهٰذَا أُمِرْتُ

کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے کیا کمی ہو سکتی ہے)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاری کا یہ کہنا بہت پسند آیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا جس کا اثر چہرہ انور پر ظاہر ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہوں۔

فائدہ: خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی یہی ارشاد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس کھجوروں کی ایک ڈھیر لگی ہوئی دیکھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ آئندہ کی ضروریات کے لئے روک لیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے اس کا ڈر نہیں ہے کہ اس کی بدولت کل قیامت کے دن جہنم کا کچھ دھواں تجھ تک پہنچ جائے؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا (**ولا تخش من ذی العرش اقلالاً**) اے بلال! خرچ کر اور عرش کے مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کر۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور کرم کے واقعات جس کثرت سے ہیں ان کے احاطہ کی کس کو طاقت ہے؟ اس کرم کے لئے یہ بھی ضروری نہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود ہی ہو ضرورت مندوں کے لئے قرض لے کر ان پر خرچ کرنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث میں موجود ہے کہ ایک شخص نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو کچھ رہتا ہی نہیں تھا میں ہی آخر تک اس کا منتظم رہا۔ عادتِ شریفہ یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ننگا دیکھتے تو مجھے اس کے انتظام میں حکم فرماتے، میں کہیں سے قرض لے کر اس کے کپڑے بنواتا اور کھانے کا انتظام کرتا۔ ایک دن مشرکین میں سے ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مجھے بڑی وسعت حاصل ہے تمہیں جو کچھ قرض لینا ہو مجھ سے لے لیا کرو اور کسی سے قرض لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اس سے قرض لینے لگا ایک دن میں وضو کر کے اذان کہنے ہی کو تھا کہ وہ مشرک چند ساتھیوں کو ساتھ لیے ہوئے آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ او حبشی! میں نے کہا حاضر ہوں، وہ نہایت ترش روئی سے مجھے برا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا کہ اس مہینہ کے ختم میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا کہ مہینہ تو ختم ہونے کے قریب ہے۔ کہنے لگا کہ یہ چار دن باقی ہیں اگر اس وقت تک قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے قرضہ میں غلام بنالوں گا اور جیسا کہ پہلے غلامی کی حالت میں بکریاں چرایا کرتا تھا وہی صورت پھر ہو جائے گی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں سن کر جو لوگوں پر گزرتی ہے مجھ پر بھی گزری، میں عشاء کی نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ سارا قصہ سنا کر عرض کیا کہ حضور اکرم اتنی جلدی انتظام کیا ہو سکتا ہے کہ ادائیگی کے لئے نہ آپ کے پاس کچھ ہے نہ میرے پاس؟ میں روپوش ہو جاؤں جب آپ ادائیگی فرما دیں گے میں حاضر ہو جاؤں گا، ورنہ مجھے سخت ذلیل کرے گا۔ صبح کی نماز سے قبل ایک شخص دوڑتا ہوا آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا رہے ہیں میں حاضر ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے تیرے قرضے کا انتظام کر دیا ہے یہ چار اونٹنیاں جو سامان سے لدی ہوئی کھڑی ہیں یہ فدک کے حاکم نے ہدیۃً بھیجا ہے۔ میں نے صبح کو وہ سب قرضہ بے باک کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کر دی کہ اللہ جل شانہٗ نے قرضہ سے آپ کو سبکدوش کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ

اس سامان میں سے کچھ بچا ہے یا نہیں؟ میں نے عرض کیا کہ کچھ بچ گیا۔ عشاء کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا کہ مستحقین آئے ہی نہیں ابھی کچھ باقی ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ رات مسجد میں گزاری مکان پر تشریف نہیں لے گئے۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر دریافت فرمایا میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ نے اس کے بارے آپ کو سبکدوش فرمایا وہ سب تقسیم ہو گیا۔ تب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اپنے مکان پر تشریف لے گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۴) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَقِيلٍ عَنِ الرُّبَيِّعِ بِنْتِ مُعَوِّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقِنَاعٍ مِنْ رُطَبٍ وَأَجْرٍ زُغْبٍ فَأَعْطَانِي مِلْءَ كَفِّهِ حُلِيًّا وَذَهَبًا

ربیع کہتی ہیں کہ میں ایک طباق کھجوروں کا اور کچھ چھوٹی چھوٹی پتلی پتلی ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا دستِ مبارک بھر کر سونا اور زیور مرحمت فرمایا۔

فائدہ: یہ حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میوہ استعمال کرنے کے ذکر میں نمبر ۶ اور ۷ پر گزر چکی ہے۔

(۱۵) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْبَلُ الْهَدِيَّةَ وَيُثِيبُ عَلَيْهَا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے اور اس پر بدلہ بھی دیا کرتے تھے۔

فائدہ: کمال خلق ہے کہ ہدیہ واپس کرنے میں دوسرے کی دل شکنی کا خیال ہے اور بدلہ نہ دینے میں اس کو کوئی نفع نہیں۔ بلکہ بسا اوقات غلبہ محبت میں آدمی مشقت اٹھا کر ہدیہ دیا کرتا ہے۔ بدلہ کی صورت میں اس کی دلداری ہو گئی اور اس کو کوئی نقصان بھی نہ ہوا بلکہ نفع ہوا۔ اس لئے کہ بعض حدیثوں میں ''وَيُثِيبُ منها'' وارد ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ اس سے بہتر بدلہ دیتے تھے اور دوسری روایات سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول معلوم ہوتا ہے کہ ہدیہ سے زیادہ بدلہ دیتے تھے۔ یہ حدیث ماقبل ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی قبول الہدیۃ والمکافاۃ علیہا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴۹) بَابُ مَا جَاءَ فِي حَيَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاء کا ذکر

فائدہ: یہ مضمون اگرچہ عادات کا جزو ہے اور اس لحاظ سے گزشتہ باب میں داخل ہو سکتا تھا مگر غایت اہتمام کی وجہ سے اس کو مستقل ذکر کیا کہ خالق اور مخلوق دونوں کے ساتھ کے معاملات میں حیاء پر ایک مستقل مدار ہے، حدیث میں وارد ہے کہ جب تجھ سے حیاء جاتی رہے پھر جو چاہے کر گزر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر کمال درجہ منتہیٰ پر تھا۔ جس باب کو شروع کیا جائے اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کرنے کے لئے الفاظ کما حقہ میسر نہیں ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاء کے دو چار واقعات نہیں ہیں سیکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کثرت حیاء کی وجہ سے کسی شخص کے چہرہ پر نگاہ نہیں جماتے تھے۔ یعنی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کسی سے بالمقابل نہ ہوتے تھے۔ امام ترمذیؒ نے بھی نمونتاً اس باب میں دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ حیاء کی کئی قسم ہوتی ہے۔ ایک قسم کرم کی

حیاء کہلاتی ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ولیمہ کیا تو کھانے سے فارغ ہونے کے بعد چند لوگ بیٹھے رہے اور باتوں میں مشغول رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کا بیٹھنا بار تھا اور بار بار کبھی باہر تشریف لے جاتے تھے کبھی اندر تشریف لاتے تھے۔ مگر شرم کی وجہ سے ان کو اٹھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ احزاب کے آخر کے قریب اس قصہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ دوسری قسم، عاشق کی اپنے محبوب سے شرم ہوتی ہے کہ بولنا بھی دشوار ہوتا ہے۔

شوقِ افزوں مانع عرضِ تمناداب حسن ۔۔۔ بار ہا دل نے اٹھائے ایسی لذت کے مزے

تیسری قسم بندگی کی شرم ہوتی ہے کہ بندگی میں اپنے آپ کو قاصر پائے اور مولا سے شرم میں بڑھتا جائے۔ چوتھی قسم، خود اپنی ذات سے شرم ہوتی ہے کہ آدمی ہمت سے کسی کام کو شروع کرے اور اس میں کوئی نقص رہ جائے تو خود اپنے سے شرم آنے لگتی ہے کہ ذرا سا کام بھی نہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ یہ شرم کا اعلیٰ درجہ ہے جو شخص خود اپنے سے شرماتا ہے وہ دوسرے سے بطریق اولیٰ شرمایا کرتا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی الحیاء کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۱) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي عُتْبَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشَدَّ حَيَاءً مِنَ الْعَذْرَاءِ فِي خِدْرِهَا وَكَانَ إِذَا كَرِهَ شَيْئًا عَرَفْنَاهُ فِي وَجْهِهِ

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شرم وحیاء میں کنواری لڑکی سے جو اپنے پردہ میں ہو کہیں زیادہ بڑھے ہوئے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے پہچان لیتے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم غایت شرم کی وجہ سے اظہار ناپسندیدگی بھی نہ فرماتے تھے)۔

فائدہ: ''کنواری جو اپنے پردہ میں ہو'' کے دو مطلب علماء نے لکھے ہیں۔ ایک جماعتِ علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے پردہ نشین کنواری لڑکی مراد ہے کہ وہ اس کنواری لڑکی سے جو باہر پھرتی ہو بہت زیادہ شرمیلی ہوتی ہے گو کنواری ہر ایک ہی شرم دار ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت نے کنواری لڑکی کے نکاح کی اجازت کے لئے اس کے سکوت کو کافی بتایا ہے کہ کنواری کے لئے شرم طبعی چیز ہے اور بالخصوص پردہ نشین لڑکی اور بعض علماء نے پردہ نشین لڑکی سے وہ لڑکی مراد لی ہے جو پردہ میں تربیت دی گئی ہو کہ اس کو عورتوں سے بھی پردہ کرایا گیا ہو۔ چنانچہ باہر کی پھرنے والی عورتوں سے پردہ بہت سے خاندانوں میں مروج ہے کہ یہ لڑکی جس قدر شرمیلی ہوگی ظاہر ہے دوسرا مطلب بعض علماء نے اپنے پردہ میں ہونے سے کنایہ بتایا ہے۔ شبِ عروس کا کہ کنواری لڑکی پہلی شب جس قدر شرمیلی ہوتی ہے وہ ظاہر ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ مُوسَى بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيدَ الْخَطْمِيِّ عَنْ مَوْلًى لِعَائِشَةَ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا نَظَرْتُ إِلَى فَرْجِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ قَالَتْ مَا رَأَيْتُ فَرْجَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطُّ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاء اور تستر کی وجہ سے) مجھے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محل شرم دیکھنے کی ہمت نہیں پڑی اور کبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرم کی وجہ سے ہمت نہیں پڑی تو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو کیا دیکھتے، اور اصولی بات ہے کہ شرمیلے آدمی کے سامنے دوسرے کو مجبوراً شرم کرنا پڑتا ہے۔ اور ایک دوسری روایت میں بالتصریح اس کی بھی نفی ہے کہ نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی میرے ستر کو دیکھا نہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو دیکھا اور جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا باوجودیکہ تمام بیبیوں میں سب سے زیادہ بے تکلف تھیں، سب سے زیادہ محبوب تھیں ان کا یہ حال ہے تو اوروں کا کیا ذکر، چنانچہ حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیوی سے صحبت کرتے تو آنکھیں بند کر لیتے اور سر جھکا لیتے اور بیوی کو بھی سکون و وقار کی تاکید فرماتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجروں کے پیچھے جا کر غسل فرمایا کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محل ستر کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ نبوت سے قبل جبکہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ عرب کے دستور کے موافق کہ ستر کے چھپانے کا ایسا کچھ اہتمام نہ تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لنگی کو پتھر کے نیچے رکھ لیا اسی وقت بے ہوش ہو کر گر گئے حالانکہ شرعی احکام اس وقت تک نازل بھی نہ ہوئے تھے۔

⑤⓪ بَابُ مَا جَاءَ فِي حِجَامَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینگی، پچھنے لگوانے کا ذکر

فائدہ: اس باب میں مصنف رحمہ اللہ نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں سینگی کے استعمال کے واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ معمولات نبویہ میں علاج بدن اور دوا کا استعمال کرنا بھی تھا۔ علاج کرنا توکل کے منافی نہیں ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر متوکل کون ہوگا مگر اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علاج کے طور پر سینگی کا استعمال متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے اور حق تو یہ ہے کہ توکل اسباب کے منافی نہیں ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ میں جس میں آپ نے مبشرات کو جمع کیا ہے اور اپنے بہت سے مکاشفات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خوابوں میں جو سوالات کیے ہیں ذکر کیے ہیں لکھا ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کے اختیار کرنے میں اور اسباب کے ترک کرنے میں کونسی چیز افضل ہے؟ تو مجھ پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے اسباب و اولاد غرض ہر چیز سے طبیعت سرد پڑ گئی۔ اس کے بعد میری طبیعت پر ایک انکشاف ہوا جس کا اثر یہ ہوا کہ طبیعت تو اسباب کی طرف متوجہ ہے اور روح تسلیم و تفویض کی طرف مائل ہے فقط، حق یہ ہے کہ یہی اصل توکل ہے کہ اسباب کو بالکل غیر موثر سمجھیں اسباب میں تاثیر بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے ہے اس کی مشیت کے بغیر اسباب بھی کچھ نہیں بنا سکے۔

از قضا سرکنگبین صفرا فزود　　　　روغن بادام خشکی مے نمود

''مقدارات الٰہیہ کے سامنے کسی کا بس بھی نہیں ہے کہ سرکہ کے استعمال سے صفرا بڑھ جائے اور روغن بادام سے خشکی ہونے لگے''۔ حضرت اقدس شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے رسالے میں ہے کہ یہ اسباب کا مسئلہ منجملہ ان تین وصیتوں کے ہے جن کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی اور شاہ صاحب رحمہ اللہ کو طبعی رجحان کے خلاف پر مجبور کیا

گیا۔ دوسرا تفضیل شیخین کی ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر، تیسرا مسئلہ تقلید کے نہ چھوڑنے کا ہے کہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کا میلان تقلید کے چھوڑنے پر تھا مگر مجبور کیا گیا کہ کسی ایک امام کی تقلید ضرور کریں۔ تفصیل کا یہاں محل نہیں ہے، شاہ صاحب رحمہ اللہ کے رسائل ''فضل مبین'' اور ''فیوض الحرمین'' میں ہر دو کی تفصیلات ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ سُئِلَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ كَسْبِ الْحَجَّامِ فَقَالَ أَنَسٌ: احْتَجَمَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَمَهُ أَبُو طَيْبَةَ فَأَمَرَ لَهُ بِصَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ وَكَلَّمَ أَهْلَهُ فَوَضَعُوا عَنْهُ مِنْ خَرَاجِهِ وَقَالَ إِنَّ أَفْضَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَإِنَّ مِنْ أَمْثَلِ دَوَائِكُمُ الْحِجَامَةَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کسی نے سینگی لگوانے کی اجرت کا مسئلہ پوچھا کہ جائز ہے یا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ابوطیبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگائی تھی۔ آپ نے دو صاع کھانا (ایک روایت میں کھجور بھی آیا) مرحمت فرمایا اور ان کے آقاؤں سے سفارش فرما کر ان کے ذمہ جو محصول تھا اس میں کمی کرادی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے۔

فائدہ: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قیمت ادا فرمائی تو مسئلہ کا جواب ظاہر ہو گیا، غالباً سوال کا منشا یہ ہوگا کہ بعض حدیثوں میں اس پیشہ کی مذمت آئی ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ اس میں چونکہ خون چوسنا پڑتا ہے جو ایک ناپاک چیز ہے اس لئے اس میں احتیاط کی بہت ضرورت ہے کہ منہ کو پاک کرنے کا اہتمام کیا جائے اور اس کی احتیاط رکھی جائے۔ اسی طرح بعض دوسرے پیشوں کے متعلق بھی بعض احادیث میں کچھ تنبیہات وارد ہوئی ہیں جس سے بعض لوگوں کو اشکالات اور اشتباہات پیدا ہو گئے حالانکہ روایات کا مفہوم صاف اور واضح ہے کہ جس پیشہ کے متعلق بھی ارشاد عالی وارد ہوا ہے اس میں کوئی خاص اہم بات قابل لحاظ اور قابل اصلاح تھی جس پر تنبیہ مقصود ہے، حدیث بالا میں محصول سے یہ مراد ہے کہ غلام کو اس شرط پر چھوڑ دیا جاتا ہے کہ اتنی مقدار روزانہ ہمارے حوالے کر دیا کرو بقیہ سے ہمیں کچھ کام نہیں وہ تمہارا ہے اس طرح کا غلام ''عبد ماذون'' کہلاتا ہے۔ ان کا محصول روزانہ تین صاع جو مقرر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش سے ایک صاع کم ہو کر دو صاع رہ گیا تھا۔ صاع میں علماء کا اختلاف ہے فقہائے حنفیہ کے نزدیک تقریباً چار سیر وزن کا ایک صاع ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ سینگی لگانا بہترین دوا ہے بالکل صحیح ہے مگر اس کے مخاطب حرمین کے نوجوان ہیں اور ایسے ہی ہر گرم ملک کے رہنے والے کہ ان کا خون رقیق ہونے کی وجہ سے بدن کی سطح کے ظاہر کی طرف زیادہ مائل ہوتا ہے اور ملکی حرارت اس کو ظاہر کے زیادہ قریب کر دیتی ہے۔ اسی وجہ سے حکماء چالیس سے زیادہ عمر والے کے لئے سینگی کو مفید نہیں بتاتے۔ یہ حدیث ابواب البیوع باب ماجاء فی الرخصۃ فی کسب الحجام کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ حَدَّثَنَا وَرْقَاءُ بْنُ عُمَرَ عَنْ عَبْدِ الْأَعْلَى عَنْ أَبِي جَمِيلَةَ عَنْ عَلِيٍّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَأَمَرَنِي فَأَعْطَيْتُ الْحَجَّامَ أَجْرَهُ

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگی لگوائی اور مجھے اس کی مزدوری دینے کا حکم فرمایا میں نے اس کو ادا کیا۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی دو فائدے ہیں، ① سینگی کے استعمال ② اس کی اجرت ادا کرنے کا جواز۔

(۳) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ الْهَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَظُنُّهُ قَالَ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ فِي الْأَخْدَعَيْنِ وَبَيْنَ الْكَتِفَيْنِ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ وَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُعْطِهِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی دونوں جانب پچھنے لگوائے اور دونوں شانوں کے درمیان اور اس کی اجرت بھی مرحمت فرمائی۔ اگر ناجائز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے مرحمت فرماتے۔

فائدہ: چونکہ سینگی لگانے میں منہ سے خون کھینچنا پڑتا ہے، اس وجہ سے بعض احادیث میں اس کی کمائی اور پیشہ کی برائی آئی ہے جیسا کہ شروع میں گزرا ہے۔ بعض روایتوں میں اس کی کمائی کو خبیث قرار فرمایا ہے، جس کی بناء پر بعض علماء اس کی اجرت کو ناجائز فرماتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دونوں روایتوں کو اس طرح جمع کرتے ہیں کہ ممانعت (اُجرت) کی روایت کو آزاد لوگوں کے حق میں بتاتے ہیں اور اجازت (اُجرت) کی روایت کو غلاموں کے حق میں اور چونکہ ابوطیبہ بھی غلام تھے اس لئے اجرت دینے میں کوئی اشکال نہیں۔

شارح کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابوطیبہ کا نام نافع ہے یہ بنو بیاضہ کے مولیٰ ہیں جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس بات کی تردید کر کے کہا کہ ابوطیبہ بنو حارثہ کے مولیٰ محیصۃ الانصاری ہے (کمافی المحشی)

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خبیث اس لئے فرمایا کہ یہ ایک مسلمان کی ضرورت ہے جس کی اعانت دوسرے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اس لئے بلا اجرت سینگی لگانا چاہیے تھا۔ غرض علماء اس بارے میں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل سے جواز (اُجرت) پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ (اُجرت) ناجائز ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مرحمت فرماتے۔

(۴) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا حَجَّامًا فَحَجَمَهُ وَسَأَلَهُ كَمْ خَرَاجُكَ فَقَالَ ثَلَاثَةُ آصُعٍ فَوَضَعَ عَنْهُ صَاعًا وَأَعْطَاهُ أَجْرَهُ

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سینگی لگانے والے کو بلایا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینگی لگائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ان کا روزانہ کا محصول دریافت فرمایا تو انہوں نے تین صاع بتلایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع کم کرادیا اور سینگی لگانے کی اجرت مرحمت فرمائی۔

فائدہ: بظاہر یہ وہی ابوطیبہ ہیں جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گزر چکا ہے کہ ابتدا میں ان کا روزانہ محصول تین صاع یومیہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر ایک صاع کم کر دیا گیا اور دو صاع رہ گیا۔

(۵) حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْعَطَّارُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ وَجَرِيرُ بْنُ حَازِمٍ قَالَا حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْأَخْدَعَيْنِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں جانبوں میں اور ہر دو شانوں کے درمیان سینگی لگواتے تھے اور عموماً 17

وَالْكَاهِلِ وَكَانَ يَحْتَجِمُ لِسَبْعَ عَشْرَةَ وَتِسْعَ عَشْرَةَ وَإِحْدٰى وَعِشْرِينَ یا 19 یا 21 تاریخ میں اس کا استعمال فرماتے تھے۔

فائدہ: ان تاریخوں کی اور بھی بعض روایتوں میں خصوصیت آئی ہے۔ اطباء کا قول بھی اس کے موافق ہے ابن سینا سے نقل کیا گیا ہے کہ سینگی لگانا مہینے کے شروع میں اور ختم میں اچھا نہیں ہے بلکہ مہینے کے وسط میں ہونا چاہیے۔ اس روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے بار بار مختلف ایام میں سینگی لگوانا معلوم ہوتا ہے اور بھی جو روایات اس باب میں ذکر کی جا رہی ہیں اُن سے مختلف مقامات پر سینگی لگانا معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہود نے خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر قاتل کھلا دیا تھا جو نہایت سخت تھا اور مقصد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے یہ مخالفت کا قصہ ہی ختم ہو جائے۔ اگر چہ اس گوشت کو جس میں زہر تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا نوش نہ فرمایا تھا مگر جس قدر بھی کھایا گیا اس کا یہ اثر تھا کہ وہ مختلف اوقات میں بالخصوص گرمی کے زمانہ میں بار بار عود کرتی تھی اور جس جانب مادہ کا زور ہوتا تھا اسی جانب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سینگی کے استعمال کی ضرورت ہوتی تھی اور سمی (زہریلا) مادہ چونکہ خون میں حلول کرتا ہے اور وہ سارے بدن میں سرایت کرتا ہے اس لئے مختلف مقامات پر اس کا زور ہوتا تھا۔ یہ حدیث ماقبل ابواب الطب باب ماجاء فی الحجامۃ کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ بِمَلَلٍ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے موضع ملل میں (جو مکہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ایک جگہ ہے) حالتِ احرام میں پشت قدم پر سینگی لگوائی۔

فائدہ: حالتِ احرام میں سینگی لگوانا بعض ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے لیکن حنفیہ کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ بال نہ اکھڑیں۔ ان روایات میں سینگی کا استعمال کثرت سے نقل کیا گیا ہے اور بھی احادیث کی کتابوں میں سینگی کا استعمال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل دونوں سے نقل کیا گیا ہے اور فصد کا استعمال نقل نہیں کیا گیا۔ حالانکہ اطباء کے نزدیک فصد بہ نسبت سینگی کے زیادہ نافع ہے اور بہت سے امراض میں اکسیر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں علی الاطلاق نافع نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں تفصیل ہے حجاز کا ملک گرم ہے اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اس ملک کے باشندوں کے لئے سینگی زیادہ مناسب ہے، اس لئے کہ موسم کے گرم اور سرد ہونے سے مزاجوں میں بے حد تفاوت ہو جاتا ہے۔ گرم ملکوں میں اور اسی طرح دوسرے ملکوں میں گرمی کے زمانہ میں حرارت بدن کے ظاہری حصہ پر آ جاتی ہے اور باطنی حصہ میں برودت کا اثر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گرمی کے زمانہ میں پسینہ کثرت سے آتا ہے اور باطنی برودت کی وجہ سے کھانے کے ہضم میں دیر لگتی ہے اور مختلف امراض پیدا ہوتے ہیں بخلاف سرد ملکوں کے اور اسی طرح سردی کے زمانہ میں دوسرے ملکوں میں آدمی کی حرارت ماحول کی سردی کی وجہ سے اندرون بدن میں چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہضم میں قوت پیدا ہوتی ہے، پیشاب میں سے بھاپ نکلتی ہے، امراض میں کمی ہوتی ہے اس لئے بقراط کا مقولہ ہے کہ سردی کے موسم میں اندرونِ بدن گرم زیادہ ہوتا ہے اور نیند زیادہ آتی ہے اور کھانا بسہولت ہضم ہوتا ہے اسی وجہ سے ثقیل غذائیں سردی میں بسہولت ہضم ہو جاتی ہیں اور گرمی میں بدقت۔ اسی وجہ سے اہل حجاز کو شہد، کھجور وغیرہ گرم چیزوں کے

استعمال سے نقصان نہیں ہوتا۔ سینگی میں چونکہ خون ظاہر بدن سے نکلتا ہے اور حجاز میں ظاہر بدن پر حرارت زیادہ ہوتی ہے اس لئے سینگی وہاں کے لئے زیادہ مناسب ہے اور فصد میں اندرون بدن سے اور رگوں سے خون کھنچتا ہے اس لئے فصد وہاں کے مناسب نہیں ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال میں یہ منقول نہیں ہے۔

(۵۱) بَابُ مَا جَاءَ فِي أَسْمَاءِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض نام اور بعض القاب کا ذکر

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت سے القاب معنی کے لحاظ سے تعظیماً اور تعریفاً استعمال کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ترمذی کی شرح میں ابن العربی سے ایک ہزار نام نقل کیے گئے ہیں۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ مستقل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناموں میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پانچ سو (۵۰۰) نام ذکر کیے ہیں۔ احادیث میں خاص خاص مواقع میں خاص خاص ناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سب ناموں کا احصاء کسی ایک روایت میں نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میرے قرآن شریف میں سات نام ہیں۔ "محمد"، "احمد"، "یٰسین"، "طٰہٰ"، "مزمل"، "مدثر"، "عبداللہ" ناموں کی کثرت شرافت اور عزت پر عموماً دلالت کیا کرتی ہیں۔ مصنفؒ نے ہر بات میں مختصر نمونہ کے طور پر چند احادیث وارد کی ہیں اس لئے اس باب میں بھی صرف دو حدیثیں ذکر فرمائی ہیں جن میں نو نام آ گئے ہیں۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور القاب قرآن مجید میں بہت آئے ہیں چنانچہ بعض علماء نے ننانوے نام جمع کئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک کی تعداد کے مطابق ہیں بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر سابقہ آسمانی کتابوں اور قرآن و حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تلاش کئے جائیں تو ان کی تعداد تین سو تک اور ایک قول کے مطابق چار سو تک پہنچتی ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ سے جو مالکی مسلک کے بڑے عالموں میں سے ہیں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارک ایک ہزار ہیں اور اس کے حبیب کے نام بھی ایک ہزار ہیں نیز ناموں سے مراد وہ اوصاف وصفات ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات متصف ہے نیز رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں کوئی نام جامد نہیں بلکہ سب نام مشتقات ہیں اور ہر وصف وصفت سے ایک نام نکلتا ہے۔

(۱) عَنْ سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْمَخْزُومِيُّ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِي أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِي يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِي

جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بہت سے نام ہیں منجملہ ان کے محمد اور احمد ہے اور ماحی ہے جس کے معنی مٹانے والے کے ہیں (۱) اور ایک نام حاشر ہے کہ حق تعالیٰ شانہ قیامت میں حشر کے لئے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائیں گے (۲) اور ایک نام میرا عاقب ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب انبیاء سے پیچھے تشریف لائے ہیں

يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِي. وَأَنَا الْعَاقِبُ، وَالْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدَهُ نَبِيٌّ

اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد نبی نہ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نہیں آئے گا۔

تشریح: ① حق تعالیٰ شانہ نے میرے ذریعے کفر کو مٹایا ہے۔

② اور تمام امت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حشر کی جائے گی۔ اور اٹھائی جائے گی۔ تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے حشر کا سبب بنے۔

فائدہ: اخیر کے تین نام مع وجہ تسمیہ کے ذکر کیے گئے ہیں لیکن اول کے دوناموں کی وجہ روایت میں نہیں ہے۔ بظاہر اس وجہ سے کہ پہلے دو نام ہیں اور باقی صفات ہیں، یا اس وجہ سے کہ ان ناموں کی بہت سی وجوہ ہو سکتی ہیں، یا اس وجہ سے کہ ان کی وجوہ ظاہر تھیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ محمد حمد کا مبالغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت حمد کیا گیا۔ یا تو اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصالِ حمیدہ بہت زیادہ ہیں، یا اس وجہ سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مرۃً بعد مرۃً کی گئی، یا اس وجہ سے کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت سے حمد کی ہے اور اسی طرح ملائکہ نے، سابقین انبیاء علیہم السلام نے، اولیاء نے یا تفاؤل کے طور پر ہے کہ بہت زیادہ حمد کی جائے، یا اس وجہ سے کہ اولین و آخرین سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ثنا خواں ہیں اور قیامت میں سب ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ جس کا نام "حمد کا جھنڈا" ہے اور احمد کے معنی زیادہ تعریف کرنے والے کے ہیں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی بھی "زیادہ تعریف کیے گئے" ہوں۔ اس صورت میں یہ لفظ پہلے لفظ کے ہم معنی ہے لیکن پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اللہ جل شانہٗ کی تعریف کرنے والے ہیں جو دنیا کے اعتبار سے بھی ظاہر ہے اور آخرت میں ہے ہی کہ قیامت میں حمد کا جھنڈا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہوگا۔ مقام محمود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے شفاعت کے وقت آپ اللہ جل شانہ کی ایسی حمد کریں گے جو کبھی کسی نے نہ کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ اس وقت اللہ جل شانہٗ کی وہ تعریفیں مجھے القا ہوں گی جو اس وقت مستحضر نہیں ہیں۔ علماء نے لکھا ہے کہ "محمد" حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص نام ہے جو پہلے لوگوں میں سے کسی نے نہیں رکھا۔ البتہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا زمانہ قریب تھا تو بہت سے لوگوں نے اس امید پر کہ شاید ہماری ہی اولاد ان بشارتوں کی مستحق بن جائے جو پہلی کتابوں میں ہیں اور یہی نبی بن جائے محمد نام رکھا لیکن "اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ" (الانعام ۱۲۴) اللہ ہی بہتر جاننے والا ہے اس جگہ کو جہاں اپنی رسالت کو تجویز فرماتا ہے۔ یہ حدیث ابواب الاستیذان والآداب میں باب ما جاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَرِيفٍ الْكُوفِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ لَقِيتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِينَةِ فَقَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا نَبِيُّ الرَّحْمَةِ وَنَبِيُّ التَّوْبَةِ وَأَنَا

حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے راستہ میں ملا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جا رہے تھے تذکرۃ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا نام محمد ہے اور احمد ہے اور نبی الرحمۃ ہے اور نبی التوبہ ہے اور میں مقفی

الْمُقَفّٰى وَأَنَا الْحَاشِرُ وَنَبِيُّ الْمَلَاحِمِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ أَخْبَرَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَهُ بِمَعْنَاهُ هٰكَذَا قَالَ حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ زِرٍّ عَنْ حُذَيْفَةَ

ہوں اور حاشر ہوں اور نبی ملاحم ہوں ۔ بیان کیا اسحاق بن منصور نے ،نضر بن شمیل ،حماد بن سلمۃ ،عاصم ،زر، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح نقل کرتے ہیں اسی طرح حماد بن سلمۃ عاصم سے وہ زر سے وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

فائدہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسماء کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا کہ یہ نام پہلی کتابوں میں پیشین گوئی کے طرز پر لکھے ہوئے تھے ۔ اہل کتاب ان اسماء وصفات سے آپ کو پہچانتے تھے ۔ ان میں پہلا نام نبی ''الرحمۃ'' ہے جس کا ترجمہ ہے رحمت کا نبی یعنی حق تعالیٰ شانہ' نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات کو مسلمان اور کافر سب کے لئے باعث رحمت بنایا ہے ۔ چنانچہ خود قرآن شریف میں ہے ''وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ'' (الانبیاء:۱۰۷) ہم نے تم کو تمام عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے ،مسلمانوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے کہ دنیا وآخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وسیلہ ہے ،کفار کے لئے اس لئے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف وشفقت کی وجہ سے پہلی امتوں کی طرح اس امت پر عذاب عامہ نازل نہ ہوا بلکہ قرآن پاک میں یہ وعدہ ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ان کافروں کو ہرگز عذاب نہ کریں گے اور نیز اتنے (جب تک) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بقاء رہے گا اتنے (تب تک) تمام عالم کا نظام باقی رہے گا ،جس وقت دنیا میں ایک بھی اللہ کا نام لینے والا باقی نہ رہے گا نظام عالم درہم برہم ہو کر قیامت قائم ہو جائے گی ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے کسی امت یا جماعت کی خصوصیت نہیں ہے ۔ اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم کے لئے رحمت ہیں کہ جس کا دل چاہے اس رحمت میں داخل ہو جائے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آپس میں تراحم اور ایک دوسرے کے ساتھ رحمت اور شفقت کی تعلیم لے کر آئے ہیں اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی ہیں ۔ نیز اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے کھلے ہوئے ہیں نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمتوں کی خبریں اور بشارتیں دینے والے ہیں ۔ ان معنوں کے اعتبار سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی ہیں نیز آپ کا دین سراسر رحمت ہے ،اس لئے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی ہیں ۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی صفت قرآن شریف میں '' رحماء بینهم '' (الفتح ۲۹) وارد ہوئی ہے ۔ یعنی آپس میں رحمت کا برتاؤ کرنے والے ،اس لحاظ سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت کے نبی ہیں ۔ دوسرا نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ''نبی التوبہ'' ہے جس کا ترجمہ ہے توبہ کا نبی (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے صرف توبہ اپنی شرائط کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لئے کافی کر دی گئی ، بخلاف بعض پہلی امتوں کے کہ ان کی توبہ قبول ہونے کے لئے قتل نفس وغیرہ شرط تھا) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو کثرت سے توبہ کا حکم کرنے والے ہیں نیز خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت کثرت سے توبہ کرنے والے ہیں ۔ (ان وجوہ میں سے ہر وجہ ایسی ہے جس کی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو توبہ کا نبی کہا جا سکتا ہے) ایسے ہی ایک نام مُقفّی ہے (یعنی سب سے پیچھے آنے والا جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو ، یا پہلے انبیاء کا اتباع کرنے والا) علماء نے دونوں معنی لکھے ہیں ، دوسرے معنی کا یہ حاصل ہے کہ

اصل توحید اور اصول دین میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق تھے اور تمام انبیاء ایک دوسرے کے اصل دین توحید اور مکارم اخلاق میں موافق رہے فروعات مذہب میں اختلاف رہا۔ ایک نام حاشر ہے جس کا مطلب گزشتہ حدیث میں گزر چکا ہے۔ ایک لقب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی الملاحم ہے (یعنی ملحموں کا نبی) ملحمہ اس لڑائی کو کہتے ہیں جس میں بہت کثرت سے قتل وقتال ہو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس نام کی وجہ ظاہر ہے کہ جہاد جس قدر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوا اتنا کسی نبی کی امت میں نہیں ہوا، نیز اس امت میں ہمیشہ رہے گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشن گوئی ہے کہ میری امت میں جہاد قیامت تک جاری رہے گا حتیٰ کہ اخیر حصۂ امت دجال سے قتال کرے گا۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس لفظ کے معنی اجتماع اور التیام کے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جو اجتماعی صورت گزر چکی ہے اور باوجود اختلافات کے اس گئے گزرے دور میں بھی پائی جاتی ہے۔ کسی نبی کی امت میں ایسی مسلسل نہیں پائی جاتی نیز ملحمہ کے معنی فتنۂ عظیم کے بھی ہیں۔ اس معنی کے اعتبار سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام صحیح ہے۔ اس لئے کہ اس امت میں قیامت کے قریب ایسے بڑے بڑے اور سخت فتنے پیدا ہوں گے جن کی نظیر کسی نبی کی امت میں نہیں ہے۔ ایک دجال ہی کا فتنہ ایسا سخت ہے کہ حد نہیں ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر ہر نبی نے دجال کے فتنے سے لوگوں کو ڈرایا ہے۔ ایسے ہی یاجوج ماجوج وغیرہ وغیرہ سخت حوادث آنے والے ہیں جن کے آثار شروع ہیں۔ ''اللھم احفظنا منھا بمنك و فضلك و جاہ نبیك و حبیبك''۔

⑤٢ بَابُ مَا جَاءَ فِي عَيْشِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے گزر اوقات کا ذکر

فائدہ: یہ باب پہلے گزر چکا ہے بعض نسخوں میں سب روایات ایک جگہ ذکر کی ہیں۔ مقام کے مناسب بھی یہی بات ہے لیکن جو نسخے ہمارے پاس موجود ہیں ان میں یہ باب مکرر پایا جاتا ہے۔ اگر نقل کرنے والوں کی غلطی سے ایسا نہیں ہوا تو بہت ممکن ہے کہ خود امام ترمذی رحمہ اللہ نے کسی مصلحت سے اس کو مکرر لکھا ہو۔ غور سے متفرق مصالح اس کی سمجھ میں آتی ہیں ممکن ہے امام ترمذیؒ نے ایک لطیف اشارہ اس طرف کیا ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فقر اور تنگی کو اختیار کرنا ابتدا سے لے کر اخیر تک رہا، اس لئے ابتدائی زمانہ کی طرف اول اشارہ فرمایا اور وفات کے قریب اس باب کو ذکر فرما کر اخیر زمانہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ باوجود خیبر اور حنین وغیرہ کی غنیمتوں کے اپنا حال وہی فقر وفاقہ تھا اور حق یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ حرص وطمع دور فرمائے تو فقر وفاقہ میں بھی لذت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ میرے لئے مکہ کی زمین کو سونے کی بنا دے، میں نے عرض کیا کہ یا اللہ! یہ نہیں بلکہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تا کہ تیرا شکر کروں اور ایک دن بھوکا رہوں کہ تیرے سامنے عاجزی کروں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں تم لوگوں پر فقر وفاقہ سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح پھیل جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی اور تم اس میں اس طرح دل لگانے لگو جس طرح ان لوگوں نے دل لگایا اور یہ تم کو بھی اسی طرح ہلاک کر دے جیسا کہ ان کو ہلاک کر دیا۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ دعا فرمائی کہ اے اللہ محمد

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اولاد کی روزی بقدر کفایت تجویز فرما (مشکوٰۃ)۔ مصنف رحمہ اللہ نے اس موجودہ باب میں نو حدیثیں ذکر کی ہیں جن میں سے بعض مکرر ہیں جو پہلے ابواب میں گزر چکی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ يَقُولُ أَلَسْتُمْ فِي طَعَامٍ وَشَرَابٍ مَا شِئْتُمْ لَقَدْ رَأَيْتُ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يَجِدُ مِنَ الدَّقَلِ مَا يَمْلَأُ بَطْنَهُ

نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کیا تم لوگ کھانے پینے میں اپنی مرضی کے موافق منہمک نہیں ہو؟ (اور جتنا دل چاہے تم لوگ نہیں کھاتے ہو؟) حالانکہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں ردی کھجوریں پیٹ بھر نہیں تھیں۔

فائدہ: یہ حدیث ماقبل ابواب الزھد باب ماجاء فی معیشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَبْدَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كُنَّا آلَ مُحَمَّدٍ نَمْكُثُ شَهْرًا مَا نَسْتَوْقِدُ بِنَارٍ إِنْ هُوَ إِلَّا التَّمْرُ وَالْمَاءُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل وعیال ایک ایک ماہ تک ٹھہرے رہتے ہمارے یہاں آگ نہیں جلتی تھی، صرف کھجور اور پانی پر گزارا تھا۔

فائدہ: آگ نہ جلنے کا مطلب یہ ہے کہ پکانے کے لئے کوئی چیز ہوتی ہی نہ تھی جس کے لئے آگ جلانا پڑتی۔ علماء نے لکھا ہے کہ پانی کا تذکرہ اس لئے فرمایا کہ کھجور بھی اتنی نہ تھی کہ بغیر پانی کی مدد کے پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوتی بلکہ چند کھجوریں کھانے کے بعد پانی پینے سے پیٹ بھرنے کی مقدار ہوتی تھی۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ دو مہینے کامل گزر جانے کے بعد تیسرے مہینے کا چاند نظر آجاتا تھا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں مطلقاً آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک چاند پھر دوسرا چاند ہوجاتا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں سے کسی گھر میں بھی آگ جلنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے عروہ نے پوچھا کہ خالہ جان، پھر کس چیز پر گزارہ تھا؟ فرمایا کہ کھجور اور پانی۔ البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ پڑوسی انصار میں ایسے تھے جن کے یہاں دودھ کے جانور تھے، ان میں سے کوئی ہدیہ کے طور پر دودھ پیش کر دیتا تو وہ ہم کو بھی پلایا جاتا تھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ ڈیڑھ مہینہ مسلسل ایسا گزرجاتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں روشنی کے لئے یا کسی اور چیز کے لئے آگ نہ جلتی تھی۔ روشنی کے لئے آگ جلنے سے مراد چراغ کا جلنا ہے۔ (جمع الوسائل) ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بکری کی ایک ٹانگ پیش کی رات کا وقت تھا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اندھیرے میں ہی اس کے ٹکڑے کرنے لگیں، کسی نے کہا کہ گھر میں چراغ نہیں ہے؟ فرمانے لگیں کہ اگر چراغ میں جلانے کے لئے تیل ہوتا تو اس کو کھانے ہی میں استعمال نہ کرتے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور اپنے گھر کے لوگوں کے لئے اس حالت کو پسند فرمایا، حالانکہ خزانوں کی کنجیاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش کی گئیں۔ اس کے بعد امت چار حصوں میں منقسم ہوگئی۔ ایک وہ جماعت جنہوں نے نہ تو خود دنیا کی طرف رخ کیا نہ دنیا ہی نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دوسری جماعت وہ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ نہ کیا

لیکن دنیا نے ان کا ارادہ کیا جیسا کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، تیسرے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی طرف رخ کیا اور دنیا نے بھی ان کی طرف رخ کیا جیسے بنوامیہ کے بادشاہ عمر بن عبدالعزیز کے علاوہ، چوتھے وہ لوگ جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا مگر دنیا نے ادھر کا رخ نہ کیا جیسے وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے فقیر بنایا اور دنیا کی محبت ان کے دل میں ہوگئی۔ (مناوی)

(۳) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا سَيَّارٌ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ أَسْلَمَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي مَنْصُورٍ عَنْ أَنَسٍ عَنْ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ شَكَوْنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجُوعَ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ فَرَفَعَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهِ عَنْ حَجَرَيْنِ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي طَلْحَةَ لا نَعْرِفُهُ إِلاَّ مِنْ هٰذَا الْوَجْهِ وَمَعْنَى قَوْلِهِ وَرَفَعْنَا عَنْ بُطُونِنَا عَنْ حَجَرٍ حَجَرٍ كَانَ أَحَدُهُمْ يَشُدُّ فِي بَطْنِهِ الْحَجَرَ مِنَ الْجُهْدِ وَالضَّعْفِ الَّذِي بِهِ مِنَ الْجُوعِ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے شدت بھوک کی شکایت کی اور اپنے پیٹ پر بندھے ہوئے پتھر دکھلائے کہ ہر شخص کے پیٹ پر بھوک کی شدت کی وجہ سے ایک ایک پتھر بندھا ہوا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر دو پتھر بندھے ہوئے دکھلائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شدت بھوک ہم سے زیادہ تھی اور ہم سے زیادہ وقت بدوں کھائے گزر چکا تھا۔

فائدہ: اہل مدینہ کی یہ عادت تھی کہ شدت بھوک کے وقت جب عاجز ہوجاتے تو پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تاکہ اس کی (بھوک) سختی کی وجہ سے چلنے پھرنے میں ضعف لاحق نہ ہو۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ یہ مدینے کے ایک پتھر کے ساتھ خاص ہے جس کا نام "مشبعہ" ہے۔ اس پتھر میں اللہ جل شانہٗ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ اس کے باندھ لینے سے بھوک میں کسی قدر تسکین ہوجاتی ہے۔ لیکن بظاہر پہلا ہی قول ہے، اس لئے کہ اب بھی اکثر ایسا کیا جاتا ہے کہ شدید بھوک کے وقت پیٹ سے کسی کپڑے کا سخت باندھ لینا ضعف اور بھوک کی بے چینی میں مفید ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ خالی پیٹ میں نفخ پیدا ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور پتھر کو یا کسی سخت چیز کو باندھ لینے سے اس سے امن رہتا ہے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ جب پیٹ بالکل خالی ہوجائے تو انتڑیوں کے اتر جانے کا خدشہ ہوتا ہے، بالخصوص چلنے پھرنے میں اور پیٹ کو باندھ لینے سے یہ خدشہ نہیں رہتا۔ نیز پیٹ کے بالکل خالی ہونے سے کمر بھی جھک جاتی ہے کبڑا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس حدیث پر ایک قوی اشکال ہے وہ یہ کہ بہت سی احادیث میں یہ مضمون وارد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن مسلسل روزہ رکھتے تھے اور جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں روزوں کے تسلسل کا ارادہ کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ میری خصوصیت ہے کہ بغیر افطار کے کئی دن کا مسلسل روزہ رکھوں اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے کھلاتے اور پلاتے ہیں، یہ کھلانا پلانا کس طرح ہوتا تھا یہ اپنی جگہ پر ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ ظاہری طور پر کھانا پینا چھوڑنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر محسوس نہ ہوتا تھا ایسی صورت میں پیٹ سے پتھر باندھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور چونکہ روزے والی روایات کثیرہ ہیں اس لئے بعض علماء نے محدثین کے قواعد کے ماتحت ان پتھر والی روایتوں کو

ضعیف قرار دے دیا۔لیکن اکثر محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ اس مضمون کی روایات بھی کئی ہیں نیز روزے والی روایتوں سے کوئی ایسی مخالفت بھی نہیں ہے کہ دونوں کا مختلف حالات پر حمل نہ ہوسکتا ہو۔اس لئے ان روایات کو ضعیف قرار دینے کی ضرورت نہیں اس کے بعد پھر مختلف اقوال ان دونوں روایتوں کے متعلق وارد ہوئے ہیں ۔(۱) پتھر والی روایات ابتدائے زمانہ کی ہوں اور یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقیات روز افزوں تھیں اس لئے کھلانے پلانے والی روایات بعد کی ہوں ۔

(۲) کھلانا پلانا روزے کی حالت کے ساتھ مخصوص ہو اور عام مؤمنین میں بھی یہ بات مشاہدہ میں آتی ہے کہ روزے کی حالت میں فاقہ کا اثر اور تعب اتنا نہیں ہوتا جتنا بغیر روزے کے فاقہ سے مشقت اور بار ہوتا ہے تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کہنا، جہاں روزہ حقیقی اور کمال کے درجہ پر تھا۔(۳) مختلف حالات کے اعتبار سے دونوں حالات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہوتے ہوں، جیسا کہ مشائخ سلوک کے مختلف احوال ہوا کرتے ہیں اس قول کے موافق ان روایات کو ابتدائے زمانہ پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اخیر زمانہ میں بھی مختلف اوقات کے اعتبار سے مختلف احوال ہوسکتے ہیں۔(۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھوک کا اثر یقیناً نہیں ہوتا تھا اس کے باوجود پتھروں کا باندھنا فقراء اور مساکین کے ساتھ اشتراک عمل کی غرض سے تھا اور عام دستور ہے کہ جس مشقت اور تکلیف میں اپنے بڑے بھی مبتلا ہوجاتے ہیں اس میں سعادت مند چھوٹوں کے لئے ان کے مقابلے میں اپنی تکلیف کا التفات بھی نہیں رہتا۔پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے سعید عشاق کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔(۵) حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے کھلانا پلانا اعزاز و اکرام ہی تو تھا کوئی وجوبی امر نہ تھا، تو کسی وقت جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر تنگی و عسرت کا غلبہ ہو فقر و فاقہ اس حالت پر پہنچ گیا ہو کہ پیٹ پر پتھر باندھنے پڑ جائیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس اکرام سے مستفید نہ ہوتے ہوں کہ بچہ اگر بھوک میں تڑپتا ہو تو ماں کے حلق میں ٹکڑا اٹکا کرتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت کا کیا پوچھنا! جہاں ہزاروں ماؤں کی شفقتیں قربان۔یہ حدیث بمع شرح ماقبل ابواب الزهد باب ما جاء في معيشة النبي صلى الله عليه وسلم کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَاعَةٍ لَا يَخْرُجُ فِيهَا وَلَا يَلْقَاهُ فِيهَا أَحَدٌ فَأَتَاهُ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ خَرَجْتُ أَلْقَى رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنْظُرُ فِي وَجْهِهِ وَالتَّسْلِيمَ عَلَيْهِ فَلَمْ يَلْبَثْ أَنْ جَاءَ عُمَرُ فَقَالَ مَا جَاءَ بِكَ يَا عُمَرُ قَالَ الْجُوعُ

ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت (گھر سے) نکلے، جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے نہیں نکلا کرتے تھے۔نہ اس وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ملتا تھا۔پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ابوبکر! تمہیں کیا چیز لائی؟ انہوں نے کہا: میں اس لئے نکلا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کروں، ان کے رخ انور کو دیکھوں، ان کو سلام کروں۔پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ عمر رضی اللہ عنہ آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: عمر! تمہیں کیا چیز لائی؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھوک لائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی کچھ بھوک پاتا ہوں۔پس وہ لوگ ابوالہیثم کے گھر کی طرف چلے۔وہ بہت کھجوروں اور بکریوں

يَا رَسُولَ اللّٰهِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا قَدْ وَجَدْتُ بَعْضَ ذٰلِكَ فَانْطَلَقُوا إِلَى مَنْزِلِ أَبِي الْهَيْثَمِ بْنِ التَّيِّهَانِ الْأَنْصَارِيِّ وَكَانَ رَجُلًا كَثِيرَ النَّخْلِ وَالشَّاءِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ خَدَمٌ فَلَمْ يَجِدُوهُ فَقَالُوا لِامْرَأَتِهِ أَيْنَ صَاحِبُكِ فَقَالَتِ انْطَلَقَ يَسْتَعْذِبُ لَنَا الْمَاءَ فَلَمْ يَلْبَثُوا أَنْ جَاءَ أَبُو الْهَيْثَمِ بِقِرْبَةٍ يَزْعَبُهَا فَوَضَعَهَا ثُمَّ جَاءَ يَلْتَزِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيُفَدِّيهِ بِأَبِيهِ وَأُمِّهِ ثُمَّ انْطَلَقَ بِهِمْ إِلَى حَدِيقَتِهِ فَبَسَطَ لَهُمْ بِسَاطًا ثُمَّ انْطَلَقَ إِلَى نَخْلَةٍ فَجَاءَ بِقِنْوٍ فَوَضَعَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفَلَا تَنَقَّيْتَ لَنَا مِنْ رُطَبِهِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنِّي أَرَدْتُ أَنْ تَخْتَارُوا أَوْ تَخَيَّرُوا مِنْ رُطَبِهِ وَبُسْرِهِ فَأَكَلُوا وَشَرِبُوا مِنْ ذٰلِكَ الْمَاءِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُونَ عَنْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ظِلٌّ بَارِدٌ وَرُطَبٌ طَيِّبٌ وَمَاءٌ بَارِدٌ فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ لِيَصْنَعَ لَهُمْ طَعَامًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَذْبَحَنَّ ذَاتَ دَرٍّ فَذَبَحَ لَهُمْ عَنَاقًا أَوْ جَدْيًا فَأَتَاهُمْ بِهَا فَأَكَلُوا فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ لَكَ خَادِمٌ قَالَ لَا قَالَ فَإِذَا أَتَانَا سَبْيٌ فَأْتِنَا فَأُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِرَأْسَيْنِ لَيْسَ مَعَهُمَا

والے تھے، اور ان کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ پس ان حضرات نے ابوالہیثم کو (گھر میں) نہیں پایا، پس ان کی اہلیہ سے پوچھا: تمہارے میاں کہاں ہیں؟ اہلیہ نے کہا: ہمارے لئے میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔ پھر زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ابوالہیثم اپنی مشک کے ساتھ آ گئے، درانحالیکہ مشک زیادہ بھر جانے کی وجہ سے پانی چھینک رہی تھی، پس انہوں نے مشک رکھی، اور آئے، اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لپٹ گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنے ماں باپ کو فدا کرنے لگے۔ پھر وہ ان حضرات کو لے کر اپنے باغ کی طرف چلے، اور ان کیلئے فرش بچھایا، پھر وہ کھجور کے درخت کی طرف گئے، اور ایک خوشہ کاٹ کر لائے، اور اس کو (سب کے سامنے) رکھا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ ہمارے لئے اس کی پکی ہوئی کھجوریں چن کر کیوں نہیں لائے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے چاہا کہ آپ حضرات خود انتخاب کریں یا انہوں نے کہا: آپ حضرات اس کی پکی اور نیم پکی میں سے خود انتخاب کریں یعنی جس کو جیسی پسند ہو وہ کھائے۔ پس ان حضرات نے کھایا، اور پانی سے پیا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس اللہ کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! یہ ان نعمتوں میں سے ہے جن کے بارے میں تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا: ٹھنڈا سایہ، عمدہ پکی ہوئی کھجوریں، اور ٹھنڈا پانی! پھر ابوالہیثم چلے تا کہ ان حضرات کیلئے کھانا تیار کریں، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی دودھ والا جانور ہرگز ذبح نہ کرنا۔ پس انہوں نے ان حضرات کیلئے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا، پس وہ اس کو ان کے پاس لائے، پس انہوں نے کھایا، پس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آپ کے پاس کوئی خادم نہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب ہمارے پاس قیدی آئیں تو ہمارے پاس آنا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دو اور اس (قیدی) لائے گئے، ان کے ساتھ تیسرا نہیں تھا یعنی دو ہی تھے۔ پس ابوالہیثم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے، پس

ثَالِثٌ فَأَتَاهُ أَبُو الْهَيْثَمِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَرْ مِنْهُمَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ اخْتَرْ لِي فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ الْمُسْتَشَارَ مُؤْتَمَنٌ خُذْ هٰذَا فَإِنِّي رَأَيْتُهُ يُصَلِّي وَاسْتَوْصِ بِهِ مَعْرُوفًا فَانْطَلَقَ أَبُو الْهَيْثَمِ إِلَى امْرَأَتِهِ فَأَخْبَرَهَا بِقَوْلِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتِ امْرَأَتُهُ مَا أَنْتَ بِبَالِغٍ حَقَّ مَا قَالَ فِيهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا بِأَنْ تَعْتِقَهُ قَالَ فَهُوَ عَتِيقٌ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا وَلَا خَلِيفَةً إِلَّا وَلَهُ بِطَانَتَانِ بِطَانَةٌ تَأْمُرُهُ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَاهُ عَنِ الْمُنْكَرِ وَبِطَانَةٌ لَا تَأْلُوهُ خَبَالًا وَمَنْ يُوقَ بِطَانَةَ السُّوءِ فَقَدْ وُقِيَ

نبی ﷺ نے فرمایا: دو میں سے انتخاب کو لو، یعنی کوئی ایک لے جاؤ، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! آپ ہی میرے لئے انتخاب کریں، پس نبی ﷺ نے فرمایا: جس سے مشورہ لیا جاتا ہے اس پر اعتماد کیا جاتا ہے یہ غلام لے لو، اس لئے کہ میں نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اور اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔ پس ابوالہیثم (غلام لیکر) اپنی بیوی کی طرف چلے، پس اس کو نبی ﷺ کی بات بتائی، ان کی بیوی نے کہا: آپ پہنچنے والے نہیں اس بات کو جو نبی ﷺ نے غلام کے بارے میں فرمائی ہے، مگر یہ کہ آپ اس کو آزاد کردیں، کیونکہ اس کو غلامی میں رکھنا اس کے ساتھ بدسلوکی ہے، پس ابوالہیثم نے کہا: وہ آزاد ہے پس نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ نے نہ کوئی نبی بھیجا ہے نہ اس کا نائب، مگر اس کے لئے دو راز دار ہوتے ہیں، مراد بیویاں ہیں ایک اس کو بھلائی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور دوسرا بس اس کو تباہ کرکے ہی چھوڑتا ہے اور جو برے رازدار سے بچایا گیا: وہ بچالیا گیا!

فائدہ: ابوالہیثم کی بیوی بمنزلہ بہترین مشیر کار کے تھیں جنہوں نے مشورہ دے کر ایک کار خیر یعنی ایک نمازی غلام کو آزاد کرادیا اور اپنی ضروریات کی بھی ذرا پرواہ نہ کی نہ اس کی پرواہ کی کہ کس قدر مشقتیں اٹھانے کے بعد خادم ملا ہے کچھ دن تو اس کی وجہ سے آرام اٹھالیں بعد میں آزاد کردیں گے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۵) حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُجَالِدِ بْنِ سَعِيدٍ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ بَيَانٍ حَدَّثَنِي قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ إِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ أَهْرَاقَ دَمًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَإِنِّي لَأَوَّلُ رَجُلٍ رَمَى بِسَهْمٍ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَقَدْ رَأَيْتُنِي أَغْزُو فِي الْعِصَابَةِ مِنْ أَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَأْكُلُ إِلَّا وَرَقَ الشَّجَرِ وَالْحُبْلَةَ حَتَّى

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امت محمدیہ میں سب سے پہلا شخص جس نے کافر کا خون بہایا ہو میں ہی ہوں اور ایسے ہی پہلا وہ شخص جس نے جہاد میں تیر پھینکا ہو میں ہوں ہم لوگ (یعنی صحابہ کی جماعت ابتداء اسلام میں) ایسی حالت میں جہاد کیا کرتے تھے کہ ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی۔ درختوں کے پتے اور کیکر کی پھلیاں ہم لوگ کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہمارے جبڑے زخمی ہوگئے تھے اور پتے کھانے کی وجہ سے پاخانہ میں بھی اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں نکلا کرتی تھیں اس کے بعد بھی قبیلہ بنو اسد کے لوگ اسلام

تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا وَإِنَّ أَحَدَنَا لَيَضَعُ كَمَا تَضَعُ الشَّاةُ وَالْبَعِيرُ وَأَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ يُعَزِّرُونَنِي فِي الدِّينِ لَقَدْ خِبْتُ إِذَنْ وَخَسِرْتُ وَضَلَّ عَمَلِي

کے بارے میں مجھ کو دھمکاتے ہیں اگر میرے دین سے ناواقفیت کا یہی حال ہے جیسا یہ لوگ بتاتے ہیں تو خسر الدنیا والآخرۃ (الحج:۱۱) دنیا اس تنگی و عسرت میں گئی اور دین کی یہ حالت کہ نماز سے بھی واقفیت نہ ہوئی۔

فائدہ: اس حدیث میں چونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ کو صرف اس وقت کی تنگی دکھلانا مقصود تھی اس کے لئے تمام قصہ کو مختصر کر دیا کہ مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ تنگی اور عسرت کی وجہ سے مجاہدین کو غذا بھی نہ ملتی تھی، یہ اسلامی فوج درختوں کے پتے کھا کر جہاد کرتی تھی لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں اپنے کارنامے اور اپنی مساعی جمیلہ اور قدیم الاسلام ہونا بیان کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کوفہ کے امیر تھے۔ کوفہ کے کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ان کی بہت سی شکایات کیں حتیٰ کہ یہ بھی شکایت کی کہ یہ نماز بھی اچھی طرح سے نہیں پڑھتے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا اور بلا کر ارشاد فرمایا کہ لوگ تمہاری بہت سی شکایات کرتے ہیں حتیٰ کہ نماز تک کی بھی شکایت کرتے ہیں اس پر انہوں نے اپنی صفائی میں اپنا قدیم الاسلام ہونا، اسلام کے بارے میں مشقتوں کا برداشت کرنا وغیرہ بیان کر کے عرض کیا کہ اس پر یہ لوگ مجھے نماز پر دھمکیاں دیتے ہیں میں نے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا اس سے ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کوفہ میں دو آدمی بھیجے کہ وہ وہاں گشت کر کے ان سے متعلقہ شکایات کی تحقیق کر کے آئیں۔ انہوں نے کوئی مسجد کوفہ کی ایسی نہیں چھوڑی جس میں جا کر نمازیوں سے حالات کی تحقیق نہ کی ہو سب نے ان کی تعریف کی البتہ ایک شخص نے یہ کہا کہ جب قسم دے کر پوچھتے ہو تو سچ سچ بتاؤں کہ سعد جہاد کے لئے نہیں نکلتے گویا اپنی جان پیاری ہے اور دوسرا یہ کہ تقسیم میں مساوات اور برابری نہیں کرتے اور فیصلہ میں انصاف نہیں کرتے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین شکایات کی ہیں اس لئے تین بد دعائیں کرتا ہوں ہر ایک کے مناسب اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے محض شہرت اور دنیا کو دکھانے کی غرض سے کھڑا ہے کہ بڑے آدمی پر تنقید کرنے سے شہرت ہوا کرتی ہے تو اس کی عمر بڑھا دے اور فقر میں اضافہ کر دے اور فتنوں میں مبتلا کر۔ اس کے بعد دیکھنے والا اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے کہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے پلکیں آنکھوں پر گر گئی تھیں اور فقیر ہو گیا تھا گلی کوچوں میں لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور کوئی پوچھتا کہ یہ حال کیا ہو گیا ہے تو کہتا کہ سعد رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی۔ ''اللھم انا نعوذبك من غضبك و غضب رسولك و غضب اولیائك'' حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں تین قصوں کی طرف اشارہ فرمایا۔ (۱) یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے کسی کافر کا خون گرایا۔ یہ ہجرت سے قبل کا واقعہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں لوگ نہایت پریشان اور مصائب میں مبتلا تھے۔ کفار سے چھپ کر نماز وغیرہ عبادات کیا کرتے تھے ایک مرتبہ چند حضرات جن میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت وہاں پہنچ گئی ان لوگوں کو برا بھلا کہا اور لڑائی پر اتر آئی تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اونٹ کا ایک جباڑہ وہاں پڑا تھا اس کو اٹھا کر ایک کافر کے مارا جس سے اس کے خون جاری ہو گیا یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے راستے میں سب سے پہلے خون گرانے سے۔

(۲) یہ کہ میں سب سے پہلا شخص ہوں جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں تیر چلایا۔ یہ ہجرت کے بعد ابھی کا واقعہ ہے اور اسلام میں سب سے پہلا سریہ ہے یعنی سب سے پہلی فوج ہے جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں ''رابغ'' بھیجا ہے اور اس میں کفار سے مقابلہ ہوا دونوں جانب سے تیر چلائے گئے مسلمانوں میں سب سے پہلا تیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے چلایا تھا۔

(۳) تیسرا قصہ اس جنگ کا ہے جس کا ذکر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے درختوں کے پتے کھانے سے فرمایا۔ یہ قصہ ''سریۂ خبط'' کہلاتا ہے جو باختلاف اقوال ۵ھ یا رجب ۸ھ میں واقع ہوا اس کا مختصر قصہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو مہاجرین اور انصار کو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں مدینہ منورہ سے پانچ روز کی منزل پر سمندر کے کنارے قبیلہ جہینہ کے مقابلے کے لئے بھیجا تھا اس لشکر میں اول تین اونٹ یومیہ ذبح ہوتے تھے اور جب اونٹوں کی قلت کے خوف سے امیر نے ذبح کرنے کی ممانعت فرما دی تو کچھ مقدار میں کھجوریں تقسیم ہوتی تھی اور وہ بھی کم ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ ایک کھجور یومیہ فی آدمی کو ملتی تھی اس کو چوستے رہتے اور پانی پیتے رہتے لیکن جب وہ بھی ختم ہو چکیں تو درختوں کے پتے جھاڑ کر کھانے کی نوبت آئی۔ خبط کے معنی پتے جھاڑنے کے ہیں اسی لئے اس کا نام ''سریہ خبط'' مشہور ہو گیا۔ اس کا طویل قصہ ابتداً سخت پریشانی اور عسرت کا اور انتہاءً لطف کا ہے جس کو تاریخ اسلام کی طویل کتابوں میں دیکھا جائے۔ مختصر طور پر ''حکایات صحابہؓ'' کے تیسرے باب میں بندہ نے بھی لکھ دیا ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عِيْسٰى أَبُوْ نُعَامَةَ الْعَدَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ خَالِدَ بْنَ عُمَيْرٍ وَشُوَيْسًا أَبَا الرَّقَّادِ قَالَا بَعَثَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عُتْبَةَ بْنَ غَزْوَانَ، وَقَالَ انْطَلِقْ أَنْتَ وَمَنْ مَعَكَ حَتّٰى إِذَا كُنْتُمْ فِيْ أَقْصٰى أَرْضِ الْعَرَبِ وَأَدْنٰى بِلَادِ أَرْضِ الْعَجَمِ فَأَقْبَلُوْا حَتّٰى إِذَا كَانُوْا بِالْمِرْبَدِ وَجَدُوْا هٰذَا الْكَذَّانَ. فَقَالُوْا مَا هٰذِهٖ؟ قَالُوْا: هٰذِهِ الْبَصْرَةُ فَسَارُوْا حَتّٰى إِذَا بَلَغُوْا حِيَالَ الْجِسْرِ الصَّغِيْرِ فَقَالُوْا هَاهُنَا أُمِرْتُمْ فَنَزَلُوْا فَذَكَرُوا الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ قَالَ فَقَالَ عُتْبَةُ بْنُ غَزْوَانَ لَقَدْ رَأَيْتُنِيْ

خالد اور شویس کہتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عتبہ بن غزوان (شہر بصرہ کی پلاننگ کرنے والے صحابی) کو روانہ کیا۔ اور فرمایا: آپ اور آپ کے ساتھی چلیں، یہاں تک کہ جب آپ لوگ عرب کی سرزمین کی آخری حد میں، اور عجم کی زمین کے ابتدائی علاقوں میں پہنچ جائیں تو متوجہ ہوں۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ مربد مقام میں پہنچے تو انہوں نے یہ سفید نرم پتھر پائے۔ پس انہوں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: یہ بصرہ پتھر ہیں (اس سے شہر کا نام بصرہ پڑا) پس وہ لوگ چلے، یہاں تک کہ وہ چھوٹے پل کے مقابل پہنچے تو انہوں نے کہا: اسی جگہ (شہر بسانے کا) تم حکم دیئے گئے ہو، پس وہ اترے، پس انہوں نے لمبا مضمون بیان کیا۔ راوی کہتا ہے پس عتبہ بن غزوان نے (اپنی تقریر میں) کہا: بخدا! میں نے خود دیکھا ہے، درانحالیکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات میں سے ایک تھا یعنی مختصر لشکر تھا۔ ہمارے لئے کھانا نہیں تھا مگر

وَإِنِّي لَسَابِعُ سَبْعَةٍ مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الشَّجَرِ حَتَّى تَقَرَّحَتْ أَشْدَاقُنَا فَالْتَقَطْتُ بُرْدَةً فَقَسَمْتُهَا بَيْنِي وَبَيْنَ سَعْدٍ فَمَا مِنَّا مِنْ أُولَئِكَ السَّبْعَةِ أَحَدٌ إِلَّا وَهُوَ أَمِيرُ مِصْرٍ مِنَ الْأَمْصَارِ وَسَتُجَرِّبُونَ الْأُمَرَاءَ بَعْدَنَا

درختوں کے پتے، یہاں تک کہ ہماری باچھوں میں پھنسیاں نکل آئیں، پس (مالِ غنیمت میں) ایک چادر میرے ہاتھ آئی جس کو میں نے اپنے اور سعد بن ابی وقاص کے درمیان بانٹ لیا۔ پس ان سات میں سے آج کوئی نہیں مگر وہ شہروں میں سے کسی شہر کا امیر ہے، اور عنقریب تم تجربہ کرو گے امراء کا ہمارے بعد یعنی آگے کیسے کیسے امراء ہونگے اس کا تمہیں پتہ چل جائے گا۔

فائدہ: بظاہر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مقصد اپنی اس حالت کے بیان کرنے سے دو امر ہیں۔ اول یہ کہ دین کے بارے میں جو مشقت اٹھائی جاتی ہے اس کا ثمر دنیا میں بھی اکثر ملتا ہے تم لوگ جو مشقت برداشت کرو گے ان شاء اللہ اس کا ثمر پاؤ گے دوسرا یہ کہ اس وقت کے امراء سے اگر کوئی ناگواری کی بات تم کو پیش آئے اس کو برداشت کرو کہ یہ بہت غنیمت ہے ان حالات کے اعتبار سے جو عنقریب آنے والے ہیں۔

(۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ أَسْلَمَ أَبُو حَاتِمٍ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يَخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذَى أَحَدٌ وَلَقَدْ أَتَتْ عَلَيَّ ثَلَاثُونَ مِنْ بَيْنِ لَيْلَةٍ وَيَوْمٍ وَمَا لِي وَلِبِلَالٍ طَعَامٌ يَأْكُلُهُ ذُو كَبِدٍ إِلَّا شَيْءٌ يُوَارِيهِ إِبْطُ بِلَالٍ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ کے راستہ میں اُس وقت خوف دلایا گیا ہوں جس وقت کوئی بھی نہیں ڈرایا گیا اور اس قدر ستایا گیا ہوں کہ کوئی شخص بھی نہیں ستایا گیا۔ مجھ پر تیس شب و روز ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلال کے کھانے کے لئے کوئی چیز ایسی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے بجز اس تھوڑی سی مقدار کے جو بلال کی بغل میں چھپی ہوئی تھی۔

فائدہ: یہ قصہ جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے اپنی جامع میں لکھا ہے کسی وقت مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لے جانے کے زمانہ کا ہے جو ہجرت کا زمانہ نہیں اس لئے کہ ہجرت کے سفر میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ نہ تھے بلکہ اس کے علاوہ کسی اور موقع پر یہ قصہ پیش آیا۔ حضور اکرم ﷺ کے ارشاد "میں اس وقت خوف دلایا گیا ہوں" کا یہ مطلب ہے کہ ابتدائی زمانہ میں جب میں اکیلا تھا، کوئی رفیق اور ساتھی نہ تھا اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کے راستے میں اذیت و تکالیف پہنچائی گئیں اور ڈرایا گیا اور قاعدہ کی بات ہے کہ مجمع میں مصیبت ہلکی بن جاتی ہے کہ تنہا شخص کو اذیت زیادہ پہنچتی ہے۔ یہ حدیث ابواب الرقاق باب بلا ترجمہ ۲۵ نمبر باب کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۸) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَنْبَأَنَا عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ حَدَّثَنَا أَبَانُ بْنُ يَزِيدَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ کبھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر صبح

الْعَطَّارُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْتَمِعْ عِنْدَهُ غَدَاءٌ وَلَا عَشَاءٌ مِنْ خُبْزٍ وَلَحْمٍ إِلَّا عَلَى ضَفَفٍ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ بَعْضُهُمْ هُوَ كَثْرَةُ الْأَيْدِي

کے کھانے میں یا شام کے کھانے میں روٹی اور گوشت دونوں چیزیں جمع نہیں ہوتی تھیں مگر حالت ضفف میں۔ عبداللہ نے کہا اور بعض نے کہا کہ ضفف بمعنی کثرت ایدی ہے۔

فائدہ: ضفف کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گزر اوقات کے بارے میں جو باب پہلے گزر چکا ہے اس کی آخری حدیث کے ذیل میں اس کی مفصل تقریر گزر چکی ہے۔ اگرچہ اس حدیث کا مضمون اس سے مختلف ہے جو وہاں گزری ہے اس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا ہوتے تھے جب تو جو میسر ہوتا وہی نوش فرما لیتے خواہ خالی روٹی ہو یا تنہا گوشت ہو، البتہ جب مہمان ہوتے تو اس کا اہتمام فرماتے کہ دونوں چیزوں کو مہیا کیا جائے اس لئے دونوں کا اجتماع مجمع ہی کے وقت ہوتا تھا۔

(۹) حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي فُدَيْكٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذِئْبٍ عَنْ مُسْلِمِ بْنِ جُنْدُبٍ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ إِيَاسٍ الْهُذَلِيِّ قَالَ كَانَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ لَنَا جَلِيسًا وَكَانَ نِعْمَ الْجَلِيسُ وَإِنَّهُ انْقَلَبَ بِنَا ذَاتَ يَوْمٍ حَتَّى إِذَا دَخَلْنَا بَيْتَهُ دَخَلَ فَاغْتَسَلَ ثُمَّ خَرَجَ وَأُتِيْنَا بِصَحْفَةٍ فِيهَا خُبْزٌ وَلَحْمٌ فَلَمَّا وُضِعَتْ بَكَى عَبْدُ الرَّحْمٰنِ فَقُلْتُ لَهُ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ مَا يُبْكِيكَ فَقَالَ هَلَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَشْبَعْ هُوَ وَأَهْلُ بَيْتِهِ مِنْ خُبْزِ الشَّعِيرِ فَلَا أُرَانَا أُخِّرْنَا لِمَا هُوَ خَيْرٌ لَنَا

نوفل بن ایاس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں عبدالرحمن بن عوف جو عشرہ مبشرہ میں سے ایک صحابی ہیں ہمارے ہم نشین تھے اور حقیقت میں بہترین ہم نشین تھے۔ ایک مرتبہ ہم ان کے ساتھ کسی جگہ سے لوٹے واپسی میں ان کے ساتھ ہی ان کے مکان پر چلے گئے۔ انہوں نے گھر جا کر اول غسل کیا جب وہ غسل سے فارغ ہو چکے تو ایک بڑے برتن میں روٹی اور گوشت لایا گیا۔ عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کو دیکھ کر رونے لگے میں نے پوچھا کہ کیا بات ہوئی کیوں روئے؟ کہنے لگے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال تک کبھی بھی اس کی نوبت نہیں آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے جو کی روٹی ہی سے شکم سیری فرمائی ہو۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جہاں تک میرا خیال ہے ہم لوگوں کی یہ ثروت کی حالت کسی بہتری کے لئے نہیں ہے۔

فائدہ: حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایسی حالتوں میں اس کا خوف ہوتا تھا کہ خدانخواستہ ہم اس وعید میں داخل نہ ہو جائیں کہ تم اپنی خوبیوں کا بدلہ دنیا میں پا چکے ہو۔ جس کا قرآن شریف کی اس آیت میں ذکر ہے: "اذھبتم طیبتکم فی حیوتکم الدنیا الآیۃ"۔

۵۳ بَابُ مَا جَاءَ فِي سِنِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا ذکر

فائدہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے بارے میں تین روایتیں وارد ہوئی ہیں۔ سب سے زیادہ صحیح جو جمہور محدثین اور مورخین کے نزدیک راجح ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ (۶۳) سال کی ہوئی ہے دوسری روایات میں ساٹھ (۶۰) کی بھی وارد ہوئی ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ گننے میں بسا اوقات کسر کو چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے ساٹھ کہہ دیا اور تیسری روایت پینسٹھ سال (۶۵) کی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں سنِ ولادت اور سنِ وفات دونوں کو مستقل سال شمار کیا گیا ہے۔ اس باب میں مصنف نے چھ حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ حَدَّثَنَا زَكَرِيَّا بْنُ إِسْحَاقَ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ مَكَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ ثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً يُوحَى إِلَيْهِ وَ بِالْمَدِينَةِ عَشْرًا وَتُوُفِّيَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت کے بعد تیرہ برس مکہ مکرمہ میں رونق افروز رہے ان تیرہ برس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی اس کے بعد مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام رہا اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال ہوا۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں جن کا مختصر تذکرہ کتاب کے شروع میں بھی گزر چکا ہے۔ محدثین اور اہل تاریخ کے نزدیک یہی روایت زیادہ صحیح ہے۔ اس باب کی احادیث ابواب المناقب کے اخیر میں گزر چکی ہے۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ مُعَاوِيَةَ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَخْطُبُ قَالَ مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَأَنَا ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ

امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ خطبہ میں یہ فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔ حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وصال بھی تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا میری بھی اس وقت تریسٹھ سال کی عمر ہے۔

فائدہ: یعنی کیا بعید ہے کہ مجھے بھی یہ طبعی اتباع نصیب ہو جائے۔ محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی یہ تمنا پوری نہیں ہوئی اس لئے کہ اُن کا وصال تقریباً اسی (۸۰) سال کی عمر میں ہوا ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ذکر اس حدیث میں نہیں کیا حالانکہ ان سے بہت خصوصیت تھی، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتقال اسی سال سے زیادہ کی عمر میں ہوا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کی غرض اس روایت کے ذکر کرنے سے پہلی روایت کی تائید اور تقویت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا

وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا اور اس بارے میں طبعی اتباع حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی نصیب ہوا۔

(۳) حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مَهْدِيٍّ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تریسٹھ سال کی عمر میں ہوا۔

فائدہ: اس روایت سے بھی اس پہلے مضمون کی تقویت مقصود ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تریسٹھ سال کی عمر میں وصال متعدد روایات سے ثابت ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف جو روایتیں ہیں وہ صحیح نہیں ہیں یا اپنے ظاہر پر محمول نہیں ہیں۔

(۴) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ عَنْ خَالِدٍ الْحَذَّاءِ حَدَّثَنِي عَمَّارٌ مَوْلَى بَنِي هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پینسٹھ سال کی عمر میں ہوا

فائدہ: یہ روایت سب روایتوں کے خلاف ہے۔ باب کے ختم پر بھی اس کی کچھ گفتگو آئے گی اور پہلے بھی گزر چکی ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، وَمُحَمَّدُ بْنُ أَبَانٍ، قَالَا: حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ قَتَادَةَ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنْ دَغْفَلِ بْنِ حَنْظَلَةَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ وَهُوَ ابْنُ خَمْسٍ وَسِتِّينَ سَنَةً قَالَ أَبُو عِيسَى وَدَغْفَلُ لَا نَعْرِفُ لَهُ سَمَاعًا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ مَوْجُودًا فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بیان کیا محمد بشار نے، محمد بن ابان دونوں کہتے ہیں کہ بیان کیا معاذ بن ھشام نے، بیان کیا ابی نے قتادہ سے، انہوں نے حسن سے انہوں نے دغفل بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، درانحالیکہ آپ کی عمر ۶۵ سال تھی۔ امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دغفل راوی کے بارے میں میں نہیں جانتا کہ اس کا سماع نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے یا نہیں؟ البتہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود تھا۔

(۶) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا مَعْنٌ حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِيرِ وَلَا بِالْأَبْيَضِ الْأَمْهَقِ وَلَا بِالْآدَمِ وَلَا بِالْجَعْدِ الْقَطَطِ وَلَا بِالسَّبْطِ بَعَثَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَلَى رَأْسِ أَرْبَعِينَ سَنَةً فَأَقَامَ بِمَكَّةَ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ زیادہ لمبے قد کے تھے نہ پستہ قد نیز رنگ کے لحاظ سے بالکل سفید تھے نہ بالکل گندمی رنگ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک نہ بالکل پیچیدہ تھے نہ بالکل سیدھے (بلکہ ہلکی ہلکی سی پیچیدگی اور گھونگر یالہ پن لیے ہوئے) چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی اس کے بعد دس سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں قیام فرمایا اور دس سال مدینہ منورہ میں

عَشْرَ سِنِيْنَ وَبِالْمَدِيْنَةِ عَشْرَ سِنِيْنَ وَتَوَفَّاهُ اللهُ عَلٰى رَأْسِ سِتِّيْنَ سَنَةً وَلَيْسَ فِيْ رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ عِشْرُوْنَ شَعْرَةً بَيْضَاءَ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ رَبِيْعَةَ بْنِ أَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ نَحْوَهٗ

ساٹھ سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک اور داڑھی شریف میں تقریبا بیس بال بھی سفید نہیں ہوں گے۔قتیبہ بن سعید، مالک بن انس، ربیعہ بن عبدالرحمن، انس بن مالک سے اسی طرح نقل کی گئی ہے۔

تشریح: رسول کریم ﷺ کے بال مبارک تین قسم پر تھے ① کانوں کی لو تک ② کانوں اور کندھوں کے درمیان تک ③ کندھوں تک۔ اوّل قسم کو ''وفرہ'' ثانی کو ''لمہ'' اور ثالث کو ''جمہ'' کہا جاتا ہے ان کا مجموعہ ''ولج'' ہے۔رسول کریم ﷺ کی زلفوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ان روایات میں تطبیق اس طرح دی جائے گی کہ جب آپ ﷺ اپنے بالوں کو تیل اور کنگھی کرتے اس وقت آپ ﷺ کے بال لمبے ہو جاتے اور کندھوں تک پہنچ جاتے اور اگر کنگھی یا تیل وغیرہ نہ لگاتے تو وہ سکڑ جاتے اور کانوں کی لو یا اس سے کچھ نیچے تک پہنچ جاتے یا آپ ﷺ کو جہادی مصروفیات کی وجہ سے بال درست کرانے کا موقع نہ ملتا تو بال لمبے ہو کر کندھوں تک پہنچ جاتے پھر جب آپ ﷺ بال درست کراتے تو چھوٹے ہو جاتے۔بہر حال ان روایات میں کوئی تعارض نہیں۔

فائدہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کتاب کے بالکل شروع میں گزر چکی ہے، اس کے فائدہ میں بھی ان تینوں روایتوں کا ذکر کیا گیا ہے اور مختلف روایات میں توجیہ بھی ذکر کر دی گئی ہے۔علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ عمر شریف کے بارے میں تریسٹھ (٦٣) سال کی روایت صحیح ہے۔باقی روایتیں اس کی طرف راجع کی جا سکتی ہیں یا ان میں نیچے کے راویوں سے کسی قسم کی غلطی ہوئی ہے۔چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے متعلق یہ توجیہ کی جاتی ہے کہ گنتی میں بسا اوقات صرف دھائیاں ذکر کر دی جاتی ہیں اوپر کی اکائیوں کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھانجے عروہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی پینسٹھ برس والی روایت کو غلط بتایا ہے۔ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اس کو وضاحت سے تحریر فرمایا ہے۔

٥٤ بَابُ مَا جَاءَ فِيْ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا ذکر

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال باتفاق اہلِ تاریخ دوشنبہ کے روز ہوا ہے لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔اکثر مؤرخین کا قول ١٢ ربیع الاول ہے مگر اس میں ایک نہایت قوی اشکال ہے وہ یہ کہ ١٠ھ کی نو ذی الحجہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حج کے موقع پر عرفات میں تشریف فرما تھے وہ جمعہ کا دن تھا اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے نہ محدثین کا نہ مؤرخین کا حدیث کی روایات میں بھی کثرت سے اس کی تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حج یعنی نو ذی الحجہ جمعہ کو ہوا۔اس کے بعد خواہ ذی الحجہ محرم اور صفر تینوں مہینے ٣٠ دن کے ہوں یا ٢٩ دن کے یا بعض مہینے ٢٩ کے اور بعض ٣٠ کے، غرض کسی صورت سے بھی بارہ ربیع

الاول دوشنبہ کی نہیں ہوسکتی اس لئے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال دو ربیع الاول کو ہوا۔ حضور اکرم ﷺ کے مرض کی ابتدا سر کے درد سے ہوئی اس روز حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان میں تھے اس کے بعد حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری کے دن میں مرض میں شدت پیدا ہوئی۔ اسی حالت میں حضور اکرم ﷺ ازواج مطہرات کی باری کی تقسیم پوری فرماتے رہے مگر جب مرض میں زیادہ شدت پیدا ہوگئی تو حضور اکرم ﷺ کے ایماء پر تمام بیبیوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر بیماری کے ایام گزارنے کو اختیار کرلیا تھا۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولت کدہ پر حضور اکرم ﷺ کا وصال ہوا کل مدت مرض بارہ یا چودہ یوم ہے اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت وصال ہوا ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ وصال دوشنبہ کے روز ہوا اور چاشت کے وقت ہوا اس کے خلاف جو روایت ہوگی اس کی توجیہ کی ضرورت ہوگی۔

(۱) حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ آخِرُ نَظْرَةٍ نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشْفُ السِّتَارَةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ فَنَظَرْتُ إِلَى وَجْهِهِ كَأَنَّهُ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ فَكَادَ النَّاسُ أَنْ يَضْطَرِبُوا فَأَشَارَ إِلَى النَّاسِ أَنِ اثْبُتُوا وَأَبُو بَكْرٍ يَؤُمُّهُمْ وَأَلْقَى السِّجْفَ وَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ آخِرِ ذٰلِكَ الْيَوْمِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار نصیب ہوا وہ وقت تھا جب کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفات میں دوشنبہ کے روز صبح کی نماز کے وقت دولت کدہ کا پردہ اٹھایا کہ امتیوں کی نماز کا آخری معائنہ فرمالیں۔ لوگ اس وقت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں صبح کی نماز ادا کر رہے تھے ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ کھڑے رہو اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کو نماز پڑھا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا اور اسی دن وصال ہوگیا۔

تشریح: ① صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر فرطِ خوشی میں پیچھے ہٹنے لگے اس خیال سے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہوں اس لئے کہ اس سے پہلے بھی بیماری کے ایام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھاتے رہے اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ ہوتا تھا تشریف لاکر جماعت میں شرکت فرماتے تھے۔

فائدہ: یہ وہی دوشنبہ کے روز کا آخری نظارہ ہے جس پر حضورِ اقدس ﷺ نے یہ اندازہ فرمایا کہ نظامِ شرعی قائم ہوگیا اور قدیمی رفیق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نیابت کا حق ادا کردے گا اور امت کا بوجھ سنبھال لے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جس کو دنیا کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ حضور اکرم ﷺ کے انتقال کا حادثہ جس کے سامنے دنیا کے سارے ہی حوادث کالعدم اور لاشئی ہیں اور اس کے ساتھ ہی ارتداد کا فتنہ اور ساری دنیا کا مقابلہ لیکن اس کوہِ استقلال نے سب ہی کو برداشت کیا اور پتھر کی چٹان سے زیادہ سخت بن کر ہر ٹکراؤ کو پاش پاش کردیا، حق یہ ہے کہ نیابت کا حق ادا کردیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا اسلامی ستون کہ (دوست دشمن سب ہی ان کی بہادری، شجاعت، قوت کی دھاک مانتے ہیں وہ بھی نرمی کی درخواست کریں اور حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کو بزدلی کا طعنہ دیں۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَسْعَدَةَ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا سُلَيْمُ بْنُ أَخْضَرَ عَنِ ابْنِ عَوْنٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ مُسْنِدَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى صَدْرِي أَوْ قَالَتْ إِلَى حِجْرِي فَدَعَا بِطَسْتٍ لِيَبُولَ فِيهِ ثُمَّ بَالَ فَمَاتَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت میں نے حضور عالی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے سینہ پر سہارا دے رکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کے لئے طشت منگوایا اور پیشاب سے فراغت حاصل کی اور اس کے بعد پھر وصال ہو گیا۔

فائدہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہ مفاخر میں ہے کہ آخری تلبس ان کو حاصل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے جب تشریف لے گئے اور وصال ربی حاصل ہوا تو سر مبارک ان کی گود میں تھا۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنِ ابْنِ الْهَادِ عَنْ مُوسَى بْنِ سَرْجِسٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِالْمَوْتِ وَعِنْدَهُ قَدَحٌ فِيهِ مَاءٌ وَهُوَ يُدْخِلُ يَدَهُ فِي الْقَدَحِ ثُمَّ يَمْسَحُ وَجْهَهُ بِالْمَاءِ ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى مُنْكَرَاتِ الْمَوْتِ أَوْ قَالَ عَلَى سَكَرَاتِ الْمَوْتِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وصال کے وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک پیالہ میں پانی رکھا ہوا تھا کہ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار ہاتھ ڈالتے تھے اور چہرہ مبارک پر پھیرتے تھے (کہ یہ شدت حرارت اور گھبراہٹ کے وقت سکون کا سبب ہوتا ہے) اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں یہ دعا فرما رہے تھے کہ یا اللہ موت کی شدائد پر میری امداد فرما۔

فائدہ: یہ ایک جانب امت کو تعلیم ہے تو دوسری جانب نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے نکل رہی ہو، نہایت ثبات اور استقلال اور اللہ جل جلالہٗ کی طرف غایت توجہ کا مظہر ہے کہ نزع کے وقت جبکہ روح بدن سے جدا ہو رہی ہو، تکلیف کا ہونا طبعی اور فطری امر ہے اُس وقت اللہ تعالیٰ ہی سے استدعا اور سہولت کی طلب تھی۔ یہ حدیث ابواب الجنائز باب ماجاء فی التشدد عند الموت کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ الصَّبَّاحِ الْبَزَّازُ حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَا أَغْبِطُ أَحَدًا بِهَوْنِ مَوْتٍ بَعْدَ الَّذِي رَأَيْتُ مِنْ شِدَّةِ مَوْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو عِيسَى سَأَلْتُ أَبَا زُرْعَةَ فَقُلْتُ لَهُ: مَنْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَاءِ هٰذَا؟ قَالَ: هُوَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الْعَلَاءِ بْنِ اللَّجْلَاجِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت تکلیف کے بعد اب مجھے کسی شخص کے مرض الموت میں تکلیف نہ ہونے پر رشک نہیں ہوتا۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو زرعۃ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ عبدالرحمن بن علاء کون ہے فرمایا وہ عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ شدتِ مرض گناہوں کے سقوط اور مراتب کے بلند ہونے کا سبب ہوتا ہے اور مرض کی شدت پیام اجل

ہونے کی وجہ سے استغفار کی کثرت اور موت کی تیاری کا ذریعہ ہے۔ (حوالہ بالا ایضاً)

(۵) حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَهُوَ ابْنُ الْمُلَيْكِيِّ عَنِ ابْنِ أَبِي مُلَيْكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا قُبِضَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوا فِي دَفْنِهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا مَا نَسِيتُهُ قَالَ مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ ادْفِنُوهُ فِي مَوْضِعِ فِرَاشِهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جو مجھے خوب یاد ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا وصال اسی جگہ ہوتا ہے جہاں ان کا دفن پسندیدہ ہو۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے وصال ہی کی جگہ دفن کرنا چاہئے۔

تشریح: ① کسی نے مسجد نبوی کو پسند کیا اور کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قرب کی وجہ سے بقیع کو کسی کا خیال جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدفن پر پہنچانے کا ہوا تو کسی کا وطن اصلی مکہ مکرمہ واپس لانے کا۔ غرض مختلف رائیں ہو رہی تھیں۔

فائدہ: چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ہاتھ سے یہ سب امور انجام پانے مقدر ہو چکے تھے اس لئے اس نوع کے مسائل بھی خصوصیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی معلوم تھے۔ نمونہ کے طور پر چند حدیثیں مختصر طور پر نقل کرتا ہوں۔ ۱۔ کسی نبی کی وفات اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک کہ امت میں سے کسی کا مقتدی بن کر نماز نہ پڑھے۔ ۲۔ زکوٰۃ وصول کرنے کی حدیثیں اور اس کے نصاب۔ ۳۔ میرے گھر یعنی قبر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ ۴۔ انبیاء کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ۵۔ حق تعالیٰ شانہٗ جب کسی نبی کو کوئی رزق عطاء فرماتے ہیں تو اس کا متولی وہ شخص ہوتا ہے جو نبی کا خلیفہ ہو۔ ۶۔ جو شخص خلیفہ اور بادشاہ بنے اور وہ لا پروائی سے کسی کو نائب بنائے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ لا پروائی کا مطلب یہ ہے کہ حق کی رعایت نہ کرے۔ ۷۔ حدِ زنا کی حدیث۔ ۸۔ جہاد میں مشورہ کی حدیث۔ ۹۔ دین کا مدار لا الٰہ الا اللہ پر ہے۔ ۱۰۔ خلافت کا قریش میں ہونا۔ ۱۱۔ انصار کے فضائل اور ان کے بارے میں خلیفہ کو خیر خواہی کی وصیت۔ ۱۲۔ چوری کی سزا۔ ۱۳۔ منصف متواضع بادشاہ زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔ ۱۴۔ جو یہ چاہے کہ جہنم کی سختی سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ کے سایہ میں رہے تو مؤمنین پر سختی نہ کرے ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرے۔ ۱۵۔ جو قوم جہاد چھوڑ دیتی ہے عذاب عامہ میں مبتلا ہوتی ہے۔ (تاریخ الخلفاء) ان کے علاوہ اور بھی ایسی روایات ہیں جن کا تعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اور وصال کے بعد کے انتظامات سے ہے۔ یہ حدیث ابواب الجنائز میں باب بلا ترجمہ ۲ ۳ نمبر کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

(۶) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَعَبَّاسٌ الْعَنْبَرِيُّ وَسَوَّارُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَغَيْرُ وَاحِدٍ قَالُوا أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور

عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ قَبَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَمَا مَاتَ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔

فائدہ: یہ حدیث مختصر ہے آئندہ اس کا مفصل قصہ آرہا ہے یہ بوسہ دینا تبرک اور تیمن کا تھا جیسا کہ شارحینِ حدیث نے لکھا ہے اور بندہ کے ناقص خیال میں الوداع کا تھا کہ محبوب کی دائمی مفارقت ہو رہی تھی۔

(۷) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ حَدَّثَنَا مَرْحُوْمُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ الْعَطَّارِ عَنْ أَبِي عِمْرَانَ الْجَوْنِيِّ عَنْ يَزِيْدَ بْنَ بَابَنُوْسَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَمَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَيْهِ عَلَى سَاعِدَيْهِ وَقَالَ وَانَبِيَّاهُ وَاصَفِيَّاهُ وَاخَلِيْلَاهُ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بازوؤں پر ہاتھ رکھ کر یہ فرمایا ہائے نبی! ہائے صفی! اور ہائے خلیل۔

فائدہ: یہ الفاظ نوحہ کے طور پر نہیں تھے اور اس لئے کوئی اشکال نہیں ہے۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے تشریف لائے اور چہرۂ انور پر سر جھکا دیا اور پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور فرمایا وانبیاء! ہائے نبی، اُس کے بعد سر اٹھالیا، پھر سر جھکایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا وَاخَلِيْلَاهُ!

(۸) حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ هِلَالٍ الصَّوَّافُ الْبَصْرِيُّ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي دَخَلَ فِيهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ أَضَاءَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ فَلَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ أَظْلَمَ مِنْهَا كُلُّ شَيْءٍ وَمَا نَفَضْنَا أَيْدِيَنَا عَنِ التُّرَابِ وَإِنَّا لَفِي دَفْنِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أَنْكَرْنَا قُلُوْبَنَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے مدینہ کی ہر چیز منور اور روشن بن گئی تھی ① اور جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو مدینہ کی ہر چیز تاریک بن گئی تھی ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مٹی سے ہاتھ بھی نہ جھاڑنے پائے تھے کہ ہم نے اپنے قلوب میں تغیر پایا تھا۔

تشریح: ① اور جب انوار کی کثرت ہوتی ہے تو اس قسم کی روشنی محسوس بھی ہو جاتی ہے۔ رمضان المبارک کی اندھیری راتوں میں بسا اوقات انوار کی کثرت سے روشنی ہو جاتی ہے۔

فائدہ: یہ مطلب نہیں کہ کسی قسم کا اعمال و عقائد میں تغیر ہو گیا تھا بلکہ فیض صحبت اور مشاہدۂ ذات کے انوار جو ہر وقت مشاہدہ میں آتے تھے وہ حاصل نہ رہے تھے۔ چنانچہ اب بھی سالکین کو مشائخ کے یہاں کی حاضری اور غیبت میں انوار کا بین (واضح) فرق محسوس ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اُن انوار کے حاصل کرنے کے لئے اب مجاہداتِ ذکر کی کثرت اور مراقبہ کا اہتمام کرایا جاتا ہے اور اس وقت کسی چیز کی بھی ضرورت نہ تھی۔ جمال جہاں آرا کی زیارت ہی سیکڑوں جلوؤں سے زیادہ تھی اور ایمان و احسان کی

اُس انتہائی نسبت کو پیدا کرنے والی تھی جو سیکڑوں مجاہدوں سے بھی پیدا نہیں ہوتی کہ صحابی بننے کے بعد اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلہ میں ''تن، من، جان و مال'' سب بے حقیقت چیزیں بن جاتی ہیں۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پوری زندگی اس کی شاہد عدل ہے۔

(۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا عَامِرُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔

فائدہ: یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ دوشنبہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہونا محدثین و مؤرخین کا اجماعی مسئلہ ہے۔

(۱۰) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ فَمَكَثَ ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَلَيْلَةَ الثُّلَاثَاءِ وَدُفِنَ مِنَ اللَّيْلِ وَقَالَ سُفْيَانُ وَقَالَ غَيْرُهُ يُسْمَعُ صَوْتُ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ

باقر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دوشنبہ کے روز ہوا۔ یہ روز اور سہ شنبہ کا روز انتظام میں گزرا اور منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر شریف میں اتارا گیا۔ سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ امام باقر رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں وہی ہے جو گزرا لیکن اور روایت میں یہ بھی ہے کہ اخیر حصہ شب میں پھاوڑوں کی آواز آتی تھی۔

فائدہ: گویا اخیر حصۂ شب میں قبر کھودی گئی، اس حدیث میں یہ خلجان کیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اس قدر تاخیر کیوں کی گئی؟ حالانکہ دفن کی تعجیل میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس موقع پر جس قدر مراحل درپیش تھے ان کے لحاظ سے یہ بھی کچھ تاخیر نہیں ہوئی بلکہ تعجیل ہی تھی کہ اول تو اس حادثہ ہائلہ کی وجہ سے ہوش و حواس ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کس کے رہ گئے تھے کوئی مدہوش تھا، کوئی حیرت زدہ کہ زبان سے بات نہ نکلتی تھی، کوئی صدمہ کی شدت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا یقین ہی نہ کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا بہادر اور استقلال اور شجاعت کا مجسمہ بے قابو تھا۔ اس کے بعد جو مراحل انتظامیہ کو درپیش تھے وہ ایک سے ایک بڑھ کر۔ اس لئے کہ سب سے اہم کام اس وقت خلافت کا مسئلہ تھا کہ تجہیز و تکفین کے ہر ہر جزو میں اس کی ضرورت تھی۔ کہ ہر جزو میں اختلاف ہو رہا تھا نیز نبی ہونے کی وجہ سے ہر ہر جزو میں حکم معلوم کرنے کی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ گزشتہ اختلاف سے معلوم ہو گیا کہ کوئی مکہ مکرمہ واپس لے جانے پر مصر تھا اور کوئی مدفن ابراہیمی پر لے جانا چاہتا تھا وغیرہ وغیرہ ایسے ہی تجہیز و تکفین اور صلوٰۃ الجنازہ میں اشکالات تھے کہ عام لوگوں کی تجہیز و تکفین ہمیشہ دیکھنے میں آئی مگر کسی نبی کو اس سے قبل دفنانے کی نوبت نہ آئی تھی کہ کس طرح غسل دیا جائے، کس طرح نماز پڑھی جائے۔ ہر مسئلہ میں احادیث کے معلوم کرنے کی ضرورت تھی چنانچہ کپڑوں ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا اور بغیر جماعت کے علیحدہ علیحدہ نماز پڑھی گئی جیسا کہ آئندہ آرہا ہے اور تمام مسلمانوں کو علیحدہ علیحدہ نماز کے لئے جتنا وقت چاہیے تھا وہ بھی ظاہر ہے اس کے علاوہ انصار میں بیعت کا مسئلہ بحث میں آجانے سے یہ مہم اور بھی زیادہ

سخت بن گئی تھی کہ اگر کوئی نا اہل امیر بن گیا تو دین کا سنبھالنا مشکل پڑ جائے گا اور اس کو امارت سے ہٹانا ایک مستقل فتنہ کا دروازہ ہوگا۔ اس لئے اس وقت دین کا تحفظ صرف امارت ہی کے مسئلہ پر موقوف بن گیا تھا۔ چنانچہ شام کے وقت بیعت کا مسئلہ طے ہوا اور دوسرے دن بیعتِ عامہ ہو جانے کے بعد پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے موافق ہر ہر مرحلہ سہولت سے طے ہوتا گیا۔

(۱۱) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرِيكِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَدُفِنَ يَوْمَ الثُّلَاثَاءِ قَالَ أَبُو عِيسَى هٰذَا حَدِيثٌ غَرِيبٌ

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال دو شنبہ کے روز ہوا اور سہ شنبہ کو دفن کیے گئے۔ ابوعیسیٰ کہتے ہیں یہ حدیث غریب ہے۔

فائدہ: منگل بدھ کی درمیانی شب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے جس کو عرفاً منگل کا دن بھی کہا جا سکتا ہے اور بدھ کا دن بھی، اس لئے یہ روایت پہلی روایت کے کچھ خلاف نہیں، بعض علماء نے یہ بھی کہا کہ خلافت کے مسئلہ سے فراغت کے بعد سہ شنبہ کے دن میں تجہیز و تکفین کی ابتدا ہوئی اور چہار شنبہ کی شب میں فراغت ہوئی۔

(۱۲) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْضَمِيُّ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ نُبَيْطٍ أَخْبَرَنَا عَنْ نُعَيْمِ بْنِ أَبِي هِنْدَ عَنْ نُبَيْطِ بْنِ شَرِيطٍ عَنْ سَالِمِ بْنِ عُبَيْدٍ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ أُغْمِيَ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَرَضِهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَقَالُوا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ لِلنَّاسِ أَوْ قَالَ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ حَضَرَتِ الصَّلَاةُ قَالُوا نَعَمْ فَقَالَ مُرُوا بِلَالًا فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ عَائِشَةُ إِنَّ أَبِي رَجُلٌ أَسِيفٌ إِذَا قَامَ ذٰلِكَ الْمَقَامَ بَكَى فَلَا يَسْتَطِيعُ فَلَوْ أَمَرْتَ غَيْرَهُ قَالَ ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَأَفَاقَ فَقَالَ مُرُوا بِلَالًا

سالم بن عبید جو صحابی ہیں: کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض وفات میں بیہوشی طاری ہوئی، پھر ہوش آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''نماز کا وقت ہوگیا؟'' لوگوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال سے کہو اذان دیں، اور ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہوگئے، پھر ہوش آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''نماز کا وقت ہوگیا؟'' لوگوں نے کہا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلال سے کہو اذان دیں، اور ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں'' پس عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: میرے ابا نرم دل آدمی ہیں، جب وہ اس جگہ کھڑے ہوں گے تو رو پڑیں گے اور نماز نہیں پڑھا سکیں گے، پس کاش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور کو حکم دیتے! راوی کہتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیہوشی طاری ہوگئی، پھر ہوش آیا تو فرمایا: ''بلال سے کہو اذان دیں اور ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں، پس بیشک تم یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو!'' راوی کہتا ہے: پس بلال رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: انہوں نے اذان دی، اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، انہوں نے نماز پڑھائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فَلْيُؤَذِّنْ وَمُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكُنَّ صَوَاحِبُ أَوْ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ قَالَ فَأُمِرَ بِلَالٌ فَأَذَّنَ وَأُمِرَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلَّى بِالنَّاسِ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ خِفَّةً فَقَالَ انْظُرُوا لِي مَنْ أَتَّكِئُ عَلَيْهِ فَجَاءَتْ بَرِيرَةُ وَرَجُلٌ آخَرُ فَاتَّكَأَ عَلَيْهِمَا فَلَمَّا رَآهُ أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَنْكُصَ فَأَوْمَأَ إِلَيْهِ أَنْ يَثْبُتَ مَكَانَهُ حَتَّى قَضَى أَبُو بَكْرٍ صَلَاتَهُ ثُمَّ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ فَقَالَ عُمَرُ وَاللهِ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا قَالَ وَكَانَ النَّاسُ أُمِّيِّينَ لَمْ يَكُنْ فِيهِمْ نَبِيٌّ قَبْلَهُ فَأَمْسَكَ النَّاسُ فَقَالُوا يَا سَالِمُ انْطَلِقْ إِلَى صَاحِبِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَادْعُهُ فَأَتَيْتُ أَبَا بَكْرٍ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَتَيْتُهُ أَبْكِي دَهِشًا فَلَمَّا رَآنِي قَالَ لِي أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْتُ إِنَّ عُمَرَ يَقُولُ لَا أَسْمَعُ أَحَدًا يَذْكُرُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبِضَ إِلَّا ضَرَبْتُهُ بِسَيْفِي هَذَا فَقَالَ لِي انْطَلِقْ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَجَاءَ هُوَ وَالنَّاسُ قَدْ دَخَلُوا عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَفْرِجُوا لِي

بیماری میں تخفیف محسوس کی، پس فرمایا: "دیکھو اس کو جس پر میں سہارا لوں" پس بریرہ اور ایک آدمی آئے، پس آپ نے ان دونوں کا سہارا لیا، پس جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو وہ پیچھے ہٹنے لگے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی جگہ جمے رہیں، یہاں تک کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی نماز پوری کی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی، پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: بخدا! نہ سنوں میں کسی کو جو ذکر کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے، مگر میں اس کو اپنی تلوار سے ماروں گا۔ راوی کہتا ہے اور لوگ امی (ناخواندہ) تھے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی نہیں ہوا تھا یعنی ان کو نبی کی موت کا تجربہ نہیں تھا۔ پس لوگ رک گئے یعنی یہ کہنے سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ پس لوگوں نے کہا: اے سالم بن عبید! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق کے پاس جاؤ، اور ان کو بلا لاؤ۔ پس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا درانحالیکہ وہ (سنح گاؤں میں) مسجد میں تھے، پس میں ان کے پاس گھبرایا ہوا روتا ہوا پہنچا۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو مجھ سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی؟ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بخدا! اگر کسی نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی ہے تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا! ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا: چل، پس میں ان کے ساتھ چلا، وہ آئے درانحالیکہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہوگئے تھے، پس آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: لوگو! میرے لئے کشادگی کرو مجھے جگہ دو پس لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کشادگی کی، پس وہ (قریب) آئے، یہاں تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا اور کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مرنا ہے، اور ان کو بھی مرنا ہے!" (سورۃ الزمر آیت ۳۰)

فَأَفْرَجُوا لَهُ فَجَاءَ حَتَّى أَكَبَّ عَلَيْهِ وَمَسَّهُ فَقَالَ إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ ثُمَّ قَالُوا يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقُبِضَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ قَالُوا يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُصَلَّى عَلَى رَسُولِ اللهِ قَالَ نَعَمْ قَالُوا وَكَيْفَ قَالَ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيَدْعُونَ وَيُصَلُّونَ ثُمَّ يَخْرُجُونَ ثُمَّ يَدْخُلُ قَوْمٌ فَيُكَبِّرُونَ وَيُصَلُّونَ وَيَدْعُونَ ثُمَّ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَدْخُلَ النَّاسُ قَالُوا يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُدْفَنُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ قَالُوا أَيْنَ قَالَ فِي الْمَكَانِ الَّذِي قَبَضَ اللهُ فِيهِ رُوحَهُ فَإِنَّ اللهَ لَمْ يَقْبِضْ رُوحَهُ إِلَّا فِي مَكَانٍ طَيِّبٍ فَعَلِمُوا أَنْ قَدْ صَدَقَ ثُمَّ أَمَرَهُمْ أَنْ يَغْسِلَهُ بَنُو أَبِيهِ وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ يَتَشَاوَرُونَ فَقَالُوا انْطَلِقْ بِنَا إِلَى إِخْوَانِنَا مِنَ الْأَنْصَارِ نُدْخِلُهُمْ مَعَنَا فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مَنْ لَهُ مِثْلُ هٰذِهِ الثَّلَاثِ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللهَ مَعَنَا (التوبہ:۴۰) مَنْ هُمَا قَالَ ثُمَّ بَسَطَ يَدَهُ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ

پھر لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے رفیق! کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! لوگوں نے پوچھا: کس طرح پڑھیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کچھ لوگ اندر جائیں، پس تکبیر کہیں، اور دعا کریں، اور نماز جنازہ پڑھیں، پھر نکل آئیں۔ پھر کچھ لوگ اندر جائیں، پس تکبیر کہیں اور نماز پڑھیں اور دعا کریں، پھر نکل آئیں، یہاں تک کہ سب لوگ داخل ہوئے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کمرے ہی میں تنہا تنہا پڑھی گئی تھی، اس لئے تدفین میں تاخیر ہوئی) لوگوں نے پوچھا: اے رسول اللہ کے رفیق! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفن کیے جائیں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! لوگوں نے پوچھا: کہاں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسی جگہ جہاں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کی ہے، پس بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض نہیں کی مگر ستھری جگہ میں! پس لوگوں نے جانا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا، یعنی صحابہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی ہر ہر بات پر اطمینان ہوا۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیں۔ اور مہاجرین مشورہ کرنے کیلئے اکٹھا ہوئے، پس انہوں نے کہا: آؤ ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں، ہم ان کو بھی اس معاملہ میں اپنے ساتھ شریک کریں۔ پس انصار نے کہا: ایک امیر ہم میں سے ہو، اور ایک امیر تم میں سے! پس عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کون ہے جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں؟ ”دو میں کا دوسرا، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کچھ غم نہ کر، بیشک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں“ (سورۃ التوبہ آیت ۴۰) کون ہیں وہ دونوں؟ راوی کہتا ہے پھر عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھایا، اور انہوں نے بیعت کی، اور لوگوں نے (بھی) بیعت کی عمدہ

النَّاسُ بَيْعَةً حَسَنَةً جَمِيلَةً خوبصورت یعنی سب سے خوش دلی سے بیعت کی۔

فائدہ: اس قول کی شرح میں کہ تم "یوسف علیہ السلام والی عورتیں ہو"۔ علماء کے چند اقوال ہیں۔

پہلا قول: یہ کہ تم سے مراد صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور ان عورتوں سے مراد صرف زلیخا ہیں اور جمع کا لفظ تعظیمی محاورہ کے اعتبار سے فرمادیا اس قول کے موافق۔

(الف) تشبیہ بے جابات پر اصرار کرنے میں ہے کہ جیسا زلیخا نے ایک ناحق اور نامناسب بات پر حضرت یوسف علیہ السلام پر بہت زیادہ اصرار کیا ایسے ہی تم بے جابات پر اصرار کر رہی ہو۔

(ب) یہ کہ تشبیہ اس بات میں ہے کہ جیسے زلیخا نے اپنی ملامت کرنے والیوں کو دعوت کے نام سے بلایا اور ظاہر یہ کیا کہ دعوت مقصود ہے لیکن اصل مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر زلیخا کو معذور سمجھیں، ایسے ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ظاہر تو یہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رقیق القلب ہیں وہ آپ ﷺ کی جگہ پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رکھتے لیکن دل میں یہ ہے جیسا کہ خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوسری جگہ منقول ہے کہ مجھے حضور اکرم ﷺ سے بار بار مراجعت کرنے کا تقاضا اس وجہ سے ہو رہا تھا کہ میرے نزدیک لوگ اس شخص کو کبھی پسند نہ کریں گے جو حضور اکرم ﷺ کی جگہ پر کھڑا ہوا اور اس کو منحوس سمجھیں گے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ تم سے مراد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام والی عورتوں سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کو زلیخا نے دعوت کے نام سے بلایا تھا اس قول کے موافق بھی۔

(الف) تشبیہ بے جابات پر اصرار میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بے جابات پر اصرار فرما رہی تھیں۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس چیز پر اصرار کیا۔

(ب) یہ کہ تشبیہ وہی دل کے خلاف بات ظاہر کر کے اصرار کرنے میں ہے کہ (عائشہ کے ذہن میں تو یہ مضمون تھا کہ لوگ حضور اکرم ﷺ کی جگہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا ہوتا دیکھیں گے تو نحوست کا وسوسہ کریں گے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے بھی اپنی موافقت پر اصرار کرایا، اور ان کے دل میں اپنے والد کی بڑھوتری ہو کہ نبی کی نیابت کا حق ادا کرنے کا واہمہ، اس لئے حضور اکرم ﷺ نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ والیوں کے ساتھ تشبیہ دی کہ وہ ظاہر میں حضرت یوسف علیہ السلام پر زلیخا کی موافقت کا اصرار کر رہی تھیں۔ لیکن درحقیقت ہر ایک اپنی طرف مائل کرنے کا انداز برت رہی تھی۔ بعض علماء نے وجوہ تشبیہ اور بھی بتلائی ہیں چونکہ حدیث طویل تھی اس لئے اس فائدہ کو مختصر طور پر درمیان میں لکھ دیا آگے بقیہ حدیث کا ترجمہ آتا ہے اور کچھ فوائد بھی مختصر درمیان میں آگئے۔ بعض روایات میں اس جگہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ اللہ جل شانہٗ اور مسلمان حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوا اور کسی کو نہیں مانیں گے۔ امتثال حکم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھائی (اور حضور اکرم ﷺ کے وصال تک سترہ نمازیں ادا فرمائیں، اس لئے کہ یہ قصہ جس کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے پنج شنبہ کی شام کا ہے اور پنج شنبہ کے روز حضور اقدس ﷺ کی طبیعت مبارک زیادہ ناساز رہی اور جمعہ کی شب میں عشاء کی نماز کے وقت کی یہ تمام گفتگو

ہے اور عشاء کی نماز سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی اور دوشنبہ کے روز چاشت کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔ اس لئے کل سترہ (۱۷) نمازیں ہوئیں جو مسلسل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت مرض کے ایام میں پڑھائیں۔ بندہ ناکارہ کے نزدیک چونکہ مرض کی ابتدا اس سے بہت پہلے سے تھی اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان ایام میں بھی کبھی کبھی نمازیں پڑھائیں) دوران مرض میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا! کہ دیکھو کوئی سہارا دے کر مسجد تک لے جانے والا ہے؟ اس ارشاد پر دو شخصوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سہارے مسجد تک تشریف لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے منع فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پوری کر دی بالآخر (دوشنبہ کے روز) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا (صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اوپر یہ سخت وقت جس قدر بھی مشکل اور کٹھن تھا وہ ظاہر ہے، منافقین اور مخالفین کے فتنے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیئیس (۲۳) سالہ باغ کی حفاظت اور ان سب کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی قدسی ذات کی مفارقت اور اس محبوب کی جدائی جس کی بدولت گھر بار خویش و اقارب، مال و متاع سب لٹا دیا تھا اور چونکہ آج صبح سے افاقہ کے آثار معلوم ہو رہے تھے جو درحقیقت سنبھالا تھا نہ کہ افاقہ۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر باوجود بہت جلد مشہور ہو جانے کے بہت سے حضرات کو یقین نہیں آیا) چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے باعظمت اور قوی القلب آدمی بھی بایں فضل و کمال اور بدیں شجاعت و ہمت تحمل نہ فرما سکے اور از خود رفتہ ہو کر برہنہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور یہ فرمانے لگے کہ واللہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال نہیں ہوا) جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے اس کی گردن اڑا دوں گا، چونکہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو کسی نبی کی وفات کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا کہ ان سے پہلے کوئی نبی اُن میں نہیں ہوا تھا اور عام طور سے اُمی تھے کہ پہلے انبیاء کی کتب اور حالات بھی نہ پڑھ سکتے تھے اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد پر سب ساکت ہو گئے کہ ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ بعض صحابہ کرامؓ نے سالم سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر لاؤ (وہ ہی اس طغیانی کے وقت اس کشتی کو کنارہ لگائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افاقہ کی صورت دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے گھر والوں کی خبر لینے کے لئے اپنے مکان پر تشریف لے گئے تھے جو تقریباً ایک میل تھا)۔ سالم کہتے ہیں کہ میں روتا ہوا متحیرانہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ میری مضطربانہ حالت دیکھ کر دریافت فرمایا! کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے؟ میں نے اطلاع کی اور یہ بھی عرض کیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کہتے ہیں کہ جس کو یہ کہتے ہوئے سنوں گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے ساتھ تشریف لائے اور مجمع کو ہٹا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر گہری نظر ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا اور یہ آیت پڑھی "اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ" (الزمر: ۳۰) (اے محمد) بے شک تم بھی وفات پانے والے ہو اور سب دشمن بھی مرنے والے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پوچھا کہ اے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے فرمایا کہ بے شک آپ ﷺ دار البقاء کو روانہ ہو چکے ہیں۔ اُس وقت صحابہ رضی اللہ عنہم کو یقین ہو گیا، پھر انہوں نے آپ سے دیگر امور دریافت کیے اس لئے کہ ہر ہر جزو میں احتمال خصوصیت تھا اس لئے اول نماز جنازہ کے متعلق پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ پڑھی جائے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کس طرح پڑھیں؟ (تمام اہل مدینہ مشتاق ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک ایک جماعت حجرہ کے اندر جائے اور بلا جماعت نماز پڑھ کر چلی آئے، اسی طرح سب لوگ نماز پڑھیں۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا حضور اکرم ﷺ دفن کیے جائیں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یقیناً دفن کیے جائیں گے۔ انہوں نے پوچھا کس جگہ قبر شریف بنائی جائے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس جگہ آپ ﷺ کا وصال ہوا ہے وہی جگہ مدفن ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے آپ ﷺ کا وصال اسی جگہ فرمایا ہے جو جگہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ صحابہؓ کو ہر ہر بات پر اطمینان ہوتا رہا اور ''بے شک سچ فرمایا'' کہتے رہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل بیت اور حضور اکرم ﷺ کے قریبی رشتہ داروں کو تجہیز و تکفین کے انتظام کا حکم فرمایا (اور حفاظت اسلام اور رفع اختلافات کے لئے کسی شخص کو مدار رائے بنانے کی تجویز شروع ہوئی۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تلوار سونتے ہوئے کھڑے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا اس کی گردن اڑا دوں گا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس مقولہ پر تنبیہ فرمائی اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْل (ال عمران: ۱۴۴) تلاوت فرمائی، اُس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو شخص محمد ﷺ کی پرستش کرتا ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ کی پرستش کرتا ہو تو اللہ جل جلالہٗ زندہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ لوگ سب کے سب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبہ کی آواز سن کر منبر کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ دین کی حفاظت کے لئے ایک شخص کی ضرورت ہے جو اس کی نگرانی کرے اور اس کی حفاظت کرے تم لوگ اپنی اپنی رائے اس بارے میں بتاؤ۔ مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا پھر یہ تجویز ہوا کہ انصار کی شرکت بھی اس مشورہ میں ضروری ہے، ان کی شرکت سے کوئی امر قرار پانا چاہیے اس لئے ان کی مجلس میں یہ حضرات گئے، وہاں مسئلہ پہلے سے چھڑا ہوا تھا۔ انصار نے یہ تجویز پیش کی کہ انصار میں ایک امیر مستقل ہو اور مہاجرین میں علیحدہ امیر ہو (اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ''الائمۃ من قریش'' ''امیر قریش میں سے'' ہو نقل کیا) حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کون ہے وہ شخص جس کے لئے ایک ہی واقعہ میں تین فضیلتیں ہوں، چہ جائیکہ اور فضائل اور پھر یہ تین بھی ایسی کہ جن میں ہر ایک کمالِ فضل پر دال ہو۔ اول حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اتحاد و ارتباط اور تنہائی کے وقت ساتھ دینا جس کو حق تعالیٰ شانہٗ ''ثانی اثنین اذھما فی الغار'' (التوبہ: ۴۰) سے ارشاد فرما رہے ہیں۔ دوسرا حق تعالیٰ شانہٗ ان کو حضور اکرم ﷺ کا ساتھی اور رفیق فرما رہے ہیں۔ تیسرا اللہ جل شانہٗ کی معیت کہ حضور اقدس ﷺ نے جب ''ان اللہ معنا'' اللہ ہمارے ساتھ ہے فرمایا۔ اس وقت حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی حضرات وہاں تھے جن کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے

''ہمارے ساتھ'' غرمایا تم ہی بتاؤ کہ وہ دو کون تھے جن کا آیت میں ذکر ہے؟ کس قدر بڑی ذات ہے ان دونوں حضرات کی (یعنی حضور اقدس ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے برابر کونسی ہستی ہو سکتی ہے؟) اس کے علاوہ اور بھی گفتگو درمیان میں ہوتی رہی جو مختلف روایات میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے انصار کی جماعت! تمہیں معلوم ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مصلّی پر کھڑا کیا اور بیماری کے زمانہ میں حکماً نماز پڑھوائی تم میں سے کون گوارا کر سکتا ہے کہ ایسے شخص کو امامت سے ہٹائے جس کو حضور اکرم ﷺ نے امام بنایا ہو؟ انصار نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتے اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کے لئے ہاتھ پھیلا دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیعت کی اس کے بعد سقیفہ کے سب لوگوں نے برضا و رغبت بیعت کی۔

فائدہ: یہ ابتدائی بیعت تھی جو انصار کی مجلس میں ہوئی اس کے بعد دوسرے دن مسجد نبوی میں بیعتِ عامہ ہوئی جس میں اول حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ دیا جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل بھی تھے اور دیگر امور ارشاد فرمائے، اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی خلیفہ بننے کا خواہش مند نہیں ہوا، نہ مجھے اس کی ترغیب ہوئی نہ کبھی پوشیدگی میں یا علانیہ اس کے حصول کی دعا کی۔ اپنے انکار پر امت پر فتنہ پیدا ہو جانے کے ڈر سے میں نے اس کو قبول کیا ہے، مجھے اس میں کوئی راحت نہیں ہے اور جو کام مجھ پر ڈال دیا گیا میری طاقت سے باہر ہے، اللہ ہی کی مدد سے کچھ کام چل سکتا ہے۔

(۱۳) حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ الزُّبَيْرِ حَدَّثَنَا شَيْخٌ بَاهِلِيٌّ قَدِيمٌ بَصْرِيٌّ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا وَجَدَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كُرَبِ الْمَوْتِ مَا وَجَدَ قَالَتْ فَاطِمَةُ وَاكَرْبَاهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا كَرْبَ عَلَى أَبِيكِ بَعْدَ الْيَوْمِ إِنَّهُ قَدْ حَضَرَ مِنْ أَبِيكِ مَا لَيْسَ بِتَارِكٍ مِنْهُ أَحَدًا اَلْوَافَاةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مرض الوفات کی سخت تکلیف برداشت فرما رہے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ہائے ابا کی تکلیف! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آج کے بعد تیرے باپ پر کچھ تکلیف نہیں رہے گی۔ بے شک آج تیرے باپ پر وہ اٹل چیز اتری ہے یعنی موت جو قیامت تک کبھی کسی سے ٹلنے والی نہیں۔

فائدہ: ہائے کا لفظ عربی میں اظہار افسوس کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے مقصود رنج کا اظہار ہے۔

(۱۴) حَدَّثَنَا أَبُو الْخَطَّابِ زِيَادُ بْنُ يَحْيَى الْبَصْرِيُّ وَنَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ رَبِّهِ بْنُ بَارِقٍ الْحَنَفِيُّ قَالَ سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا أُمِّي سِمَاكَ بْنَ الْوَلِيدِ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دو بچے ذخیرہ آخرت بن جائیں تو حق تعالیٰ شانہ ان کی بدولت اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔ حضرت عائشہ رضی

عَبَّاسٍ يُحَدِّثُ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ كَانَ لَهُ فَرَطَانِ مِنْ أُمَّتِي أَدْخَلَهُ اللّٰهُ تَعَالَى بِهِمَا الْجَنَّةَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ فَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ قَالَ وَمَنْ كَانَ لَهُ فَرَطٌ يَا مُوَفَّقَةُ قَالَتْ فَمَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ فَرَطٌ مِنْ أُمَّتِكَ قَالَ فَأَنَا فَرَطٌ لِأُمَّتِي لَنْ يُصَابُوا بِمِثْلِي

اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جس کا ایک ہی بچہ ذخیرہ بنا ہو اس کا کیا حکم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا ایک ہی بچہ چل دیا وہ بھی بخش دیا جائے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ جس کا ایک بچہ بھی نہ مرا ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے لئے میں ذخیرہ آخرت بنوں گا اس لئے کہ میری وفات کا رنج آل واولاد سب سے زیادہ ہوگا۔

فائدہ: یقیناً حضور اکرم ﷺ کی جدائی ایسی ہی چیز ہے کہ ماں باپ اعزہ احباب، بیوی، اولاد ہر شخص کی جدائی اور موت حضور اکرم ﷺ کی جدائی اور وفات کے مقابلہ میں کوئی بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اس لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو میری جدائی کی مصیبت سے تسلی حاصل کرے یعنی یہ سوچے کہ جب حضور اکرم ﷺ کی مفارقت پر صبر کر لیا تو اس کے مقابلہ میں یہ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ اس حدیث کی مزید شرح ابواب الجنائز باب ماجاء فی ثواب مَنْ قَدَّمَ وَلَدًا کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

۵۵ بَابُ مَا جَاءَ فِي مِيرَاثِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ

حضورِ اقدس ﷺ کی میراث کا ذکر

فائدہ: اس باب میں مصنف نے سات (۷) حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، سب کا حاصل یہی ہے کہ آپ ﷺ کا جملہ متروکہ مال صدقہ ہے، وہ وارثوں میں تقسیم نہیں ہوگا۔ یہ علماء کا اجماعی مسئلہ ہے اس میں کسی عالم کا بھی اہل سنت والجماعت میں اختلاف نہیں ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ کے ترکہ میں وارثت نہ تھی، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ حکم حضور اقدس ﷺ کے ساتھ خاص تھا یا تمام انبیاء علیہم السلام کا یہی حکم ہے؟ جمہور علماء کی یہی رائے ہے کہ تمام انبیاء کا یہی حکم ہے کہ ان کے متروکہ مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، اس کی وجوہ میں علماء کے متعدد اقوال ہیں اور متعدد وجوہ ہونے میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ مختصراً چند وجوہ لکھی جاتی ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں لہٰذا ان کی ملک باقی رہتی ہے، اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ کی بیبیوں سے کسی کے نکاح کرنے کی قرآن پاک میں صاف لفظوں میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔

(۲) نبی کی کوئی چیز زندگی میں بھی ملک نہیں ہوتی۔ وہ متولیانہ تصرف کرتے ہیں صوفیہ میں بھی یہی مقولہ مشہور ہے ''الصوفی لا یملك'' صوفی مالک کسی چیز کا نہیں ہوتا۔ یہ مطلب نہیں کہ شرعاً مالک نہیں ہوتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان ناپائیدار چیزوں کو اپنا نہیں سمجھتا۔

(۳) دنیا کی ہر چیز اللہ کی ملک ہے اور نبی اللہ کا خلیفہ ہونے کی حیثیت سے تصرف کرتا ہے۔

(۴) اگر انبیاء کے مال میں میراث جاری ہو تو احتمال ہے کہ کوئی بدنصیب وارث مال کی طمع میں نبی کی ہلاکت کا ذریعہ بنے یا

تمنا کرے اور دونوں چیزیں اس کی بربادی کا سبب ہوں گی۔

(۵) لوگوں کو یہ واہمہ نہ گزرے کہ نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے واسطے اور اپنے اہل وعیال کو مال دار چھوڑ کر جانے کے واسطے ہے۔ (۶) مال کے زنگ اور میل کچیل سے ان کی قدسی ذات کو محفوظ رکھنے کی وجہ سے ہے۔

(۷) نبی تمام امت کے لئے بمنزلہ باپ کے ہے لہٰذا اس کا مال تمام اولاد کا مال ہے وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکمتیں بے نہایت ہوتی ہیں، آدمی اپنی اپنی سمجھ کے موافق حکمتوں کا بیان کرتے ہیں ان کے علاوہ نہ معلوم کتنی حکمتیں اللہ کے علم میں ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَخِي جُوَيْرِيَةَ لَهُ صُحْبَةٌ قَالَ مَا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلاَّ سِلاَحَهُ وَبَغْلَتَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً

عمرو بن الحارث جو ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہیں، یہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ترکہ میں صرف ہتھیار اور (اپنی سواری کا) خچر اور کچھ حصہ زمین کا چھوڑا تھا اور ان کو بھی صدقہ فرما گئے تھے۔

فائدہ: چونکہ یہ چیزیں صدقہ کی حدود میں داخل ہوگئی تھیں اس لئے ان میں میراث جاری نہیں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمالی کپڑوں کا ذکر معمولی چیز ہونے کی وجہ سے نہیں کیا گیا۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَتْ جَائَتْ فَاطِمَةُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَتْ مَنْ يَرِثُكَ فَقَالَ أَهْلِي وَوَلَدِي فَقَالَتْ مَا لِي لاَ أَرِثُ أَبِي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لا نُورَثُ وَلٰكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ وَأُنْفِقُ عَلَى مَنْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور دریافت فرمایا کہ تمہارا کون وارث ہوگا؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: پھر میں اپنے والد کے متروکہ کی وارث کیوں نہیں بنی؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ (میں وقف کا متولی ہونے کی وجہ سے) جن لوگوں کا روزینہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھا تھا اس کو میں بھی ادا کروں گا اور جن لوگوں پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فرمایا کرتے تھے ان پر میں بھی خرچ کروں گا۔

فائدہ: بظاہر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ خیال فرماتی تھیں کہ بادشاہ ہونے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال کو ترکہ، میراثی قرار نہیں دیا گیا، اس لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ تمہارا ابھی کوئی وارث ہوگا یا نہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شرعی مسئلہ کے موافق جواب مرحمت فرمادیا ورنہ ان کی اپنی وصیت کے

موافق جس میں انہوں نے فرمایا کہ اس مال کو بیت المال میں واپس کر دینا اس کے موافق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی کوئی وارث نہیں ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا'' مشہور حدیث ہے جو مختلف الفاظ سے نقل کی گئی۔ بعض روایات میں اتنا ہی ذکر ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی جماعت کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے ''مسوی'' میں لکھا ہے کہ یہ مضمون کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں ہے دس صحابہ رضی اللہ عنہم سے زیادہ حضرات سے منقول ہے۔ یہ حدیث ابواب السیر میں باب ماجاء فی ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُو غَسَّانَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَ إِلَى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُولُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ نَشَدْتُكُمْ بِاللهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ إِلَّا مَا أَطْعَمَهُ إِنَّا لَا نُورَثُ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ

ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں ان کے پاس تشریف لائے ہر ایک دوسرے پر اعتراض کر رہا تھا اور اس کو انتظام کے ناقابل بتا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکابر صحابہ حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان سب حضرات کو متوجہ فرما کر یہ فرمایا کہ تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم سب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں سنا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام مال صدقہ ہوتا ہے، بجز اس کے جو وہ اپنے اہل کو کھلائے ہم انبیاء علیہ السلام کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے۔ اس حدیث میں ایک قصہ ہے۔

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کا مقصود صرف میراث نہ ہونے کا ذکر تھا وہ حاصل ہو گیا تھا اس لئے پورا قصہ طویل ہونے کی وجہ سے ذکر نہیں فرمایا۔ امام ابوداؤد نے اس کو ذرا تفصیل سے ذکر فرمایا اور تھوڑا سا ذکر کرنے کے بعد مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث پر جو نمبر ۶ پر آ رہی ہے، حوالہ کر دیا، اس لئے کہ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کی روایت مشہور تھی۔ حدیث کی سب کتابوں میں کثرت سے ذکر کی گئی۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور خود ابوداؤد شریف میں مفصل مذکور تھی اس لئے ایک قصہ کو پورا پورا ہر جگہ ذکر کرنا تطویل کا سبب تھا۔ ابوداؤد شریف کی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ ابوالبختری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص سے ایک حدیث سنی جو کہ مجھے بہت پسند آئی میں نے ان سے درخواست کی کہ یہ حدیث مجھے لکھ دیجئے تو وہ نہایت پختہ تحریر لائے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ شخص غالباً مالک بن اوس رضی اللہ عنہ ہی ہیں اس تحریر میں یہ لکھا تھا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس وقت حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہم پہلے سے موجود تھے وہ دونوں حضرات یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم جھگڑ رہے تھے یعنی ایک دوسرے کو بد نظمی

کا الزام دے رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ چاروں حضرات کو مخاطب بنا کر یہ دریافت فرمایا کہ تم لوگ یہ نہیں جانتے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نبی کا ہر مال صدقہ ہوتا ہے مگر جو وہ اپنے اہل وعیال کو کھلائے یا پہنائے۔ اس لئے کہ ہم لوگوں کا (یعنی انبیاء کا) کوئی وارث نہیں ہوتا؟ ان چاروں حضرات نے اقرار فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا پس حضور اقدس ﷺ اپنی حیات میں اس میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے اور جو بچ جاتا تھا اس کو صدقہ کر دیتے تھے۔ حضور اقدس ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے اور اپنی دو سالہ زندگی میں وہی عملدر آمد کرتے رہے جو حضور اقدس ﷺ کا معمول تھا۔ اس کے بعد امام ابوداؤد کہتے ہیں کہ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے قریب قریب آگے سارا قصہ ہے۔

(۴) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا صَفْوَانُ بْنُ عِيسَى عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم انبیاء علیہ السلام کی جماعت جو مال چھوڑتی ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔

فائدہ: یعنی صدقات کے مواقع پر خرچ کیا جاتا ہے۔

(۵) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَقْسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَلَا دِرْهَمًا مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمُؤْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے وارث دینار اور درہم تقسیم نہ کریں میرے ترکہ سے اہل وعیال کا نفقہ اور میرے عامل کا نفقہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے وہ صدقہ ہے۔

فائدہ: عامل سے مراد وہ شخص بھی بتایا گیا ہے جو حضور اکرم ﷺ کے بعد خلیفہ وقت ہونے والا ہوا اور وہ بھی کہا گیا ہے جو زمینوں کی پیداوار جمع کر کے لانے والا ہو۔ یعنی ان زمینوں کا منتظم اور نگران ہو، دونوں محتمل ہیں کہ خلیفہ کی تنخواہ بھی بیت المال کے ذمہ ہے اور ہر وقف کے نگران اور منتظم کو اس وقف سے حق الخدمت لینے کا حق ہے دینار و درہم کی تخصیص مقصود نہیں ہے۔ تمثیل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے جیسا کہ یہ کہہ دیا جائے کہ روپیہ پیسہ تقسیم نہ کریں کہ اور چیز بطریق اولیٰ داخل ہو گئیں، یا یہ کہا جائے کہ تقسیم ہمیشہ قیمت لگا کر ہوتی ہے جو روپیہ پیسہ ہی کی طرف لوٹ آئے۔

(۶) حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَّالُ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ فَدَخَلَ

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے پاس عبدالرحمن بن عوف اور طلحہ اور سعد بن ابی وقاص بھی تشریف لائے۔ (اس کے تھوڑی دیر بعد) حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جھگڑتے ہوئے

عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَطَلْحَةُ وَسَعْدٌ وَجَاءَ عَلِيٌّ وَالْعَبَّاسُ يَخْتَصِمَانِ فَقَالَ لَهُمْ عُمَرُ أَنْشُدُكُمْ بِالَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ فَقَالُوا اللّٰهُمَّ نَعَمْ وَفِي الْحَدِيثِ قِصَّةٌ طَوِيلَةٌ

تشریف لائے۔ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سب حضرات کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اس ذات پاک کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں کیا تمہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا علم ہے ہم ''انبیاء کی جماعت کسی کو اپنا وارث نہیں بناتے جو کچھ ہم ترکہ چھوڑ جاتے ہیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے''؟ ان سب حضرات نے فرمایا کہ بے شک یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس حدیث میں ایک طویل قصہ ہے۔

فائدہ: یہ وہی قصہ ہے جس کی طرف نمبر ۳ پر ابوالبختری کی روایت میں بھی اشارہ گزرا ہے۔ قصہ طویل ہے اور حدیث کی تقریباً سب کتب میں مختصر یا مفصل نقل کیا گیا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سے اس کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اور توضیح کے طور پر فتح الباری وغیرہ سے دوسری روایات میں جو اضافے ہیں وہ بھی بقدرِ ضرورت ساتھ ہی ذکر کیے جا رہے ہیں۔ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر میں تھا دن کچھ چڑھ گیا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قاصد مجھے بلانے آیا، میں حاضر خدمت ہوا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ایک بوریے پر بیٹھے ہوئے تھے جس پر اور کوئی کپڑا بچھا ہوا نہ تھا میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہاری قوم کے کچھ ضرورت مند لوگ آئے تھے، میں نے ان کو کچھ دینے کا کہہ دیا ہے اور تم اس کو لے جا کر ان پر تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا کہ تقسیم کے لئے کسی اور کو تجویز فرما دیتے تو اچھا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ''تم ہی تقسیم کر دو'' یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کے خادم جن کا نام یرفا تھا، حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضری کی اجازت دے دی، یہ حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے، تھوڑی دیر میں یرفا دوبارہ آئے اور عرض کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت فرما دی وہ دونوں حضرات تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے اور اس ظالم کے درمیان میں فیصلہ کر دیجئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ''ظالم'' کے علاوہ اور بھی کچھ سخت لفظ کہے، دونوں حضرات کی آپس میں سخت کلامی ہوگئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ حضرات جو پہلے سے بیٹھے تھے انہوں نے ان کی تائید اور سفارش کی کہ آپ ان کا فیصلہ ضرور کر دیجئے اور ایک کو دوسرے سے نجات دیجئے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ مالک بن اوس کہتے ہیں کہ مجھے ان کی سفارش اور تائید کے انداز سے یہ خیال ہوا کہ ان دونوں نے ان سب حضرات کو اپنی تائید کے لئے آگے بھیجا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا! کہ ذرا ٹھہرو، اس کے بعد اس جماعت کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو اس پاک ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں۔ کیا تم کو معلوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا ہم جو کچھ چھوڑ تے ہیں صدقہ ہوتا ہے؟ اس جماعت نے اقرار کیا کہ بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان دونوں حضرات حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی طرح ان سے بھی قسم دے کر دریافت فرمایا۔ ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا، اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ غور سے سنو! اللہ جل شانہٗ نے یہ فئی کا مال (باغ وغیرہ) مخصوص طور پر "حضور" کو دیا، کسی دوسرے کی اس میں شرکت نہ تھی، لیکن حضور نے اس کو اپنے لئے مخصوص نہیں فرمایا، بلکہ تم لوگوں پر تقسیم فرمایا اور بہت تھوڑا سا حصہ زمین کا اپنے اور اپنے عیال کے گزران کے لئے رکھا اور اس میں بھی گھروں میں تھوڑا اسا دینے کے بعد جو بچتا وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ فرما دیتے تھے۔ میں تم لوگوں کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ایسا ہی تھا یا نہیں؟ اول ان پانچوں حضرات کو قسم دے کر اس کی تصدیق کرائی۔ اس کے بعد ان دونوں حضرات سے قسم دے کر تصدیق کرائی" پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بنے اور انہوں نے اس سب پیداوار میں اسی طرز کو جاری رکھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا اور اللہ پاک کی قسم! ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے اس رویہ میں نیکی پر تھے، راہ راست پر تھے، حق کا اتباع کرنے والے تھے، لیکن تم لوگوں نے اس کو چناں چنیں سمجھا۔ تم (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے (صلی اللہ علیہ وسلم) کی میراث طلب کرنے آئے ہو اور تم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) اپنی بیوی کے حصہ کا مطالبہ کرنے آئے ہو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا" سنایا تم نے ان کی بات کو صحیح نہ سمجھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات پائی اور میں خلیفہ بنا اور اپنی خلافت کے ابتدائی دو سال تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ کے موافق اس پر عمل کرتا رہا۔ اللہ جل شانہٗ خوب جانتا ہے کہ میں اپنے اس طرز عمل میں سچا ہوں، نیکی پر عمل کرنے والا ہوں، حق کا اتباع کرنے والا ہوں اس کے بعد تم دونوں میرے پاس آئے ہو اور وہی ایک کلمہ، ایک بات، بھتیجے کی میراث کا مطالبہ اور بیوی کا حصہ، میں نے تم سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ "ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا" سنا دیا اس کے بعد میں نے مناسب سمجھا کہ بطور تولیت کے تمہارے حوالے کر دوں تو میں نے تم سے عہد و پیمان لیا کہ تم اس میں اسی طرح عملدرآمد کرو گے جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمل کیا اور دو برس تک میں خود عمل کرتا رہا ہوں۔ تم نے اس کو قبول کیا اور اس طرح میں نے اس کو تمہارے حوالے کیا۔ تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا میں نے اسی طرح حوالہ نہیں کیا تھا؟ اس جماعت نے بھی اس کا اقرار کیا اور ان دونوں حضرات نے بھی اس کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اب تم اس کے خلاف مجھ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہو، اس ذات کی قسم جس کے حکم سے آسمان و زمین قائم ہیں اس کے خلاف ہرگز فیصلہ نہ کروں گا اگر تم اس کے انتظام سے عاجز ہو تو مجھے واپس کر دو، میں خود انتظام کر لوں گا۔ یہ ہے وہ طویل قصہ جس کی طرف امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے اشارہ کیا ہے کہ اس حدیث میں طویل قصہ ہے اس میں چند امور قابل لحاظ ہیں۔

(۱) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ظالم وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر کیا اور دونوں حضرات میں سخت کلامی ہوئی۔ یہ چیز بظاہر مستبعد معلوم ہوتی ہے مگر ایک تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے چچا ہیں اس حیثیت سے ان کو تنبیہ کا

حق ہے دوسرا جب وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ناحق سمجھ رہے ہیں جس کی تفصیل آگے آرہی ہے تو ان کے فعل کو ظلم سمجھنا ہی چاہیے۔

(۲) یہ کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث معلوم تھی جیسا کہ انہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوال پر اقرار کیا تو پھر کیوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا اور کیوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا؟ اور اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ پہلے سے معلوم نہ تھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہنے سے معلوم ہوئی تو پھر جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث کی وجہ سے انکار فرما چکے تھے تو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دوبارہ کیوں سوال کیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث تو یقیناً ان کو معلوم تھی مگر بظاہر اس حدیث کو وہ مخصوص سمجھتے تھے۔ مثلاً درہم اور دینار ہی کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہوں جیسا کہ پہلے ایک حدیث میں ان دونوں کا ذکر آچکا ہے لیکن اور سب حضرات کے نزدیک سب چیزوں کو شامل ہے جیسا کہ بہت سی حدیثوں میں ہے کہ ''جو کچھ میں چھوڑوں وہ صدقہ ہے'' کا لفظ آیا ہے۔ اس صورت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اولاً سوال اپنے اس خیال کے موافق ہو کہ یہ حضرات اس کو خصوصیت پر سمجھتے تھے اور اس کے بعد دوبارہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان سے سوال اس خیال سے ہو کہ شاید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے ان دونوں حضرات کے موافق ہو یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اس کو مخصوص خیال فرماتے ہوں لیکن مطالبہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے بھی وہی ہے جو اور سب حضرات کی ہے اور حدیث کے الفاظ کا ظاہر بھی یہی ہے کہ یہ ارشاد سب چیزوں کو شامل ہے کسی چیز کی تخصیص نہیں۔

یہاں ایک نہایت اہم اور ضروری چیز ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ جب حضراتِ شیخین کے متعلق ہم لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاک ارشاد کی وجہ سے میراث تقسیم کرنے سے معذور و مجبور تھے اور باوجود ان حضرات کے اصرار کے تقسیم نہ فرمایا وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ان اکابر کی شان میں کسی قسم کا سوءِ ظن کرنا کہ حُبِ مال کی وجہ سے بار بار اصرار کرتے تھے اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس صاف اور صریح ارشاد کے خلاف عمل چاہتے تھے انتہائی بے ادبی ہے۔ ان کا اصرار اس وجہ سے تھا کہ یہ حضرات اس کو ایک شرعی حق سمجھتے تھے اسی وجہ سے اپنی تحقیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مخالفت کرنے والوں پر انکار کرتے تھے جس کو حضرتِ عمر فاروقؓ نے اپنے اس کلام سے ظاہر کیا کہ تم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو چناں چنیں سمجھا۔

(۳) یہ کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انکار پر اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد پر کہ ''ہمارا کوئی وارث نہیں بنتا'' ان دونوں حضرات نے متفقہ طور پر اپنی ولایت میں لے لیا تھا تو اب آپس میں جھگڑا پیدا ہونے کی وجہ کیا ہے جس کی وجہ سے آپس میں سخت کلامی کی نوبت آئی اور اب تقسیم کی استدعا کس وجہ سے تھی جبکہ پہلے ہی سے تقسیم کا انکار ہوتا چلا آیا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیز تو متحقق ہوگئی تھی کہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی اسی وجہ سے حضرات شیخین نے بھی انکار کردیا تھا اور ان حضرات نے بھی قبول کرلیا تھا، اس کے باوجود پھر ان دونوں حضرات کا آپس میں تقسیم کے مطالبہ کی وجہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ کیفیت خرچ میں دونوں حضرات میں کثرت سے اختلاف ہوتا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت منتظم اور مدبر تھے، دور اندیش تھے، وہ ہر مال کو نہایت احتیاط سے خرچ فرمانا چاہتے تھے، اور ضرورت کے مواقع کے لئے پس انداز اور ذخیرہ فراہم رکھنا چاہتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ

نہایت فیاض سخی اور زاہد اور متوکل تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز کے موافق جو آیا فوراً تقسیم کر دینا چاہتے تھے کہ ایک درہم بھی باقی نہ بچے۔ اس وجہ سے دونوں حضرات میں ہر وقت کشاکشی پیش آتی تھی۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں دار قطنی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ ان حضرات کا آپس میں اختلاف میراث کے بارے میں نہیں تھا بلکہ تولیت اور مصارف کے بارے میں تھا کہ اس پیداوار کو کس طرح صرف کیا جائے۔ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کی درخواست یہ تھی کہ اس مال کو دونوں میں نصف تقسیم کر دیا جائے، نہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد اب میراث کا مطالبہ تھا۔

(۴) یہ کہ جب یہ حضرات تولیت علیحدہ کرنا چاہتے تھے میراث نہیں چاہتے تھے تو پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کیا مانع تھا؟ اس میں بظاہر کوئی اشکال نہ تھا کہ ہر ایک کا تولیت نامہ علیحدہ ہوتا۔ وہ اپنی رائے سے اپنی پیداوار کو جلد یا بدیر تقسیم کرتا۔ اس کی وجہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ اس صورت میں بعد میں میراث بن جانے کا احتمال تھا اور اس پر استدلال کی گنجائش ملتی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے پہلے فیصلہ سے رجوع کر لیا اس لئے کہ دونوں میں نصف نصف میراث کی تقسیم تھی کہ آدھا بیٹی کا حصہ ہے اور آدھا عصبہ ہونے کی وجہ سے چچا کا۔ اس لئے اگر یہ فیصلہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منظور فرما لیتے تو بعد میں آنے والوں کو اس جائیداد کے میراث ہونے کے لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فیصلہ ہی دلیل اور حجت بن جاتا۔

(۵) یہ کہ ابتداً ان حضرات اہل بیت کا خیال اگر چہ یہی تھا کہ یہ میراث ہے اور اسی لئے اس کا حضرات شیخین سے مطالبہ ہوا مگر آخر میں ان حضرات کی رائے بھی شیخین کی رائے کے موافق آ گئی تھی۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی کو اسی طرح باقی رکھا ورنہ اگر وہ میراث سمجھتے تو اپنی خلافت کے زمانہ میں اس کی تقسیم کر دیتے۔ ابتدا میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مشترکہ تولیت رہی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے علیحدگی اختیار فرمالی تنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قبضہ میں رہی، پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پھر علی بن حسین کے۔ (فتح الباری)

یہ چند ضروری ابحاث مختصر طور پر اس قصہ کے متعلق ذکر کر دی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی ابحاث اس میں ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ یہ حدیث ابواب السیر باب ماجاء فی ترکۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَاصِمِ ابْنِ بَهْدَلَةَ عَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا وَلَا دِرْهَمًا وَلَا شَاةً وَلَا بَعِيْرًا قَالَ وَأَشُكُّ فِي الْعَبْدِ وَلَا أَمَةٍ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ دینار چھوڑا نہ درہم، نہ بکری، نہ اونٹ۔ راوی کہتے ہیں کہ مجھے غلام اور باندی کے ذکر میں شک ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بھی فرمایا تھا کہ نہ غلام نہ باندی یا نہیں فرمایا۔

فائدہ: کسی نقل کرنے والے کو اس کی روایت میں تردد ہو گیا۔ اس لئے انہوں نے اس پر متنبہ کر دیا۔ دوسری روایات میں اس کی تصریح ہے کہ نہ غلام نہ باندی۔

(۵۶) بَابُ مَا جَاءَ فِي رُؤْيَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کا تذکرہ

فائدہ: خواب کی حقیقت کیا ہے اور یہ واقعی چیز ہے یا مجرد خیالات ہیں۔ طویل بحثیں ہیں جو اس جگہ کے مناسب نہیں ہیں۔ مثلاً اطباء کا خیال ہے کہ آدمی کے مزاج میں جس خلط کا غلبہ ہوتا ہے اس کے مناسبات خیال میں آتے ہیں جیسے کسی کا مزاج بلغمی ہو تو پانی اور اس کے متعلقات دریا، سمندر، پانی میں تیرنا وغیرہ دیکھے گا اور جس کے اندر صفراء کا غلبہ ہو وہ آگ اور اس کے متعلقات دیکھے گا، یا ہوا میں اڑنا وغیرہ دیکھے گا اسی طرح دوسرے اخلاطِ دم اور سودا کا حال ہے۔ فلاسفہ کے نزدیک جو واقعات عالم میں رونما ہوتے ہیں ان کی صورت مثالیہ فوٹو کی طرح عالم بالا میں منقوش ہے اس لئے نفس کے سامنے ان میں سے کوئی چیز آتی ہے تو اس کا انعکاس ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اقوال مختلفہ ہیں۔ اہل سنت کے نزدیک یہ تصورات ہیں جن کو حق تعالیٰ جل شانہ بندہ کے دل میں پیدا کرتے ہیں جو کبھی بواسطہ فرشتے کے پیدا کیے جاتے ہیں اور کبھی شیطان کے ذریعے سے۔ علماء نے لکھا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک تو اس فرشتہ کے تصور سے ہوتا ہے جو اس پر مقرر ہے یہ حق ہوتا ہے اور دوسرا شیطانی اثر سے ہوتا ہے کہ شیطان اپنے تصرف سے کچھ چالیں اور تصویریں دکھاتا ہے، تیسرا نفسانی خطرات بھی اس کے سبب ہوتے ہیں کہ جس قسم کے خیالات جاگتے میں آتے ہیں وہی سوتے ہوئے دل میں گزرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشاد سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ ابوداؤد شریف میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ذکر کیا ہے کہ خواب تین طرح کا ہوتا ہے ایک رؤیا صالحہ یعنی مبارک خواب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔ دوسرا ڈراؤنا خواب جو شیطان کی طرف سے رنج پہنچانا ہوتا ہے۔ تیسرا وہ خواب جو آدمی کے اپنے خیالات اور وساوس ہوتے ہیں۔ علماء تعبیر نے لکھا ہے کہ جو فرشتہ خواب دکھانے پر متعین ہے اس کا نام ''صدیقون'' ہے جو مثالوں سے آدمیوں کو خواب کی شکل میں سمجھاتا ہے یہ عام خواب کے متعلق ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اگر خواب میں ہو تو وہ تصرفات شیطانی سے خالی ہوتی ہے خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد متعدد احادیث میں آرہا ہے کہ جس نے مجھ کو خواب میں دیکھا اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو خواب میں دیکھا اس لئے کہ شیطان کو یہ قدرت نہیں کہ وہ میری صورت بنالے، اس کے باوجود اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ایسی طرح کرے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے مناسب نہیں ہے مثلاً جو حلیہ شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شروع کتاب میں گزرا ہے اس کے خلاف دیکھے یا کوئی اور ایسی بات دیکھے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری یا پریشانی وغیرہ کو ظاہر کرے یا کسی ایسے کام کا حکم کرتے یا منع کرتے ہوئے دیکھے جو خلافِ شرع ہو، یا شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے کی غلطی کوتاہی اور قصور کی بنا پر ہوتا ہے اس کو شراح و مشائخ آئینہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ ایک شے کو اگر سرخ آئینہ میں دیکھو تو سرخ نظر آتی ہے اور سبز میں سبز، ایسے ہی سیاہ سفید اور لمبی چوڑی، غرض مختلف الانواع نظر آتی ہے۔ اسی طرح خواب میں ذات تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی نظر آتی ہے لیکن اس ذاتِ اقدس کے ساتھ جو احوال اور اوصاف نظر آتے ہیں وہ خواب دیکھنے والے کے تخیل اور ادراک کا اثر ہے کہ جس قسم کے احوال دیکھنے والے کے ہوں گے ویسے ہی صفات کے ساتھ زیارت نصیب ہوگی۔ مثلاً بعض صوفیاء نے لکھا ہے کہ جو شخص خواب میں دیکھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیا

کمانے کی ترغیب دے رہے ہیں تو اس میں دیکھنے والے کی ظلمت کا شمول ہے کہ وہ کسی مکروہ فعل کے ارتکاب میں بلا ارادہ مبتلا ہے، مصنفؒ نے اس باب میں سات حدیثیں ذکر فرمائی ہیں۔

(۱) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِيٍّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ عَنْ عَبْدِ اللهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَمَثَّلُ بِي

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

(۲) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَصَوَّرُ أَوْ قَالَ لَا يَتَشَبَّهُ بِي

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آپ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا ہے اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔

فائدہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے جیسا کہ عالم حیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اثر سے محفوظ فرما دیا تھا ایسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی شیطان کو یہ قدرت مرحمت نہیں فرمائی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنا سکے۔
یہ امر طے شدہ ہے کہ اس کے بعد یہ بحث ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ بعینہٖ نظر آتی ہے یعنی یہ کہ دیکھنے والے میں اتنی قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ ذات اقدس کی اپنی جگہ پر زیارت کرے یا صورت مثالی کی زیارت ہوتی ہے جیسے کوئی شخص آڑ میں بیٹھ کر اپنے سامنے ذرا فصل سے ایک بڑا آئینہ رکھ لے اور ایک شخص جو اس آڑ کے پیچھے ہے جو اس آئینہ کو دیکھے تو اس آئینے میں اس بیٹھے والے شخص کی مثال ہوگی بعینہٖ اس کی ذات آئینہ میں نہیں آ رہی ہے۔ صوفیہ کا قول ہے کہ دونوں طرح کی زیارت ہوتی ہے۔ بعض لوگوں کو بعینہٖ ذات اقدس کی زیارت ہوتی ہے اور بعض کو آئینہ کی طرح، مثال کی یہی وجہ ہے کہ بعض مرتبہ دوسرے لوگوں کی صورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے کہ گویا وہ آئینہ ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت کا۔ ان دونوں احادیث کی وضاحت ابواب الرؤیا باب ماجاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رآنی کے عنوان کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

(۳) حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا خَلَفُ بْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي قَالَ أَبُو عِيسَى وَأَبُو مَالِكٍ هٰذَا هُوَ سَعْدُ بْنُ طَارِقِ بْنِ أَشْيَمَ وَطَارِقُ بْنُ أَشْيَمَ هُوَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رَوٰى

مالک اشجعی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا حقیقتاً اس نے مجھے ہی دیکھا امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو مالک وہ سعد بن طارق بن اشیم ہیں اور طارق بن اشیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہیں۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی

عَبَّاسٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَآنِي هَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَهُ فِي النَّوْمِ قَالَ نَعَمْ أَنْعَتُ لَكَ رَجُلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ حَسَنُ الضَّحِكِ جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مَا بَيْنَ هٰذِهِ إِلَى هٰذِهِ قَدْ مَلَأَتْ نَحْرَهُ قَالَ عَوْفٌ وَلَا أَدْرِي مَا كَانَ مَعَ هٰذَا النَّعْتِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا قَالَ أَبُو عِيسَى يَزِيدُ الْفَارِسِيُّ هُوَ يَزِيدُ بْنُ هُرْمُزَ، وَهُوَ أَقْدَمُ مِنْ يَزِيدَ الرَّقَاشِيِّ وَرَوَى يَزِيدُ الْفَارِسِي عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَحَادِيثَ، وَيَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ لَمْ يُدْرِكِ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَهُوَ يَزِيدُ ابْنُ أَبَانَ الرَّقَاشِيُّ وَهُوَ يَرْوِي عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ وَيَزِيدُ الْفَارِسِيُّ وَيَزِيدُ الرَّقَاشِيُّ كِلَاهُمَا مِنْ أَهْلِ الْبَصْرَةِ وَعَوْفُ بْنِ أَبِي جَمِيلَةَ هُوَ عَوْفُ الْأَعْرَابِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ سُلَيْمَانُ بْنُ سَلْمٍ الْبَلْخِيُّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ قَالَ قَالَ عَوْفُ الْأَعْرَابِيُّ أَنَا أَكْبَرُ مِنْ قَتَادَةَ

دیکھی ہوئی صورت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قامت دونوں چیزیں معتدل اور درمیانی (یعنی جسم مبارک نہ زیادہ موٹا اور نہ زیادہ دبلا ایسے قد نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ کوتاہ بلکہ معتدل) آپ کا رنگ گندمی مائل بسفیدی، آنکھیں سرگیں خندہ دہن خوب صورت گول چہرہ داڑھی نہایت گنجان جو پورے چہرہ انور کا احاطہ کیے ہوئے تھی اور سینہ کے ابتدائی حصہ پر پھیلی ہوئی تھی۔ عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اس روایت کے ایک راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں رہا کہ میرے استاد یزید نے جو اس خواب کے دیکھنے والے ہیں ان مذکورہ صفات کے ساتھ اور کیا کیا صفتیں بیان فرمائی تھیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم حیات میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ اقدس نہ بتا سکتے، (گویا بالکل ہی صحیح حلیہ بیان کر دیا) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یزید فارسی وہ یزید بن ھرمز ہیں اور یہ یزید رقاشی سے اقدام ہیں یزید فارسی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعدد حدیثیں روایت کرتے ہیں اور یزید رقاشی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ یزید رقاشی کا نام یزید بن ابان الرقاشی ہے وہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور دونوں بصرہ کے رہنے والے ہیں اور عوف بن جمیلہ عوف الاعرابی ہیں۔ بیان کیا ابوداؤد نے سلمان بن سلم البلخی سے، نضر بن شمیل نے عوف اعرابی کا قول نقل کیا ہے کہ میں قتادہ سے عمر میں بڑا ہوں۔

فائدہ: چنانچہ اس کتاب شمائل کے سب سے پہلے باب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک نقل کیا گیا ہے وہ ان ہی صفات کے ساتھ ذکر کیا گیا، جیسا کہ مفصل گزر چکا ہے۔

(٦) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي زِيَادٍ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور

بْنِ سَعْدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمِّهٖ قَالَ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ قَالَ أَبُو قَتَادَةَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ رَآنِي يَعْنِي فِي النَّوْمِ فَقَدْ رَأَى الْحَقَّ

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے واقعی امر دیکھا۔

فائدہ: یعنی حقیقتاً مجھے ہی دیکھا، یہ نہیں کہ شیطان کسی اور چیز کو دکھائے اور مجھے بتائے۔ بعض علماء نے اس کا یہ مطلب لکھا ہے کہ یہ سچا خواب ہے خیالات کا مجموعہ نہیں۔

(۷) حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ أَخْبَرَنَا مُعَلَّى بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ الْمُخْتَارِ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ رَآنِي فِي الْمَنَامِ فَقَدْ رَآنِي فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَتَخَيَّلُ بِي قَالَ وَرُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے حقیقتاً مجھ ہی کو دیکھا اس لئے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مومن کا وہ خواب (جو فرشتہ کے اثر سے ہوتا ہے) نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہوتا ہے۔

فائدہ: علماء نے اِس کے مطلب میں مختلف عنوانات اختیار فرمائے ہیں، بالخصوص حافظ حدیث ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں بہت تفصیل سے اس کے متعلق علماء کے اقوال کو ذکر کیا ہے اور صاحب تبریز نے بھی بہت زیادہ تفصیل اس کی ذکر کی ہے لیکن ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ چونکہ اس کو علم نبوت کا ایک جز فرمایا ہے اور علوم نبوی انبیاء ہی کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اس لئے اس کو بھی انبیاء کے ساتھ مخصوص سمجھنا چاہیے۔ مجملاً اتنا معلوم ہونا کافی ہے کہ مبارک اور اچھا خواب ایک بڑی بشارت ہے جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ اتنا ہی اس شرافت اور عظمت و برکت کے لئے کافی ہے باقی نبوت کے چھیالیس جزو نبی ہی صحیح طور پر معلوم کر سکتے ہیں اس لئے وہی اس جزو کو صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں کہ یہ چھیالیسواں جزو کیسے ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں دیکھنے کا ذکر ختم ہو چکا۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو دو اثروں پر ختم کیا ہے جو حقیقت میں دو نصیحتیں ہیں اور مہتم بالشان تنبیہات ہیں اول یہ کہ کسی چیز کا حکم لگانا اٹکل سے نہیں ہونا چاہیے بلکہ دین کا مدار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے لہٰذا ہر فیصلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیے۔ دوسرا یہ کہ ہر کس و ناکس کی بات نہیں سننی چاہیے بلکہ دین دار شخص کی بات کو ماننا چاہیے، بے دین قابل اتباع نہیں ہے درحقیقت ہر دو نصیحتیں اہم ہیں۔

(۸) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ الْمُبَارَكِ إِذَا ابْتُلِيتَ بِالْقَضَاءِ فَعَلَيْكَ بِالْأَثَرِ

محمد بن علی کہتے ہیں میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر کبھی قاضی اور فیصل کنندہ بننے کی نوبت آئے تو منقولات کا اتباع کیجیو۔

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ خودرائی اور اپنی عقل پر گھمنڈ نہیں کرنا چاہیے بلکہ اکابر کے کلام احادیث اور اقوال صحابہ کی اتباع

کرنی چاہیے۔ یہ امام ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت ہے جو عام ہے، ہر فیصلہ کے متعلق یہی بات ہے خواہ وہ فیصلہ قضا کے قبیل سے ہو یا کوئی اور فیصلہ ہو۔ جیسا کہ ابھی گزرا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ ارشاد نصیحت عامہ کے قبیل سے ذکر کیا ہے جیسا کہ عام شراح شمائل کی رائے ہے بندہ کے نزدیک اس باب سے بھی اس کو ایک خاص مناسبت ہوسکتی ہے وہ یہ کہ خواب کی تعبیر بھی ایک فیصلہ ہے اس لئے اس میں بھی اپنی رائے سے غتربود نہ کرنا چاہیے بلکہ اسلاف کی تعبیروں کو دیکھنا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ سے بکثرت خوابوں کی تعبیریں نقل کی گئی ہیں۔ فنِ تعبیر کے علماء نے لکھا ہے کہ تعبیر دینے والا شخص ضروری ہے کہ سمجھدار، متقی، پرہیز گار، کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا واقف ہو۔ عرب کے لغات اور زبان زد مثالوں کو جانتا ہو وغیرہ وغیرہ، بہت سے شرائط اور آداب علم تعبیر کی کتابوں میں لکھی ہیں۔

(۹) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ حَدَّثَنَا النَّضْرُ أَخْبَرَنَا ابْنُ عَوْفٍ عَنِ ابْنِ سِيْرِيْنَ قَالَ هٰذَا الْحَدِيْثُ دِيْنٌ فَانْظُرُوْا عَمَّنْ تَأْخُذُوْنَ دِيْنَكُمْ

ابن سیرین کہتے ہیں کہ علم حدیث (اور ایسے ہی اور دینی علوم سب) دین میں داخل ہیں۔ لہٰذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل کر رہے ہو۔

فائدہ: ابن سیرین بھی اپنے وقت کے امام اور بڑے مشہور تابعی ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام سے علومِ حاصل کیے فن تعبیر کے بھی امام ہیں خواب کی تعبیر میں ان کے ارشادات حجت ہیں ان کے ارشاد کا مقصود یہ ہے کہ جس سے دین حاصل کرو اس کی دیانت، تقویٰ، مذہب و مسلک کی اچھی طرح تحقیق کرلو ایسا نہ کرو کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کرلو خواہ وہ کیسا ہی بے دین ہو۔ اس لئے اس کی بد دینی اثر کے بغیر نہیں رہے گی۔ بعض روایات میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے یہ نصیحت عامہ ہے جیسا کہ پہلے نمبر پر گزر چکا ہے اور اس باب کے ساتھ بھی مناسبت ہوسکتی ہے کہ علم تعبیر بھی ایک اہم علم ہے جبکہ خواب نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہوتا ہے تو اس کی تعبیر بھی مہتم بالشان ہو، ظاہر ہے، اس لئے بغور دیکھا کرو کہ کس سے تعبیر لے رہے ہو وہ اس کا اہل ہے یا نہیں۔ اس مناسبت سے گویا امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر کیا لیکن ابن سیرین کا کلام اور احادیث کا مضمون خواب کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر علم کو شامل ہے اور جتنا مہتم بالشان علم ہوگا اتنے ہی زیادہ واقف سے معلوم کرنے کی ضرورت ہوگی اس ہمارے زمانے میں جو قیامت کے بہت ہی قریب ہے ایک یہ بھی سخت خطرے کی بات ہوگئی ہے کہ ہر شخص خواہ کتنا ہی جاہل، کتنا ہی بد دین ہو، تھوڑی سی صفائی تقریر و تحریر سے علامہ اور مولانا بن جاتا ہے اور رنگین کپڑوں سے صوفی اور مقتدا بن جاتا ہے۔ عوام ابتداً ایک عام غلط فہمی کی وجہ سے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور پھر اپنی ناواقفیت سے ان کا شکار بن جاتے ہیں۔ وہ غلط فہمی یہ ہے کہ عام قلوب میں یہ سما گیا ہے کہ "انظر والی ما قال ولا تنظروا الی من قال" (آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا کہا یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ کس نے کہا) حالانکہ یہ مضمون فی نفسہ اگرچہ صحیح ہے لیکن اس شخص کے لئے ہے جو سمجھ سکتا ہو کہ کیا کہا جو کہا وہ حق کہا یا باطل اور غلط کہا۔ لیکن جو لوگ اپنی ناواقفیت دینی کی وجہ سے کھرے کھوٹے کی صحیح اور غلط میں تمیز نہ کر سکتے ہوں ان کو ہر شخص کی بات سننا مناسب نہیں کہ اس کا نتیجہ مآل کار مضرت و نقصان ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی دعویدار اگر ولایت امامت نبوت رسالت حتیٰ کہ خدائی تک کا بھی نعوذ باللہ دعویٰ کرے تو ایک گروہ فوراً اس کا تابع بن جاتا ہے "وَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ"۔

حضرات اکابر علمائے کرام کی تقاریظ کے اقتباسات

شیخ الحدیث
استاذ العلماء سندی واستاذی

حضرت مولانا محمد یٰسین صابر مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ عمر بن خطاب ملتان

عزیزم مولوی مفتی عبدالرشید صاحب نے ترمذی شریف کی تسہیل وتبیین پر کام کیا ہے ماشاء اللہ اچھا کام ہے۔ میں نے دیکھا ہے تدریس اور دوسری مصروفیات کے باوجود تصنیف تالیف کا ذوق بڑی مبارک بات ہے۔ میرے نزدیک تو علم کی خدمت کسی درجہ میں ہو قابل رشک ہے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت اور کاوش کو قبول فرماویں اور حدیث کے طلبہ کے لئے زیادہ سے زیادہ اس کو نفع مند بناویں اور عزیز موصوف کے لئے دین ودنیا کی کامیابیوں کا ذریعہ بنادیں۔ آمین ثم آمین

استاذ العلماء

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

نگرانِ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

ہمارے سامنے فاضلِ اجل جامعہ خیر المدارس ملتان کے مایہ ناز فیض یافتہ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب دامت برکاتہم نے الخیر الشذی کے نام سے اردو زبان میں ایک منفرد انداز میں شرح تالیف فرمائی ہے۔ یقیناً یہ اہل علم کے لئے باعث فخر ہے۔ موصوف محترم نے اس سے قبل خیر التوضیح شرح مشکوٰۃ المصابیح تالیف فرما کر اکابر علماء کرام سے داد تحسین حاصل کی ہے۔ میں نے اس سے بہت استفادہ کیا ہے طلباء وطالبات کے لئے انتہائی مفید ہے حضرت مفتی صاحب اور ادارہ اشاعت الخیر کے ملتان کے ذمہ داران کو اس عظیم خدمت پر مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ مرتے دم تک ہم سب کو دین کی عالی محنت میں مصروف رکھے اور حضور اکرم کی محبت اور شفاعت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

مذہبی سکالر حضرت اقدس

مفتی محمد شہاب الدین پوپلزئی

مسجد قاسم علی خان پشاور

دورِ حاضر کا تقاضا یہ ہے کہ اکابرین کے علمی اور تحقیقی اثاثہ کو سلیس اور عام فہم انداز میں تشنگان علوم نبویہ تک پہنچایا جائے اَلْخَیْرُ الشَّذِیْ عبارت پر اعراب، عام فہم ترجمہ، بیان وتوضیح مسالک، ترجیح مذہب حنفی، دیگر مسالک کے دلائل سے جوابات، مشکل صیغ کا صرفی ونحوی حل، ابواب کا باہم ربط وتعلق اور اکابرین کے علوم سے استفادہ کی خوبیاں اس تقاضا کی پوری رعایت کو جلو میں لئے ہوئی ہے۔ چند صفحات کے مطالعہ سے ناچیز کے ذہن میں استاد مکرم حضرت مولانا مفتی عبداللطیف صاحب نور اللہ مرقدہ (فاضل دیوبند) صدر مدرس جامعہ علوم اسلامیہ سرحدیہ پشاور کا درس ترمذی تازہ ہوگیا۔ آخر میں حضرت مفتی صاحب سے ایک گزارش ہے کہ اپنی تمام تر تصنیفی اور تالیفی سرگرمیوں کو مؤخر کے اپنے زرین اوقات صرف ''اَلْخَیْرُ الشَّذِیْ'' کے لئے مختص فرمادیں، یہ شمع رسالت کے پروانوں پر احسان عظیم ہو گا۔ اللہ کریم سے عاجزانہ دعا ہے کہ موصوف مکرم کی اس نادر علمی کاوش کو اپنی رضا کے لئے قبولیت سے نواز کر بعافیت جلد پایہ تکمیل تک پہنچادے اور سبب افادہ عام وتام بنائے۔ آمین

استاذ العلماء، شیخ الحدیث

حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

مہتمم جامعہ خیر المدارس، وناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

جامعہ خیر المدارس ملتان کے فاضل حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدہم جید الاستعداد اور فصیح البیان مؤلف ہیں۔ تدریسی واشاعتی مشاغل کے باوجود مطالعہ وتصنیف کے لیے وقت نکال کر علمی وتحقیقی تالیفات اہل علم کی خدمت میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے مشکوٰۃ المصابیح کی شرح ''خیر التوضیح'' میں وہ اپنی علمی وتحقیقی قابلیت ولیاقت کا لوہا منوا چکے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید زید مجدہم کی تالیف ''الخیر الشذی'' شروح کے اس گلدستہ میں نئے پھول کا اضافہ ہے۔ ع ہر گلے را رنگ وبوے دیگر است..... بندہ کو اس کے چیدہ چیدہ مقامات کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، اندازہ ہوا کہ مؤلف موصوف نے محنت وعرق ریزی کے ساتھ شرح احادیث کی کامیاب سعی فرمائی ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ان کی محنت واخلاص کو قبول فرمائیں اور اس شرح کو اساتذہ وطلبہ میں مقبولیت عطا فرمائیں (آمین)

استاذ العلماء

حضرت اقدس مولانا منیر احمد منور صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

الخیر الشذی شرح جامع الترمذی مؤلفہ حضرت مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے فرستادہ چند صفحات کا مطالعہ کیا۔ شرح مذکور الحمد للہ جامع، مدلل، منقح اور حسن ترتیب کی خوبیوں سے مزین ہے اور علماء طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔

عالم اسلام کے ممتاز
مذہبی سکالر زود نویس مؤلف کتب کثیرہ

حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است... کے مصداق مولانا مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ کا یہ علمی اور تحقیقی کارنامہ علمی اور حدیثی دنیا میں سراہا جائے گا کہ انہوں نے اکابر کی تحقیقات اور ان کے تدریسی مناہج کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے منفرد عالمانہ اور محققانہ انداز میں مشاغل وموانع کثیرہ کے باوجود انتہائی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ مستند ومعتبر کتب کا عطر کشید کر کے ''الخیر الشذی'' کے نام سے جمع کر دیئے ہیں۔ اس مبارک سلسلہ کی ایک زرین کڑی ہے جس میں ہزاروں صفحات کا عطر کشید کیا گیا ہے۔ اساتذہ وطلبہ کے لیے یکساں مفید ہے۔ یہ شرح ایک ممتاز حیثیت کی حامل ہے۔ ان شاء اللہ العزیز یہ گراں قدر شرح حدیث کی خدمت کے سلسلہ میں ایک نادر اضافہ ثابت ہوگا اور شائقین علوم نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اس سے بہت زیادہ مستفید ہوں گے دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس انتھک محنت کو شرفِ قبولیت سے نواز کر ابدی سعادتوں کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

حضرت اقدس شیخ الحدیث

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب دارالعلوم مدنیہ بہاولپور

الحمد للہ! آج دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان میں حاضری کے موقع پر مولانا عبدالرشید صاحب زید مجدد کی شرح الخیر الشذی کو چند مقامات سے پڑھا اور الحمد للہ مولانا موصوف کی محنت طلباء کے لئے بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور ذخیر آخرت بنائے آمین

استاذ العلماء

حضرت علامہ شبیر الحق کشمیری صاحب

صاحب تدریس جامع ترمذی جلد اول جامعہ خیر المدارس ملتان

اما بعد! برادر عزیز فاضل جلیل مولانا مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدہم ماشاء اللہ علماً وعملاً، درساً وتدریساً وتصنیفاً وتالیفاً شرحاً وتحقیقاً جامع الصفات الحمیدہ ہیں۔ فاضل موصوف زید مجدہ کی مؤلفہ خیر التوضیح شرح مشکوٰۃ المصابیح سے اساتذہ وطلبہ مستفید ہو رہے ہیں۔ اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی امام ترمذی کی شہرہ آفاق کتاب سنن ترمذی شریف کے درس سے متعلق یہ علمی گلدستہ بھی ہے ابتدائی چند مباحث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس میں جامع ترمذی شریف کے درس سے متعلقہ جملہ مباحث کی کما ینبغی رعایت کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ شرح اساتذہ و طلبہ دورہ حدیث شریف کے لئے بہترین علمی تحفہ وہدیہ ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہ مقبولیت عامہ سے نوازے اور فاضل مؤلف اور ان کے جملہ متعلقین کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

رئیس دارالافتاء وحضرت اقدس

مفتی محمد عبداللہ صاحب

صاحب تدریس جامع ترمذی جامعہ خیر المدارس ملتان

جامع ترمذی پر بہت سے حضرات نے کام کیا ہے لیکن محترم ومکرم عزیزم مفتی عبدالرشید صاحب زید مجدھم نے ''الخیر الشذی'' کے نام سے جو خدمت سرانجام دی، وہ اپنی مثال آپ ہے، انہوں نے اس گلدستہ میں ہر ہر نوع کے پھول سجائے ہیں، صحیح اعراب، حدیث کا ترجمہ، لغوی، صرفی اور نحوی تحقیق، بیانِ مذاہب، دلائل، ترجیح الراجح اور حدیث سے متعلقہ دیگر مباحث کو اس انداز میں جمع کیا ہے کہ دیگر بہت سی شروحات سے ان شاء اللہ بے نیاز کر دے گی۔... عزیز موصوف کو اللہ پاک نے بہت سی خوبیوں کا جامع بنایا ہے، موصوف ایک ہمہ وقت بہترین مصنف، بہترین کالم نگار، بہترین صحافی، بہترین مہتمم، بہترین ناظم، بہترین خطیب، بہترین تاجر ہیں، گویا اللہ پاک نے انہیں ہر فن مولا بنایا ہے۔ اللہ پاک نظر بد اور حاسدین کے حسد اور شریر کے شر سے محفوظ فرمائیں اور ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت بخش کر علماء، طلبہ کے حق میں نافع بنائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاں قرب کا ذریعہ بنائیں اور ہم سب کیلئے ذریعہ نجات بنائیں۔ (آمین

شیخ الحدیث وصاحب تدریس جامع ترمذی

حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب مدظلہ مدیر دارالعلوم کبیروالہ

سنن ترمذی اپنے مخصوص فقہی طرز کی بناء پر درس نظامی میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے درس وتدریس میں خاصی محنت و جدوجہد کارفرما ہوتی ہے۔ ترمذی شریف کی کئی محققین نے شروحات لکھ کر خدمت کی جو مختلف خصوصیات کی حامل ہیں۔ اسی سلسلہ خدمت حدیث کی ایک کڑی ''الخیر الشذی'' بھی ہے۔ جو ہمارے برادرم محترم مفتی عبدالرشید صاحب مدظلہ نے محققانہ اور تدریسانہ انداز میں مرتب کی ہے۔ اس میں اکابر کے ذوق وتحقیقات کو سامنے رکھتے ہوئے، طالب علم کی اہم ضروریات یعنی اعراب، بامحاورہ ترجمہ، رواۃ حدیث کا تعارف، مذاہب ائمہ ومستدلات کو جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے، ان خصوصیات کی بناء پر یہ شرح اساتذہ وطلباء اور دیگر محققین کی اہم بنیادی علمی ضروریات پوری کردے گی۔ ان شاء اللہ